تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

تحقیقی، اِصلاحی اور علمی
مقالات

فہرست

عقائد، مسلکِ اہلِ حدیث اور اعتراضات کے جوابات

نماز کے بعض مسائل

اصولِ حدیث اور تحقیق الروایات

تذکرہ علمائے حدیث

تذکرۃ الراوی

باطل مذاہب ومسالک اوران کارد

متفرق مضامین

پیشِ لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

قدیم دور سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ اہلِ علم ،اربابِ تحقیق اور اصحابِ دانش کے قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہونے والے وہ گوہرِ نایاب جو بکھرے ہوتے ہیں،انھیں ایک لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ جہاں عام ہو رہا ہے وہاں مفید تر بھی ثابت ہو رہا ہے۔

زیرِ نظر ''علمی مقالات'' کا سلسلہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی وہ عظیم کاوش ہے جس میں ان کے علمی سفر کی طویل داستان مخفی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خصوصی احسان ہے کہ مجھ سا حقیر بھی شیخ صاحب کے سایۂ عاطفت میں ایک لمبے عرصے سے زانوئے تلمذ طے کیے ہوئے ہے،اس دوران میں استاذِ محترم کی بہت سی خوبیوں سے آگاہی ہوئی لیکن دو وصف ایسے ہیں جو قحط الرجال کے اس دور میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں اور ان دونوں کا مقالات سے گہرا تعلق ہے:

① جب تک احقاقِ حق اور ابطالِ باطل جیسے فریضے کو سرانجام نہ دے لیں ، اتنی دیر تک مضطرب رہتے ہیں۔

② ان میں علمی بخل دور دور تک نظر نہیں آتا۔ دورانِ مطالعہ یا تحقیق میں چھوٹا سا بھی علمی نکتہ مل جائے تو دوسرے کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ دو وہ خوبیاں ہیں جو انھیں ہمہ وقت مصروف رکھتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ دیگر تحقیقی امور کی طرح آج کئی صد صفحات پر مشتمل ''علمی مقالات، جلد اول'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اندازِ کتاب: یہ کتاب چونکہ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے اس لئے حتی المقدور کوشش کی

گئی ہے کہ عام فہم انداز میں تبویب اور فہرست ترتیب دی جائے تا کہ قاری کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

☆ اس کتاب میں عقائد، عبادات، سیر والتاریخ اور اسماء الرجال جیسے موضوعات پر سیر حاصل مباحث شامل ہیں۔

☆ استاذ محترم دفاعِ حدیث اور خدمتِ مسلک اہل حدیث کے جذبے سے سرشار ہیں لہٰذا جس نے بھی حدیث یا اہل الحدیث کے خلاف ہرزہ سرائی یا بے جا اعتراضات کئے، انھیں بھی دندان شکن اور مسکت جوابات سے نوازا گیا ہے۔

آج جب "علمی مقالات" تکمیل کے تمام مراحل طے کر چکا ہے تو بے اختیار لب پہ یہ دعا آ گئی کہ اے اللہ! استاذ محترم کو شریروں کے شر، حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھ اور انھیں صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرما۔ اس کتاب کو عوام وخواص کے لئے مفید اور ان کے لئے ذریعۂ نجات بنا۔ (آمین)

حافظ ندیم ظہیر

مدرسہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک

(۲۰۰۸/۲/۲۸ء)

اظہارِ تشکر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

ایک عرصے سے مختلف رسائل وجرائد بالخصوص ماہنامہ الحدیث حضرو میں تحقیقی مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع ہے۔انھی مضامین کو یکجا کتابی شکل میں شائع کرنے کا خیال تو کافی پرانا تھا لیکن علمی مصروفیت کی بنا پر اس کی تعبیر میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔

آج جب ''علمی مقالات'' کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے تو زبان اللہ رب العزت کی حمد وثنا سے تر اور سر تشکر سے جھکا جا رہا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ دیگر امور کی طرح مضامین ومقالات بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کتابی صورت میں پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں۔اس سلسلے میں برادرِ محترم مولانا محمد سرور عاصم صاحب کا شکریہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنھوں نے اپنی خاص توجہ اور محبت سے میری کتابوں کو اعلیٰ معیار اور بہترین طرز پر شائع کیا۔جزاہ اللہ خیراً

اسی طرح مراجعت، کمپوزنگ اور ڈیزائننگ میں تعاون کرنے والے احباب کا بھی ممنون ہوں۔

آخر میں عرض ہے کہ کمپوزنگ وغیرہ کی غلطیوں کی اصلاح حتی الوسع اور ہر ممکن حد تک کر دی گئی ہے لیکن بشری تقاضے کے مطابق غلطی رہنے کا احتمال ہے لہٰذا اطلاع ملنے پر آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ

حافظ زبیر علی زئی

۹/فروری ۲۰۰۸ء

عقائد، مسلک اہلِ حدیث اور اعتراضات کے جوابات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

اور تمھیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

(الحشر:۷)

تحریر: شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ — ترجمہ واضافہ: حافظ زبیر علی زئی

اللہ عرش پر ہے

رسول اللہ ﷺ سے قنوتِ وتر میں درج ذیل دعا باسند صحیح ثابت ہے:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِي فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِي فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِي فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِي فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِي شَرَّمَا قَضَیْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَإِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ [وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ .)) اے میرے اللہ! مجھے ان لوگوں میں (شامل کرکے) ہدایت دے جنھیں تو نے ہدایت دی، اور مجھے ان لوگوں میں عافیت عطا کر جنھیں تو نے عافیت میں رکھا، اور جن لوگوں سے تو نے دوستی کی مجھے ان میں اپنا دوست بنا، تو نے جو مجھے دیا ہے اس میں برکت دے، اور تو نے تقدیر میں جو شر (ونقصان) لکھ رکھا ہے مجھے اس سے بچالے، بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، جسے تو ذلیل کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں، اے ہمارے رب! تو برکتوں والا اور بلندی (علو) والا ہے۔ (احمد ۱/۱۹۹ ح ۱۷۱۸ وسندہ صحیح، والموسوعۃ الحدیثیۃ ۳/۲۴۵، وصححہ ابن خزیمہ: ۱۰۹۵، وابن الجارود: ۲۷۲، ورواہ ابوداود: ۱۴۲۵ من طریق آخر وحسنہ الترمذی: ۴۶۴)

[تنبیہ: یونس بن ابی اسحاق تدلیس سے بری ہیں۔ دیکھئے میری کتاب "الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین" (۲/۶۶) والحمدللہ]

"و تعالیت" (اور تو بلندی / علو والا ہے) کی تشریح کرتے ہوئے سعودی عرب کے جلیل القدر فقیہ شیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نبی ﷺ کی حدیث "و تعالیت" سے مراد تعالي (بہت بلند ہونا) اور علو ہے۔

بلند ہونے میں مبالغہ ثابت کرنے کے لیے "ت" کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بلند ہونا دو قسموں پر منقسم ہے: ① علو ذات ② علو صفت

علو ذات کا معنی یہ ہے کہ اللہ بذات خود ہر چیز سے بلند ہے اور علو صفت کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بلندی والی تمام صفات کے ساتھ متصف ہے۔ پہلی قسم (علو ذات) کا جہمی حلولیوں اور ان کے پیروکاروں نے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مکان میں ہے۔ (۱)

صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے غالی قسم کے فرقے معطلہ نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کا انکار کر دیا ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو جہان کے اوپر ہے اور نہ نیچے ہے، نہ دائیں ہے اور نہ بائیں ہے۔ نہ آگے ہے اور نہ پیچھے ہے، نہ متصل ہے اور نہ منفصل (جدا) ہے" یعنی (ان لوگوں کے نزدیک وہ معدوم محض (جس کی کوئی ذات نہیں) ہے۔ اس لئے (سلطان) محمود بن سبکتگین رحمہ اللہ نے اس شخص کا رد کرتے ہوئے کہا جو اللہ کو ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ موصوف سمجھتا تھا کہ "یہ تو معدوم کی صفت ہے" تو انھوں نے سچ فرمایا کہ یہ معدوم کی صفت ہی ہے۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے۔ وہ اس عقیدے پر پانچ دلیلیں رکھتے ہیں:

① قرآن ② سنت ③ اجماع ④ عقل ⑤ اور فطرت

قرآن: اللہ کے بلند ہونے کے اثبات میں قرآن میں ہر قسم کی دلیلیں موجود ہیں۔

....

(۱) مفتی محمود الحسن گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں: "خدا ہر جگہ موجود ہے" (ملفوظات فقیہ الامت ج۲ ص۱۴)

اپنے اس باطل عقیدے پر مفتی مذکور نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

"ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ موجود ہے" (ایضاً ص۱۴)

اس کذب وافتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے جہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے:

"والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالىٰ في كل مكان"

اور ملتزمہ نے باری سبحانہ وتعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔ (تلبیس ابلیس ص۳۰، اقسام اہل البدع)

بعض آیات میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کر جو اعلیٰ ہے۔ (اعلیٰ:۱) علو کا لفظ موجود ہے اور بعض آیات میں ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ اور وہ زبردست ہے، اپنے بندوں کے اوپر ہے۔ (الانعام:۱۸)

اس میں فوقیت (بلندی) کا لفظ موجود ہے اور بعض آیات میں اللہ کی طرف اشیاء کا چڑھنا اور بلند ہونا مذکور ہے، مثلاً ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ فرشتے اور روح اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ (المعارج:۴) اور اسی طرح اللہ کا فرمان: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ اور پاک کلمے اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ (فاطر:۱۰) اس کی دلیل ہے۔ بعض آیات میں اللہ کے پاس سے اشیاء کا نزول مذکور ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ اور وہ امور کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے۔ (السجدۃ:۵)

سنت: سنت، حدیث کی تینوں قسموں: قول، فعل اور تقریر میں یہ عقیدہ مذکور ہے۔

قول: رسول اللہ ﷺ سجدوں میں ((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى)) پاک ہے میرا رب اعلیٰ، پڑھتے تھے۔

فعل: جب آپ ﷺ نے عرفات کے دن خطبہ دیا تو (صحابہ سے) پوچھا: کیا میں نے دین پہنچا دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اوپر سے نیچے لاتے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم:۱۲۱۸/۱۴۷، دارالسلام:۲۹۵۰)

اس میں فعل کے ساتھ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا اثبات ہے۔

تقریر: آپ ﷺ نے ایک لونڈی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس لونڈی نے کہا: آسمان پر ہے، تو آپ ﷺ نے اس لونڈی کی تعریف کی۔ (صحیح مسلم:۵۳۷/۳۳، دارالسلام:۱۱۹۹)

یہ تقریری حدیث ہے جو اللہ کے عرش پر ہونے کی دلیل ہے۔

اجماع: اجماع کے سلسلے میں عرض ہے کہ تمام سلف صالحین، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کا اس پر اجماع ہے۔ اجماع کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی علو

والے دلائل میں ظاہر سے مجاز کی طرف کلام پھیرنا مروی اور ثابت نہیں ہے۔ ہماری کتاب میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اجماع کے معلوم کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

اگر کوئی پوچھنے والا آپ سے پوچھے کہ یہ کون کہتا ہے کہ انھوں نے اجماع کیا ہے؟ کون کہتا ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اللہ کو بذاتہ بلند سمجھتے تھے؟ اور کون کہتا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ عقیدہ بیان کیا ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کہی ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) یہ عقیدہ رکھتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان (صحابہ وتابعین) سے علو والے دلائل کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان آیات واحادیث کا اثبات کرتے ہوئے انھیں ظاہر پر محمول کرتے تھے۔ عقل کے سلسلے میں عرض ہے کہ بلند (عالی) ہونا صفتِ کمال ہے اور اس کی ضد (بلند نہ ہونا) صفتِ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ صفتِ نقص سے مبرہ (بری) ہے۔ اور سلطنت کا تمام علو ہوتا ہے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہوں کے لیے بلند تخت بچھائے جاتے ہیں جن پر وہ بیٹھتے ہیں۔

فطرت: فطرت کے سلسلے میں جتنا بیان کریں اتنا کم ہے۔ ایک بوڑھی عورت جو نہ تو پوری قراءت کے ساتھ قرآن جانتی ہے اور نہ اسے سنت کا (بخوبی) علم ہے، نہ اس نے سلف کی کتابیں مثلاً ''فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ'' پڑھا ہے تاہم وہ جانتی ہے کہ اللہ آسمان پر ہے۔

تمام مسلمان جب اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ کوئی مسلمان بھی زمین کی طرف ہاتھ اٹھا کر " اللّٰهم اغفرلی "اے اللہ! میرے گناہ معاف کردے، کبھی نہیں کہتا۔ اس لئے ہمدانی نے ابو المعالی الجوینی پر فطرتِ انسان سے دلیل پیش کی تھی۔ ابو المعالی الجوینی کا قول تھا کہ ''اللہ تھا اور اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں تھی اور وہ اللہ اب اسی پر ہے جس پر وہ تھا۔'' وہ اس طریقے سے عرش پر اللہ کے مستوی ہونے کا انکار کرتا تھا۔ تو ابو جعفر الھمدانی رحمہ اللہ نے اس سے کہا: ''اے شیخ! عرش کے ذکر کو چھوڑو کیونکہ اللہ کا عرش پر مستوی ہونا سمعی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) سے ثابت ہے۔ اگر اللہ ہمیں اس کی خبر نہ دیتا تو ہم کبھی اس کا اثبات نہ کرتے۔ اس فطرت کے بارے میں کیا

خیال ہے؟ جو عارف (سمجھدار، اللہ کو پہچاننے والا) جب ''یا اللہ'' کہتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی بلندی کا خیال ہی آتا ہے؟ ابوالمعالی اپنے ہاتھ سے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہنے لگا:
''اس نے مجھے حیران کردیا، اس نے مجھے حیران کردیا'' (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۷۷)
اس فطری دلیل پر وہ (امام الحرمین) کوئی جواب نہ دے سکا۔ حتیٰ کہ حیوانات بھی اسی فطرت پر ہیں، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کے قصے میں مروی ہے کہ جب وہ بارش مانگنے (استسقاء) کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی کمر کے بل لیٹی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے کہہ رہی ہے:
''اے اللہ ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ہیں۔ ہم تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہوسکتے''
سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگو! واپس چلو، تمھارے علاوہ دوسرے یعنی (چیونٹی) کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ (سنن الدارقطنی ۲/۶۶ والحاکم فی المستدرک ۱/۳۲۵، ۳۲۶ وصححہ ووافقہ الذہبی)
اس چیونٹی کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی۔ اس چیونٹی کو کس نے بتایا تھا کہ اللہ آسمان پر ہے؟ وہ اسی فطرت پر تھی جس پر اللہ نے اپنی مخلوقات پیدا کی ہیں، اسی فطرت نے اسے بتایا کہ اللہ آسمان پر ہے۔
تعجب ہے کہ ان واضح دلائل کے باوجود بصیرت کے اندھے بعض لوگ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں: ''ذات کے ساتھ اللہ کا بلند ہونا ممکن نہیں'' اگر کوئی انسان یہ کہے کہ ''بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے'' تو وہ اسے کافر کہتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس نے اللہ کی حد بیان کردی ہے۔
جو شخص اللہ کو (اپنی ذات کے لحاظ سے) اوپر مانتا ہے کیا وہ اللہ کے محدود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے؟ کبھی نہیں، اللہ اوپر ہے، کسی نے اس کا احاطہ نہیں کیا۔ اللہ کو محدود کہنے والا وہ شخص ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ''اللہ ہر مکان میں ہے۔ اگر تو مسجد میں ہے تو اللہ مسجد میں ہے اور اگر تو بازار میں ہے تو اللہ بازار میں ہے، والخ۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ ''اللہ آسمان پر ہے، مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کرسکتی'' یہ اعلیٰ درجے کی تنزیہ (اللہ کو ہر عیب سے پاک

سمجھنا) ہے۔ علو صفت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ اور اعلیٰ مثال اللہ ہی کے لیے ہے۔ (النحل: ٦٠)

یعنی کامل ترین صفت اللہ ہی کے لیے ہے اور یہ سماعی دلیل ہے۔ رہی عقل کی بات تو وہ اس کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ رب تعالیٰ کی کامل و مکمل صفات ہونی چاہئیں۔

(الشرح الممتع علی زاد المستقنع طبع دار ابن الجوزی ۱۴۲۳ھ ج ۳ ص ۵۳۲ تا ۳۶۲)

قبر میں نبی ﷺ کی حیات کا مسئلہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْاَمِيْنِ ، أَمَّا بَعْدُ:

ا: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

بے شک تم وفات پانے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ (الزمر:۳۰)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْمَاتَ" إلخ

سن لو! جو شخص محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۶۸)

اس موقع پر سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إلخ [آل عمران:۱۴۴] والی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ ان سے یہ آیت سن کر (تمام) صحابہ کرام نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔ (البخاری:۱۲۴۱، ۱۲۴۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ دیکھئے صحیح البخاری (۴۴۵۴)

معلوم ہوا کہ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ" إلخ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ (صحیح البخاری:۴۴۴۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))

جو نبی بھی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری ۴۵۸۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۴)

آپ ﷺ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو اختیار کر لیا یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی اُخروی زندگی ہے جسے بعض علماء برزخی زندگی بھی کہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"

میں (آپ ﷺ سے) سنتی تھی کہ کوئی نبی وفات نہیں پاتا یہاں تک کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دے دیا جاتا ہے۔ (البخاری: ۴۴۳۵ ومسلم: ۲۴۴۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں:

" فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهِ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ " پس اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو (مسواک کے ذریعے سے) اکٹھا کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۴۴۵۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے:

" لَقَدْ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " إلخ یقیناً رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۹/۴، ۲۹۷۴ وترقیم دارالسلام: ۷۴۵۳)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ ان صحیح ومتواتر دلائل سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی وروحی، فوت ہو گئے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے:

"إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا" آپ (ﷺ) کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۸۰۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا:

''حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا'' حتی کہ آپ (ﷺ) دنیا سے چلے گئے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۷۶/۳۳ و دارالسلام: ۷۴۵۸)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں:

'' خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا '' إلخ

رسول اللہ ﷺ دنیا سے چلے گئے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۱۴)

ان ادلۂ قطعیہ کے مقابلے میں فرقۂ دیوبندیہ کے بانی محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) لکھتے ہیں:

''ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثلِ نور چراغ اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں یعنی سمیٹ لیتے ہیں اور سوا اُن کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں......'' (جمال قاسمی ص ۱۵)

تنبیہ: میر محمد کتب خانہ باغ کراچی کے مطبوعہ رسالے ''جمال قاسمی'' میں غلطی سے ''ارواح'' کے بجائے ''ازواج'' چھپ گیا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب ''تسکین الصدور'' (ص ۲۱۶) محمد حسین نیلوی مماتی دیوبندی کی کتاب ''ندائے حق'' (ج ۱ ص ۵۷۲ و ص ۶۳۵)

نانوتوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا''

(آبِ حیات ص ۲۷)

''انبیاء بدستور زندہ ہیں'' (آبِ حیات ص ۳۶)

نانوتوی صاحب کے اس خود ساختہ نظریے کے بارے میں نیلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے......'' (ندائے حق جلد اول ص ۶۳۶)

نیلوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص و اشارات کے خلاف جمال قاسمی ص ۱۵ میں فرماتے ہیں:

ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا" (ندائے حق جلد اول ص ۷۲۱)

لطیفہ: نانوتوی صاحب کی عباراتِ مذکورہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عباس رضوی بریلوی لکھتا ہے:

"اور اس کے برعکس امام اہلِ سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب وفات (آنی) ماننے کے باوجود قابلِ گردن زنی ہیں"

(واللہ آپ زندہ ہیں ص ۱۲۴)

یعنی بقولِ رضوی بریلوی، احمد رضا خان بریلوی کا وفات النبی ﷺ کے بارے میں وہ عقیدہ نہیں جو محمد قاسم نانوتوی کا ہے۔!

۲: اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد، نبی کریم ﷺ جنت میں زندہ ہیں۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ فرشتوں (جبریل ومیکائیل علیہما السلام) نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا:

((إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ))

بے شک آپ کی عمر باقی ہے جسے آپ نے (ابھی تک) پورا نہیں کیا۔ جب آپ یہ عمر پوری کرلیں گے تو اپنے (جنتی) محل میں آجائیں گے۔

(صحیح البخاری ۱/۱۸۵ ح ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ دنیا کی عمر گزار کر جنت میں اپنے محل میں پہنچ گئے ہیں۔

شہداء کرام کے بارے میں پیارے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ ، لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ، ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ))

ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں۔ وہ (روحیں) جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر واپس ان قندیلوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۳۱/ ۱۸۸۷ ودارالسلام: ۴۸۸۵)

جب شہداء کرام کی روحیں جنت میں ہیں تو انبیاء کرام اُن سے بدرجہ ہا اعلیٰ جنت کے اعلیٰ و افضل ترین مقامات ومحلات میں ہیں۔ شہداء کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے، اسی طرح انبیاءکرام کی یہ حیات جنتی، اُخروی و برزخی ہے۔

حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

"وَهُوَ حَيٌّ فِيْ لَحْدِهِ حَيَاةً مِثْلُهُ فِي الْبُرْزَخِ"

اورآپ (ﷺ) اپنی قبر میں برزخی طور پر زندہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۹/ ۱۶۱)

پھر وہ یہ فلسفہ لکھتے ہیں کہ یہ زندگی نہ تو ہر لحاظ سے دنیاوی ہے اور نہ ہر لحاظ سے جنتی ہے بلکہ اصحابِ کہف کی زندگی سے مشابہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۱)

حالانکہ اصحاب کہف دنیاوی زندہ تھے جبکہ نبی کریم ﷺ پر بہ اعتراف حافظ ذہبی وفات آ چکی ہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی ہر لحاظ سے جنتی زندگی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ذہبی بصراحتِ خود آپ ﷺ کے لئے دنیاوی زندگی کے عقیدے کے مخالف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

"لِأَنَّهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَإِنْ كَانَ حَيًّا فَهِيَ حَيَاةٌ أُخْرَوِيَّةٌ لَا تَشْبَهُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَاللهُ أَعْلَمُ"

بے شک آپ (ﷺ) اپنی وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۹ تحت ح ۴۰۴۲)

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں لیکن آپ کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔

اس کے برعکس علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ ہے:

"وحیوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف وھی مختصة به ﷺ وبجمیع الأنبیاء صلوات الله علیھم والشھداء -لابرزخیة......"

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو......"

(المہند علی المفند فی عقائد دیوبند ص ۲۲۱ پانچواں سوال: جواب)

محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال ابتک برابر مستمر ہے اسمیں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا"

(آب حیات ص ۲۷)

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ سابقہ نصوص کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سعودی عرب کے جلیل القدر شیخ صالح الفوزان لکھتے ہیں:

" اَلَّذِيْ يَقُوْلُ: إِنَّ حَيَاتَهُ فِي الْبَرْزَخِ مِثْلُ حَيَاتِهِ فِي الدُّنْيَا كَاذِبٌ وَهٰذِهِ مَقَالَةُ الْخَرَافِيِّيْنَ " جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی برزخی زندگی دنیا کی طرح ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ یہ من گھڑت باتیں کرنے والوں کا کلام ہے۔

(التعلیق المختصر علی القصیدۃ النونیہ، ج ۲ ص ۶۸۴)

حافظ ابن قیم نے بھی ایسے لوگوں کی تردید کی ہے جو برزخی حیات کے بجائے دنیاوی حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (النونیہ، فصل فی الکلام فی حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم ص ۱۵۴، ۱۵۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ (برزخی) ردِ ارواح کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

" فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَاءِ " پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اپنے رب

کے پاس، شہداء کی طرح زندہ ہیں۔ (رسالہ: حیات الانبیاء للبیہقی ص ۲۰)

یہ عام صحیح العقیدہ آدمی کو بھی معلوم ہے کہ شہداء کی زندگی اُخروی و برزخی ہے، دنیاوی نہیں ہے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر حیاتی و مماتی دیوبندیوں کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً مقامِ حیات، آبِ حیات، حیاتِ انبیاء کرام، ندائے حق اور اقامۃ البرھان علی ابطال وساوس ھدایۃ الحیران۔ وغیرہ

اس سلسلے میں بہترین کتاب مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی "مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ" ہے۔

۳: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ، اپنی قبر مبارک پر لوگوں کا پڑھا ہوا درود بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور بطورِ دلیل "مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ" والی روایت پیش کرتے ہیں۔ عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ اس کی دو سندیں بیان کی جاتی ہیں:

اول: محمد بن مروان السدي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ...... إلخ (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۱۳۶، ۱۳۷ وقال: لا اصل لہ من حدیث أعمش ولیس بمحفوظ الخ وتاریخ بغداد ۳/ ۲۹۲ ت ۱۳۷۷ وکتاب الموضوعات لابن الجوزی ۱/ ۳۰۳ وقال: ھذا حدیث لا یصح الخ)

اس کا راوی محمد بن مروان السدی: متروک الحدیث (یعنی سخت مجروح) ہے۔

(کتاب الضعفاء للنسائی: ۵۳۸)

اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے امام بخاری کی کتاب الضعفاء (۳۵۰ مع تحقیق: تحفۃ الاقویاء ص ۱۰۲) و دیگر کتب اسماء الرجال

حافظ ابن القیم نے اس روایت کی ایک اور سند بھی دریافت کرلی ہے۔

"عبدالرحمن بن أحمد الأعرج :حدثنا الحسن بن الصباح :حدثنا أبو معاوية :حدثنا الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة" إلخ

(جلاء الافہام ص ۵۴ بحوالہ کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ لابی الشیخ الاصبہانی)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔ سلیمان بن مہران

الاعمش مدلس ہیں ۔ (طبقات المدلسین : ۲/۵۵ وتلخیص الحبیر ۳/۴۸ ح ۱۱۸۱ وصحیح ابن حبان ، الاحسان طبعہ جدیدہ ۱/۱۶۱ وعام کتب اسماء الرجال)

اگر کوئی کہے کہ حافظ ذہبی نے یہ لکھا ہے کہ اعمش کی ابوصالح سے معنعن روایت سماع پر محمول ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۲۴)

تو عرض ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ امام احمد نے اعمش کی ابوصالح سے (معنعن) روایت پر جرح کی ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۲۰۷ بتحقیقی)

اس مسئلے میں ہمارے شیخ ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کو بھی وہم ہوا تھا۔ صحیح یہی ہے کہ اعمش طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں اور غیر صحیحین میں اُن کی معنعن روایات، عدمِ تصریح وعدمِ متابعت کی صورت میں ضعیف ہیں لہٰذا ابوالشیخ والی یہ سند بھی ضعیف ومردود ہے۔

یہ روایت " مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ " اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آیا ہے: ((إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ))

بے شک زمین میں اللہ کے فرشتے سیر کرتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔ (کتاب فضل الصلوۃ علی النبی ﷺ للامام اسماعیل بن اسحاق القاضی: ۲۱ وسندہ صحیح ، والنسائی ۳/۴۳ ح ۱۲۸۳، الثوری صرح بالسماع)

اس حدیث کو ابن حبان (موارد: ۲۳۹۲) وابن القیم (جلاء الافہام ص ۶۰) وغیرہما نے صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصۃ التحقیق: اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں، وفات کے بعد آپ جنت میں زندہ ہیں۔ آپ کی یہ زندگی اُخروی ہے جسے برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے۔

جنت کا راستہ

1 ہمارا عقیدہ

ہم اس بات کی دل، زبان اور عمل سے گواہی دیتے ہیں کہ **لا إله إلا الله** اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اللہ ہی حاکم اعلیٰ، قانون ساز، حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس ہے۔ ہم اس کی ساری صفات کو بلا کیف، بلا تمثیل اور بلا تعطیل مانتے ہیں۔ وہ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ **کما یلیق بشأنه**، اس کا علم اور قدرت کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے۔ اور ہم اس بات کی دل، زبان اور عمل سے گواہی دیتے ہیں کہ **محمد رسول الله**، سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ خاتم النبیین، امامِ کائنات، افضل البشر، ہادیٔ برحق اور واجب الاتباع ہیں۔ آپ کی نبوت، امامت اور رسالت قیامت تک ہے۔ آپ کا قول، عمل اور اقرار سب حجت برحق ہے۔ آپ کی سچی پیروی میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی میں دونوں جہانوں کی ناکامی اور تباہی کا یقین ہے۔

(أعاذنا الله منه)

ہم قرآن اور صحیح حدیث کو حجت اور معیارِ حق مانتے ہیں۔ چونکہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ امت مسلمہ گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی الخ مثلاً دیکھئے المستدرک (۱/۱۱۶ ح۳۹۹ عن ابن عباس وسندہ صحیح) لہٰذا ہم اجماع امت کو بھی حجت مانتے ہیں۔ یاد رہے کہ صحیح حدیث کے خلاف اجماع ہوتا ہی نہیں۔ ہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو عدول اور اپنا محبوب مانتے ہیں۔ تمام صحابہ کو حزب اللہ اور اولیاء اللہ سمجھتے ہیں، ان کے ساتھ محبت کو جزوِ ایمان تصور کرتے ہیں۔ جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم تابعین و تبع تابعین اور ائمۂ مسلمین مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو حنیفہ، امام بخاری،

امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابوداود اور امام ابن ماجہ وغیرہم رحمہم اللہ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔ اور جو شخص ان سے بُغض رکھے ہم اس سے بُغض رکھتے ہیں۔

توحید، رسالتِ محمدیہ ﷺ اور تقدیر پر ہمارا کامل ایمان ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء ورسل کی نبوت اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں۔ قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔ ہم ایمان میں کمی وبیشی کے بھی قائل ہیں، یعنی ہمارے نزدیک ایمان زیادہ ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ اہلِ سنت کے جو عقائد ہمارے علمائے سلف نے بیان کئے ہیں، ہمارا ان پر ایمان اور یقین ہے۔ مثلاً امام ابن خزیمہ، امام عثمان بن سعید الدارمی، امام بیہقی، امام ابن ابی عاصم، امام ابن مندہ، امام ابواسماعیل الصابونی، امام عبدالغنی المقدسی، امام ابن قدامہ، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور امام آجری وغیرہم۔ رحمهم الله أجمعين

2 ہمارا اصول

حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دارومدار محدثینِ کرام پر ہے۔ جس حدیث کی صحت یا راوی کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً وحتماً صحیح ہے اور راوی بھی یقیناً وحتماً ثقہ ہے۔ اور اسی طرح جس حدیث کی تضعیف یا راوی کی جرح پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یا راوی یقیناً اور حتماً مجروح ہے۔ جس حدیث کی تصحیح وتضعیف اور راوی کی توثیق و تجریح میں محدثین کا اختلاف ہو (اور تطبیق وتوفیق ممکن نہ ہو) تو ہمیشہ اور ہر حال میں ثقہ ماہر اہلِ فن مستند محدثین کی اکثریت کی تحقیق اور گواہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مختصر کتاب میں بعض اختلافی مسائل کے بارے میں صحیح تحقیق پیشِ خدمت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلم ومومن زندہ رکھے اور اسلام وایمان پر ہی موت دے۔ آمین

3 اہل الحدیث کی فضیلت

یہ بالکل درست ہے کہ قرآن کریم نے امت محمدیہ کو مسلم کا لقب دیا ہے..... لیکن اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کی ایک خاص جماعت جس کو حدیثِ رسول اللہ ﷺ سے علمی وعملی شغف رہا، وہ جماعت اپنے آپ کو لقب اہل حدیث سے ملقب کرتی رہی ہے۔ [دیکھئے خاتمۂ اختلاف: ص ۱۰۷، ۱۰۸]

مسلمانوں کے لیے اہلِ سنت اور اہلِ حدیث وغیرہ، القاب بے شمار ائمۂ مسلمین مثلاً محمد بن سیرین، ابن المدینی، بخاری، احمد بن سنان، ابن المبارک اور ترمذی وغیرہم سے ثابت ہیں اور کسی ایک مستند امام یا عالم سے اس کا انکار مروی نہیں ہے۔ لہٰذا ان القاب کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ تمام مستند علماء نے طائفۂ منصورہ والی حدیث کا مصداق اہل الحدیث واصحاب الحدیث کو قرار دیا ہے۔ [دیکھئے سنن ترمذی: ج ۴ ص ۵۰۵ ط بیروت ح ۲۲۲۹]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة))

میری امت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ، قیامت تک، حق پر قتال کرتا رہے گا (اور) غالب رہے گا۔ [مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۳۴، وسندہ حسن ولہ شاہد صحیح فی صحیح مسلم: ۱۹۲۳]

اس حدیث کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يعني أهل الحديث" یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

[مسألۃ الاحتجاج بالشافعی ص ۳۵، وسندہ صحیح]

یہ دونوں اصحاب الحدیث اور اہل الحدیث نام ایک ہی جماعت کے صفاتی نام ہیں۔

امام احمد بن سنان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

" ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث ، وإذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحديث من قلبه"

دنیا میں جو بھی بدعتی ہے وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے۔ اور آدمی جب بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

[معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۴ و اسنادہ صحیح]

اہل الحدیث والآثار کے فضائل کے لیے خطیب بغدادی کی شرف اصحاب الحدیث، ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور عبدالحیٔ لکھنوی کی امام الکلام (ص ۲۱۶) وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

④ محدثین کا مسلک

کسی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے پوچھا کہ کیا بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو داود الطیالسی، الدارمی، البزار، الدارقطنی، البیہقی، ابن خزیمہ اور ابو یعلی موصلی رحمہم اللہ مجتہدین میں سے تھے یا کسی امام کے مقلد تھے؟ تو انھوں نے "الحمد للہ رب العالمین" کہتے ہوئے جواب دیا:

" أما البخاري و أبو داود فإما مان في الفقه من أهل الإ جتهاد و أما مسلم والترمذي والنسائي و ابن ماجه وابن خزيمة وأبويعلٰى و البزار فهم علٰى مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء.... وهؤ لاء كلهم يعظمون السنة والحديث إلخ "

امام بخاری اور امام ابوداود، دونوں فقہ میں مجتہد (مطلق) ہیں۔ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، امام ابویعلی اور امام بزار اہل الحدیث کے مذہب پر تھے۔ کسی ایک عالم کے (بھی) مقلد نہیں تھے اور یہ سب سنت و حدیث کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ الخ [مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰]

امام بیہقی نے تقلید کے خلاف اپنی مشہور کتاب السنن الکبریٰ میں باب باندھا ہے۔

[ج ۱۰ ص ۱۱۳]

لہٰذا محدثین کو خواہ مخواہ دروغ گوئی کرتے ہوئے اور اپنے نمبر بڑھانے کے لیے

مقلدین میں شمار کرنا غلط ہے۔ یاد رہے کہ اہل الحدیث سے مراد محدثین بھی ہیں اور ان کے پیروکار بھی۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص۹۵]

اہل حدیث کا یہ بہت بڑا شرف ہے کہ ان کے امام (اعظم صرف) نبی ﷺ ہیں۔

[تفسیر ابن کثیر: ج۳ ص۵۲، بنی اسرائیل: ۷۱، نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر: ج۱ ص۳۷۸، آل عمران: ۸۱، ۸۲]

5 صحیحین کا مقام

اس پر امت کا اجماع ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی تمام مسند متصل مرفوع احادیث صحیح اور قطعی الصحت ہیں۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص۴۱، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص۳۵]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔" [حجۃ اللہ البالغہ ص۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی]

6 تقلید

جو شخص نبی نہیں ہے اس کی بغیر دلیل والی بات ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔

[دیکھئے مسلم الثبوت ص۲۸۹]

اس تعریف پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ [الاحکام لابن حزم ص۸۳۶]

لغت کی کتاب "القاموس الوحید" میں تقلید کا درج ذیل مفہوم لکھا ہوا ہے:

"بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی .... بلا دلیل پیروی، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اتارنا جیسے" قلد القرد الإنسان "

[ص۱۳۴۶، نیز دیکھئے المعجم الوسیط ص۷۵۴]

جناب مفتی احمد یار نعیمی بدایونی بریلوی نے غزالی سے نقل کیا ہے:

" التقليد هو قبول قول بلا حجة " [جاء الحق ج ا ص ۱۵ طبع قدیم]

اشرف علی تھانوی دیوبندی صاحب سے پوچھا گیا کہ ''تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں؟'' تو انھوں نے فرمایا: ''تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل'' عرض کیا گیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے گا ؟ فرمایا: '' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلاتا ہے۔''

[الافاضات الیومیہ ر ملفوظات حکیم الامت ۱۵۹/۳ ملفوظ ۲۲۸]

یاد رہے اصول فقہ میں لکھا ہوا ہے کہ قرآن ماننا، رسول ﷺ کی حدیث ماننا، اجماع ماننا، گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا، عوام کا علماء کی طرف رجوع کرنا (اور مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا) تقلید نہیں ہے۔ [دیکھئے مسلم الثبوت ص ۲۸۹ والتقریر والتحبیر ۴۵۳/۳]

محمد عبید اللہ الاسعدی دیوبندی تقلید کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا تقلید کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن......''

[اصول الفقہ ص ۲۶۷]

اصل حقیقت کو چھوڑ کر نام نہاد دیوبندی فقہاء کی تحریفات کون سنتا ہے!

احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''اس تعریف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے: دلیل شرعی کو نہ دیکھنا، لہٰذا ہم حضور ﷺ کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد، اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا....'' [جاء الحق ج ا ص ۱۶]

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی پیروی سے منع کیا ہے جس کا علم نہ ہو (سورۂ بنی اسرائیل: ۳۶)

یعنی بغیر دلیل والی بات کی پیروی ممنوع ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات بذات خود دلیل ہے اور اجماع کے حجت ہونے پر دلیل قائم ہے۔ لہٰذا قرآن، حدیث اور

اجماع کو ماننا تقلید نہیں ہے۔ دیکھئے (التحریر لابن ہمام ج ۳ ص ۲۳۱، ۲۳۲ فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰)

اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی شخص کی تقلید کرنا شرک فی الرسالت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دین میں رائے سے فتویٰ دینے کی مذمت فرمائی ہے۔

[صحیح بخاری ۲/ ۱۰۸۶ ح ۷۳۰۷]

عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الرائے کو سنتِ نبوی ﷺ کا دشمن قرار دیا ہے۔ [اعلام الموقعین ج ۱ ص ۵۵]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان آثار کی سند بہت زیادہ صحیح ہے۔ [ایضاً]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" أما زلة عالم فإن اهتدیٰ فلا تقلدوه دينكم "

اور رہی عالم کی غلطی، اگر وہ ہدایت پر (بھی) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

[کتاب الزهد للامام وکیع ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن، کتاب الزهد لابی داود ص ۷۷ اح ۱۹۳، وحلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۹۷ وجامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲ ص ۱۳۶ والاحکام لابن حزم ج ۶ ص ۲۳۶ وصححہ ابن القیم فی اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۳۹]

اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا:

" والموقوف هو الصحيح "

اور (یہ) موقوف (روایت) ہی صحیح ہے۔ [العلل الواردة ج ۶ ص ۸۱ سوال ۹۹۲]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی تقلید سے منع کیا ہے۔ [السنن الکبریٰ ۲/ ۱۰ وسندہ صحیح]

ائمۂ اربعہ (امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) نے بھی اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۰ ۲۱۱، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۰، ۲۰۰، ۲۰۷، ۲۱۱، ۲۲۸]

کسی امام سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو: "میری تقلید کرو" اس کے برعکس یہ بات ثابت ہے کہ مذاہبِ اربعہ کی تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی ہے۔ [اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۰۸]

اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔

[جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۱۷، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۸۸، ج ۱ ص ۷]

ائمۂ مسلمین نے تقلید کے رد میں کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام ابو محمد القاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب "الإیضاح فی الرد علی المقلدین" [سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۲۹]

جبکہ کسی ایک مستند امام سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ اس نے تقلید کے وجوب یا جواز پر کوئی کتاب لکھی ہو۔ مقلدین حضرات ایک دوسرے سے خونریز جنگیں لڑتے رہے ہیں۔

[معجم البلدان ج ۱ ص ۲۰۹، ج ۳ ص ۱۱۷، الکامل لابن الاثیر ج ۸ ص ۳۰۷، ۳۰۸، وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۰۸]

ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے ہیں۔ [میزان الاعتدال ج ۴ ص ۵۲، الفوائد البہیہ ص ۱۵۲، ۱۵۳]

انھوں نے بیت اللہ میں چار مصلے قائم کر کے امت مسلمہ کو چار ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ چار اذانیں چار اقامتیں اور چار امامتیں!! چونکہ ہر مقلد اپنے زعم باطل میں اپنے امام و پیشوا سے بندھا ہوا ہے، اس لئے تقلید کی وجہ سے امت مسلمہ میں کبھی اتفاق و امن نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آیئے ہم سب مل کر کتاب و سنت کا دامن تھام لیں۔ کتاب و سنت ہی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

7 نماز

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لما بعث النبي صلی اللہ علیه وسلم معاذ بن جبل نحو أهل الیمن قال له: ((إنك تقدم علی قوم من أهل الکتاب فلیکن أول ما تدعوهم إلی أن یوحدوا اللہ فإذا عرفوا ذلك فأخبرهم أن اللہ فرض علیهم خمس صلوات في یومهم ولیلتهم فإذا صلوا....)) إلخ

جب نبی ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انھیں کہا: تم اہلِ کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو۔ پس انھیں سب سے پہلے توحید کی دعوت دینا، جب وہ

توحید (لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ) پہچان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن، رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو ... الخ

[صحیح بخاری ۱/۱۹۶ ح ۱۴۵۸، ۲/۱۰۹۶ ح ۷۳۷۲، واللفظ لہ صحیح مسلم ۱/۳۶ ح ۱۹]

فرض اور تطوع (غیر فرض) نماز کی تعداد، رکعات اور تمام تفصیل رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دی ہے اور اپنی امت کو حکم دیا: ((صلّوا کما رأیتموني أصلّي))

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

[صحیح بخاری ۱/۸۸ ح ۶۳۱، ۲/۸۸۸ ح ۶۰۰۸، ۲/۱۰۷۶ ح ۷۲۴۶]

نبی ﷺ سے نماز کا طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیکھا۔ انھوں نے اس طریقۂ مبارک کو احادیث کی شکل میں آگے پہنچایا لہٰذا ثابت ہوا کہ امت مسلمہ نے نماز کا طریقہ احادیث سے سیکھا ہے۔ امت میں سے جس شخص یا گروہ کا طریقۂ نماز ان احادیث کے خلاف ہے، مثلاً مالکیوں کا ارسال یدین وغیرہ تو انھیں چاہیے کہ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں اپنی نمازوں کی اصلاح کر لیں۔

⑧ اوقات نماز

حدیث جبریل علیہ السلام (فی اوقات الصلوٰۃ) میں ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ کو زوال کے بعد ظہر پڑھائی پھر ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھائی ...... الخ اور دوسرے دن ایک مثل پر ظہر اور دو مثل پر عصر کی نماز پڑھائی۔ مغرب گذشتہ (کل) کی طرح غروب آفتاب کے بعد پڑھائی الخ۔ اور فرمایا: "اے محمد (ﷺ)! آپ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کا یہ وقت ہے اور نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔" اسے ترمذی (ح ۱۴۹) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ [آثار السنن ص ۱۲۲ ح ۱۹۴ وقال: اسنادہ حسن]

اس قسم کی احادیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی اچھی سندوں کے ساتھ مروی ہیں۔

نیموی حنفی فرماتے ہیں:

''مجھے کوئی حدیث صریح صحیح یا ضعیف نہیں ملی جو اس پر دلالت کرے کہ ظہر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک ہے۔'' [آثار السنن ص ۱۶۸ ح ۱۹۹ مترجم اُردو]

یاد رہے کہ بعض دیوبندیہ و بریلویہ اس سلسلے میں مبہم اور غیر واضح شبہات پیش کرتے ہیں حالانکہ اصولِ فقہ میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ منطوق، مفہوم پر مقدم ہوتا ہے۔

[دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۴۲، ۲۹۷، ۴۳۰، ج ۴ ص ۳۸۲، ۳۸۶، ج ۹ ص ۳۶۹، ج ۱۲ ص ۲۰۳]

⑨ نیت کا مسئلہ

اس میں شک نہیں کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

[صحیح بخاری ۹۹۰/۲ ح ۶۶۸۹ صحیح مسلم ۱۴۰/۲، ۱۴۱ ح ۱۵۵/۱۹۰۷]

لیکن نیت دل کے ارادے اور مقصد کو کہتے ہیں، قصد و ارادہ کا مقام دل ہے زبان نہیں۔

[الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ج ۱ ص ۱]

زبان کے ساتھ نیت کرنا نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی تابعی سے.... الخ [زاد المعاد ج ۱ ص ۲۰۱، تفصیل کے لئے دیکھئے ہدیۃ المسلمین، حدیث:۱]

⑩ جرابوں پر مسح

امام ابوداود السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ومسح علی الجوربین علي بن أبي طالب و أبو مسعود و البراء بن عازب و أنس بن مالك و أبو أمامة و سهل بن سعد وعمرو بن حريث ، وروی ذلك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس''

اور علی بن ابی طالب، ابومسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابو امامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

[سنن ابی داود ۲۴/۱ ح ۱۵۹]

صحابۂ کرام کے یہ آثار مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۱۸۸، ۱۸۹) مصنف عبدالرزاق (۱/ ۱۹۹، ۲۰۰) محلی ابن حزم (۲/ ۸۴) اور الکنی للدولابی (ج۱ص ۱۸۱) وغیرہ میں باسند موجود ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر الاوسط لابن المنذر (ج۱ص ۴۶۲) میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"ولأن الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجوارب ولم يظهر لهم مخالف في عصر هم فكان إجماعًا"

اور چونکہ صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔ [المغنی ۱/ ۱۸۱ مسئلہ: ۴۲۶]

صحابہ کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔

[مثلاً دیکھئے المستدرک ج۱ص ۱۶۹ ح ۶۰۲]

خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہیں جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی اور نافع وغیرہم سے مروی ہے۔ جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں، ان کے پاس قرآن، حدیث اور اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے۔

امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا محمد بن عبدالوهاب: ثنا جعفر بن عون: ثنا يزيد بن مردانبة: ثنا الوليد بن سريع عن عمرو بن حريث قال: رأيت عليًا بال ثم توضأ ومسح على الجوربين"

مفہوم:

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ [الاوسط ج۱ص ۴۶۲] اس کی سند صحیح ہے۔

② ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۱۸۸ ح ۱۹۷۹، وسندہ حسن]

③ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔

[دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۹ ح ۱۹۸۴ وسندہ صحیح]

④ عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۷ وسندہ صحیح]

⑤ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [دیکھئے ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۰ وسندہ حسن]

ابن منذر نے کہا کہ امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا:

"صحابہ کا اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" [الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۲، ۴۶۵]

تقریباً یہی بات ابن حزم نے کہی ہے۔ [المحلی ۲/۸۶ مسئلہ نمبر ۲۱۲]

ابن قدامہ نے کہا: اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ [المغنی ج ۱ ص ۱۸۱ مسئلہ: ۴۲۶]

معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اجماع شرعی حجت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا۔"

[المستدرک للحاکم ۱/۱۱۶ ح ۳۹۷، ۳۹۸، نیز دیکھئے "ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی الشواہد من التہمۃ والبہتان" ص ۳۲ تصنیف حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) تلمیذ سید نذیر حسین محدث الدہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ]

مزید معلومات

① ابراہیم النخعی رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۷ وسندہ صحیح]

② سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ [ایضاً ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۹ وسندہ صحیح]

③ عطاء بن ابی رباح جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [المحلی ۲/۸۶]

معلوم ہوا کہ تابعین کا بھی جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔ والحمدللہ

① قاضی ابو یوسف جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ [الہدایہ ج ۱ ص ۶۱]

② محمد بن الحسن الشیبانی بھی جرابوں پر مسح کا قائل تھا۔ [ایضاً ۱/۶۱ باب المسح علی الخفین]

③ امام ابو حنیفہ پہلے جرابوں پر مسح کے قائل نہیں تھے لیکن بعد میں انھوں نے رجوع کر لیا تھا۔

"وعنه أنه رجع إلى قولهما وعليه الفتوىٰ"

اور امام صاحب سے مروی ہے کہ انھوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ [الہدایہ ج۱ ص۶۱]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سفیان الثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ (بشرطیکہ وہ موٹی ہوں) [دیکھئے سنن الترمذی حدیث:۹۹]

جورب: سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔ [درس ترمذی ج۱ ص۳۳۴، تصنیف محمد تقی عثمانی دیوبندی، نیز دیکھئے البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی ج۱ ص۵۹۷]

تنبیہ: بعض لوگ "جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے!" سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتوے سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خود سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "باقی رہا صحابہ کا عمل تو ان سے مسح جراب ثابت ہے اور تیرہ صحابۂ کرام کے نام صراحت سے معلوم ہیں کہ وہ جراب پر مسح کیا کرتے تھے۔" [فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۳۳۲]

لہٰذا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا جرابوں پر مسح کے خلاف فتویٰ اجماعِ صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

⑪ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "ورأيته :يضع هذه على صدره"

اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنا یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔

[مسند احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳]

اس کی سند حسن ہے۔ صحیح بخاری (۱۰۲/۱ ح ۷۴۰) میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ والی حدیث کا عموم بھی اس کا مؤید ہے۔ نبی ﷺ اور کسی ایک صحابی سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا کسی صحیح حدیث سے تو درکنار ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں ہے۔

12 فاتحہ خلف الامام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب))

اس شخص کی نماز ہی نہیں جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

[صحیح بخاری ۱/۱۰۴ ح ۷۵۶، صحیح مسلم ۱/۱۶۹ ح ۳۹۴/۳۴]

یہ حدیث متواتر ہے۔ [جزء القراءۃ للبخاری ح ۱۹۷]

اس حدیث کے راوی سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ [کتاب القراءت للبیہقی ص ۶۹ ح ۱۳۳، وسندہ صحیح نیز دیکھئے احسن الکلام ۱۴۲/۲]

متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول ﷺ نے مقتدی کو امام کے پیچھے جہری اور سری دونوں نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے، مثلاً مشہور تابعی نافع بن محمود الانصاری مشہور بدری صحابی عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فلا تقرؤا بشيئ من القرآن إذا جهرت إلا بأم القرآن))

جب میں اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا ہوتا ہوں تو سوائے سورۂ فاتحہ کے قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھو۔ [سنن ابی داود ۱/۱۲۶ ح ۸۲۴، سنن نسائی ۱/۱۴۶ ح ۹۲۱]

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں:

"وھٰذا إسناد صحیح و رواته ثقات"

اور یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [کتاب القراءت ص ۶۷ ح ۱۲۱]

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"ھٰذا إسناد حسن ورجاله ثقات كلهم"

یہ سند حسن ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ [سنن دارقطنی ۱/۳۲۰]

اس قسم کی دیگر احادیث کو میں نے اپنی کتاب "الکواکب الدریة في وجوب

الفاتحة خلف الإمام فی الجهرية" میں جمع کر دیا ہے۔

متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے جہری اور سری دونوں نمازوں میں فاتحہ پڑھنے کے قائل اور فاعل تھے۔ مثلاً ابو ہریرہ، ابو سعید الخدری، عبداللہ بن عباس، عبادہ بن الصامت، انس بن مالک، جابر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم۔ ان آثارِ صحابہ کو میں نے اپنی کتاب "کاندھلوی صاحب اور فاتحہ خلف الامام" (الکواکب الدریہ) میں تفصیلاً جمع کر دیا ہے اور ان کا صحیح و حسن ہونا محدثین کرام سے ثابت کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہری اور سری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ [صحیح مسلم ۱/۱۶۹ ح ۳۹۵/۳۸، مسند حمیدی ح ۹۸۰ و صحیح ابی عوانہ ۲/۱۲۸]

اور فرماتے ہیں:

"جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اسے اس سے پہلے ختم کر دو"

[جزء القراءۃ للبخاری ح ۲۸۳،۲۳۷ و اسنادہ حسن، آثار السنن ح ۳۵۸]

یزید بن شریک التابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

" أنه سأل عمر عن القرأة خلف الإمام فقال: اقرأ بفاتحة الكتاب، قلت: وإن كنت أنت؟ قال: وإن كنتُ أنا ، قلت: وإن جهرت؟ قال: وإن جهرتُ"

انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قراءت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: سورۂ فاتحہ پڑھ، انھوں نے کہا: اگر آپ (امام) بھی ہوں؟ تو فرمایا: اگرچہ میں (امام) بھی ہوں۔ انھوں نے کہا: اگر آپ قراءت بالجہر کر رہے ہوں؟ تو فرمایا: اگر میں قراءت بالجہر کر رہا ہوں (تو بھی پڑھ) [المستدرک علی الصحیحین ۱/۲۳۹ ح ۸۷۳]

اسے امام حاکم اور حافظ ذہبی نے صحیح کہا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"**هٰذا إسناد صحيح**" یہ سند صحیح ہے۔ [سنن دارقطنی ۱/۳۱۷ ح ۱۱۹۸]

اس کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں۔قرآن وحدیث میں ایسی ایک دلیل بھی نہیں ہے جس میں صاف اور صریح طور پر مقتدی کو فاتحہ خلف الامام سے منع کیا گیا ہو۔

تقلیدیوں کے مستند عالم مولوی عبدالحئی لکھنوی صاحب صاف صاف اعلان کرتے ہیں:

"لم یرد في حدیث مرفوع صحیح النهي عن قراءة الفاتحة خلف الإمام وکل ماذکروه مرفوعًا فیه إما لاأصل له وإما لایصح"

کسی مرفوع صحیح حدیث سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہے اور جو بھی (وہ) مرفوع احادیث ذکر کرتے ہیں یا تو اس کی کوئی اصل نہیں اور یا وہ صحیح نہیں۔ [التعلیق الممجد ص ۱۰۱]

اور کسی صحابی سے بھی فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔حافظ ابن عبدالبر نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی اس کی نماز مکمل ہے اور اسے دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔(فتاویٰ السبکی: ج ۱ ص ۱۴۸) حافظ ابن حبان نے بھی اسی اجماع کی گواہی دی ہے۔(المجروحین: ج ۲ ص ۱۳)

امام بغوی فرماتے ہیں: صحابۂ کرام کی ایک جماعت سری اور جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کی قائل ہے۔یہی قول عمر، عثمان، علی، ابن عباس، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔[شرح السنۃ ۸۴/۳، ۸۵ ح ۶۰۷]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والعمل علی هذا الحدیث في القراءة خلف الإمام عند أکثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعین و هو قول مالك بن أنس و ابن المبارك والشافعي وأحمد و إسحاق یرون القراءة خلف الإمام"

اس حدیث پر امام کے پیچھے قراءت کرنے میں اکثر صحابہ اور تابعین کا عمل ہے اور یہی قول امام مالک، امام ابن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور امام اسحاق بن راہویہ کا ہے۔یہ قراءت (فاتحہ) خلف الامام کے قائل ہیں۔

[جامع ترمذی ۱/۷۰، ۷۱ ح ۲۶۱]

(13) آمین بالجہر

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم إذا قرأ ﴿ولا الضآلین﴾ قال: آمین و رفع بھا صوتہ"

رسول اللہ ﷺ جب ﴿ولا الضآلین﴾ پڑھتے تو فرماتے: آمین اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے تھے۔ [سنن ابی داود ۱/۱۴۲ ح ۹۳۲]

ایک روایت میں ہے: "فجھر بآمین" پس آپ ﷺ نے آمین بالجہر کہی (ایضاً)

حدیث (یرفع صوتہ بآمین) کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا: "صحیح" (سنن دارقطنی ۱/۳۳۴ ح ۱۲۵۴، ۱۲۵۳) ابن حجر نے کہا: وسندہ صحیح (التلخیص الحبیر ۱/۲۳۶ ح ۳۵۲) ابن حبان اور ابن قیم وغیرہما نے بھی صحیح کہا۔ کسی قابل اعتماد امام نے اسے ضعیف نہیں کہا ہے۔ اس مفہوم کی دیگر صحیح روایات سیدنا علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہما سے بھی مروی ہیں جنھیں راقم الحروف نے "القول المتین فی الجھر بالتامین" میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

عطاء بن ابی رباح روایت کرتے ہیں:

"أمن ابن الزبیر ومن ورائہ حتی إن للمسجد للجۃ"

ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے مقتدیوں نے اتنی بلند آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ [صحیح بخاری ۱/۱۰۷ قبل ح ۷۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۰]

اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ [دیکھئے کتب رجال اور کتب اصول الحدیث]

ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی بھی امام کے پیچھے آمین کہتے اور اسے سنت قرار دیتے تھے۔ [صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۸۷ ح ۵۷۲]

کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح (خفیہ) بالسر آمین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودی (آج کل) اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ حاسد لوگ ہیں۔ وہ جن اعمال پر مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں ان میں سے افضل ترین یہ ہیں: سلام کا جواب دینا، صفوں کو قائم کرنا، اور مسلمانوں کا فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

[مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۳ وقال: اسنادہ حسن، الاوسط للطبرانی ۳/۴۷۵ ح ۴۹۰۷ والقول المتین: ص ۴۷، ۴۸]

14 رفع یدین

نبی ﷺ سے نماز میں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا متعدد صحابہ نے روایت کیا ہے، مثلاً ابن عمر (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۵ وصحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۰) مالک بن الحویرث (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۷ وصحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۱) وائل بن حجر (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۴۰۱) ابو حمید الساعدی، ابو قتادہ، سہل بن سعد الساعدی، ابو اسید، محمد بن مسلمہ (ابو داود ۷۳۰، ۷۳۴، وھو حدیث صحیح) علی بن ابی طالب (صحیح ابن خزیمہ ح ۵۸۴) ابو بکر الصدیق، عبداللہ بن الزبیر (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح) ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم اجمعین (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲، وسندہ صحیح) وغیرہم

متعدد اماموں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ رفع یدین قبل الرکوع وبعدہ متواتر ہے۔ مثلاً ابن جوزی، ابن حزم، العراقی، ابن تیمیہ، ابن قدامہ، ابن حجر، الکتانی، السیوطی، الزبیدی اور زکریا الانصاری وغیرہم۔ [دیکھئے نور العینین فی مسئلۃ رفع یدین ص ۸۹، ۹۰]

انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

"ولیعلم أن الرفع متواتر إسنادًا وعملاً لایشك فیه ولم ینسخ ولاحرف منه" إلخ

اور یہ جاننا چاہیے کہ رفع یدین بلحاظ سند اور عمل دونوں طرح متواتر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور رفع یدین بالکل منسوخ نہیں ہوا بلکہ اس کا ایک حرف بھی

منسوخ نہیں ہوا۔[نیل الفرقدین ص ۲۲ فیض الباری ج ۲ ص ۴۵۵ حاشیہ]

"وعن ابن عمر أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یرفع یدیه حذو منکبیه إذا افتتح الصلوٰة و إذا کبر للرکوع و إذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذلك وقال: ((سمع اللّٰہ لمن حمده، ربنا لك الحمد)) وکان لا یفعل ذلك فی السجود"

سیدنا ابن عمر (رضی اللہ عنہما) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں تک اٹھاتے۔اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے اور سمع اللّٰہ لمن حمده، ربنا لك الحمد کہتے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔[صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۵، صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۰]

اس حدیث کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔(صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۹) بلکہ جسے دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔(جزء رفع الیدین للبخاری: ۵۳ وصححہ النووی فی المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۰۵) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع یدین کا ترک باسند صحیح قطعاً ثابت نہیں ہے، تارکین رفع یدین۔ابوبکر بن عیاش کی عن حصین عن مجاہد جو روایت پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں محدثین کے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"یہ وہم ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔" [جزء رفع الیدین للبخاری:۱۶]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"رواه أبو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد عن ابن عمر وهو باطل"

ابوبکر بن عیاش والی روایت باطل ہے۔[مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ج ۱ ص ۵۰]

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین ص ۱۶۷

ابوقلابہ تابعی فرماتے ہیں:

" أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبّر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه و إذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدّث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا "

سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۳۷، صحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح ۳۹۱]

سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔[دیکھئے صحیح البخاری ح ۶۳۱]

آپ جلسۂ استراحت بھی کرتے تھے اور اسے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ۱۱۳/۱، ۱۱۴ ح ۶۷۷، ۸۲۴]

یہ جلسہ حنفیوں کے نزدیک آپ کی حالتِ کبر پر محمول ہے۔یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دور میں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوگئے تھے تو یہ جلسہ کرتے تھے۔

[ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۰، حاشیۃ السندھی علی النسائی ج ۱ ص ۱۳۰]

آپ رفع یدین کے راوی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں بھی رفع یدین کرتے تھے۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال :((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه "

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع یدین کیا پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔جب سمع الله لمن حمده کہا تو رفع یدین کیا۔الخ [صحیح مسلم ۱۷۳/۱ ح ۴۰۱]

سیدنا وائل رضی اللہ عنہ یمن کے عظیم بادشاہ تھے۔ [الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۴۲۴]
آپ نو (۹ ھ) میں نبی ﷺ کے پاس وفد کی شکل میں تشریف لائے تھے۔

[البدایہ والنہایہ ۷۱/۵، عمدۃ القاری للعینی ۲۷۴/۵]

آپ اگلے سال دس (۱۰ ھ) کو بھی مدینہ منورہ آئے تھے۔ (صحیح ابن حبان ۱۶۷/۳، ۱۶۸ ح ۱۸۵۷!)
اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ کیا تھا (سنن ابی داود ح ۷۲۷) لہٰذا آپ کی بیان کردہ نماز نبی ﷺ کے آخری دور کی نماز ہے۔ نبی ﷺ اور کسی صحابی سے رفع یدین عندالرکوع وبعدہ کا ترک یا نسخ یا ممانعت قطعاً ثابت نہیں ہے۔

سنن ترمذی (ج ۱ ص ۵۹ ح ۲۵۷) میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف جو روایت منسوب ہے، اس میں سفیان ثوری مدلس ہیں۔ (الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ج ۸ ص ۲۶۲) مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۹ الکفایہ ص ۳۶۴) دوسرا یہ کہ بیس سے زیادہ اماموں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتِ ترک میں یزید بن ابی زیاد الکوفی ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۷۷۱۷)
مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ میں یار لوگوں نے تحریف کی ہے۔ اصلی قلمی نسخوں میں رفع یدین کا اثبات ہے، جسے بعض مفاد پرستوں نے تحریف کرتے ہوئے نفی بنا دیا ہے، جو تحقیق کرنا چاہے وہ ہمارے پاس آکر اصلی قلمی نسخوں کی فوٹو سٹیٹس دیکھ سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے ترکِ رفع یدین پر وہ روایات بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن میں رفع یدین کے کرنے یا نہ کرنے کا ذکر تک نہیں ہے، حالانکہ عدم ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ [الدرایہ لابن حجر ص ۲۲۵]
جو شخص نماز میں رفع یدین کرتا ہے اسے ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔ یعنی ایک رفع یدین پر دس نیکیاں (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۷ ص ۲۹۷، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳ وقال: واسنادہ حسن)
عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد پر رفع یدین کرنا بالکل صحیح ہے، کیونکہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[ابو داود ح ۷۲۲، مسند احمد ۱۳۳/۲، ۱۳۴ ح ۶۱۷۵، منتقی ابن الجارود ص ۶۹ ح ۱۷۸]

اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے، بعض لوگوں کا عصرِ حاضر میں اس حدیث پر جرح کرنا مردود ہے۔ امام بیہقی اور امام ابن المنذر رؒ نے اس حدیث سے ثابت کیا ہے کہ تکبیراتِ عیدین میں بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔ دیکھئے التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۸۶ ح ۶۹۲) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۲/۳، ۲۹۳) والاوسط لابن المنذر (۲۸۲/۴)

عید الفطر والی تکبیرات کے بارے میں عطاء بن ابی رباح (تابعی) فرماتے ہیں:

" نعم ویرفع الناس أیضًا "

جی ہاں! ان تکبیرات میں رفع یدین کرنا چاہئے، اور (تمام) لوگوں کو بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔ [مصنف عبدالرزاق ۲۹۶/۳ ح ۵۶۹۹، وسندہ صحیح]

امام اہلِ الشام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" نعم ارفع یدیك مع کلھن "

جی ہاں، ان ساری تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرو۔

[احکام العیدین للفریابی ح ۱۳۶، وسندہ صحیح]

امام دارالہجرۃ مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا:

" نعم ، إرفع یدیك مع کل تکبیرۃ ولم أسمع فیه شیئًا "

جی ہاں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرو اور میں نے اس (کے خلاف) کوئی چیز نہیں سنی۔ [احکام العیدین ح ۱۳۷، وسندہ صحیح]

اس صحیح قول کے خلاف مالکیوں کی غیر مستند کتاب ''مدونہ'' میں ایک بے سند قول مذکور ہے (ج ۱ ص ۱۵۵) یہ بے سند حوالہ مردود ہے، ''مدونہ'' کے رد کے لئے دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۷۳)

اسی طرح علامہ نووی کا حوالہ بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

[دیکھئے المجموع شرح المہذب ج ۵ ص ۲۶]

امام اہلِ مکہ شافعی رحمہ اللہ بھی تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین کے قائل تھے۔

[دیکھئے کتاب الأم ج ۱ ص ۲۳۷]

امام اہلِ سنت احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"یرفع یدیه في کل تکبیرة"

(عیدین کی) ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہئے۔

[مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۶۰ باب التکبیر فی صلوٰۃ العید]

ان تمام آثار سلف کے مقابلے میں محمد بن الحسن الشیبانی نے لکھا ہے:

"ولا یرفع یدیه"

اور (عیدین کی تکبیرات میں) رفع یدین نہ کیا جائے۔

[کتاب الاصل ج ۱ ص ۳۷۴، ۳۷۵ والاوسط لابن المنذر ج ۴ ص ۲۸۲]

یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

① محمد بن الحسن الشیبانی سخت مجروح ہے۔

[دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۵۲، وسندہ صحیح، وجزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی ص ۳۲]

اس کی توثیق کسی معتبر محدث سے، صراحتاً باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ "النصر الربانی" لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ شیبانی مذکور سخت مجروح ہے۔

② محمد بن حسن شیبانی کا قول سلف صالحین کے اجماع و اتفاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی مردود ہے۔

جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ح ۱۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۸ ح ۱۱۳۸۸ واسنادہ صحیح]

مکحول تابعی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ح ۱۱۶، وسندہ حسن]

امام زہری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ۱۱۸، وسندہ صحیح]

قیس بن ابی حازم (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری ۱۱۲، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۵]

نافع بن جبیر جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۱۴ وسندہ حسن]

حسن بصری جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۲۲، وسندہ صحیح]

درج ذیل علمائے سلف صالحین بھی جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے قائل و فاعل تھے:

① عطاء بن ابی رباح [مصنف عبدالرزاق ۳/۴۶۸ ح ۶۳۵۸، وسندہ قوی]

② عبدالرزاق [مصنف ح ۶۳۴۷]

③ محمد بن سیرین [مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۷ ح ۱۱۳۸۹، وسندہ صحیح]

ان تمام آثار سلف صالحین کے مقابلے میں ابراہیم نخعی (تابعی) جنازے میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۹۶ ح ۱۱۳۸۶، وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ جمہور سلف صالحین کا یہ مسلک ہے کہ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے، جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے اور یہی مسلک راجح و صواب ہے۔ والحمدللہ

⑮ سجدۂ سہو

سجدۂ سہو سلام سے پہلے بھی جائز ہے۔ [صحیح بخاری ۱/۱۶۳ ح ۱۲۲۴، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۱]

اور سلام کے بعد بھی جائز ہے۔ [صحیح بخاری ح ۱۲۲۶ و صحیح مسلم ح ۵۷۲]

سجدۂ سہو میں صرف ایک طرف سلام پھیرنے کا کوئی ثبوت احادیث میں نہیں ہے۔

16 اجتماعی دُعا

دعا کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ پیارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الدعاء هو العبادة)) دعا عبادت ہی ہے۔

[ترمذی ۲/ ۱۶۰، ۱۷۵ ح ۳۲۴۷، ۳۳۷۲، ابوداود ۱/ ۲۱۵ ح ۱۴۷۹، وقال الترمذی: "ھٰذا حدیث حسن صحیح"]

نماز کے بعد متعدد دعائیں ثابت ہیں۔ [دیکھئے صحیح بخاری ۲/ ۹۳۷ ح ۶۳۲۹، ۶۳۳۰]

ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرض نماز کے آخر والی دعا کو زیادہ مقبول قرار دیا ہے۔ [ترمذی ۲/ ۱۸۷ ح ۳۴۹۹ وسندہ ضعیف]

مطلق دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

[نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۱۹۰، ۱۹۱]

فرض نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا التزاماً یا لزوماً اجتماعی دعا کرنا ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۸۴، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۳۸، قد قامت الصلوٰۃ ص ۳۰۵]

17 نمازِ فجر کی دو سنتیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة))

جب نماز کی اقامت ہو جائے تو (اس) فرض نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی۔ [صحیح مسلم ۱/ ۲۴۷ ح ۶۳/ ۷۱۰]

قیس بن قہد رضی اللہ عنہ آئے اور نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انھوں نے آپ کے ساتھ یہ نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور صبح کی دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا: ((ماھاتان الرکعتان؟)) یہ دو رکعتیں کیا ہیں؟ انھوں نے کہا: میری (یہ) دو رکعتیں صبح سے پہلے والی رہ گئی تھیں تو نبی ﷺ خاموش ہو گئے اور کچھ نہیں کہا۔

[صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۶۴ ح ۱۱۱۶، صحیح ابن حبان ۴/۸۲ ح ۲۳۶۲]

امام حاکم اور حافظ ذہبی دونوں نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ [المستدرک ج ۱ ص ۲۷۴]

اس سلسلے میں سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے والی جو روایت (سنن ترمذی: ۴۲۳) میں ہے اس میں قتادہ راوی مدلس ہیں، اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

(18) جمع بین الصلاتین

رسول اللہ ﷺ نے سفر میں ظہر وعصر کی دونوں نمازیں اکٹھی کر کے پڑھیں۔ اسی طرح مغرب وعشاء کی بھی اکٹھی پڑھی ہیں۔ [صحیح مسلم ۱/۲۴۵ ح ۴۶/۷۰۴]

متعدد صحابہ جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل و فاعل تھے۔ مثلاً ابن عباس، انس بن مالک، سعد اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۲، ۴۵۷]

نبی ﷺ قرآن مجید کے شارح اعظم ومبین اعظم تھے لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کا فعل قرآن پاک کے خلاف ہو لہٰذا سفر میں جمع بین الصلاتین کو قرآن مجید کے مخالف سمجھنا غلط ہے۔ عذر کے بغیر نمازیں جمع کرنا ثابت نہیں ہے۔ سفر، بارش اور انتہائی شدید شرعی عذر کی بنیاد پر جمع کرنا جائز ہے۔ (كما ثبت في صحيح مسلم) جمع تقدیم وجمع تاخیر مثلاً ظہر کے وقت عصر کی نماز بھی پڑھ لینا یا پھر عصر کے وقت ظہر کی نماز پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ (مشکوٰۃ، تحقیقی: ۱۳۴۴، ابوداود ۱/۱۷۹ ح ۱۲۲۰، ترمذی ۱/۱۲۴ ح ۵۵۳ وصححہ ابن حبان: ۱۵۹۱)

سفر میں جمع بین الصلاتین کی روایات صحیح بخاری (۱/۱۴۹ ح ۱۱۰۸ تا ۱۱۱۲) میں بھی موجود ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بارش میں دو نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔

[موطا امام مالک ۱/۱۴۵ ح ۳۲۹ وسندہ صحیح]

(19) نماز وتر

نبی ﷺ سے ایک رکعت وتر کا ثبوت قولاً اور فعلاً دونوں طرح متعدد احادیث سے

ثابت ہے۔[دیکھئے صحیح بخاری ۱/۱۳۵ ح ۹۹۰ قول، ۱/۱۳۵، ۱۳۶ ح ۹۹۵ فعل، صحیح مسلم ۱/۲۵۷ ح ۱۴۶/۷۴۹ قول۔ ۱/۲۵۷ ح ۱۵۷/۷۴۹ فعل]

آپ ﷺ نے فرمایا:

((الوتر حق علٰی کل مسلم فمن أحب أن یوتر بخمس فلیفعل ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحب أن یوتر بواحدة فلیفعل))

وتر ہر مسلمان پر حق ہے۔ پس جس کی مرضی ہو پانچ وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو تین وتر پڑھے اور جس کی مرضی ہو ایک وتر پڑھے۔

[سنن ابی داود ۱/۲۰۸ ح ۱۴۲۲ ، سنن نسائی مع التعلیقات السلفیۃ ۱/۲۰۲ ح ۱۷۱۳]

اس حدیث کو حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔(الاحسان ج ۴ ص ۶۳ ح ۲۴۰۳) اور امام حاکم اور حافظ ذہبی دونوں نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔(المستدرک ج ۱ ص ۳۰۲)

تین رکعات وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھے اور سلام پھیر دے پھر ایک وتر پڑھے۔[صحیح مسلم ۱/۲۵۴ ح ۷۳۶/۱۲۲، ۱۲۳/۷۳۷، صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۷۰ ح ۲۴۲۶، مسند احمد ج ۲ ص ۷۶ ح ۲۴۲۰، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۱ ص ۴۲۲ واسنادہ صحیح]

تین وتر، نماز مغرب کی طرح پڑھنا ممنوع ہیں۔ (صحیح ابن حبان ج ۴ ص ۶۸، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۴، اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے)

لہٰذا ایک سلام اور دو تشہدوں سے تین وتر اکٹھے پڑھنا ممنوع ہیں۔

اگر کوئی شخص ایک سلام سے تین وتر پڑھنا چاہتا ہے جیسا کہ بعض آثار سے ثابت ہے تو اسے چاہئے کہ دوسری رکعت میں تشہد کے لئے نہ بیٹھے بلکہ تین وتر ایک ہی تشہد سے پڑھے۔

(20) نماز قصر

صحیح مسلم (۱/۲۴۲ ح ۱۲/۶۹۱) میں یحییٰ بن یزید الہنائی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

" سألت أنس بن مالك عن قصر الصلوة فقال: كان رسول الله ﷺ إذاخرج ميسرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ- شعبة الشاك- صلّى ركعتين "

میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تین (۳) میل یا تین فرسخ (نو میل) سفر کے لئے نکلتے۔ شعبہ کو شک ہے (تین یا نو کے بارے میں) تو آپ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما تین (۳) میل پر بھی قصر کے جواز کے قائل تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ ح ۸۱۲۰]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔ [فقہ عمر اردو ص ۳۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۵ ح ۸۱۳۷]

احتیاط اسی میں ہے کہ کم از کم نو (۹) میل پر قصر کیا جائے، اس طرح تمام احادیث پر با آسانی عمل ہو جاتا ہے۔

21 قیام رمضان (تراویح)

صحیح بخاری (۱/۲۶۹ ح ۲۰۱۳) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات (۱۱) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی روشنی میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

"ولا مناص من تسليم أن تراويحه عليه السلام كانت ثمانية ركعات"

اس بات کے تسلیم کرنے سے کوئی چھٹکارا نہیں کہ آپ ﷺ کی تراویح آٹھ رکعات تھی۔ [العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶]

اور مزید فرماتے ہیں:

"و أما النبي ﷺ فصح عنه ثمان ركعات و أما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف و على ضعفه إتفاق"

اور مگر نبی ﷺ سے آٹھ (۸) رکعتیں صحیح ثابت ہیں اور بیس (۲۰) رکعات والی جو حدیث آپ سے مروی ہے تو وہ ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

[ایضاً ص ۱۶۶]

امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے حکم دیا:

"أن يقوما للناس بإحدىٰ عشرة ركعة"

کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ [موطأ امام مالک ص ۹۸ ونسخہ اخری ۱/۱۱۵ ح ۲۴۹]

اسے امام ضیاء المقدسی نے صحیح قرار دیا ہے۔ محمد بن علی النیموی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "وإسناده صحيح" اور اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن ح ۷۷۶) لہٰذا بعض متعصب فرقہ پرستوں کا پندرھویں صدی میں اسے مضطرب وغیرہ کہنا باطل اور بے بنیاد ہے۔ اس حکم پر ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما نے عمل کر کے دکھایا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۱، ۳۹۲ ح ۷۶۷۰) صحابہ رضی اللہ عنہم بھی گیارہ (رکعت) ہی پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للسیوطی ص ۳۴۹ ج ۲) اس عمل کی سند کو حافظ سیوطی "بسند في غاية الصحة" بہت زیادہ صحیح سند کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بلحاظِ حکم و بلحاظِ فعل، بیس (۲۰) رکعات باسند صحیح قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

(22) تکبیرات عیدین

نبی ﷺ نے فرمایا:

((التكبير في الفطر سبع فى الأولى وخمس فى الآخرة والقراءة بعدهما كلتيهما))

عید الفطر کے دن پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں ہیں اور دونوں رکعتوں میں قراءت ان تکبیروں کے بعد ہے۔ [ابوداود ۱/۱۷۰ ح ۱۱۵۱]

اس حدیث کے بارے میں امام بخاری نے کہا: "هو صحيح" (العلل الکبیر للترمذی

ج ا ص ۲۸۸) اسے امام احمد بن حنبل اور امام علی بن المدینی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (التلخیص الحبیر ۸۴/۲) عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حجت ہونے پر میں نے مسند الحمیدی کی تخریج میں تفصیلی بحث لکھی ہے۔ اس روایت کے دیگر شواہد کے لیے ارواء الغلیل (۱۰۶/۳ تا ۱۱۳) وغیرہ دیکھیں۔

نافع فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھی۔ انھوں نے پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔ (موطأ امام مالک ۱۸۰/۱ ح ۴۳۵)

اس کی سند بالکل صحیح اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

شعیب بن ابی حمزہ عن نافع کی روایت میں ہے۔ "وهي السنة" اور یہ سنت ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۸۸)

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں یعنی مدینہ میں اسی پر عمل ہے۔ (موطأ: ۱۸۰/۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ [شرح معانی الآثار للطحاوی ۳۴۵/۴]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۳ ح ۵۷۰۱)

ابن جریج کے سماع کی تصریح احکام العیدین للفریابی (ص ۱۷۶ ح ۱۲۸) میں موجود ہے، اس کے دیگر صحیح شواہد کے لیے ارواء الغلیل (ج ۳ ص ۱۱۱) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز بھی پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۶ ح ، احکام العیدین ص ۱۷۱، ۱۷۲ ح ۱۱۷]

اس کی سند صحیح ہے۔ (سواطع القمرین ص ۱۷۲) باب رفع یدین (۱۴) کے تحت یہ باسند حسن گزر چکا ہے کہ جو شخص رفع یدین کرتا ہے اسے ہر انگلی کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(ابوداود ۱/۱۱۱ ح ۷۲۲، مسند احمد ۲/ ۱۳۴ ح ۶۱۷۵)

اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۱۳)

امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے تکبیرات عیدین میں رفع یدین کے مسئلے پر اس حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ (التلخیص الحبیر ج ۲ ص ۸۶)

اور یہ استدلال صحیح ہے کیونکہ عموم سے استدلال کرنا بالاتفاق صحیح ہے۔ جو شخص رفع یدین کا منکر ہے وہ اس عام دلیل کے مقابلے میں خاص دلیل پیش کرے۔ یاد رہے کہ تکبیرات عیدین میں عدم رفع یدین والی ایک دلیل بھی پورے ذخیرۂ حدیث میں نہیں ہے۔

23 نماز جمعہ

جمعہ کا فرض ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"صلاۃ السفر رکعتان ، وصلاۃ الجمعۃ رکعتان ، والفطر والأضحیٰ رکعتان تمام غیر قصر ، علیٰ لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم "

نماز سفر دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ دو رکعتیں ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی (بھی) دو رکعتیں ہیں، یہ نبی ﷺ کی زبان پر پوری ہیں قصر نہیں ہیں۔

[سنن ابن ماجہ ص ۷۴ ح ۱۰۶۴]

قرآن پاک کی آیت مبارکہ:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ... ﴾ الخ [الجمعۃ: ۹]

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مومن پر جمعہ فرض ہے، چاہے وہ شہری ہو یا دیہاتی۔

طارق بن شہاب صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((الجمعۃ حق واجب علیٰ کل مسلم في جماعۃ إلا أربعۃ: عبد

مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض))

ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھنا فرض ہے، سوائے چار کے، ۱: غلام، ۲: عورت، ۳: (نابالغ) بچہ، ۴: مریض۔ [سنن ابی داود ۱/۱۶۰ ح ۱۰۶۷]

اس کی سند صحیح ہے۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بلحاظِ رؤیت صحابی ہیں۔ چونکہ اس حدیث پاک اور دوسری احادیث میں دیہاتی کو جمعہ سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا لہٰذا ثابت ہوا کہ دیہاتی پر جمعہ فرض ہے۔ مزید تحقیق کے لئے صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث کا مطالعہ کریں۔ خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حکم دیا تھا: "**جمعوا حیث ما کنتم**" (اے لوگو!) تم جہاں بھی ہو جمعہ پڑھو۔ [فقہ عمر ص ۴۵۵ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۰۱ ح ۵۰۶۸]

حنفیہ کے نزدیک گاؤں میں جمعہ جائز نہیں (ہدایہ ج ۱ ص ۱۶۷) انھوں نے اس سلسلے میں متعدد شرطیں بھی بنا رکھی ہیں۔ ان کے متعدد مولویوں نے دیہات میں جمعہ کے صحیح نہ ہونے پر کتابیں بھی لکھی ہیں مگر ان تمام فقہی موشگافیوں کے برعکس اب حنفی عوام اس مسئلہ میں حنفی مذہب کو ترک کر کے گاؤں میں بھی جمعہ پڑھ رہے ہیں۔ **اللّٰھم زد فزد**.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب حنفی عوام بعض مسائل میں "تقلید" صرف برائے نام ہی کرتے ہیں۔

㉔ نماز جنازہ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازے میں سورۂ فاتحہ (اور ایک سورت جہراً) پڑھی اور پوچھنے پر فرمایا: "(میں نے اس لیے بالجہر پڑھی ہے کہ) تم جان لو کہ یہ سنت (اور حق) ہے۔" (صحیح بخاری ۱/۱۷۸ ح ۱۳۳۵، سنن نسائی ۱/۲۸۱ ح ۱۹۸۹، منتقیٰ ابن الجارود ص ۱۸۸ ح ۵۳۴، ۵۳۶، پہلی بریکٹ کے الفاظ نسائی کے ہیں، دوسری بریکٹ کے الفاظ منتقیٰ کے ہیں۔ آخری کے الفاظ نسائی و ابن الجارود کے ہیں)

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"السنة فی الصلوٰة علی الجنازة أن یقرأ فی التکبیرة الأولیٰ بأم القرآن

مخافتةً ثم يكبر ثلثاً و التسليم عند الآخرة"

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ میں سورۂ فاتحہ خفیہ پڑھی جائے، پھر تین تکبیریں کہی جائیں اور آخری تکبیر پر سلام پھیر دیا جائے۔

[سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۹۱]

آپ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں ہے:

" السنة في الصلاة على الجنازة أن تكبر ثم تقرأ بأم القرآن ثم تصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ثم تخلص الدعاء للميت ولا تقرأ إلا في التكبيرة الأولىٰ ثم تسلم في نفسه عن يمينه "

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو پھر سورۂ فاتحہ پڑھو پھر نبی ﷺ پر درود پڑھو پھر خاص طور پر میت کے لیے دعا کرو، قراءت صرف پہلی تکبیر میں کرو پھر اپنے دل میں (سراً) دائیں طرف سلام پھیر دو۔

[منتقی ابن الجارود ص ۱۸۹ ح ۵۴۰، مصنف عبدالرزاق ۳/ ۴۸۸، ۴۸۹ ح ۶۴۲۸]

اس کی سند صحیح ہے۔ [ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۸۱]

نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر جنازہ ہو جاتا ہے یا انھوں نے سورۂ فاتحہ کے بغیر جنازہ پڑھا ہو۔ نماز جنازہ میں وہی درود پڑھنا چاہیے جو نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ (نماز والا) "رحمت و ترحمت" والا خود ساختہ درود نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

26 دعوت

حسبِ استطاعت قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنا اور پھر اسے آگے پہنچانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ امام کائنات ﷺ نے فرمایا: ((بلغوا عني ولو آية))

مجھ سے دین لے کر لوگوں تک پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔ [صحیح بخاری ۱/ ۴۹۱ ح ۳۴۶۱]

دعوت صرف قرآن اور صحیح احادیث کی دینی چاہیے۔ اپنے فرقہ وارانہ مذہب اور قصے کہانیوں کی دعوت دینا حرام ہے۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ہر بات پر دلیل بھی پیش کرے تاکہ جو زندہ رہے دلیل دیکھ کر زندہ رہے اور جو مرے دلیل دیکھ کر مرے۔

﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ [الانفال:۴۲]

27 جہاد

دعوت دین کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ میں صحیح العقیدہ لوگوں کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور جو لوگ اس راستے میں رکاوٹ بنیں ان سے زبانی، قلمی اور جسمانی جہاد کریں۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال فی سبیل اللہ سے بالکل دریغ نہ کریں تاکہ ساری دنیا میں کتاب وسنت کا پرچم سربلند ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف))

اور جان لو کہ بے شک جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔

[صحیح بخاری ۱/۴۲۵ ح ۳۰۲۵ صحیح مسلم ۲/۸۴ ح ۱۷۴۲/۲۰]

تنبیہ: اس جماعت سے مراد اہلِ ایمان کا گروہ ہے، موجودہ کاغذی اور نظام امارت و رکنیت والی جماعتیں مراد نہیں ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے شیخ الاسلام المجاہد عبداللہ بن المبارک المروزی کی "کتاب الجہاد" وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ قرآن، حدیث، صحابہ، تابعین، محدثین اور ائمۂ مسلمین کی محبت پر کرے اور دنیا و آخرت دونوں میں ہمیں ہر قسم کی رسوائی سے بچائے۔

آمین ثم آمین   وما علينا إلا البلاغ

اندھیرے اور مشعل راہ ☆

اس حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ دنیا کی یہ عارضی زندگی ختم ہونے والی ہے اور ایک دن اللہ رب العزت کے دربار میں پیشی ہے، پھر ایک فریق جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا۔ جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا اقرار، تصدیق بالقلب، اور عمل بالجوارح (زبان، اعضاء، ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ) کیا تو ان کے لئے ذوفضل کبیر اور ذو رحمۃ واسعۃ خالق کائنات نے وہ اعلیٰ وارفع جنت پیدا کر رکھی ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا تصور ہی آیا ہے، اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

دوسرا فریق جو کہ حزب الشیطان کے نام سے موسوم ہے ایسی جہنم میں پھینکا جائے گا جس کی ہولناکی، ہیبت ناکی، اور شدید عذاب کا تصور بھی لرزہ خیز ہے، اس جہنم میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا)

فریق اول کی زندگی کا آئین دستور، قانون، نظام حیات، غرض یہ کہ سب کچھ صرف اور صرف قرآنِ مجید اور حدیثِ رسول ﷺ ہے۔ [1]

جو بات قرآن و حدیث سے ثابت ہو اس کا انکار صریح گمراہی اور زندقہ ہے، اہل السنۃ (اہل الحدیث) کے متفق علیہ امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

(☆) یہ مضمون راقم الحروف کی کتاب ''القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح'' کا مقدمہ ہے جسے متصل بعد درج کر دیا گیا ہے۔

[1] اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اجماع: حجت اور اجتہاد جائز نہیں، جب ان کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے تو قرآن وحدیث کے ماننے میں اجماع واجتہاد کا ماننا خود بخود آ گیا۔ نیز دیکھئے حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۷ھ) کی کتاب ''ابراء اہل الحدیث والقرآن'' ص ۳۲

''مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ''

جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کر دی وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۸۲ و سندہ حسن)

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حیاتِ مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہٰذا اس کا انکار صریح گمراہی، زندقہ اور کفر ہے۔
اب ان چند اصولوں کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے جن کا تعلق ''القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح'' کے ساتھ بھی ہے اور ہر مسلم کی عام زندگی کے ساتھ بھی، اللہ تبارک وتعالیٰ حق بیان کرنے، لکھنے، پڑھنے، سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

چند اہم اصول

(۱) قرآن اور حدیثِ صحیح دونوں حجت ہیں: ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾
تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو۔

(الاعراف: ۳)

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾
اور تمھیں رسول جو (حکم) دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)

قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی تفسیر، تشریح، تبیین، تخصیص اور تقیید وغیرہ کرتے ہیں لہٰذا بیک وقت دونوں پر عمل کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔

(۲) لغت میں اجماع: اتفاق کو کہتے ہیں دیکھئے القاموس المحیط (ص ۹۱۷) یعنی: امتِ مسلمہ کے تمام افراد کا کسی بات پر صراحتاً یا بالسکوت اتفاق کر لینا جب کہ ایک بھی ثقہ شخص کا مخالف ہونا معلوم نہ ہو اجماع کہلاتا ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسروں کے راستے پر چلے (تو) ہم اسے اسی طرف پھیرتے ہیں جدھر وہ پھرتا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ (اس کے لئے) برا ٹھکانا ہے۔ (النسآء:۱۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبدًا ويد الله على الجماعة))

اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت (اجماع) پر ہے۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۱۶ وسندہ صحیح)

اس کی سند صحیح ہے، اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی مختصراً روایت کیا ہے۔

(سنن الترمذی ۳۹/۱ ح ۲۱۶۶)

اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں۔ (دیکھئے الدرالمنثور ج ۲ ص ۲۲۲)

(۳) جس حدیث کو لفظاً یا معناً اتنے لوگ (مثلاً دس ثقہ وصدوق راوی) بیان کریں جن کا کذب یا خطاء پر جمع ہونا عقلاً محال ہو اسے متواتر کہا جاتا ہے۔

نخبۃ الفکر کی شرح میں ہے کہ ” والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحث “ اور متواتر کے راویوں کے بارے میں تحقیق نہیں کی جاتی بلکہ اس پر راویوں کی جانچ پڑتال کے بغیر (بھی) عمل واجب ہے۔ (ص ۱۲ طبع بیروت)

متواتر احادیث پر بہت سی کتابیں ہیں مثلاً: جلال الدین السیوطی کی ” الأزهار المتناثرة في الأخبار المتواترة “ وغیرہ

ائمۂ محدثین وفقہاء کی تصریحات سے بھی احادیث کا متواتر یا غیر متواتر ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ نزول مسیح کی احادیث کو متعدد ائمہ نے متواتر کہا ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے) متواتر اور خبرِ واحد دونوں حجت ہیں۔

(۴) صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی تمام مسند، متصل، مرفوع احادیث کو تلقی بالقبول

حاصل ہے، بلکہ متعدد مستند علماء نے صحیحین کی صحت، تلقی بالقبول یا قطعیت پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے، مثلاً:

① ابو اسحاق الاسفرائنی (متوفی ۴۱۸ھ) ② ابن القیسرانی (متوفی ۵۰۷ھ)

③ ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) ④ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)

:5 ابن کثیر (۷۷۴ھ) رحمہم اللہ

تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ثناء اللہ زاہدی صاحب کی کتاب ''أحادیث الصحیحین بین الظن والیقین''

شاہ ولی اللہ الدہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

'' أما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علٰی أن جمیع ما فیھما من المتصل المرفوع صحیح بالقطع وأنھما متواتران إلی مصنفیھما وأنہ کل من یھون أمرھما مبتدع، متبع غیر سبیل المؤمنین''

(حجۃ اللہ البالغۃ عربی ص ۱۳۴ ج ۱)

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغۃ اردو ص ۲۴۲، مترجم: عبدالحق حقانی)

(۵) امام بخاری کے شاگرد رشید امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ووضعہ في کتابہ الجامع'' (سنن الترمذی ۱/۱۱ ح ۱۷)

یعنی اس حدیث کو انھوں (امام بخاری) نے اپنی الجامع (الصحیح) میں درج کیا ہے۔

امام نسائی (متوفی ۳۰۳ھ) جو کہ امام بخاری کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

(تہذیب ج ۹ ص ۴۷، ۴۸)

بلکہ ایک روایت میں شاگرد ہیں۔ (سنن النسائی ۱/۲۹۸ ح ۲۰۹۸، التعلیقات السلفیہ ج ۱ ص ۲۴۱)

امام نسائی فرماتے ہیں:

''و مع هذا فما في هذه الكتب كلها أجود من كتابِ محمد بن إسماعيل البخاري ''اوراس کے باوجودان کتابوں میں امام بخاری کی کتاب سے زیادہ بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ج۲ص۹ وسندہ صحیح)

امام دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بعض روایات سے اختلاف کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے ''الإلزامات والتتبع'' معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اس جلیل القدر امام کے دور میں صحیح بخاری وصحیح مسلم مشہور ومعروف ہوچکی تھیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں لیکن یہ مختصر مضمون اس کا متحامل نہیں ہے۔غرضیکہ ان دونوں کتابوں کی تدوین ان کے مصنفین کی زندگی میں مکمل ہوچکی تھی اورشاہ ولی اللہ کی گواہی کے مطابق یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں لہٰذا ان کی تدوین اور عدم الحاق میں قطعاً شک وشبہ نہیں ہے۔

(۶) کسی حدیث کا صحیحین میں موجود نہ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ليس كل شيء عندي صحيح وضعته هاهنا إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه''میں نے ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے اُسے یہاں نقل نہیں کیا بلکہ میں نے یہاں صرف وہی احادیث درج کی ہیں جن پر اجماع ہے۔

(صحیح مسلم ج۱ص۱۷۴ح ۶۳/۴۰۴)

(۷) جس طرح جوہر کے بارے میں جوہری، طب کے بارے میں طبیب، انجن کے بارے میں انجینئر وغیرہ کی بات تسلیم کی جاتی ہے اسی طرح حدیث کے بارے میں اہل الحدیث (محدثین) کی بات ہی حجت ہے، فن میں فن والے کی بات ہی مانی جاسکتی ہے دوسرے کی نہیں لہٰذا جسے محدثین صحیح یا غیر صحیح کہہ دیں اس کے خلاف کتنے ہی غیر محدثین لکھیں یا کہیں لیکن صرف محدثین کی بات ہی تسلیم کی جائے گی۔

حافظ الشام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’وإذا اجتمع أهل الحديث علٰی تصحيح حديثٍ لم يكن إلا صدقًا ‘‘جب محدثین کا کسی حدیث کی تصحیح پر اجماع ہو تو وہ یقیناً سچ ہی ہوتی ہے۔ (مجموع فتاویٰ ج ۱ ص ۹،۱۰)

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’واتفاق أهل الحديث علٰی شيء يكون حجة .‘‘

اور اہل حدیث (محدثین) کا کسی چیز پر اتفاق کر لینا حجت ہوتا ہے۔

(کتاب المراسیل ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳)

صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ سب سے پہلے محدثین (اہل الحدیث) ہیں، انھیں مخاطب کر کے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هذا أثنيتم عليه خيرًا فوجبت له الجنة وهذا أثنيتم عليه شرًّا فوجبت له النار، أنتم شهداء الله في الأرض))

اس (میت) کی تم نے تعریف کی تو اس پر جنت واجب ہو گئی اور اس (دوسری میت) کی تم نے برائی بیان کی تو اس پر آگ واجب ہو گئی، تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (صحیح البخاری ۱/۱۸۳ ح ۱۳۶۷، واللفظ لہ، صحیح مسلم ۱/۳۰۸ ح ۶۰/۹۴۹)

(۸) حدیث کے صحیح ہونے کے لئے صرف پانچ شرطیں ہیں:

① اتصال سند ② عدالت راوی ③ ضبط راوی

④ عدم شذوذ ⑤ علتِ قادحہ کے ساتھ معلل نہ ہو

ان شروط والی حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۷،۸)

(۹) راویوں کی عدالت اور ضبط کا علم محدثین کی گواہیوں سے ہوتا ہے جس راوی کے ثقہ ہونے یا ضعیف ہونے پر اجماع ہو تو بسر و چشم قبول ہے، اور جس پر اختلاف ہو، اور تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو تو ہمیشہ جمہور ثقہ محدثین کی اکثریت کو ترجیح دی جاتی ہے اور ایسے راوی کی روایت کو حسن لذاتہ کہا جاتا ہے جو کہ صحیح کی طرح حجت ہے۔

عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے (غالباً اپنے زمانے کے لوگوں کا) اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جب جارحین زیادہ ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

"وهذا كما أن عدد الجارح إذا كان أكثر قدّم الجرح اجماعًا"

اور یہ اس طرح ہے کہ اگر جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو بالا جماع جرح مقدم ہوگی۔

(قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ص ۵۰ طبع بیروت)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ''جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے[1] فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے۔.........'' (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۹ طبع قدیم بحث ''واقدی'')

رسول اکرم ﷺ نے غزوۂ احد کے موقع پر جمہور صحابہ کے مشورہ کو تسلیم کرتے ہوئے کفار کی طرف خروج کیا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۹ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹، نیز دیکھئے راقم الحروف کی کتاب ''الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریۃ'' ص ۸،۷ طبع اول)

(۱۰) روایتِ حدیث میں اصل بات راوی کی عدالت اور ضبط ہے، اس کا بدعتی مثلاً مرجیٔ، شیعی، قدری وغیرہ ہونا چنداں مضر نہیں ہے، اور جس راوی کی عدالت ثابت ہو جائے اس کی روایت مقبول ہے اگرچہ اس کی بدعت کو اس سے بظاہر تقویت ہی پہنچتی ہو۔

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی المبتدع الثقہ کا یہ اصول کہ بدعتی کی روایت اگر اس کی بدعت کی تقویت میں ہو تو ناقابل قبول ہے، صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ج ۱ ص ۴۲ تا ۵۲)

---

(۱) رسول اللہ ﷺ نے حدیث کو فقہ کہا ہے (ترمذی: ۲۶۵۶ وقال: ''حدیث حسن'' وابوداود: ۳۶۶۰)

لہٰذا محدثین ہی دراصل فقہاء ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جس کی بدعت مکفرہ ہو اس کی عدالت ہی ساقط ہے کیونکہ عدالت کے لئے اسلام شرطِ اولین ہے۔ مگر بدعت غیر مکفرہ کو خواہ مخواہ کفر و شرک قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو عام صحابہ رضی اللہ عنہم پر تقدیم دینا تشیع ہے اور جو انھیں امیر المومنین ابوبکر اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہما پر (خلافت میں) تقدیم دیتا ہے وہ رافضی ہے۔

(ہدی الساری مقدمہ فتح الباری: ص ۴۵۹)

لہٰذا تفضیلی شیعہ کو رافضیوں اور اثنا عشریوں کے ساتھ ایک برابر قرار دینا انتہائی ظلم ہے۔

تفصیل کے لئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۵، ۶) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ابان بن تغلب کے ترجمہ میں کیا خوب لکھا ہے کہ " **فلنا صدقه وعليه بدعته** " ہم اس کی سچی روایات لے لیتے ہیں اور اس کی بدعت اس پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

(میزان الاعتدال ص ۵ ج ۱)

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: "اور اصولِ حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجئی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔"

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۰ طبع دوم)

یاد رہے کہ بہت سے راویوں پر قدری، شیعی وغیرہ کا الزام ہوتا ہے لیکن تحقیق سے باطل ثابت ہوتا ہے۔ امام مکحول الشامی پر ابن خراش (رافضی) وغیرہ نے قدری ہونے کا الزام لگایا ہے، جبکہ امام اوزاعی فرماتے ہیں: " **فكشفنا عن ذلك فإذا هو باطل** " پس ہم نے اس الزام کی تحقیق کی تو یہ باطل ثابت ہوا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۹۱، تاریخ دمشق ۶۳/ ۱۶۴)

تنبیہ: اس قول کی سند میں ابوالحسن محمد بن علی بن احمد بن ابراہیم السیرافی، ابوعبداللہ احمد بن اسحاق بن حمران النہاوندی اور ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یعقوب البصری تینوں نامعلوم التوثیق یعنی مجہول الحال ہیں لہٰذا یہ قول امام اوزاعی سے ثابت نہیں ہے۔

ابراہیم بن ابی عبلہ (ثقہ) فرماتے ہیں کہ رجاء بن حیوہ (ثقہ تابعی) نے مکحول سے کہا:

مجھے پتا چلا ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کلام کرتے ہو؟ تو مکحول نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کہتا اور نہ میرا یہ قول ہے۔ الخ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۲۸۰/۲، ۲۸۱ فقرہ: ۵۲۴۷ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام مکحول رحمہ اللہ قدری نہیں تھے۔

اگر ایک شخص کا یہ خیال ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو اسے خواہ مخواہ رافضی اثنا عشری، جعفری، منکر قرآن یا کافر قرار دینا کس عدالت کا فیصلہ ہے؟

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی پر تشیع کا الزام ہے۔ (کتاب الثقات للعجلی: ۱۰۰۰، تقریب: ۴۰۶۴)

حالانکہ آپ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۳۱/۳۸، ۱۳۲ وسندہ صحیح)

امام عبدالرزاق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبه نأخذ." (مصنف عبدالرزاق: ۵۵۳۴، نیز دیکھئے سنن ابی داود: ۱۱۲۹)

کیا پھر بھی انھیں رافضی ہی سمجھا جائے گا؟

چند فقہی اصطلاحات کا تعارف

۱۔ ہر خاص دلیل ہر عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے، بشرطیکہ (دونوں دلیلیں باسند صحیح یا حسن ثابت ہوں) مثلاً قرآن مجید میں ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾

تم پر مردار حرام ہے۔ (المائدہ: ۳)

جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ ((والحل ميته)) اور سمندر کا مردار حلال ہے۔

(موطأ امام مالک: ۲۲/۱ ح ۴۰، جامع الترمذی ۲۱/۱ ح ۶۹ امام ترمذی نے کہا: "هذا حديث حسن صحيح")

اسے درج ذیل محدثین نے بھی بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے:

① ابن خزیمہ ② ابن حبان ③ بخاری

④ ابن المنذر ⑤ البغوی رحمہم اللہ (دیکھئے التلخیص الحبیر ج۱ ص ۱۰۹)

ابن الحاجب النحوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تخصيص العام جائز عند الأكثرين"

عام کی تخصیص کرنا اکثر (علماء) کے نزدیک جائز ہے۔

(منتہی الوصول والأمل فی علمی الاصول والجدل ص ۱۱۹)

بلکہ غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں: "**لا یعرف خلافًا بین القائلین بالعموم في جواز تخصیصه بالدلیل** "ہمیں عموم کے دعویداروں کے درمیان اس بات پر اختلاف معلوم نہیں کہ اس کی تخصیص دلیل کے ساتھ جائز ہے۔ (المستصفی من علم الاصول ج ۲ ص ۹۸)

شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ "**إن التخصیص للعمومات جائز ......**" کہ عمومات کی تخصیص جائز ہے۔ (ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۱۴۳)

۲۔ قرآنِ مجید اور احادیث کے عموم کی تخصیص قرآنِ مجید اور احادیث صحیحہ کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ بالکل صحیح اور حق ہے۔

علی بن محمد الآمدی (متوفی ۶۳۱ھ) لکھتے ہیں:

"**یجوز تخصیص عموم القرآن بالسنة** "اور قرآن کے عموم کی تخصیص سنت کے ساتھ جائز ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۳۴۷)

بلکہ مزید لکھتے ہیں:

"**وأما إذا كانت السنة من أخبار الآحاد فمذهب الأئمة الأربعة جوازه**"
اگر عموم قرآن کی تخصیص کرنے والی سنت خبر واحد ہو تو ائمہ اربعہ (مالک، ابوحنیفہ، شافعی، اور احمد رحمہم اللہ) کا مذہب (تحقیق) یہ ہے کہ جائز ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

۳۔ اگر کسی دلیل (مثلاً الف) میں کسی بات کا ذکر نہیں ہے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ اس بات کا وجود ہی نہیں ہے، بشرطیکہ دوسری دلیل (مثلاً ب) میں اس کا ذکر ہو۔

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

"**ولا یلزم من عدم ذکر الشيء عدم وقوعه**" کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کا واقع نہ ہونا لازم نہیں ہے۔ (الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۱ ص ۲۲۵ باب الاستسقاء)

۴۔ ثقہ راویوں کی گواہی (روایت) ماننا عین قرآن مجید پر عمل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾

وہ گواہ جن کی گواہی تمھارے درمیان مقبول ہو۔ (البقرۃ: ۲۸۲)

قاتل کو سزائے موت، چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنا، شادی شدہ زانی کو سنگسار، اور غیر شادی شدہ کو کوڑے اور جلا وطنی وغیرہ امور بھی گواہوں کی گواہی پر ہی معرضِ عمل میں آتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں پر جو کہ ثقہ و عادل اشخاص کی گواہیوں (روایات) پر عمل کرتے ہیں ''روایت پرستی'' کا گھناؤنا الزام لگانا انتہائی غلط اور باطل ہے۔

۵۔ ہر منطوق ہر مفہوم پر اور ہر مفصل و صریح و واضح ہر مبہم پر ہمیشہ مقدم ہوتا ہے۔

امام الائمہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**والمفسر يقضي على المبهم**'' اور مفسر مبہم پر فیصلہ کن ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری ۱/ ۲۰۱ ح ۱۴۸۳، نیز دیکھئے فتح الباری ۱۰/ ۲۸۳)

کذابین کا تذکرہ

ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو سخت جھوٹے، فریب کار، فراڈی، سرکش اور اللہ و رسول کے دشمن ہوتے ہیں، مثلاً محمد بن سعید المصلوب الشامی، وہب بن وہب القاضی، احمد بن الصلت الحمانی وغیرہم، چودھویں پندرھویں صدی میں بھی بہت سے جھوٹے اور فراڈیے برسرِ عمل رہے ہیں، مثلاً غلام احمد قادیانی، پرویز، ابو الخیر اسدی، حبیب الرحمٰن کاندھلوی، کوثری، ڈاکٹر مسعود عثمانی وغیرہم۔

انھیں کذابین و محرفین میں ایک نام ''تمنا عمادی'' کا ہے۔ اس وقت اس شخص کی تحریر کردہ ایک کتاب ''انتظار مہدی و مسیح فن رجال کی روشنی میں'' میرے سامنے ہے اس کے نزدیک احادیث صحیحہ کا وجود ''منافقین عجم'' کی متفقہ سازش کا نتیجہ ہے اور اصل حجت قرآن پاک (کا وہ مفہوم ہے جو تمنا عمادی نے سمجھا) ہے! تمنا لکھتا ہے کہ ''اس تمہید کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی حدیث بھی جو موجودہ کتب احادیث میں ہے چاہے وہ صحاح ستہ ہی نہیں بلکہ ساری کتبِ احادیث کی متفق علیہ ہی کیوں نہ ہو، اس وقت تک صحیح نہیں کہی جا سکتی جب تک درایت

قرآنیہ اس کی صحت پر مہرِ تصدیق ثبت نہ کر دے مگر پھر بھی........" (انتظار مہدی مسیح ص ۱۸۶)

یہاں درایت قرآنیہ سے مراد تمنا عمادی اور اس کی کمپنی کے لوگوں کی خود ساختہ درایت ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ "اول تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ جن لوگوں کو محدثین ثقہ سمجھ لیں یا لکھ دیں وہ واقعی ثقہ ہوں بھی...." (انتظار ص ۱۱۰)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کو تمنا اینڈ کمپنی غیر ثقہ، کذاب اور عجمی سازش والا کہہ دے تو اسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔!!

تمنا عمادی نے اس کتاب میں بیشمار مقامات پر کذب بیانی سے کام لیا ہے مثلاً:

۱: عبدالعزیز بن رفیع الاسدی ثقہ بالاجماع ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۳۷، ۳۳۸ تقریب التہذیب: ۴۰۹۵ الکاشف للذہبی ج ۲ ص ۱۷۵)

ان کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے: "ابن حبان نے ان کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ.... علی بن الجنید نے کہا کہ یہ ضعیف تھے اور ان کی حدیثیں منکر ہیں اور جوزجانی نے کہا کہ یہ مرجئہ عقیدے میں غلو رکھتے ہیں.... دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۳۹" الخ

حالانکہ یہ تمام جرحیں عبدالعزیز بن ابی رواد پر ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۳۸، ۳۳۹، المجروحین لابن حبان ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷، احوال الرجال للجوزجانی ص ۱۵۲، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۲۸)

عبدالعزیز بن رفیع تو ان جروح سے سراسر بری ہیں، امام ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ج ۵ ص ۱۲۳)

یہ ہے تمنا عمادی کا اسماء الرجال میں مبلغِ علم، ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

۲: امام لیث بن سعد المصری بالاجماع ثقہ ہیں۔ ان کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

"بہت سخت مدلس تھے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ان کے استاد یحییٰ بن سعید القطان، لیث سے سخت بدظن تھے، اس حد تک کہ ان کی بدظنی دور نہیں کی جا سکی۔ (لسان المیزان: ج ۱ ص ۲۱۳ ترجمہ حجاج بن ارطاۃ" (انتظار مہدی ص ۱۹۳ نیز دیکھئے ص ۱۸۳ بحوالہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۱۳)

لسان المیزان کا حوالہ تو خیر کاتب کا وہم قرار دیا جا سکتا ہے، بہرحال میزان الاعتدال (۴۵۸/۱) میں حجاج کے ترجمہ میں یہ جرح مذکور ہے، تاہم عرض ہے کہ یحییٰ القطان کی جرح لیث بن سعد پر نہیں بلکہ لیث بن ابی سلیم پر ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۴۲۱/۳ ترجمہ لیث بن ابی سلیم، تہذیب التہذیب ۴۶۷/۸، کتاب الضعفاء للعقیلی ۱۶/۳)

دیکھئے! تمنا نے کس چابکدستی سے لیث بن ابی سلیم پر جرح کو لیث بن سعد پر فٹ کر دیا ہے، شاید وہ اس "مکراً کباراً" سے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا لینے میں کچھ کامیاب ہو جائے مگر علیم بذات الصدور کی پکڑ سے بغیر توبہ و اعلان توبہ، قبل از موت کوئی چیز نہیں بچا سکتی!

۳: حشرج بن نباتہ کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

"یہ تقریباً تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث اور لا یحتج به من منکر الحدیث ہیں...." (انتظار ص ۵۷)

حالانکہ تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۳۷۷، ۳۷۸) میں ہے:

"عن أحمد :ثقة .....عن ابن معين :ثقة ليس به بأس .... وقال أبو زرعة: واسطي لابأس به مستقيم الحديث ... وأخرج له الترمذي حديثًا واحدًا .... وحسنه ....."

ابوداود اور عباس بن عبدالعظیم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: ثقہ، ابن عدی نے کہا: "لابأس به" بلکہ احمد، ابن ابی عاصم، ابن تیمیہ وغیرہم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔ امام نسائی کی تحقیق ان کے بارے میں مختلف ہے، ابوحاتم، ساجی اور ابن حبان نے جرح کی۔ اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ تمنا کتنی کذب بیانی سے کام لے رہا ہے۔

(لعنة الله على الكاذبين)

۴: انتظار مہدی کے ص ۱۹۲ پر یہ شخص ابوسریحہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

"اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابوالطفیل کے سوا ان سے اور کوئی روایت نہیں کرتا"

اب اٹھایئے سنن ابن ماجہ (ص ۲۲۷ ح ۳۱۴۸ کتاب الاضاحی باب من ضحیٰ بشاۃ عن اہلہ)

”عن سفيان الثوري عن بيان عن الشعبي عن أبي سريحة قال :حملني ..“ إلخ
سفیان کی متابعت عبدالملک (بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم القاضی) نے کر رکھی ہے۔
(دیکھئے المعجم الکبیر ج ۳ ص ۱۸۲ ح ۳۰۵۷)

اور عبدالملک مذکور ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۴۱۶۸)

ابوسریحہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مزید شاگردوں کے علم کے لئے طبرانی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

۵: تمنا لکھتا ہے: ”یہ سفیان بن عیینہ کوفی تھے سنیوں میں سنی اور شیعہ میں شیعہ رہے شیعوں کی کتب رجال میں ان کا ذکر خیر موجود ہے ....“ (انتظار ص ۱۹۴)

میں نے اپنی اس کتاب: القول الصحیح میں ثابت کیا ہے کہ رافضیوں کا کسی شخص کو اپنی کتب رجال میں ذکر کرنا کسی شخص کے رافضی یا شیعہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، ورنہ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھی شیعہ یا رافضی تسلیم کرنا پڑے گا۔ (معاذ اللّٰہ ثم معاذ اللّٰہ)

لہٰذا اہل سنت کے ثقہ بالاجماع امام سفیان بن عیینہ کو شیعوں کا اپنے رجال میں ذکر کرنا ان کے شیعہ ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہے۔

کل یدعی وصلاً للیلی ولیلیٰ لا تقرلھم بذاکا

ہر ایک لیلی کے وصل کا دعویدار ہے مگر لیلیٰ کو اس سے (صاف) انکار ہے

مامقانی رافضی نے تنقیح المقال میں سفیان مذکور کو ذکر کیا ہے اور (ج ۱ ص ۶۶) پر لکھا ہے: ”ضعیف“ یعنی سفیان بن عیینہ ضعیف تھے۔ معلوم ہوا کہ سفیان کو ضعیف سمجھنے میں تمنا عمادی اپنے پیشرو، مامقانی رافضی کا مقلد ہے۔ حالانکہ تمام علماء مسلمین مثلاً امام شافعی، امام احمد، امام ابن المدینی، امام ابن معین، امام ابن مہدی رحمہم اللہ وغیرہم امام سفیان بن عیینہ کی تعریف وتوثیق میں رطب اللسان ہیں۔ (دیکھئے عام کتب رجال وسیر اعلام النبلاء ۸/۴۵۴)

ثقاہت کے ساتھ مدلس ہونا علیحدہ مسئلہ ہے، ایسی صورت میں تصریح بالسماع والی روایت حجت اور معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے الا یہ کہ متابعت یا شواہد موجود ہوں۔

۶: انتظار مہدی ص ۵۲ پر ہے کہ ”چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد ابن

شہاب زہری متوفی ۱۷ رمضان ۱۲۴ھ نے اپنے وطن ایلہ میں جمع احادیث کا سنگ بنیاد رکھا...."
حالانکہ امام زہری نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی وفات سے پہلے احادیث کو مدون کرلیا تھا، اور تحدیث بھی کرتے تھے۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کو حکم دیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھو کیونکہ مجھے علم اور اہل علم کے (دنیا سے) چلے جانے کا ڈر ہے" (سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۲۶ ح ۴۹۴ وسندہ صحیح)

امام زہری فرماتے ہیں کہ ہم علم یعنی احادیث لکھنا ناپسند کرتے تھے حتیٰ کہ ان حکمرانوں (خلیفہ عمر بن عبدالعزیز وغیرہ) نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔ (تقیید العلم للخطیب البغدادی ص ۱۰۷ وسندہ صحیح)

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ما أتاك به الزهري يسنده فاشدد به يديك"

تیرے پاس جو (روایتیں) زہری باسند لے آئیں انھیں مضبوطی سے پکڑ لو۔

(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

حالانکہ امام زہری آپ کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الکمال للمزی ۱۷/ ۲۲۴)

۷: ابراہیم بن محمد بن حنفیہ کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

"اور ابراہیم بن محمد بن حنفیہ کی شیعیت کا اعتراف اگرچہ ابن حجر وغیرہ نے تہذیب التہذیب وغیرہ میں نہیں کیا ہے... مگر شیعوں کی بعض کتبِ رجال میں ان کا ذکر خیر موجود ہے۔ وکفی بہ شہادۃ..." (انتظار ص ۹۴)

حالانکہ سابقہ صفحات پر ہم عرض کر آئے ہیں کہ شیعوں وغیرہ کا کسی شخص کو اپنے نمبر بڑھانے کے لئے اپنی کمپنی اور پارٹی میں ذکر کرنا کسی راوی کے شیعہ وغیرہ ہونے کی دلیل نہیں ہے ورنہ سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین، ابوحنیفہ اور شافعی وغیرہم کو بھی شیعہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ دیدہ باید!

لہٰذا یہ "كفى به شهادة" نہیں ہے بلکہ "كفى به افتراءً" ہے۔

۸: تمنا نے اپنی اس کتاب میں بہت سے راویوں کی روایات کو صرف اس بنیاد پر رد کر دیا ہے کہ وہ راوی عراق، کوفہ، بغداد، شام، خراسان وغیرہ میں پیدا ہو گئے تھے یا جا بسے تھے۔

(دیکھئے انتظار مہدی ص ۵۶، ۹۸، ۱۰۶)

بلکہ ص ۱۹۴ پر عبدالاعلیٰ بن حماد الباہلی کے بارے میں لکھتا ہے:

''ان کا خراسانی ہونا، غلام آزاد کردہ ہونا، بصری ہونا خود ان کے مشتبہ ہونے کے لئے کافی ہے''

جبکہ اسلام برابری اور مساوات کا دین ہے، قوم پرستی، علاقہ پرستی کی بنیاد پر انسانوں کو تقسیم کرنا اسلام کے سراسر مخالف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾

اے لوگو! ہم نے تمھیں (ایک) مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں قومیں اور قبائل بنا دیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان لو بیشک تم میں سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی ہے۔ (الحجرات:۱۳)

نیز فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾

اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے۔ (الروم:۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يا أيها الناس! ألا إن ربكم واحد وإن أباكم واحد ، ألا لا فضل لعربي على أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا أحمر على أسود ولا أسود على أحمر إلا بالتقوىٰ))

اے لوگو جان لو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور سرخ کو

کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ ح ۲۳۸۸۵ و سندہ صحیح)

حافظ ہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح" اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۶۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے مجمع الزوائد (ج ۸ ص ۸۴) اور تفسیر ابن کثیر (ج ۴ ص ۲۳۲) لہٰذا کسی راوی یا راویہ کا کوفی، شامی، خراسانی، نیشاپوری، عراقی، مصری وغیرہ ہونا اس کے ضعیف یا مجروح ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہے اور صرف رنگ و نسل یا شہر و علاقہ کی بنیاد پر کسی کو ضعیف یا مجروح وغیرہ سمجھنا سخت قوم پرستی اور عصبیت ہے۔ (أعاذنا الله منه)

۹: تمنا عمادی نے لکھا ہے: "یمن میں معمر بن راشد جو، ازدیوں کے آزاد کردہ غلام تھے، متوفی ۱۵۴ھ تو جمع احادیث میں سرگرم رہے، یہ آبان بن عباس مشہور کذاب سے روایت کرتے تھے، مگر آبان کی جگہ ثابت البنانی کا نام ظاہر کرتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۱۰۱ ج ۱) مگر محدثین ان کو پھر بھی ثقہ ہی سمجھتے اور لکھتے ہیں۔" (انتظار مہدی ص ۵۴)

حالانکہ تہذیب کے محولہ بالا صفحہ پر لکھا ہے کہ "وحكى الخليلي في الإرشاد بسند صحيح أن أحمد قال ليحي ابن معين وهو يكتب عن عبدالرزاق عن معمر عن أبان نسخةً: تكتب هذه وأنت تعلم أن أبان كذاب؟ فقال: يرحمك الله يا أبا عبدالله! أكتبها و أحفظها حتى إذا جاء كذاب يرويها عن معمر عن ثابت عن أنس أقول: كذبت إنما هو أبان"

خلیلی نے الارشاد میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ احمد نے یحییٰ بن معین سے کہا جبکہ وہ عبدالرزاق عن معمر عن ابان کی سند سے ایک نسخہ لکھ رہے تھے: آپ یہ لکھ رہے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ابان کذاب ہے تو انھوں نے کہا: اے ابو عبداللہ!

اللہ آپ پر رحم کرے، میں لکھ رہا ہوں اور یاد کر رہا ہوں تا کہ اگر کوئی کذاب (مثلاً تمنا عمادی) آئے اور یہ (نسخہ) معمر عن ثابت عن انس کی سند سے روایت کرنے لگے تو میں اس کو کہوں گا کہ تو نے جھوٹ کہا یہ تو ابان کا نسخہ ہے۔ (تہذیب ج ا ص ۱۰۱)

الارشاد للخلیلی کا جو نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اس میں یہ عبارت (ج ا ص ۱۷۸، ۱۷۹) میں موجود ہے اور اس کے علاوہ کتاب المجروحین لابن حبان (ج ا ص ۳۱، ۳۲) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (ج ۲ ص ۱۹۲) میں بھی یہی واقعہ مفصل بالاسانید موجود ہے۔

تنبیہ: اس سارے واقعہ کا ایک راوی احمد بن اسحاق القاضی الدینوری ہے جس کے حالات نہیں ملے۔ واللہ اعلم

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ معمر کے دو استاد ہیں:

① ثابت ثقہ ② ابان کذاب

معمر نے دونوں سے دو صحیفے روایت کر کے اپنے شاگرد عبدالرزاق تک پہنچا دیئے اور انھوں نے ابن معین وغیرہ تک پہنچا دیئے۔ معمر نے ثابت سے جو نسخہ سنا ہے اور روایت کیا ہے اس کا کچھ ذکر تحفۃ الاشراف للمزی (ج ا ص ۱۵۰ تا ص ۱۵۴) میں موجود ہے اور معمر کے ابان بن ابی عیاش سے نسخہ کا کچھ حصہ الکامل لابن عدی (ج ا ص ۳۷۶) میں موجود ہے، معمر نے تو انتہائی دیانتداری کے ساتھ جو سنا تھا آگے پہنچا دیا لہٰذا وہ تمنا کے الزام سے قطعاً بری ہیں اور ان پر جو تہمت تمنا نے لگائی وہ تہذیب کے محولہ بالا صفحے پر نہیں بلکہ یہی صفحہ اس کی تردید کر رہا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بہ کف چراغ دارد !

۱۰: صحیح مسلم (ج ا ص ۱۳۵ ح ۲۴۲/۱۵۵ نسخہ بیروتیہ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم ج ا ص ۸۷ نسخہ پاکستانیہ) میں ابوبکر بن ابی شیبہ سے ایک روایت مروی ہے، جن کے بارے میں تمنا لکھتا ہے:

" تیسرے صاحب ان دونوں کے ساتھی ابوبکر بن شیبہ ہیں جن کا پورا نام

عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ ہے ......اور حافظ ابو احمد الحاکم نے ضعیف الحدیث قرار دیا ہے.....'' (انتظار ص ۱۹۵)

ابوبکر بن ابی شیبہ کو ابوبکر بن شیبہ بنا کر راوی بدل دینا تمنا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ ابوبکر بن ابی شیبہ مشہور ثقہ بالاجماع، محدث اور مصنف ہیں، اور یہ حدیث ان کی کتاب المصنف میں موجود ہے۔ (دیکھئے ج ۱۵ ص ۱۴۴) ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے، اسی کتاب (انتظار مہدی ص ۹۵) میں تمنا لکھتا ہے: ''ابوبکر بن ابی شیبہ آخر عثمان بن ابی شیبہ ہی کے اپنے بھائی تھے....''

چونکہ جھوٹی روایات کی بنیاد پر عثمان مذکور تمنا مذکور کے نزدیک مجروح ہے لہٰذا عثمان کے بھائیوں کا صرف اس وجہ سے جرح سے بچنا ناممکن ہو گیا کہ وہ ''بے چارے'' تو عثمان کے بھائی تھے۔ سبحان اللہ! کیا انصاف ہے !!

۱۱: عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے: ''یہ قرآن مجید میں ملحدانہ تحریف کرتے تھے۔'' (انتظار ص ۸۸)

اور کہتا ہے: ''جس کے تنہا ذمہ دار عثمان بن ابی شیبہ قرآن مجید کے ساتھ ٹھٹھا کرنے میں مشاق محرف ہیں'' (انتظار ص ۱۱۶)

تقریباً یہی بات اس نے صفحہ ۹۲، ۱۱۹، ۱۲۵ پر بھی دہرائی ہے اور صفحہ ۸۱، ۸۲ میں اس تہمت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور چند آیات تہذیب التہذیب وغیرہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ ان روایات پر تفصیلی تبصرہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ حق واضح ہو جائے:

'' ا: سورۂ یوسف...... جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ''

یہ روایت الجامع لاخلاق الراوی والسامع (ج ۱ ص ۲۹۹) میں باسند موجود ہے اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۷، ۳۸) تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۱۵۱) وغیرہما میں بالاختصار ابراہیم بن عبداللہ الخصاف سے مروی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خصاف کون ہے؟ ہے کوئی جو جواب دے.....!!

ب: "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ"

اسے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۳۷) سیر اعلام النبلاء (ج ۱۱ ص ۱۵۳) میں احمد بن کامل عن الحسن بن الحباب کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۲۹) میں احمد بن کامل القاضی کے بارے میں ہے کہ "لینه الدار قطني" اسے دارقطنی نے کمزور کہا ہے۔

ج: "فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ"

یہ قصہ "الجامع" للخطیب میں مذکور ہے۔ (ج ا ص ۲۹۹، ۳۰۰)

اس میں ابوبکر عبداللہ بن یحییٰ الطلحی کی توثیق مطلوب ہے۔

د: "وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ"

اسے حافظ ابن حجر نے تہذیب (ج ۷ ص ۱۵۱) میں امام دارقطنی سے نقل کیا کہ "وقد قیل" یعنی اس اسٹوری (اسطورہ) کی سند ہی نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ عثمان بن ابی شیبہ پر تحریف یا تمسخر بالقرآن والی جملہ روایات موضوع، من گھڑت اور مردود ہیں لہٰذا وہ اس الزام سے سراسر بری ہیں اسی لئے تو محدثین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے اور ان کی حدیثوں سے اپنے صحیح احادیث کے مجموعہ جات کو مزین کیا ہے۔

۱۲: تمنا عمادی ایک حدیث کے بارے میں لکھتا ہے: "نہ ہمام کے سوا قتادہ نے کسی سے کہا......" (انتظار ص ۲۰۱)

حالانکہ مسند احمد (ج ۲ ص ۴۳۷، ح ۹۶۳۰، ۹۶۳۱، ۹۶۳۲) میں اسے سعید بن ابی عروبہ، ہشام اور شیبان نے بھی قتادہ سے روایت کیا ہے۔ باقی کتابوں کو تو فی الحال رہنے دیں، آپ خود فیصلہ کریں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟

۱۳: تمنا نے صحیح احادیث کو تو موضوع قرار دیا ہے اور روایت پرستی کے فتوے لگائے ہیں جبکہ موضوع احادیث کو صحیح باور کرانے کی کوششیں کی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲۲۳ پر "تكثر لكم الأحاديث بعدي فما روي لكم حديث عني فاعرضوه على كتاب الله فما وافقه فاقبلوه وما خالفه فردوه" پیش کی اور لکھا ہے کہ

''ایک صحیح حدیث ہے'' بلکہ اس کی کمپنی کے ایک شخص نے اسی کی کتاب کے مقدمہ (ص ۸) میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔ (لعنة الله علی الکاذبین) حالانکہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے صحاح ستہ یا کسی معتبر کتاب میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((من كذب علي متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار))

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷)

یہ حدیث متواتر ہے۔

۱۴: فرات القزار کے بارے میں تمنا عمادی لکھتا ہے:

'' ایک مجہول الحال آدمی ہیں..... چونکہ امام مسلم ان کی حدیث روایت کر رہے ہیں اس لئے دو تین کوفیوں نے ان کو صرف ثقہ لکھ دیا ہے اور بس......'' (انتظار ص ۲۱۰، ۲۱۱)

فرات کے بارے میں محدثین کرام کی گواہیاں ملاحظہ فرمائیں:

① یحییٰ بن معین البغدادی: ثقہ ② احمد بن شعیب النسائی: ثقہ

③ ابوحاتم الرازی: صالح الحدیث ④ ابن حبان البستی: (ذکرہ فی الثقات)

⑤ ابن شاہین (ذکرہ فی الثقات)

امام بخاری اور امام مسلم نیشاپوری نے بھی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جو کہ توثیق ہے۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ۲۳۳/۸)

اوران کے علاوہ سفیان، العجلی اور ابن حجر وغیرہم نے ان کی توثیق کی ہے۔ کیا یہ سب چند کوفی ہیں اور بس!

۱۵: صحیح مسلم (ج ۲ ص ۳۹۱، ۳۹۲ ح ۳۴/ ۲۸۹۷) کی ایک حدیث میں نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کا ذکر ہے۔

((ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته.))

لیکن اللہ اسے عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا، اوراس کا خون انکے نیزے پر لوگوں

کو دکھائے گا۔ (صحیح مسلم مترجم ج ۳ ص ۸۸۵: عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

اس حدیث کے ترجمہ میں تمنا عمادی لکھتا ہے: ''لیکن اللہ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے گا تو مسلمانوں کو اپنے حربے میں اس کا خون دکھائے گا'' (انتظار ص ۲۵۲)

اور مزید لکھتا ہے: ''یہ ہے کہ جس کو حدیثِ رسول کہا جاتا ہے جس کی تہمت رسول اللہ ﷺ پر لگائی جاتی ہے اللہ خود اپنے ہاتھ سے مسیح دجال کو قتل کرے گا اور اپنا خون آلود حربہ مسلمانوں کو دکھائے گا...'' (انتظار ص ۲۵۲)

حالانکہ حدیث کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو کہ عابد الرحمٰن کاندھلوی صاحب نے صحیح مسلم کے ترجمہ میں کیا ہے بلکہ ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوۃ (ج ۱۰ ص ۱۴۸ طبع امدادیہ ملتان) میں لکھتے ہیں:

'' ولکن یقتله بیده / أي بید عیسی علیه الصلاة والسلام .... ''

اس کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دجال کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کرائے گا۔

ان کے علاوہ تمنا کی اور بہت سی خیانتیں اور تلبیسات ہیں جن کے جمع اور تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ بہرحال جس دن اللہ تعالیٰ کی عدالت ہوگی تو اس دن سب واضح ہو جائے گا اور کوئی مجرم پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔ ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

طوالت کے خوف سے انھی سطور پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آپ اب اصل کتاب ''القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح'' کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے تمام بھائیوں کو غلام احمد قادیانی، تمنا عمادی، ابوالخیر اسدی، پرویز، ڈاکٹر مسعود عثمانی، امین احسن اصلاحی وغیرہ کذابین، اہلِ باطل اور دجالوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

تنبیہ: آج کل اصلاحی گروپ کے جاوید احمد غامدی صاحب، منکرینِ حدیث کی تقلید میں احادیثِ صحیحہ کے خلاف مسلسل شبہات پھیلا رہے ہیں۔ اہلِ سنت عوام کے لئے ان سے بھی بچنا ضروری ہے اور علماء کا کام یہ ہے کہ ان اہلِ باطل فرقوں پر رد کر کے حق کو سر بلند کریں۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۲، اکتوبر ۱۹۹۴ء)

نزول مسیح حق ہے

القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح

آغازِ نبوت خاتم الرسل ﷺ سے ''دینِ اسلام'' پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے، معترض خواہ غیر مسلم ہو یا نام نہاد مسلم، قرآن وحدیث کے مختلف پہلوؤں پر اپنی ذہانت کے تیر چلانا موروثی حق تصور کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی منکرین، معترضین، متعصبین اور اعداءِ اسلام کا تذکرہ ''اندھیرے اور مشعل راہ'' میں کر چکا ہوں اور یہ کتاب مختصر وجامع ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام حق ہے'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

جس میں قرآن، صحیح احادیث، اجماع اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں عیسیٰ بن مریم الناصری علیہما السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور منکرین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد انور شاہ کشمیری کی کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' کا علم ہوا تو کتاب حاصل کر کے پڑھی، بہترین کوشش ہے، تاہم کنز العمال وغیرہ سے بلا تحقیق حدیثیں نقل کی گئی ہیں لہٰذا اس میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع روایات بھی موجود ہیں۔

اہل کتاب (یہود) نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، پیغمبروں پر ستم ڈھائے، انھیں قتل کیا، بچھڑے کو پوجا، بے شمار اعمالِ کفریہ کے مرتکب ہوئے (اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ملعون اور مغضوب علیہم ٹھہرے) ان کی یہ حالت بیان کر کے خالق کائنات فرماتا ہے:

﴿وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا

الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝﴾

اوران کے کفر اور مریم پر بہتانِ عظیم لگانے کی وجہ سے، اوران کے اس قول: ''بے شک ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا ہے۔'' کی وجہ سے، اور انھوں نے اسے نہ قتل کیا اور نہ صلیب (سولی) دی لیکن وہ شبہے میں پڑ گئے، اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ شک میں ہیں، ان کے پاس کوئی علم نہیں سوائے ظن (گمان) کے اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست حکیم ہے۔ اور اہلِ کتاب میں سے ہر شخص اس (عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

(النساء: ۱۵۷تا۱۵۹)

قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

۱: یہود نے عیسیٰ بن مریم ناصری علیہما السلام کو قتل نہیں کیا۔ ۲: اور نہ انھیں سولی دی۔ ۳: بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھا لیا۔ ۴: اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی موت سے پہلے (اس زمانے میں موجود) تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے (یعنی وہ ابھی تک زندہ ہیں اور ان پر موت نہیں آئی ہے)

یہ بات بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور اپنے علم و قدرت سے ہر چیز کو محیط ہے، یہ عقیدہ متعدد قرآنی آیات، احادیث متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے امام الائمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب ''التوحید'' حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ''العلو للعلی الغفار'' امام ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ

کی ''اثبات صفۃ العلو'' وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات سے جدا (بائن) ہے، کسی چیز میں بھی اس نے حلول نہیں کیا ہے لہٰذا اسے اسی ذات کے ساتھ ہر جگہ ماننا بے دینی ہے اور حق یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قدیر، علیم اور محیط ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا اپنے پاس لے جانے کا مطلب آسمانوں پر لے جانا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ○ وَقَالُوا آ أَلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ○ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ○ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○﴾

اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم نے اس سے غل غپاڑا مچا دیا اور کہنے لگے: کیا ہمارے الٰہ (معبود) اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انھوں نے آپ کے سامنے یہ مثال صرف جدل و جدال کے لئے بیان کی ہے بلکہ یہ ہے ہی جھگڑالو قوم۔ وہ (عیسیٰ) محض ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنا دیا اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیتے جو زمین میں تمھارے جانشین ہوتے اور وہ (عیسیٰ) تو قیامت کا ایک علم ہیں (قیامت کی ایک علامت ہیں) لہٰذا اس میں ہرگز شک نہ کرو، اور میری اتباع کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (الزخرف: ۵۷ تا ۶۱)

قرآن مجید کی ان آیات سے معلوم ہوا، کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت کی نشانی: عِلم یا عَلَم (علامت) ہیں، لہٰذا اس میں بالکل شک نہیں کرنا چاہئے۔ مفسر قرآن حبر الائمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارکہ ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ﴾ کے بارے میں فرمایا: ''خروج عيسى قبل يوم القيامة''

قیامت کے دن سے پہلے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کا خروج۔

(صحیح ابن حبان: ۶۷۷۸ دوسرا نسخہ ۶۸۱۷، موارد الظمآن: ۱۷۵۸)

نیز دیکھئے مسند احمد (۱/۳۱۸ ح ۲۹۲۰) تفسیر ابن جریر (۲۵/۵۴) مستدرک الحاکم (۲/۲۵۴ ح ۳۰۰۳ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی) مسند مسدد (المطالب العالیۃ: ۳۷۳۰) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۲/۱۵۴ ح ۱۲۷۴۰) الفریابی، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم (الدر المنثور ج۶ص ۲۰)

اس کی سند میں ایک راوی "ابو یحییٰ مصدع" ہیں۔ ابن شاہین نے کہا: ثقہ (کتاب الثقات: ۱۴۰۷) ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف: ۵۵۵۶) اور یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ (التقریب: ۶۶۸۳) عمار الدہنی نے ان کی تعریف کی (التہذیب ۱۰/۱۴۳) ابن حبان نے تصحیح کے ذریعے سے ان کی توثیق کی، ابن عدی نے ان پر سکوت کیا۔ (الکامل ج ۶/۲۴۵۹) ان پر الجوزجانی (احوال الرجال: ۲۴۹)، ابن حبان (المجروحین ۳/۳۹) اور ابن الجوزی نے جرح کی۔ (العلل المتناہیہ ۲/۵۴) العقیلی نے ضعفاء میں ذکر کیا (۴/۲۶۶) حافظ ابن حجر موافقۃ الخُبر الخَبر (۲/۱۷۴) میں مصدع مذکور اور ابو رزین کے بارے میں لکھتے ہیں: **"وھما ثقتان تابعیان"** اس راوی کے بارے میں امام ذہبی کا قول ہی راجح ہے لہٰذا ان کی حدیث حسن سے کم نہیں ہے، موقوف روایت اس حدیث کا ایک شاہد ہے۔

درج بالا آیت کی تشریح میں مشہور تابعی ابو مالک غزوان الغفاری الکوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: **"نزول عیسی بن مریم** . "عیسیٰ بن مریم کا نزول۔

(تفسیر ابن جریر الطبری ۲۵/۵۴ وسندہ صحیح)

تقریباً یہی بات قتادہ مفسر اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی نے بتائی ہے۔

(دیکھئے تفسیر ابن جریر ۲۵/۵۴ والسند الاول صحیح والثانی حسن)

قرآن مجید کی ان آیات اور متواتر احادیث کی روشنی میں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں آپ آسمان سے زمین پر

اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

تفسیر ''البحر المحیط'' میں ہے:''وأجمعت الأمة علٰى ما تضمنه الحديث المتواتر من أن عيسٰى في السماء وأنه ينزل في آخر الزمان''

حدیث متواتر کے اس مضمون پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور وہ آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ (ج ۲ص ۴۹۷)

عاصم بن بہدلہ صحاح ستہ کے راوی اور جمہور اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا:''إمام صدوق'' (دیوان الضعفاء: ۲۰۴۲)

امام ابن حبان نے کہا:''ثقة متقن'' (صحیح ابن حبان: ۲۱۱۶)

لہٰذا عاصم کی بیان کردہ حدیث حسن درجے سے کم نہیں ہے۔

ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۲۹ھ) نے کہا:

''وأجمعت الأمة علٰى أن الله عزوجل رفع عيسٰى إلى السماء''

اور امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا ہے۔ (الابانہ عن اصول الدیانہ ص ۳۴)

نیز دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ص ۲۴۱) اور ظاہر ہے کہ امت خطاء پر اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يجمع الله أمتي علٰى ضلالة أبدًا ويد الله على الجماعة.))

اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

(المستدرک ۱/۱۱۶ عن ابن عباس واسنادہ صحیح)

محمد رسول اللہ ﷺ سے نزولِ مسیح کی احادیث کئی صحابۂ کرام نے روایت کی ہیں، مثلاً:

ابو ہریرہ الدوسی الیمانی، جابر بن عبداللہ الانصاری، النواس بن سمعان، اوس بن اوس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوسریحہ حذیفہ بن اسید الغفاری، ام المومنین عائشہ، عبداللہ بن مسعود، مجمع بن جاریہ اور عبداللہ بن مغفل وغیرہم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ابوالفیض الادریسی الکتانی نے فرمایا:

"والحاصل أن الأحاديث الواردة في المهدي المنتظر متواترة وكذا الواردة في الدجال وفي نزول سيدنا عيسىٰ بن مريم عليهما السلام"

اور حاصل یہ ہے کہ مہدی منتظر کے بارے میں احادیث متواتر ہیں، اسی طرح دجال کے خروج اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کے بارے میں بھی احادیث متواتر ہیں۔ (نظم المتناثر ص ۲۴۱)

نزول مسیح کی احادیث کے متواتر ہونے کی تصریح درج ذیل علماء نے بھی کی ہے:

① الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری السنی فی جامع البیان فی تفسیر القرآن (۲۰۴/۳)

② ابن کثیر الدمشقی فی تفسیر القرآن العظیم (۵۷۷/۱، ۵۸۲)

اب نزول مسیح کی کچھ صحیح و حسن احادیث لکھی جاتی ہیں تاکہ جو زندہ رہے دلیل دیکھ کر جئے اور جو مرے دلیل دیکھ کر مرے، منکرینِ حدیث اور منکرین اجماع کے شبہات کے مدلل جوابات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔ (وباللہ التوفیق)

۱۔ ابو ہریرہ الدوسی الیمانی رضی اللہ عنہ: آپ مشہور صحابی، ثقہ، حافظ، امام اور محبوب المومنین ہیں۔ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری والدہ کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو مومن بھی مجھے دیکھتا ہے یا میرا ذکر سنتا ہے دعاءِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ (صحیح مسلم مع النووی: ۵۲/۱۶ ح ۲۴۹۱)

آپ سے آٹھ سو یا زیادہ اشخاص نے حدیثیں بیان کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲۹۰/۱۲ یا ص ۲۶۳)

حافظ ذہبی نے فرمایا:

"الإمام الفقيه المجتهد الحافظ صاحب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم .... سيد الحفاظ الأثبات" (سیر اعلام النبلاء ۵۷۸/۲)

ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

(دیکھئے التاریخ الصغیر للبخاری ۱/۱۲۸، ۱۲۹، وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نزول المسیح کی احادیث درج ذیل تابعین کرام نے بیان کی ہیں:

۱: سعید بن المسیب
۲: نافع مولیٰ ابی قتادہ الانصاری
۳: سعید المقبری
۴: عطاء بن میناء مولیٰ ابن ابی ذباب
۵: حنظلہ بن علی الاسلمی
۶: عبدالرحمٰن بن آدم
۷: عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ
۸: ولید بن رباح
۹: محمد بن سیرین
۱۰: زیاد بن سعد
۱۱: کلیب
۱۲: رجل من بنی حنیفہ
۱۳: ابو صالح ذکوان
۱۴: یزید بن الاصم

۱۔ **سعید بن المسیب:** ابو محمد القرشی المدنی، آپ مدینہ کے زبردست عالم اور فقیہ تھے۔ آپ کی مرویات کتبِ ستہ اور تمام دواوینِ اسلام میں موجود ہیں۔ آپ کی عدالت اور جلالت پر اجماع ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا:

"أحد الأعلام و سید التابعین ...... ثقة حجة فقیه رفیع الذکر، رأس في العلم و العمل" (الکاشف: ۱۹۷۹)

آپ سے یہ حدیث امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری القرشی نے سنی، امام زہری سے لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، صالح (بن کیسان)، ابن ابی ذئب، معمر، یونس، ابن جریج، اوزاعی اور الماجشونی وغیرہم متقارب الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

امام زہری کا تعارف: ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ الحارث بن زہرہ بن کلاب القرشی الزہری ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ اہلِ سنت کے مشہور امام ہیں، حافظ ابو نعیم اصبہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں ان کا طویل تذکرہ لکھا ہے۔

(ج ۳ ص ۳۶۰ تا ۳۸۱)

آپ کی احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ، موطأ امام مالک، جامع المسانید

للخوارزمی المنسوب إلی الامام ابوحنیفہ، الام للشافعی، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، المستدرک علی الصحیحین وغیرہ تمام کتبِ حدیث اور دواوین اسلام میں موجود ہیں۔

آپ کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

'' الفقیه الحافظ متفق علی جلالته و إتقانه ''

آپ فقیہ حافظ ہیں اور آپ کی جلالت اور اتقان (ثقہ کا اعلیٰ درجہ) پر اتفاق ہے۔

(تقریب التہذیب: ۶۲۹۶، نیز دیکھئے تدریب الراوی ۸۶/۱)

امام زہری کے بارے میں ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۷ سے تحقیقی بحث پیشِ خدمت ہے:

امام زہری کو امام عجلی و حافظ ابن حبان وغیرہما نے صراحتاً ثقہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تاریخ العجلی: ۱۵۰۰ وقال: '' مدني تابعي ثقة '' الثقات لابن حبان ۳۴۹/۵)

امام بخاری، امام مسلم، امام ابن خزیمہ اور امام ابن الجارود وغیرہم نے تصحیح حدیث کے ذریعے سے انھیں ثقہ وصحیح الحدیث قرار دیا ہے۔

امام زہری کے جلیل القدر شاگرد امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن شہاب ایسے دور میں باقی رہے جب دنیا میں ان جیسا کوئی نہیں تھا۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج۸ص ۷۲ وسندہ صحیح)

امام ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱ھ) نے فرمایا: میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعدیل ۷۳/۸، العلل للامام احمد: ۱۰۷/۱۰۳، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۱ وسندہ صحیح)

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہمارے نزدیک زہری کی حدیث ایسے ہے جیسے (براہِ راست) ہاتھ سے کوئی چیز لی جائے۔

(الجرح والتعدیل ۷۲/۱ وسندہ صحیح)

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز الاموی الخلیفہ نے فرمایا: '' ما أتاك به الزهري يسنده

فاشدد به یدیك ''تمھارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

مشہور تابعی عمرو بن دینار المکی (متوفی ۱۲۶ھ) نے فرمایا: میں نے زہری سے زیادہ بہترین حدیثیں بیان کرنے والا (تابعین میں سے) کوئی نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعدیل ۷۳/۸ وسندہ صحیح، کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۱ ص ۶۳۴ وسندہ صحیح)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں زہری سے زیادہ (ان کے زمانے میں) سنت کا عالم دوسرا کوئی نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۷۳/۸، ۷۴ وسندہ صحیح)

انھوں نے مزید فرمایا کہ میں نے زہری، حماد اور قتادہ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعدیل ۷۴/۸ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے المعرفۃ والتاریخ ۶۲۱/۱، ۶۳۵ وتاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۴۵۰)

اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین نے امام زہری کی بیان کردہ ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳۹۶۴) اور زہری کو ثقہ کہا۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۱۷)

اسماء الرجال اور علل حدیث کے ماہر امام علی بن المدینی نے فرمایا کہ کبار تابعین کے بعد مدینہ میں زہری، یحییٰ بن سعید (الانصاری)، ابوالزناد اور بکیر بن عبداللہ بن الاشج سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۷۴/۸ وسندہ حسن) اور کہا: لوگوں کی حدیثیں اور اقوال سب سے زیادہ زہری جانتے تھے۔ (المعرفۃ والتاریخ ۳۵۳/۱ وسندہ صحیح، ۱۴۲/۱۷)

ابوحاتم رازی نے فرمایا: زہری کی بیان کردہ حدیث حجت ہے اور (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ثقہ زہری ہیں۔ (الجرح والتعدیل ۷۴/۸ وھو صحیح)

ابوزرعہ الرازی نے زہری کو عمرو بن دینار سے بڑا حافظ قرار دیا۔ (الجرح والتعدیل ۷۴/۸ وسندہ صحیح)

مشہور تابعی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق امام مکحول الشامی نے فرمایا: میرے علم میں سنتِ گذشتہ کو زہری سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ (العلل لاحمد: ۱۰۲/۱۰۶ او سندہ صحیح)

لہٰذا ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک بالاجماع امام زہری اعلیٰ درجہ کے ثقہ ومتقن ہیں اور ان کی حدیث صحیح حدیث کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

تشیع کا الزام اوراس کا جواب: ابوالخیر اسدی اپنی کتاب ''اسلام میں نزول مسیح کا تصور'' میں لکھتا ہے: ''شیعہ کے ائمہ رجال کا اعتراف کہ ابن شہاب زہری، امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار ہوتا تھا، چنانچہ مامقانی شیعہ رجال کے مشہور امام اپنی کتاب تنقیح المقال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں: '' قال المامقاني: محمد بن مسلم الزهري المدني عده الشيخ في رجاله من أصحاب الصادق''

محمد بن مسلم الزہری کو شیخ الطائفہ نے اپنے رجال میں امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے...... '' (ص ۴۱، ۴۲، تنقیح المقال فی اسماء الرجال ۱۸۶/۳)

جواب: میں نے مذکورہ سطور میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام زہری اہل سنت کے زبردست ثقہ بالاجماع امام اور سنی ولی ہیں۔ اہل سنت کی تمام کتبِ حدیث میں ان کی احادیث موجود ہیں، سنی علماء نے ان کی تعریف وتوثیق کی ہے اوران کی احادیث کو صحیح بلکہ اصح الاسانید قرار دیا ہے اور کسی ایک سنی محدث نے بھی ان پر تشیع کا الزام نہیں لگایا لہٰذا یہ الزام مردود ہے۔

دوسرے یہ کہ روافض کا کسی شخص کو اپنے نمبر بڑھانے کے لئے اپنی کتابوں میں ذکر کرنا اس بات کی ہرگز دلیل نہیں کہ وہ شخص فی الحقیقت رافضی یا شیعہ تھا۔

وكل يدعي وصلا ليلٰى وليلٰى لا تقرلهم بذاكا

ہر شخص لیلیٰ کے وصل کا دعویدار ہے اور لیلیٰ کو اس سے صاف انکار ہے

درج ذیل اشخاص کو روافض اپنی اسماء الرجال کی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔ کیا یہ بھی شیعہ یا رافضی تھے؟

① علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (الاصول من الکافی ۴۵۲/۱)

② الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (رجال الطوسی ص ۱۵، الاصول من الکافی ۴۶۳/۱)

③ الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (رجال الطوسی ص ۱۵، الاصول من الکافی ۴۶۳/۱)

④ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (تنقیح المقال للمامقانی ۱۹۹/۱، رجال الطوسی ص ۱۲)

⑤ سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تنقیح المقال ۲۵/۲، رجال الحلی ص ۲۹)

⑥ ابوحنیفہ النعمان بن ثابت رحمہ اللہ (تنقیح المقال ۲۷۲/۳، رجال الطوسی ص ۳۲۵)

⑦ یعقوب بن ابراہیم ابویوسف القاضی (تنقیح المقال ۳۲۹/۳)

⑧ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (تنقیح المقال ۷۶/۲ رقم: ۱۰۳۶۰)

⑨ مالک بن انس رحمہ اللہ (تنقیح المقال ۴۸/۲ رقم: ۱۰۰۲۲)

⑩ ابراہیم بن یزید النخعی وغیرہم (تنقیح المقال ۴۳/۱، رجال الطوسی ص ۳۵)

میں پوچھتا ہوں کہ کسی مسلمان میں یہ ہمت ہے کہ ان صحابہ، تابعین ومن بعدھم کو شیعہ یا رافضی قرار دے کر ان کی مرویات کو مردود کہہ دے؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ رافضیوں کا کسی سُنی کو اپنے رجال میں شمار کرنا اسے رافضی نہیں بنا دیتا۔

یہ بات یاد رہے کہ موجودہ دور میں متعدد ناصبی مثلاً فیض عالم صدیقی وغیرہ جب کسی ثقہ راوی کی صحیح حدیث اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے خلاف پاتے ہیں تو جھٹ اسے شیعہ کہہ کر اس کی حدیث سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں سے اہل سنت والجماعت کو ہوشیار رہنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ محدثین کی اکثریت کا یہ مسلک ہے کہ اگر بدعتی راوی ثقہ یا صدوق ہے تو اس کی روایت قابل حجت ہوتی ہے۔

مشہور غیر اہلِ حدیث سرفراز خان صفدر گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"اور اصول حدیث کے رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجئ وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں......"

(احسن الکلام ۳۰/۱)

لہٰذا منکرینِ حدیث کے ثقہ راویوں پر اندھا دھند حملے خالی کارتوسوں کی طرح رائیگاں جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

تنبیہ: مامقانی رافضی نے ابن ابی الحدید معتزلی رافضی کی شرح نہج البلاغہ سے نقل کیا ہے:

"كان الزهري من المنحرف فين عنه يعني علياً"

زہری امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے۔ (تنقیح المقال ۱۸۷/۳)

اور اسی طرح مامقانی رافضی نے اپنے بعض اکابر سے نقل کیا ہے کہ زہری (اہل بیت کے) دشمن تھے۔" (ایضاً)

ابو جعفر الطوسی الرافضی نے کہا:

"محمد بن شهاب الزهري عدو ......" (رجال طوسی: ص ۱۰۱)

"من لا يحضره الفقيه" کے محشی نے شرح مشیخۃ الفقیہ کے حاشیہ میں امام زہری کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کا منحرف لکھا ہے۔ (۸۲/۴)

اب آپ فیصلہ کریں کہ کیا رافضیوں کے کہنے پر امام زہری کو ناصبی قرار دیا جا سکتا ہے؟

مشہور زاہد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے سچ کہا ہے:

"وعلامة الرافضة تسميتهم أهل الأثر ناصبية وكل ذلك عصبية وغياظ لأهل السنة ولا إسم لهم إلا اسم واحد وهو أصحاب الحديث"

اور رافضیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل اثر کو ناصبی کہتے ہیں۔ یہ سب تعصب ہے اور ان کا اہل سنت کے ساتھ غصہ ہے اور ان کا صرف ایک ہی نام ہے اور وہ ہے اصحاب الحدیث۔ (الغنیۃ للطالبی طریق الحق ۸۰/۱)

اور میں کہتا ہوں کہ اسی طرح فرقہ ناصبیہ کی یہ علامت ہے کہ وہ اہل سنت کو رافضی یا شیعہ کہتے ہیں۔

تدلیس کی بحث: متعدد علماء نے امام زہری کو مدلس قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے کہا:

" الحافظ الحجة ، كان يدلس في النادر "

آپ حافظ حجت تھے، کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال ۴۰/۴)

مشہور محدث امام صلاح الدین العلائی (متوفی ۷۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"والصحيح الذي عليه جمهور أئمة الحديث والفقه والأصول الإحتجاج بما رواه المدلس الثقة مما صرح فيه بالسماع دون ما رواه بلفظ محتمل لأن جماعة من الأئمة الكبار دلسوا وقد اتفق الناس على

الإحتجاج بهم ولم يقدح التدليس فيهم كقتادة والأعمش والسفيانين: الثوري وابن عيينة وهشيم بن بشير وخلق كثير وأيضًا فإن التدليس ليس كذبًا صريحًا بل هو ضرب من الإيهام بلفظ محتمل ......"

اور صحیح وہ ہے جس پر محدثین، فقہاء اور اصولیین ہیں کہ ثقہ مدلس جو روایت سماع کی تصریح کے ساتھ بیان کرے اس سے حجت پکڑی جائے اور جو لفظ محتمل (عن وغیرہ) کے ساتھ بیان کرے، اس سے حجت نہ پکڑی جائے کیونکہ ائمۂ کبار کی ایک جماعت نے تدلیس کی ہے اور لوگ ان کے ساتھ حجت پکڑنے پر متفق ہیں اور تدلیس نے انھیں نقصان نہیں پہنچایا مثلاً قتادہ، اعمش، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، ہشیم بن بشیر اور بہت سے لوگ اور یہ بات بھی ہے کہ تدلیس صریح جھوٹ نہیں بلکہ وہ لفظ محتمل (عن وغیرہ) کے ساتھ ایہام کی ایک قسم ہے۔

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۸، ۹۹)

امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی فرماتے ہیں:

"ومن عرفناه دلس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته وليست تلك العورة بكذب فنرد بها حديثه ولا النصيحة في الصدق فنقبل منه ما قبلنا من أهل النصيحة في الصدق فقلنا: لا نقبل من مدلس حديثًا حتى يقول فيه حدثني أو سمعت ......"

اور جسے ہم جان گئے ہیں کہ اس نے ایک مرتبہ ہی تدلیس کی ہے تو ہم پر اس کا نقص اس کی روایت میں ظاہر ہو گیا اور یہ نقص جھوٹ نہیں ہے کہ ہم اس کی وجہ سے اس کی حدیث کو (مطلقاً) رد کر دیں اور (یہ نقص) نہ سچائی میں خیر خواہی ہے تا کہ ہم اس کی روایت بھی (مطلقاً) قبول کر لیں جس طرح ہم سچائی میں خیر خواہوں (غیر مدلسین) کی روایات قبول کرتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ حدثنی یا سمعت [میں نے سنا ہے] کہے یعنی سماع کی تصریح

کرے۔ (الرسالہ ص ۳۷۹)

لہٰذا امام زہری نے جن روایات میں سماع کی تصریح کی ہے، ان کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہے؟ بعض لوگ امامِ شعبہ اور چند علماء سے تدلیس کی سخت مذمت اور تکذیب نقل کرتے ہیں، حالانکہ یہ اقوال مرجوحہ ہیں۔ ابوعمرو بن الصلاح الشہر زوری فرماتے ہیں:

''وھذا من شعبۃ اِفراط محمول علی المبالغۃ فی الزجر عنه والتنفیر''

اور یہ قول امام شعبہ سے افراط پر مبنی ہے اور یہ تدلیس سے دھمکانے اور نفرت دلانے کے مبالغہ پر محمول ہے۔ (علوم الحدیث المعروف بمقدمہ ابن الصلاح ص ۹۸)

امام ابن الصلاح کے بیانِ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام شعبہ نے خود کئی مدلسین مثلاً قتادہ، ابواسحاق السبیعی اور اعمش سے روایت بیان کی ہے بلکہ امام شعبہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے کہا:

'' کفیتکم تدلیس ثلاثۃ الأعمش وأبي إسحاق وقتادۃ ...... ''

میں آپ کے لئے تین اشخاص، اعمش، ابواسحاق اور قتادہ کی تدلیس سے بچنے کے لئے کافی ہوں۔ (طبقات المدلسین بتحقیقی ص ۴۳، جزء مسالۃ التسمیہ ص ۴۷ وسندہ صحیح)

لہٰذا علماء کے نزدیک ان راویوں سے شعبہ کی روایت اگر معنعن بھی ہو تو سماع پر محمول ہوتی ہے۔

(دیکھئے فتح الباری ج ۴ ص ۳۸، ۱۹۴، ج ۱۰ ص ۱۶۶، ج ۱۱ ص ۱۴۶، ۱۹۷، ۲۱۱، ۲۴۱، ۲۶۲، ۵۴۶، ج ۱۲ ص ۲۱۷)

لہٰذا زہری کی تصریح بالسماع سے روایت صحیح ہوتی ہے۔

ارسال کی بحث: بعض مبتدعین، امام یحییٰ بن سعید القطان کا قول کہ زہری کی مرسل روایتیں ''بمنزلۃ ریح'' ہیں، نقل کرکے امام زہری کو مطعون کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی راوی کا مرسل احادیث بیان کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عدالت پر جرح ہے۔ متعدد ائمہ نے مرسل روایات بیان کی ہیں، مثلاً ابراہیم نخعی، ایوب السختیانی، ثابت البنانی، جعفر الصادق، حسن بصری، ربیعہ الرائے، رجاء بن حیوہ، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، سفیان ثوری، اعمش، قاضی شریح، شعبہ،

طاؤس، الشعبی، عروہ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ اور قتادہ وغیرہم۔

(دیکھئے کتاب المراسیل لابی داود وغیرہ)

کیا یہ ائمہ مرسل روایات بیان کرنے کی وجہ سے ضعیف و مجروح بن گئے ہیں؟ یہ بات حق ہے کہ مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے لیکن یہ بات باطل ہے کہ ہر مرسِل (ارسال کرنے والا) ضعیف ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ امام زہری کا ارسال سخت خطرناک ارسال تھا تو عرض ہے کہ اس کی وجہ بھی محدثین نے بتا دی ہے:

امام یحییٰ بن سعید القطان نے کہا:

''هؤلاءِ قوم حفّاظ كانوا إذا سَمِعُوا الشيء علّقوه''

یہ لوگ (قتادہ وزہری) حفاظ حدیث میں سے تھے۔ جب یہ کوئی چیز سنتے تو اسے یاد کر لیتے تھے۔ (المراسیل لابن ابی حاتم: ص ۳)

مزید فرمایا:

''مرسل الزهري شر من مرسل غيره لأنه حافظ ، وكل ما قدر أن يسمي سمي ، وإنما يترك من لا يحب أن يسميه''

زہری کی مرسل دوسروں کی مرسل سے زیادہ بری ہوتی ہے کیونکہ وہ حافظ ہیں، اور وہ (زہری) جس کا وہ نام لینا چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور صرف اسی شخص کا نام ترک کرتے ہیں جس کا نام لینا پسند نہیں کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۳۸/۵)

معلوم ہوا کہ زہری کی مراسیل غیر ثقات سے ہونے کی وجہ سے زیادہ ضعیف ہیں۔ امام یحییٰ بن سعید القطان نے قتادہ کی مراسیل کو بھی ''بمنزلۃ الریح'' قرار دیا۔

(المراسیل لابن ابی حاتم: ص ۳ وسندہ صحیح)

اور سعید بن المسیب کی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقطع روایت کو '' ذاك شبه الريح '' کہا ہے۔

یعنی وہ ہوا کی طرح کمزور ہے۔ (ایضاً ص ۴ وسندہ صحیح)

اور کہا: '' مرسلات ابن أبي خالد – يعني إسماعيل – ليس بشيء ''

اسماعیل بن ابی خالد کی مرسل روایات کچھ بھی نہیں ہیں۔

(جامع التحصیل ص ۳۸، المراسیل ص ۵ وسندہ صحیح)

امام محمد بن سیرین سے بھی ابو العالیہ اور حسن بصری کی مراسیل پر سخت تنقید مروی ہے۔ اور انھوں نے فرمایا: چار اشخاص (الحسن، ابو العالیہ، حمید بن ہلال اور ایک آدمی [داود بن ابی ھند]) ہر ایک کو سچا سمجھتے تھے اور اس بات کی پرواہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ کس سے سن رہے ہیں۔

(سنن دارقطنی ۱/۱۷۱،۲/۱۷۱، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد: ۹۸۹ وسندہ صحیح واللفظ لہ)

کیا ان علماء کو بھی ضعیف وغیر ثقہ قرار دیا جائے گا؟ حق یہ ہے کہ جو شخص ثقہ ہے اس کی متصل روایات کو قبول اور مرسل روایات کو مردود سمجھنا چاہئے۔

ادراج کی بحث: بعض اشخاص نے لکھا ہے: ''زہری کی عادت ادراج کی بھی تھی'' ''ادراج'' کہتے ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اپنے الفاظ ملا دینے کو یعنی حدیث میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ درج کر دینا'' (نزول مسیح کا تصور ص ۱۲۰)

حالانکہ ائمہ محدثین نے ادراج کو راوی کی عدالت میں کبھی جرح قرار نہیں دیا۔ ادراج کی تعریف میں حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

" معرفة أقسام منها ما أدرج في حديث رسول الله ﷺ من كلام بعض رواته بأن يذكر الصحابي أومن بعده عقيب ما يرويه من الحديث كلامًا من عند نفسه فيرويه من بعده موصولاً با لحديث غير فاصل بينهما بذكر قائله فيلتبس الأمر فيه على من لا يعلم حقيقة الحال ويتوهم أن الجميع عن رسول الله ﷺ "

اس کی کئی قسمیں ہیں: ان میں سے وہ بھی ہے جو حدیثِ رسول میں بعض راویوں کا کلام درج ہو جائے، وہ اس طرح کہ کوئی صحابی یا جو اس سے نیچے والا راوی اپنی طرف سے اس حدیث میں کوئی کلام (بطور تفسیر) ذکر کرے جسے وہ روایت کر رہا ہے تو بعد والا راوی اسے حدیث کے ساتھ ملا کر (موصول) روایت کر دے اور قائل

کے کلام کو جدانہ کرے (اس شخص پر) جو حقیقت حال سے بے خبر ہے، معاملہ مشتبہ ہو جائے اور اسے یہ وہم ہو کہ یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۷)

معلوم ہوا کہ راوی کی غلطی نہیں ہوتی بلکہ وہ حدیث کی شرح وتفسیر میں کچھ کلام عرض کرتا ہے جسے بعد والا راوی اصل بات سے بے خبری کی وجہ سے متنِ حدیث میں درج کر دیتا ہے۔

محدثین کرام پر اللہ تعالیٰ کی ان گنت، بے شمار رحمتیں ہوں کہ جنھوں نے انتہائی باریک بینی اور غیر جانبداری سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے اور عدل وانصاف کی میزان ہاتھ میں لے کر اپنی لاجواب تحقیقات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ متصل، یہ منقطع، یہ محفوظ اور یہ شاذ ہے، یہ سالم من الادراج اور یہ مدرج ہے، وغیرہ۔ رحمہم اللہ اجمعین

مدرج کے موضوع پر متعدد علماء نے کتابیں لکھی ہیں، مثلاً خطیب بغدادی کی "الفصل للوصل في مدرج النقل" (اس کے قلمی نسخے کی فوٹوسٹیٹ میں نے دیکھی ہے اور اب یہ کتاب دو جلدوں میں مطبوع ہے۔) حافظ ابن حجر کی "تقریب المنهج بترتیب المدرج" اور جلال الدین السیوطی کی "المدرج إلی المدرج" (یہ ہماری لائبریری میں موجود ہے)

اب ان علماء کے نام لکھتا ہوں جنھوں نے کسی حدیث کی تشریح میں کوئی کلمہ کہا اور بعد کے راویوں نے متن میں درج کر دیا:

۱: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۲۸، المدرج إلی المدرج ص ۱۱)

۲: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (المدرج إلی المدرج ص ۱۸، ۲۱)

۳: سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ (المدرج ص ۴۶)

کیا انھیں بھی مجروح قرار دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! اسی طرح اس نام نہاد جرح سے امام زہری بھی بری ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

"والأصل عدم الأدارج ولا یثبت إلا بدلیل" اور اصل علومِ ادراج کا دعویٰ دلیل

کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ۳۱۱/۷)

خلاصہ: مختصر یہ کہ امام زہری جلیل القدر سنی عالم، مشہور تابعی، ثقہ حجت تھے، ان کی روایت اعلیٰ درجے کی صحیح ہوتی ہے۔

گولڈزیہر یہودی اور اس کے مقلدین کی خود ساختہ جروح قطعاً مردود ہیں بلکہ منکرین رسالت کی ان جروح سے امام زہری کی شان اور زیادہ بلند ہو جاتی ہے، اس ولی من اولیاء اللہ پر اللہ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں۔ رحمہ اللہ

امام زہری سے نزول مسیح کی یہ حدیث جن شاگردوں نے سنی ان کا ذکر کیا جا چکا ہے، اب ان کی روایات کا مختصر تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

۱: لیث بن سعد: آپ کتب ستہ کے راوی اور ''ثقہ، ثبت، فقیہ، امام مشہور'' تھے۔

(تقریب التہذیب: ۵۶۸۴)

آپ سے یہ حدیث درج ذیل علماء نے بیان کی ہے:

① یحییٰ بن بکیر (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۴۴/۱)

② ہاشم (مسند احمد ۵۳۸/۲)

③ یزید بن موہب (صحیح ابن حبان: ۶۷۷۹)

④ احمد بن سلمہ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۴۴/۱)

⑤ قتیبہ بن سعید (صحیح بخاری: ۲۲۲۲، صحیح مسلم: ۱۵۵، سنن ترمذی: ۲۲۳۳، الایمان لابن مندہ: ۴۰۷، من طریق النسائی عنہ)

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قتیبہ بن سعید کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

((والذي نفسي بيده! ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكمًا مقسطًا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله أحد .))

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور عنقریب تم میں ابن مریم

حاکم، عادل بن کر نازل ہوں گے پھر وہ صلیب توڑ دیں گے اور مال کو بہا دیں گے حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ''هٰذا حدیث حسن صحیح''

⑨ محمد بن رمح (صحیح مسلم:۱۵۵)

۲: سفیان بن عیینہ: آپ سے درج ذیل علماء نے یہ حدیث انتہائی معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی ہے:

① علی بن عبداللہ المدینی (صحیح بخاری:۲۳۴۴)

اس کے شروع میں ''لا تقوم الساعة'' کے الفاظ زیادہ ہیں۔

② زہیر بن حرب (صحیح مسلم:۱۵۵)

③ ابوبکر بن ابی شیبہ (المصنف ۱۵/۱۴۴، وعنہ ابن ماجہ:۴۰۷۸)

④ عبدالاعلیٰ بن حماد (صحیح مسلم:۱۵۵)

⑤ عمرو الناقد (مسند ابی یعلی الموصلی:۵۸۷۷)

⑥ احمد بن حنبل (فی مسندہ ۲/۲۴۰)

⑦ ابن ابی عمر (الشریعہ للآجری ص ۳۸۱)

⑧ الحمیدی (المستخرج علی صحیح مسلم لأبی عوانہ ۱/۱۰۵)

(نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۶/۱۰۱)

۳: صالح بن کیسان المدنی: (دیکھئے تحفۃ الاشراف للحافظ المزی ۱۰/۲۶، ۲۷)

آپ کتب ستہ کے راوی ''ثقه ثبت فقیه'' تھے۔ (تقریب التہذیب:۲۸۸۴)

امام زہری آپ کے استاد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۹/۴۷)

اور ابراہیم بن سعد الزہری ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الکمال للحافظ المزی ۹/۴۷)

آپ سے ابراہیم الزہری نے اور ان سے یعقوب بن ابراہیم نے یہ حدیث سنی، یعقوب بن ابراہیم سے اسحاق (صحیح بخاری: ۳۴۴۸) عبد بن حمید، حسن الحلوانی (صحیح مسلم:

۱۵۵/۳۹۰) ابوداود الحرانی (صحیح ابی عوانہ ۱/۱۰۵) اور محمد بن یحییٰ الذہلی (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۱۸۰) نے یہ حدیث بیان کی ہے، بخاری وغیرہ میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"وحتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول أبو هریرة: اقرؤا إن شئتم ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ الآیة"

یہاں تک کہ (ان کے نزدیک) ایک وقت کا سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا، پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر (تصدیق) چاہتے ہو تو پڑھو: "اور کوئی اہلِ کتاب ایسا نہیں ہوگا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے"

بعض لوگوں نے پوچھا ہے کہ امام بخاری کے استاذ "اسحاق" کون ہیں؟ تو عرض ہے کہ وہ اسحاق بن راہویہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد أخرج أبو نعیم فی المستخرج هذا الحدیث من مسند إسحاق بن راهویه وقال: أخرجه البخاري عن إسحاق"

اور ابو نعیم (اصبہانی) نے مستخرج (علی صحیح البخاری) میں یہ حدیث مسند اسحاق بن راہویہ سے روایت کی ہے اور کہا: اسے بخاری نے اسحاق سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ۶/۴۹۲ ط ۱۳۴۸ھ)

دوسرے یہ کہ عبد بن حمید وغیرہ نے اسحاق کی متابعت کر رکھی ہے لہٰذا ان پر اعتراض ہر لحاظ سے مردود ہے۔

۴: معمر (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۰ وعنہ احمد فی مسندہ ۲/۲۷۲)

۵: یونس بن یزید (صحیح مسلم: ۱۵۵، الایمان لابن مندہ: ۴۱۱)

۶: ابن جریج (صحیح ابی عوانہ ۱/۱۰۴)

۷: اوزاعی (ابوعوانہ ۱/۱۰۵، مشکل الآثار للطحاوی ۱/۲۷)

۸: عبدالعزیز بن عبداللہ ابی سلمہ الماجشون

(مسند علی بن الجعد: ۲۸۶۷ وعنہ البغوی فی شرح السنہ ۱۵/۸۰ وقال :هذا حديث متفق على صحته)

9: ابن ابی ذئب (مسند ابی داود الطیالسی: ۲۲۹۷، مشکل الآثار ۲۸/۱)

مختصر یہ کہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

(۲) نافع مولیٰ ابی قتادہ الانصاری رحمہ اللہ: آپ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۷۰۷۴)

آپ سے یہ حدیث امام زہری نے بیان کی ہے اور ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ آپ سے یہ حدیث درج ذیل علماء نے سن کر آگے بیان کی ہے:

① یونس (بن یزید الایلی) آپ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور کتب ستہ کے راوی ہیں، آپ کی روایت صحیح بخاری (۳۴۴۹) صحیح مسلم (۱۵۵) کتاب الایمان لابن مندہ (۴۱۴) شرح السنہ للبغوی (۱۵/۸۲) وغیرہ میں ہے۔

② معمر (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۱ وعنہ احمد ۲/۲۷۲ وابن مندہ فی الایمان: ۴۱۵)

③ عُقیل (کتاب الایمان لابن مندہ: ۴۱۶ وعنہ ابن حجر فی تغلیق التعلیق ۴/۴۰)

④ اوزاعی (الایمان لابن مندہ: ۴۱۳ وعنہ ابن حجر فی تغلیق التعلیق ۴/۴۰، البعث للبیہقی کما فی فتح الباری ۶/۳۸۵، معجم ابن الاعرابی کما فی تغلیق التعلیق، صحیح ابن حبان: ۶۷۶۴، صحیح ابی عوانہ ۱/۱۰۶)

⑤ ابن اخی الزہری (صحیح مسلم: ۱۵۵)

⑥ ابن ابی ذئب (صحیح مسلم: ۱۵۵/۲۴۶، مسند احمد ۲/۳۳۶، صحیح ابی عوانہ ۱/۱۰۶)

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یونس بن یزید کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

" كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم "

تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسیٰ بن مریم تم میں اتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے (ہی) ہوگا۔

کتاب الاسماء والصفات للبیہقی میں یونس کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

" كيف أنتم إذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وإمامكم منكم "

تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا۔ (ص ۵۳۵ وفی نسخہ اخری ص ۴۲۴)

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے "من السماء" کے اور بھی شواہد ہیں جو آگے آرہے ہیں۔

امام بغوی نے بخاری کی حدیث کے بارے میں شرح السنہ میں فرمایا ہے:

" هذا حديث متفق علىٰ صحته " اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

ایک اہم بات....: امام بیہقی مستقل مخرجِ حدیث ہیں، اور ان کی بیان کردہ یہ سند صحیح ہے لہٰذا ان کی زیادت مقبول ہے کیونکہ ثقہ کی زیادت اگر ثقات یا اوثق کے خلاف نہ ہو تو مقبول ہوتی ہے۔ (دیکھئے الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۲۴-۴۲۹ للخطیب البغدادی)

اور اگر امام بیہقی کہیں کہ "رواہ البخاری" تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ (دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۱ مع شرح العراقی)

(۳) عطاء بن میناء مولیٰ ابن ابی ذباب رحمہ اللہ: آپ کتب ستہ کے راوی ہیں۔

امام العجلی نے کہا: "(مدني) تابعي ثقة" (تاریخ الثقات: ۱۱۳۳)

امام ابن حبان نے آپ کی توثیق کی، بعض علماء نے آپ کو صدوق اور بعض نے کان من أصلح الناس قرار دیا۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۱۹۳/۷)

لہٰذا آپ ثقہ وصدوق ہیں۔ آپ سے سعید بن ابی سعید المقبری اور ان سے لیث بن سعد اور ابن اسحاق نے یہ روایت بیان کی ہے۔

① لیث بن سعد: (صحیح مسلم: ۱۵۵، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۷، الشریعہ للآجری ص ۳۸۰، مشکل الآثار ۲۸/۱)

صحیح مسلم میں اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

((واللّٰه! لينزلن ابن مريم حكمًا عادلاً فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية ولتتركن القلاص فلا يسعى عليها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون إلى المال فلا يقبله أحد .))

اللہ کی قسم! ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ عدل کرنے والے حاکم ہوں گے، صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ جوان اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا تو پھر کوئی ان سے بار برداری کا کام نہ لے گا اور لوگوں کے دلوں سے عداوت، بغض اور حسد ختم ہو جائے گا اور مال دینے کے لئے بلائیں گے تو کوئی مال قبول نہ کرے گا۔

③ محمد بن اسحاق: (المستدرک للحاکم ۲/۵۹۵)

اس کی سند محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۴) سعید بن ابی المقبری رحمہ اللہ: امام ابویعلی الموصلی نے کہا:

حدثنا أحمد بن عيسى حدثنا ابن وهب عن أبي صخر أن سعيدًا المقبري أخبره أنه سمع أبا هريره يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ((والذي نفس أبي القاسم بيده! لينزلن عيسى بن مريم إمامًا مقسطًا وحكمًا عدلاً فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين وليذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثم لئن قام على قبري فقال: يا محمد لأجيبنه .))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) ضرور امام منصف اور حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے۔ پس آپ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور ایک دوسرے سے ناراض باہم صلح کر لیں گے، اور عداوت ختم ہو جائے گی اور اس پر مال پیش کریں گے تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا: اے محمد (ﷺ) تو میں (بطورِ معجزہ) ضرور اِس کا جواب دوں گا۔

(مسند ابی یعلیٰ ۱۱/۴۶۲ ح ۶۵۸۴)

اس کی سند حسن ہے اور اس کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

[تنبیہ: بعد میں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن وہب المصری قولِ راجح میں مدلس ہیں لہٰذا یہ سند حسن نہیں بلکہ ضعیف ہے۔]

(۵) حنظلہ بن علی الاسلمی رحمہ اللہ: آپ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۱۵۸۴)

آپ سے نزولِ مسیح کی حدیث امام زہری نے اور ان سے ایک جماعت مثلاً: سفیان بن عیینہ، لیث، معمر، اوزاعی اور یونس وغیرہم نے بیان کی ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱۲۵۲) مسند احمد (۲/۵۴۰، ۲۴۰) تفسیر ابن جریر (۳/۲۰۴) مسند علی بن الجعد (۲۸۸۸) مسند الحمیدی (نسخۂ دیوبندیہ: ۱۰۰۵) الایمان لابن مندہ (۴۱۹) صحیح ابن حبان (۶۷۸۱) مصنف عبدالرزاق (۲۰۸۴۲) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵/۱۴۴)

مسند حمیدی میں زہری کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ کی زہری سے روایت کا متن درج ذیل ہے:

عن النبي ﷺ قال: ((والذي نفسي بيده! لَيُهِلَّنّ ابن مريم بفج الروحاء حاجًا أو معتمرًا أو ليثنينّهما))

نبی ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ ابن مریم روحاء کی گھاٹی میں حج یا عمرہ یا دونوں کی لبیک کہیں گے۔

مسند احمد (۲/۲۹۰) میں صحیح سند کے ساتھ درج ذیل الفاظ زیادہ ہیں:

" قال وتلا أبو هريرة: ﴿ وان من أهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدًا ﴾ فزعم حنظلة أن أبا هريرة قال: يؤمن به قبل موته: عيسى، فلا أدري هذا كله حديث النبي ﷺ أوشيء قاله أبو هريرة ؟ "

فرمایا: پھر ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے آیت پڑھی، اور (نزولِ مسیح کے بعد) تمام اہلِ کتاب (ابن مریم) کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائیں گے، اور قیامت کے دن وہ

ان پر گواہ ہوں گے، پس حنظلہ نے گمان کیا: بے شک ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے (لیکن) مجھے معلوم نہیں کہ یہ سارا متن حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا کچھ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا کلام ہے۔

(مسند احمد ۲/۲۹۰، ۲۹۱ح ۷۸۹۰)

(۶) عبدالرحمٰن بن آدم رحمہ اللہ: آپ صحیح مسلم کے راوی اور صدوق ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۳۷۹۶)

آپ سے قتادہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ مسند احمد میں آپ نے عبدالرحمٰن بن آدم سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں ہے:

مسند احمد (۲/۴۰۶، ۴۳۷) سنن ابی داود (۴۳۲۴) مصنف ابن ابی شیبہ (ط جدیدہ ۴۹۹/۶ ح ۳۷۵۲۶) صحیح ابن حبان (۶۷۷۵، ۶۷۸۲) مسند ابی داود الطیالسی (۲۵۷۵) تفسیر ابن جریر (۳/۲۰۴) مستدرک الحاکم (۲/۵۹۵) وغیرہ۔

حاکم اور ذہبی دونوں نے اسے صحیح کہا ہے۔

حدیث کا متن:

((الأنبياء (كلهم) إخوة لعلات دينهم واحد وأمهاتهم شتى وأنا أولى الناس بعيسى ابن مريم لأنه لم يكن بيني وبينه نبي وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض سبط كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل بين ممصرتين فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويعطل الملل حتى يهلك الله في زمانه الملل كلها غير الإسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال الكذاب وتقع الأمنة في الأرض حتى ترتع الإبل مع الأسد جميعًا والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان أو الغلمان

بالحيات لا يضر بعضهم بعضًا فيمكث ما شاء الله أن يمكث ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون ويدفنونه .))

(تمام) انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں (شریعتیں) جدا جدا ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ میں عیسیٰ بن مریم کے نزدیک ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور بے شک وہ نازل ہونے والے ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ ایک درمیانے قد کے سرخ وسفید رنگت والے آدمی ہیں، ان کے بال سیدھے ہیں، گویا ابھی ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے، اور وہ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے (وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے) پس وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو ختم کر دیں گے اور ملتیں (مذاہبِ عالم) معطل ہو جائیں گے یہاں تک کہ ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا ساری ملتوں (مذہبوں) کو ہلاک (ختم) کر دے گا اور دجالِ اکبر کذاب بھی انھی کے زمانے میں ہلاک ہو جائے گا، زمین میں امن واقع ہو جائے گا حتیٰ کہ اونٹ شیر کے ساتھ، چیتے اور گائیں، بھیڑیے اور بکریاں اکٹھا چریں گے، اور بچے یا لڑکے، سانپوں سے کھیلیں گے، لیکن ایک دوسرے کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اللہ جتنا چاہے گا وہ (عیسیٰ بن مریم زندہ) رہیں گے پھر وہ وفات پا جائیں گے پھر مسلمین (مسلمان) ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے اور انھیں دفن کر دیں گے۔

(مسند احمد ۲/۴۳۷ ح ۹۶۳۰، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۲، والزیادۃ منہ)

اس حدیث کی مزید تحقیق میں نے اپنی کتاب ''تخریج کتاب النھایہ فی الفتن والملاحم'' (ص ۱۴۱ ح ۳۳۳) میں تفصیل کے ساتھ کی ہے، یہ کتاب عربی میں ہے اور ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اللھم یسر لنا طبعه

(۷) عبدالرحمٰن بن أبی عمرہ رحمہ اللہ: آپ کتب ستہ کے راوی ہیں، ابن حبان نے

آپ کی توثیق کی ہے اور ابن سعد نے کہا: ”کان ثقة کثیر الحدیث“

(تہذیب التہذیب ۶/ ۲۱۹، ۲۲۰)

امام احمد بن حنبل نے حسن سند کے ساتھ ان سے عبدالرحمٰن بن آدم کی حدیث کا ایک قطعہ روایت کیا ہے: ((أنا أولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والآخرة الأنبیاء إخوة من علات، أمهاتهم شتی ودینهم واحد .))

میں عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کے ساتھ دنیا و آخرت میں سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں، انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی شریعتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔

(۸) **ولید بن رباح رحمہ اللہ:** آپ سنن ابی داود وغیرہ کے راوی ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، ابو حاتم نے کہا: صالح اور بخاری نے کہا: ”حسن الحدیث“

(تہذیب التہذیب ۱۱/ ۱۱۷)

ابن حجر نے کہا: ”صدوق“ (تقریب التہذیب: ۷۴۲۲)

اور حافظ ذہبی نے کہا: ”صدوق“ (الکاشف ۳/ ۲۰۹)

ولید سے کثیر بن زید الاسلمی نے اور کثیر سے ابو احمد الزبیری نے اور ان سے احمد بن حنبل نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ کثیر بن زید: مختلف فیہ راوی ہیں لیکن جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں پس یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ حدیث کا متن درج ذیل ہے:

((یوشك المسیح عیسی بن مریم أن ینزل حكمًا قسطًا وإمامًا عدلاً فیقتل الخنزیر ویكسر الصلیب ......))

قریب ہے کہ عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) حاکم منصف اور امام عادل کی حیثیت سے نازل ہو جائیں، پس آپ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے... الخ“

(مسند احمد ۲/ ۳۹۴ ح ۹۱۱۰)

(۹) **محمد بن سیرین رحمہ اللہ:** آپ کتب ستہ کے مرکزی راوی اور ”ثقة ثبت عابد کبیر القدر“ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۵۹۴۷)

آپ روایت بالمعنی کے قائل نہیں تھے۔ یہ موقف آپ کی کمال احتیاط کا ثبوت ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ بھی جائز ہے۔ (کما هو المبسوط فی کتب الأصول وغیرهما)

آپ سے درج ذیل اشخاص نے یہ حدیث بیان کی ہے:

① سلیمان بن ابی سلیمان (الکامل لابن عدی ۱۱۱۱/۳)

② ابن عون (المعجم الصغیر للطبرانی ۳۴/۱، المعجم الاوسط ۱۸۲/۲ ح ۱۳۳۱)

③ ہشام بن حسان (مسند احمد ۴۱۱/۲ ح ۹۳۱۲)

ہشام کی روایت کا متن:

"عن النبي ﷺ قال: ((یوشك من عاش منكم أن یلقی عیسی بن مریم إمامًا مهدیًا وحكمًا عدلاً فیكسر الصلیب و یقتل الخنزیر ویضع الجزیة وتضع الحرب أوزارها .))

نبی ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے، عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ امام مہدی اور حاکم عادل ہوں، پس آپ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے اور جنگ ختم ہو جائے گی۔ (۴۱۱/۲ ح ۹۳۱۲)

[تنبیہ: ہشام بن حسان مدلس ہیں لہٰذا یہ روایت ان کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

(۱۰) زیاد بن سعد رحمہ اللہ: آپ کو ابن حبان نے کتاب الثقات (ج ۴ ص ۲۵۵) امام بخاری نے (التاریخ الکبیر ۳۵/۳) اور ابن ابی حاتم نے (الجرح والتعدیل ۵۳۳/۳) میں ذکر کیا ہے اور جرح یا تعدیل کچھ بھی نقل نہیں کی۔

حافظ ابن کثیر نے ان کی درج ذیل حدیث کے بارے میں کہا:

"تفرد به أحمد وإسناده جید قوي صالح" (النہایہ فی الفتن والملاحم ۱۸۵/۱)

زیاد کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

((ینزل عیسی بن مریم إمامًا عادلاً وحكمًا مقسطًا فیكسر الصلیب

ویقتل الخنزیر و یرجع السلم ویتخذ السیوف مناجل و تذھب حمة کل ذات حمة و تنزل السماء رزقھا و تخرج الأرض برکتھا حتی یلعب الصبی بالثعبان فلا یضرہ ویراعی الغنم الذئب فلا یضرھا ویراعی الأسد البقر فلا یضرھا .))

عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے، آپ صلیب توڑ دیں گے، آپ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور سلامتی کا دور دورہ ہوگا، اور تلواروں کی درانتیاں بنا لی جائیں گی، اور ہر خواہش کرنے والے کی خواہش ختم ہو جائے گی، اور آسمان اپنا رزق اتارے گا اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی یہاں تک کہ چھوٹا بچہ اژدھا کے ساتھ کھیلے گا اور اسے وہ نقصان نہیں پہنچائے گا بھیڑیں، بھیڑیئے کے ساتھ اکٹھی چریں گی اور وہ انھیں نقصان نہ پہنچائے گا، شیر گائے کے ساتھ چرے گا اور وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(مسند احمد ۲/۴۸۲، ۴۸۳ واللفظ لہ، التاریخ الکبیر للبخاری ۳/۳۵۷)

[تنبیہ: یہ روایت زیاد بن سعد کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

(۱۱) **کلیب بن شہاب رحمہ اللہ:** آپ سنن اربعہ کے راوی اور صدوق ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۵۶۶۰)

حافظ ابوبکر البزار نے کہا:

حدثنا علي بن المنذر: ثنا محمد بن فضیل عن عاصم بن کلیب عن أبیه عن أبي هریرة قال: سمعت أبا القاسم الصادق المصدوق یقول: ((یخرج الأعور الدجال، مسیح الضلالة، قبل المشرق في زمن اختلاف من الناس وفرقة، فیبلغ ما شاء اللّٰه أن یبلغ من الأرض في أربعین یومًا، اللّٰه أعلم! ما مقدارها؟ فیلقی المؤمنون شدة شدیدة ثم ینزل عیسی بن مریم علیہ السلام من السماء فیقوم الناس فإذا رفع رأسه من

رکعته قال :سمع الله لمن حمده، قتل الله المسيح الدجال وظهر المؤمنون)) فأحلف أن رسول الله ﷺ أبا القاسم الصادق والمصدوق ﷺ قال :((إنه لحق وإما أنه قريب فكل ما هو آت قريب))

نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے اختلاف اور فرقہ کے وقت مشرق سے مسیح ضلالت، کانا دجال نکلے گا، چالیس دنوں میں وہ زمین پر وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں اللہ چاہے گا، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کی مقدار کیا ہے؟ مومنوں کو بڑی مصیبت پہنچے گی، پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، پس لوگ (نماز کے لئے) کھڑے ہوں گے، آپ جب رکعت سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ (کہنے کے بعد) "قتل الله المسيح الدجال وظهر المؤمنون" (بطورِ دعا) کہیں گے، اللہ نے اپنے بندے کی حمد سن لی، اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کرے، اور مومنوں کو فتح نصیب ہو، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً وہ حق اور قریب ہے، پس ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ قریب ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۴۲/۴، ۱۴۳ ح ۳۳۹۶، واللفظ لہ وسندہ صحیح، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۳، باختلاف یسیر، وقال الهيثمي في مجمع الزوائد [۳۴۹/۷]: "رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير علي ابن المنذر وهو ثقة")

(۱۲) رجل من بنی حنیفہ: یہ رجل نامعلوم ہے اور اس کا شاگرد عمران بن ظبیان ضعیف ہے لہٰذا اس کے متن کو یہاں درج کرنا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے، یہ روایت مسند الحمیدی (نسخۂ ظاہریہ ح ۱۱۰۴) میں ہے۔ نیز دیکھئے مسند الحمیدی (تحقیقی ص ۴۶۷ مخطوطہ)

(۱۳) ابو صالح ذکوان رحمہ اللہ: آپ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔

(تقریب التہذیب: ۱۸۴۱)

امام طبرانی نے کہا:

حدثنا أحمد (هو ابن محمد بن صدقة) قال: حدثنا الهيثم بن مروان الدمشقي قال: حدثنا محمد بن عيسى بن سميع قال: حدثني روح بن القاسم عن عاصم بن بهدلة عن أبي صالح عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ أنه قال: ((لا تقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم في الأرض حكمًا عدلاً وقاضيًا مقسطًا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير والقرد وتوضع الجزية وتكون السجدة كلها واحدة لله رب العالمين.))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت (کا دن) نہیں آئے گا جب تک عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) زمین میں حاکم عادل اور قاضی منصف بن کر نازل نہ ہو جائیں۔ پس آپ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر اور بندر کو قتل کر دیں گے اور تمام سجدے (عبادتیں) صرف ایک اللہ رب العالمین کے لئے ہوں گے۔

(المعجم الاوسط ۲/۲۰۳، ۲۰۴ ح ۱۳۶۴، وسندہ حسن)

اس کی سند حسن ہے، اس کا ایک قوی شاہد صحیح مسلم (۲۸۹۷) میں سہیل عن ابی صالح عن ابی ہریرہ کی سند سے ہے اور اس کا متن آگے آ رہا ہے۔

(۱۴) یزید بن الاصم رحمہ اللہ: آپ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۷۶۸۶)

آپ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سن کر بیان کرتے تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تروني شيخًا كبيرًا قد كادت ترقوتاي تلتقي من الكبر، والله! إني لأرجو أن أدرك عيسى وأحدثه عن رسول الله ﷺ فيصدقني"

آپ مجھے ایسا عمر رسیدہ سمجھتے ہیں، جس کی ہنسلی کی ہڈیاں بڑھاپے کی وجہ سے مل رہی ہوں؟ اللہ کی قسم! میری یہ تمنا ہے کہ میں عیسیٰ (علیہ السلام) کا زمانہ پاؤں اور انھیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث سناؤں تو وہ میری تصدیق کریں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۶ وعنہ ابن مندہ فی کتاب الایمان: ۱۴۱/۷ وسندہ حسن)

اس کی سند حسن ہے۔ امام عبدالرزاق نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

صحیح مسلم میں سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک اہل روم اعماق پر اتر نہ آئیں۔ پس جب وہ شام آئیں گے تو دجال نکلے گا...... پھر وہ (مسلمان) جنگ کے لئے صفوں کو برابر کر رہے ہوں گے۔

((إذا أقيمت الصلوة فينزل عيسى بن مريم عليه السلام فأمهم فإذا رآه عدو الله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه لانذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته))

جب نماز کے لئے تکبیر (اقامت) کہی جا چکی ہوگی، تو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی امامت (اس نماز کے بعد دوسرے مواقع پر) کریں گے اور اللہ کا دشمن انھیں دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر ہلاک ہو جائے گا، مگر اللہ اُسے ان کے ہاتھوں سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

(صحیح مسلم: ح ۲۸۹۷، واللفظ لہ، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۴، المستدرک: ۴۸۲/۴ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

(۱۵) عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہ اللہ: کتب ستہ کے راوی اور "ثقہ ثبت عالم" ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۴۰۳۳)

حافظ ابن عدی نے حسن سند کے ساتھ عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ نقل کیا ہے کہ

أن رسول الله ﷺ قال :((ينزل عيسى بن مريم فيمكث في الناس أربعين سنة)) قيل: يا أبا هريرة! سنة كسنة ؟ فقال :هكذا قيل .

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، پس لوگوں میں

چالیس سال رہیں گے۔ کہا گیا: اے ابو ہریرہ! (کیا وہ) سال (موجودہ) سال کی طرح (ہوگا؟) فرمایا: اسی طرح کہا گیا ہے۔ (الکامل ۷/۲۶۳۴)

(یہ حدیث امام طبرانی نے" أربعین سنة" تک اپنی کتاب الاوسط [۵۴۶۰ وسندہ حسن] میں بیان کی ہے)

حافظ ہیثمی نے کہا: " رواہ الطبراني فی الأوسط ورجاله ثقات"

اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸/۲۰۵)

ایک اور روایت میں ہے:

((لا ینزل الدجال المدینة ولکنه بین الخندق وعلی کل ثقب منها ملائکة یحرسونها فأول من یتبعه النساء والإماء فیؤذونه فیرجع غضبان حتی ینزل الخندق فینزل عند ذلك عیسی بن مریم))

دجال مدینہ میں نہیں اترے گا لیکن خندق تک آئے گا۔ مدینہ کے راستوں پر فرشتے مدینہ کی حفاظت کریں گے، سب سے پہلے اس کا پیچھا عورتیں کریں گی، پس وہ اسے تکلیف دیں گے تو وہ غضبناک ہو جائے گا حتیٰ کہ وہ خندق میں اتر جائے گا۔ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ (الاوسط للطبرانی ۶/۲۱۹ ح ۵۴۶۱)

حافظ ہیثمی نے کہا:

رواہ الطبراني فی الأوسط ورجاله رجال الصحیح غیر عقبة بن مکرم بن عقبة الضبي وهو ثقة"

یہ روایت حسن سند کے ساتھ مختصراً "لا ینزل الدجال المدینة" تک الکامل لابن عدی (۷/۲۶۳۴) میں بھی موجود ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نزول مسیح کی احادیث کی اور سندیں بھی ہیں۔ مثلاً دیکھئے اخبار اصبہان لابی نعیم الاصبہانی (۲/۱۲۱، ۱۲۲) وغیرہ .

لہٰذا یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یقیناً متواتر ہے۔

(۲) جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ: مشہور جلیل القدر صحابی ہیں، حافظ ذہبی نے فرمایا:

" الإمام أبو عبدالله الأنصاري الفقيه مفتي المدينة في زمانه "

(تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۳)

اور آپ کی عدالت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ الصحابة كلهم عدول

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تزال طائفة من أمتي تقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة قال: فينزل عيسى بن مريم عليه السلام فيقول أميرهم: تعال اصل لنا، فيقول: لا إن بعضكم على بعض أمراء، تكرمة الله هذه الأمة))

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ قیامت تک حق پر قتال کرے گا، پس عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہو جائیں گے، تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا: آیئے ہمیں نماز پڑھائیں تو وہ کہیں گے: نہیں، تم ایک دوسرے کے امیر ہو، اللہ نے اس امت کو یہ بزرگی بخشی ہے۔

(صحیح مسلم ح ۲۴۷/۱۵۶، ترقیم دار السلام: ۳۹۵ واللفظ لہ، صحیح ابی عوانہ ۱/۱۰۶، ۱۰۷، صحیح ابن حبان: ۶۸۰، ۶۷، مسند احمد ۳/۳۴۵، ۳۸۴ ح ۱۵۱۹۴، ۱۴۷۷۷، التاریخ الکبیر للبخاری ۵/۴۵۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۱۸۰)

ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس صدوق تھے، مگر تدلیس کرتے تھے۔ (التقریب: ۶۲۹۱)

صحیح مسلم وغیرہ میں انھوں نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے لہٰذا تدلیس کا اعتراض مردود ہے۔

یہ کی سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ "لوگ (ملک) شام میں دھویں کے پہاڑ کی طرف بھاگیں گے، پس وہ (دجال) ان (مسلمانوں) کا سخت محاصرہ کرے گا اور ان پر سخت کوشش کرے گا۔"

((ثم ينزل عيسى بن مريم عليه السلام فينادى من السحر فيقول: يا أيها الناس!.... فإذا صلى صلاة الصبح خرجوا إليه))

پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، پس سحری کے وقت سے آواز دیں گے:

اے لوگو!.....جب صبح کی نماز پڑھ لیں گے تو اس (دجال) کی طرف نکلیں گے۔

(مسند احمد ۳/۳۶۸ ح ۱۵۰۱۷)

حافظ ہیثمی نے کہا: ''رواه أحمد بإسنادين، رجال أحدهما رجال الصحيح''

(مجمع الزوائد ۷/۳۴۴)

(۳) النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ:

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں: ''صحابي مشهور سكن الشام'' (التقریب: ۷۲۰۱)

سیدنا نواس رضی اللہ عنہ دجال کے بارے میں طویل حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں:

((إذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرو ذتين واضعًا كفيه على أجنحة ملكين إذا طأطأ رأسه قطر وإذا رفعه تحدر منه جمان كا للؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه إلا مات ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتي عيسى بن مريم ...... ويحصر نبي الله عيسى وأصحابه ......))

(دجال اسی حالت میں ہوگا) کہ اچانک اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، وہ شہر دمشق کی طرف زرد رنگ کی دو چادریں لپیٹے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے سفید منارہ کے پاس اتریں گے، جب عیسیٰ سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے جس کافر کو ان کے سانس کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا حلال نہ ہوگا، فوراً مر جائے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی، پھر وہ دجال کو تلاش کریں گے اور بابِ لِدّ، پر اسے قتل کر دیں گے، پھر وہ ان لوگوں کے پاس آئیں گے......عیسیٰ اور ان کے ساتھی۔

(صحیح مسلم: ۴/۲۲۵-۲۲۵۵ ح ۲۹۳۷، وعنہ البغوی فی شرح السنۃ ۱۵/۵۴، مسند احمد ۴/۱۸۱ ح ۱۷۷۷۹،

سنن ابی داود: ۴۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۹۴۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۶، جامع ترمذی: ۲۲۴۰ ولفظہ: "فبینما ھو کذلك إذ ھبط عیسی بن مریم علیھما السلام بشرقي دمشق عند المنارۃ البیضاء..." وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح غریب" المستدرک ۴/۴۹۲ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی، وقال البغوي في شرح السنۃ: "ھذا حدیث صحیح" فضائل القرآن للنسائی: ۴۹ کما فی تحفۃ الاشراف ۹/۶۰)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند بالکل صحیح ہے۔

(۴) اوس بن اوس رضی اللہ عنہ: آپ صحابی ہیں۔

دیکھئے اسد الغابۃ (۱/۱۳۹) اور الاصابۃ (۱/۷۹) وغیرہما

امام طبرانی نے اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ینزل عیسی بن مریم علیہ السلام عند المنارۃ البیضاء شرقي دمشق))

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۲۱۷ ح ۵۹۰)

حافظ نور الدین الہیثمی نے کہا: "رواہ الطبراني ورجالہ ثقات" (مجمع الزوائد ۸/۲۰۵)

اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۵) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما: آپ انتہائی جلیل القدر صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا:

"أحد السابقین المکثرین من الصحابۃ وأحد العبادلۃ الفقھاء"

(التقریب: ۳۴۹۹)

حافظ ذہبی نے کہا:

"العالم الرباني ...... وقد کان من أیام النبي ﷺ صوامًا قوامًا تالیًا لکتاب اللہ طلابۃ للعلم" (تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۱، ۴۲)

آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث سنی تھیں، ان کا ایک مجموعہ (الصحیفۃ الصادقۃ) تیار کیا تھا۔ یہ صحیفہ ان سے ان کے پوتے شعیب اور ان سے عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں، آپ سے

تقریباً سات سو (۷۰۰) احادیث مروی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يخرج الدجال في أمتي فيمكث أربعين لا أدري يومًا أوأربعين شهرًا أوأربعين عامًا فيبعث الله عيسى بن مريم كأنه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه ثم يمكث الناس سبع سنين ليس بين اثنين عداوة))

دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس سال تک رہے گا (راوی کہتے ہیں) میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال، پھر اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا، گویا وہ عروہ بن مسعود ہیں، وہ دجال کو تلاش کر کے اسے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو شخصوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم ۴/۲۲۵۸، ۲۲۵۹ ح ۲۹۴۰، النسائی فی کتاب التفسیر من السنن الکبریٰ کما فی تحفۃ الاشراف ۶/۳۹۱، مسند احمد ۲/۱۶۶ ح ۶۵۵۵، صحیح ابن حبان: ۷۳۰۹، المستدرک ۴/۵۴۳، ۵۴۴، ۵۵۰، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

(۶) ابوسریحہ حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ:

حافظ ابن حجر نے کہا: ”صحابي من أصحاب الشجرة“

آپ صحابی ہیں اور بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔ (التقریب: ۱۱۵۴)

آپ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات)) فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى بن مريم عليه السلام ويا جوج وما جوج وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد الناس إلى محشرهم .

جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں قیامت نہیں آئے گی، پھر آپ (ﷺ) نے ان کا

بترتیب ذکر فرمایا: (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابہ (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسیٰ بن مریم ﷺ کا نازل ہونا (۶) یاجوج و ماجوج کا نکلنا (۷) تین جگہ زمین کا دھنس جانا: ایک مشرق میں (۸) ایک مغرب میں (۹) اور ایک جزیرۂ عرب میں (۱۰) اور سب سے آخر میں اس آگ کا ذکر کیا جو یمن سے برآمد ہوگی اور لوگوں کو ہانک کران کے محشر کی طرف لے جائے گی۔

(صحیح مسلم ۴/۲۲۲۵-۲۲۲۷ ح ۲۹۰۱، واللفظ لہ، مسند احمد ۴/۶، ۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۱۳۰، ۱۶۳، وعنہ ابن ماجہ: ۴۰۴۱، وکذا ابوداود: ۴۳۱۱، سنن ترمذی: ۲۱۸۳، السنن الکبریٰ للنسائی کما فی تحفۃ الاشراف ۳/۲۰، مسند الحمیدی [نسخۂ دیوبندیہ: ۸۲۷] مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۶۷، صحیح ابن حبان: ۶۸۰۴، مشکل الآثار للطحاوی ۱/۴۱۸ وغیرہم، امام ترمذی نے کہا: ''وھذا حدیث حسن صحیح'')

(۷) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا: آپ دنیا و آخرت میں نبی ﷺ کی زوجۂ حیات، امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور انتہائی جلیل القدر مومنہ صحابیہ فقیہ تھیں، آپ کی روشن سیرت اور مناقب پر ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے، آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن يخرج الدجال وأنا حي كفيتكموه ...... حتى يأتي الشام ، مدينة بفلسطين بباب لدّ فينزل عيسى بن مريم فيقتله ثم يمكث عيسى في الأرض أربعين سنة إمامًا عادلاً وحكمًا مقسطًا))

اگر دجال نکلے اور میں زندہ ہوں تو میں تمھارے لئے کافی ہوں ...... حتیٰ کہ وہ شام فلسطین کے ایک شہر لد کے دروازے کے پاس آئے گا، پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، پس وہ اسے قتل کر دیں گے، اس کے بعد وہ زمین میں چالیس سال تک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔

(مسند احمد ۶/۷۵ ح ۲۴۹۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۱۳۴، صحیح ابن حبان: ۶۸۲۳، الدر المنثور ۲/۲۴۲ واللفظ لہ)
اس کی سند حسن ہے۔ (کما حققتہ فی تخریج النھایۃ فی الفتن والملاحم مخطوطہ ص ۱۲۱ ح ۲۶۶ یسر اللہ لنا طبعہ)

حافظ ہیثمی نے کہا: " رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير الحضرمي بن لاحق وهو ثقة " (مجمع الزوائد ۷/۳۴۸)

(۸) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: آپ مشہور فقیہ اور بدری صحابی ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا:

" الإمام الرباني ...... صاحب رسول الله ﷺ وخادمه وأحد السابقين الأولين ومن كبار البدريين ومن نبلاء الفقهاء و المقرئين كان ممن يتحرى في الأداء ويشدّد في الرواية ويزجز تلامذته عن التهاون في ضبط الألفاظ "

آپ امام ربانی، صحابیٔ رسول اور آپ ﷺ کے خادم تھے، آپ سابقین، اولین اور بڑے بدری صحابہ میں سے تھے، آپ شریف فقہاء اور قاریوں میں سے تھے اور روایتِ حدیث میں سختی برتتے تھے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ یاد کرنے میں لاپرواہی پر سخت جھڑکتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۳، ۱۴)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی ﷺ کو جب معراج ہوئی تو آپ نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملاقات کی اور باہم قیامت کا تذکرہ ہوا، سب نے ابراہیم (علیہ السلام) سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، لیکن انھیں کچھ معلوم نہ تھا، پھر موسیٰ (علیہ السلام) سے سوال کیا تو انھیں بھی کوئی علم نہ تھا، تو پھر عیسیٰ (علیہ السلام) سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا:

" قد عهد إلى فيما دون وجبتها فأما وجبتها فلا يعلمها إلا الله ، فذكر خروج الدجال قال :فأنزل فأقتله فيرجع الناس إلى بلادهم ...... إلخ "

میرے ساتھ قیامت سے قبل (نزول کا) وعدہ کیا گیا ہے، لیکن اس کا وقت اللہ کو ہی معلوم ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے ظہور کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہو کر اسے قتل کروں گا، پس لوگ اپنے اپنے شہروں کو لوٹیں گے...... الخ "

(سنن ابن ماجہ:۴۰۸۱ واللفظ لہ، وقال البوصیری: ''ھذا إسناد صحیح رجالہ ثقات'' مسند احمد ۱/۳۷۵ ح ۳۵۵۶ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/۱۵۸) اور امام حاکم نے کہا: ''ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ'' اور حافظ ذہبی نے کہا: ''صحیح'' ورواہ سعید بن منصور وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی فی البعث والنشور کما فی الدر المنثور ۵/۲۱۵)

یہ سند حسن ہے، اس کے راوی مؤثر بن عفازہ کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۵/۴۶۳) اور امام العجلی نے کہا: ''من أصحاب عبداللّٰہ ثقة'' (تاریخ الثقات:۱۶۴۹)

حاکم، ذہبی اور بوصیری نے تصحیح کے ساتھ ان کی توثیق کی ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں اور انھیں مجہول کہنا غلط ہے۔

(۹) **مجمع بن جاریہ** رضی اللہ عنہ: آپ صحابی ہیں۔ (التقریب:۶۴۸۹)

آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**یقتل ابن مریم الدجال بباب لد**))

ابن مریم (علیہ السلام) دجال کو لد کے دروازے کے پاس قتل کریں گے۔

(سنن ترمذی: ۲۲۴۴، وعنہ ابن الاثیر فی اسد الغابۃ ۴/۲۹۱، وکذا مسند احمد ۳/۴۲۰ ح ۱۵۵۴۵-۴/۲۲۶ ح ۱۸۱۵۲، ۱/۳۹۰ ح ۱۹۷۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۳۵، وعنہ احمد والطبرانی فی الکبیر ۱۹/۴۴۳ ح ۱۰۷۵، وکذا مسند الحمیدی نسخۂ دیوبندیہ: ۸۲۸ وعنہ الطبرانی ۱۹/۴۴۴ ۱۰۷۸، وکذا مصنف ابن ابی شیبۃ نسخہ جدیدۃ ۷/۵۰۰ ح ۳۷۵۴۴، صحیح ابن حبان: ۶۷۷۲ واللفظ لہ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۴۴۳ ح ۱۰۷۵- ۴۴۵ ح ۱۰۸۱، المؤتلف والمختلف للدارقطنی ۱/۴۳۸ ۴۳۹، شرح السنۃ للبغوی ۱۵/۶۴ من طرق عن الزہری عن ابن ثعلبۃ عن ابن جاریۃ عن مجمع بہ، امام ترمذی نے کہا: ''ھٰذا حدیث صحیح'' اور بغوی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

یہ سند حسن ہے۔ حاکم نے اس سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے۔ (المستدرک ۱/۱۹۳) اور اسے صحیحین کی شرط پر صحیح کہا اور حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ زہری نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے اور اس کے تمام راوی جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔

(۱۰) **عبداللہ بن مغفل** رضی اللہ عنہ: آپ صحابی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ''**صحابي ، بايع تحت الشجرة**'' (التقریب:۳۶۳۸)

آپ بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((...... ثم ينزل عيسى بن مريم مصدقًا لمحمد ﷺ وعلى ملته إمامًا مهديًا وحكمًا عدلاً فيقتل الدجال .))

پھر عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کی ملت پر امام مہدی اور حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے، پس وہ دجال کو قتل کریں گے۔

(المعجم الأوسط ۲۹۳/۵ ح ۴۵۷۷)

حافظ ہیثمی نے کہا:

" رواه الطبراني فى الكبير والأوسط ورجاله ثقات وفي بعضهم ضعف لا يضر " اسے طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور بعض میں ضعف ہے جو مضر نہیں ہے، انتہی۔

(مجمع الزوائد ۳۳۶/۷)

[تنبیہ: اس روایت کی سند یونس بن عبید اور حسن بصری دونوں کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔]

یاد رہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام امام مہدی ہیں، مگر امتِ مسلمہ کا امام مہدی دوسرا شخص ہے، جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ یہ تو تھیں چند صحیح یا حسن روایات، ان کے علاوہ متعدد صحابہ سے نزولِ مسیح کی روایات آئی ہیں۔ مثلاً:

① واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک ۴۲۸/۴ وصححہ ووافقہ الذہبی وضعفہ الہیثمی فی المجمع ۳۲۸/۷)

② ابو امامہ رضی اللہ عنہ

(حلیۃ الاولیاء ۱۰۸/۶، سنن ابن ماجہ: ۴۰۷۷، سنن ابی داود: ۴۳۲۲ مختصراً جداً)

③ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۲۱۷/۴ ح ۱۸۰۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳۶/۱۵، ۱۳۷، المستدرک ۴۷۸/۴)

④ ثوبان رضی اللہ عنہ (سنن النسائی ۴۲/۶، مسند احمد ۲۷۸/۵ ح ۲۲۷۵۹، التاریخ الکبیر ۷۲/۶، السنن الکبریٰ للبیہقی

۱۷۷/۹، الکامل لابن عدی ۵۸۳/۲)

مختصر یہ کہ نزول مسیح کی احادیث متواتر ہیں لہٰذا ان سے قطعی ، حتمی یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔

آثار صحابہ ومن بعدھم

متعدد صحابۂ کرام سے رفع اور نزولِ مسیح کا عقیدہ ثابت ہے، مثلاً:

① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴۵/۱۵، ۱۵۷)

② عمر رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴۳/۱۵، ۱۴۴، الفتن لنعیم بن حماد: ۱۴۹۷)

③ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴۴/۱۵، الفتن لنعیم: ۱۵۲۸) وغیرہم

اور یہی عقیدہ تابعین ومن بعدھم سے ثابت ہے، مثلاً:

① طاؤس (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۳)

② محمد بن سیرین (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۹۸/۱۵)

③ ابراہیم (النخعی) (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴۵/۱۵) وغیرہم، رحمہم اللہ

خلاصہ: اس مضمون میں جو آیات، احادیث اور آثار ذکر کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱: عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا ہے۔

۲: عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یعنی ابھی تک ان پر موت نہیں آئی۔

۳: عیسیٰ علیہ السلام کا ''نزول'' قیامت کی نشانی ہے۔

۴: عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

۵: آپ کا نزول آسمان سے ہوگا۔

۶: آپ حاکم عادل ہوں گے۔

۷: آپ صلیب کو توڑ دیں گے۔

۸: خنزیر کو ہلاک کریں گے۔

۹: مال کو بہادیں گے حتیٰ کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

۱۰: جنگ، خراج اور جزیہ کو ختم کریں گے۔

۱۱: آپ کے دور میں عداوت، بغض اور حسد ختم ہو جائیں گے۔

۱۲: جوان اونٹوں کی پروا نہیں کی جائے گی۔

۱۳: آپ حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے، اور روحاء کی گھاٹی سے گزریں گے۔

۱۴: آپ کا قد درمیانہ اور رنگ سرخ و سفید ہے اور بال سیدھے ہیں۔

۱۵: آپ دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارہ پر دو فرشتوں کے پروں پر دو زرد کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے۔

۱۶: آپ کے سانس کی خوشبو جس کافر تک پہنچے گی، وہ مر جائے گا، آپ کے سانس کی خوشبو تا حدِ نظر پھیل جائے گی۔

۱۷: جب آپ نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امام (مہدی) ان میں موجود ہو گا۔

۱۸: آپ دجال کو ''لُد'' کے مقام پر قتل کریں گے۔

۱۹: آپ کے دور میں اسلام کے علاوہ سارے مذاہب (مثلاً یہودیت، عیسائیت، ہندوازم وغیرہ) ختم ہو جائیں گے۔

۲۰: زمین میں امن قائم ہو گا، اونٹ شیر کے ساتھ، چیتے اور گائیں، بھیڑیے اور بکریاں اکٹھا چریں گی، بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

۲۱: آپ زمین میں چالیس برس رہیں گے۔

۲۲: پھر آپ فوت ہو جائیں گے، مسلمان آپ کا جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو (نبی ﷺ کی قبر کے پاس، حجرہ مبارکہ میں) دفن کر دیں گے۔

۲۳: آپ کی صورت مبارکہ سیدنا عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہ ہے۔

ان علامات سے معلوم ہوا کہ مسیح عیسیٰ بن مریم ناصری علیہ السلام ابھی تک نازل نہیں ہوئے اور نہ ''دجالِ اکبر'' کا ظہور ہوا ہے، جب کانا دجال ظاہر ہو گا تو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہو کر اسے قتل کریں گے لہٰذا جو شخص آپ کے نزول سے پہلے تکذیبِ احادیث،

تاویلات اور باطنیت کے زور سے مسیح موعود ہونے کا دعویدار ہے وہ کافر کذاب اور دجال ہے، ایسے شخص کے ہتھکنڈوں اور چالوں سے بچنا ہر مسلم پر فرض ہے۔

ایک کذاب کا تذکرہ: ماضی قریب میں ہندوستان (پنجاب) میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی گزرا ہے، اس شخص نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے مجدد، مسیح موعود، نبی تابع اور نبی مستقل کا دعویٰ کیا اور اپنے مخالفین کو کافر قرار دیا، علمائے مسلمین مثلاً: مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا سید نذیر حسین الدہلوی، الشیخ عبدالجبار غزنوی، الامام ثناءاللہ امرتسری رحمہم اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے مقلدین (چاہے نبی سمجھیں یا مجدد، مصلح وغیرہ) کو بالاتفاق کافر، مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا، بٹالوی صاحب وہ شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مرزا پر فتویٰ کفر لگایا تھا۔ مرزا قادیانی نے صرف آپ کو ہی ''اول المکفرین'' کا لقب دیا (دیکھئے تحفۂ گولڑویہ از مرزا غلام احمد قادیانی ص ۱۲۱ ط قادیان ۱۹۱۴ء بحوالہ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ) بٹالوی صاحب کا فتویٰ ''دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور'' نے زیور طبع سے آراستہ کر کے شائع کر دیا ہے۔

چونکہ اس مختصر مضمون میں متنبّی کذاب مرزا احمد قادیانی اور اسکی (قادیانی لاہوری) پارٹی کی کفریات وخیانتیں جمع کرنے کا موقع نہیں ہے، جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ امام امرتسری، امام عبداللہ معمار امرتسری کی محمدیہ پاکٹ بک اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی لاجواب کتاب ''القادیانیۃ'' اور دیگر کتابوں کی طرف رجوع کرے، اس بات میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے کہ مرزا قادیانی اور اسکی (لاہوری یا قادیانی) پارٹی کے کافر، مرتد اور خارج از دائرہ اسلام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اپنے اس مختصر مضمون کی مناسبت سے آپ کے سامنے اس جھوٹے نبی اور خودساختہ مسیح موعود کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے:'' والقسم یدل علی أن الخبر محمول علی الظاهر ، لا تأویل فیه ولا استثناء وإلا فأي فائدة كانت في ذكر القسم فتدبر كالمفتشين المحققين ''

اور قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر (پیش گوئی) ظاہر پر محمول ہے، اس میں نہ تو تاویل ہے اور نہ استثناء، ورنہ پھر قسم کے ذکر کرنے میں کیا فائدہ ہے، پس غور کر تفتیش وتحقیق کرنے والوں کی طرح۔ (حمامۃ البشریٰ ص ۱۵ نسخہ قدیمہ)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ الامام المعصوم ، الصادق المصدوق محمد رسول اللہ ، خاتم النبیین ﷺ نے قسم اٹھا کر (والذی نفسی بیدہ / ونحوہ) یہ پیشین گوئی فرمائی کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے باعترافِ مرزا۔ اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، اس میں نہ تاویل کی جائے گی اور نہ استثناء، لہٰذا فرقۂ قادیانیہ کا نزولِ مسیح کی صحیح ومتواتر احادیث کی باطنی تاویلات کرنا خود ان کے ''خودساختہ نبی'' کی تحقیق کے مطابق بھی باطل اور کذب بیانی ہے لہٰذا ان کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

ایک عجیب اعتراض: بعض لوگوں نے نزولِ مسیح کی متواتر احادیث میں انتہائی معمولی اختلاف کی وجہ سے اسے روایت بالمعنیٰ قرار دے کر رد کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً:

① والذی نفسي بیدہ اور واللہ

② حکمًا عدلاً اور حکمًا مقسطًا

③ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم اور لینزلن ابن مریم وغیرہ

جواب نمبر ۱: جمہور کے نزدیک اگر راوی عالم، فقیہ، عارف بالالفاظ ہو (مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) تو اس کی روایت بالمعنیٰ بھی جائز (اور صحیح) ہے۔

(دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح ح ۲۲۶ الاحکام للآمدی ۲/ ۱۵ وغیرہما)

جواب نمبر ۲: نبی ﷺ نے کبھی والذي نفسي بیدہ! اور کبھی واللہ! (وغیرہ) فرمایا لہٰذا راوی نے دونوں (یا اکثر) طرح سنا اور یاد رکھا اور کبھی ایک طرح اور کبھی دوسری طرح بیان کر دیا، آخر اس میں اعتراض ہی کیا ہے؟

جواب نمبر ۳: نزولِ مسیح کی روایات اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے وغیرہ، تو کیا روایات کے ''خورد بینی'' اختلاف کی وجہ

سے اس متفق علیہ متن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے گا۔ مثلاً:

ایک قابل اعتماد ذریعے سے خبر ملی: ''عراقی مجاہدین کا امریکی فوج پر حملہ...... دس فوجی ہلاک''

دوسرا قابل اعتماد ذریعہ: ''بغداد میں قابض فوج اور مجاہدین میں جھڑپ...... دس امریکی مارے گئے''

تیسرا قابل اعتماد ذریعہ: ''حریت پسندوں اور غاصب امریکی فوج میں شدید مقابلہ...... دس فوجی نیست و نابود اور متعدد زخمی''

کیا یہ تین خبریں سن کر کوئی ہوش مند اعلان کر دے گا کہ چونکہ روایات میں اختلاف ہے لہٰذا نہ کوئی جھڑپ ہوئی اور نہ کوئی مارا گیا ہے؟ ظاہر ہے ایسا اعلان کرنے والے ''ہر ہوش مند'' کی جگہ پاگل خانہ ہی ہو سکتی ہے۔

جواب نمبر ۴: قرآن مجید میں ہے:

﴿فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ﴾ (البقرہ:۶۰)

﴿فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ﴾ (الاعراف:۱۶۰)

اس کی اور بھی مثالیں ہیں، بہر حال ثابت ہوا کہ اگر مفہوم ایک ہو تو الفاظ کا اختلاف جائز ہے۔

جواب نمبر ۵: ان احادیث کی صحت پر امت کا اجماع ہے اور امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی لہٰذا بعض روایات میں الفاظ کا انتہائی معمولی اختلاف چنداں مضر نہیں ہے۔

جواب نمبر ۶: فقہاء و محدثین میں یہ اصل متفق علیہ ہے کہ عدمِ ذکر، نفیِ ذکر پر مستلزم نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے کہا: "ولا يلزم من عدم الذكر الشيء عدم وقوعه"

کسی چیز کے عدمِ ذکر سے اس چیز کا عدمِ وقوع لازم نہیں آتا۔ (الدرایہ ۱/۲۲۵)

مزید تحقیق کے لئے کتبِ اصول کا مطالعہ کریں۔

ابوالخیر اسدی کا تعارف: راقم الحروف نے ابوالخیر'' مذکور کی کتاب ''اسلام میں نزول مسیح کا تصور'' شروع سے آخر تک پڑھی ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شخص جاہل، کذاب،

افاک اور مغالطہ باز ہے، یہ شخص پکا منکرِ حدیث ہے یہ اپنی کتاب (ص ۸) میں لکھتا ہے:

''امام دارقطنی اور محدث ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ صحیحین کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے، اس سے وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر بعض قابلِ اعتماد محدثین کی طرف سے گرفت ہو چکی ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بخاری میں نزول مسیح کی وہ روایتیں جو ابن شہاب زہری سے مروی ہیں ان پر چونکہ بعض ائمہ حدیث قدح کر چکے ہیں اس لئے ایسی مقدوح حدیثوں پر کسی اہم عقیدے کی بنیاد استوار نہیں ہو سکتی''

تو عرض ہے کہ محدث ابن الصلاح وغیرہ چند احادیث کے استثناء کے ساتھ صحیحین کو (امت کا بالاجماع) تلقی بالقبول کا درجہ دیتے ہیں لہٰذا صحیحین کی تمام روایات جن پر کسی قابل اعتماد محدث کی طرف سے گرفت نہیں کی گئی وہ صحیح اور قطعی ہیں، صرف وہ احادیث مستثنیٰ ہیں، جن پر کسی قابل اعتماد محدث کی طرف سے گرفت ہو چکی ہے (اگرچہ ہماری تحقیق کے مطابق ان میں بھی حق بخاری و مسلم و من معہما کے ساتھ ہی ہے) رہا اسدی صاحب کا قول کہ ''ہم بھی یہی کہتے ہیں...... نہیں ہو سکتی''

تو ہم واضح الفاظ میں پوچھتے ہیں کہ صحیحین کی وہ روایتیں جو ابن شہاب زہری سے مروی ہیں، ان پر کس امام اور قابل اعتماد محدث نے گرفت وقدح کی ہے؟ پورا پورا اور صحیح صحیح حوالہ چاہئے ورنہ پھر اسدی صاحب کے کذاب ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اسدی صاحب کے قول: ''ان پر چونکہ بعض ائمہ حدیث قدح کر چکے ہیں اس لئے ایسی مقدوح حدیثوں پر......'' میں ''ان'' سے مراد ''احادیث'' ہیں، جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے، اور مقدوح ''قدح'' کے الفاظ بھی اس پر واضح دلالت کر رہے ہیں۔

اگر وہ صحیحین کی ان احادیث پر کسی ایک امام یا محدث کی قدح وگرفت ثابت نہ کر سکے، تو اسے علی الاعلان توبہ کرنی چاہئے، ورنہ یاد رکھنا چاہئے کہ

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

اسی کتاب (کے ص ۹۴ تا ۹۷) میں یہی شخص ''زہری سے ہمارے اختلاف کی تین وجوہات''

کا عنوان باندھ کر کذب وفریب کا طومار پھیلا دیتا ہے، مثلاً:

"۱۳: نبی کریم ﷺ کی طرف غیر واقع اقوال منسوب کرنے میں نہایت بے باک اور آخرت کی باز پرس سے بے پرواہ معلوم ہوتے ہیں"

"۲۲: بعض صحابہؓ سے انھیں خدا واسطے کا بیر ہے"

"۳۰: رائی کا پربت بنانا ان کا فن تھا جو در حقیقت کذب ہی کی ایک قسم خفی ہے" وغیرہ

حالانکہ امام زہری پر یہ اور اس جیسے دوسرے الزامات کسی ایک بھی امامِ حدیث یا محدث سے بالکل ثابت نہیں ہیں، اسدی صاحب اور اسکی پارٹی کو چیلنج ہے کہ ان اقوال میں سے صرف ایک ہی کسی قابلِ اعتماد محدث (مثلاً مالک، شافعی، احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، ابن حبان اور ابن خزیمہ وغیرہم) سے ثابت کر دیں!

گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ امام زہری، نزولِ مسیح کی احادیث میں منفرد نہیں ہے بلکہ ایسی بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں جن کا کوئی راوی امام زہری نہیں اور وہ نزولِ مسیح پر صاف دلالت کرتی ہیں۔

آخر میں صحیح بخاری کی کتاب "فضائل الصحابہ" سے امام زہری کی بعض مرویات کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:

۱: فضل ابی بکر (رضی اللہ عنہ) ۳۔احادیث

۲: مناقب عمر (رضی اللہ عنہ) ۵۔احادیث

۳: مناقب عثمان (رضی اللہ عنہ) ۱۔حدیث

۴: مناقب علی (رضی اللہ عنہ) ×

۵: فضل عائشہ (رضی اللہ عنہا) ۱۔حدیث

۶: ذکر ہند بنت عتبہ (رضی اللہ عنہا) ۱۔حدیث

قارئین: فیصلہ کریں کہ کیا ایک شیعہ راوی، ابوبکر و عمر و عائشہ و ہند رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب میں تو احادیث روایت کرتا ہے، مگر علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک بھی نہیں! لہٰذا یہ

ثابت ہوا کہ امام زہری شیعہ نہیں تھے بلکہ اہل سنت کے انتہائی جلیل القدر امام تھے۔ اسدی کے کذب وافتراء کی بنیاد پر پندرھویں صدی میں انھیں شیعہ کہنا بہت بڑا جھوٹ ہے اور اگر وہ توبہ کے بغیر مر گیا تو ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جنھوں نے ظلم کیا کہ انھیں کس کروٹ لٹایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ خاتم النبیین ، أما بعد:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود اور مثیلِ مسیح ہونے کا اعلان کر کے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی موت واقع ہونے کا دعویٰ کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک فتویٰ مرتب کر کے علماء کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانے کے مشہور اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث علماء نے ۱۸۹۲ء میں مرزا غلام احمد کو کافر، دجال اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس فتوے پر مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا ابو الحسن سیالکوٹی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا احمد حسن دہلوی، مولانا امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی اور مولانا حافظ محمد لکھوی وغیرہم جلیل القدر اہلِ حدیث علماء کے دستخط ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین

یہ سب سے پہلا فتویٰ تھا جس میں مرزا اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور دینِ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ اس فتوے کی تفصیلات مولانا محمد حسین بٹالوی کے مرتب کردہ ''پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ: مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار دائرۂ اسلام سے خارج ہیں'' اور ''تحریک ختمِ نبوت'' (مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور) وغیرہما میں درج ہیں۔ اس فتوے پر سب سے پہلے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخط اور مہر ہے۔ رحمہم اللہ اجمعین

مرزا غلام احمد بذاتِ خود لکھتا ہے:

''غرض بانیٔ استفتاء بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق اُستادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔''

(دافع الوساوس/ آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۵ ص ۳۱)

مرزا لکھتا ہے:

''اور یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کریگا جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائیگا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے''

(نزول المسیح ص ۵۴ دوسرا نسخہ ص ۱۵۲، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۵۳۰)

مرزا لکھتا ہے:

''اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔''

(تحفۂ گولڑویہ ص ۱۲۹، دوسرا نسخہ ص ۷۵، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۱۵ حاشیہ تذکرہ طبع دوم ص ۹۱ تحت رقم ۱۱۳)

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

''پینتیسویں پیشگوئی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب رسالہ اشاعت السنہ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں۔ اُسکی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کریگا اور پھر خدا اُسکی آنکھیں کھولے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ''

(سراج منیر ص ۷۸، روحانی خزائن ج ۱۲ ص ۸۰)

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد کے اپنے اعتراف کے مطابق، سب سے پہلے اس کی تکفیر کرنے والے مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا محمد حسین بٹالوی تھے۔ رہا مرزا کا یہ شیطانی الہام کہ بٹالوی صاحب تکفیر سے رجوع کر لیں گے، بالکل جھوٹا اور باطل ثابت ہوا۔ مولانا بٹالوی صاحب اپنی وفات تک دینِ اسلام پر ثابت قدم رہے اور مرزا و ذریتِ مرزا کو کافر و مرتد سمجھتے رہے اور اسی طرف قول و فعل سے دعوت دیتے رہے۔

ابو القاسم محمد رفیق دلاوری دیوبندی تقلیدی نے مولانا بٹالوی اور منشی الٰہی بخش کے بارے میں لکھا ہے:

"ان دونوں حضرات نے نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا پتسمہ لینے کی بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہامی صاحب کے سینہ پر مُونگ دَلتے رہے۔ تردید مرزائیت مولانا بٹالوی کا تو دن رات کا مشغلہ تھا لیکن منشی الٰہی بخش بھی قادیان شکنی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔" (رئیس قادیان ج ۲ ص ۱۳۲)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک مولانا بٹالوی رحمہ اللہ مرزائیت و قادیانیت کے سخت مخالف اور قادیان شکنی میں پیش پیش تھے۔

اس تمہید کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے بے شمار جھوٹوں میں سے تیس (۳۰) جھوٹ باحوالہ پیش خدمت ہیں:

جھوٹ نمبر ۱: مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

"ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو[۱۰۰] برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔"

(ازالۂ اوہام ص ۱۲۷، دوسرا نسخہ ص ۲۵۲، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۲۷)

تبصرہ: ایسی کوئی حدیث جس میں آیا ہو کہ آج کی تاریخ سے سو (۱۰۰) برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی، حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے لہٰذا مرزا نے نبی کریم ﷺ پر

جھوٹ بولا ہے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیاتو آپ نے فرمایا:((لا تأتي مائة سنة وعلى الأرض نفس منفوسة اليوم .)) سوسال نہیں آئیں گے اور زمین پر آج کے دن جتنے متنفس موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ (صحیح مسلم:۲۵۳۹ واللفظ لہ، المعجم الصغیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۳۱ دوسرا نسخہ ص ۱۵)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اس دن تک جتنے انسان (اور جاندار) پیدا ہو چکے تھے ان میں سے کوئی متنفس بھی سوسال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔دیکھئے مسند احمد (ج ۱ ص ۹۳ ح ۷۱۴ وسندہ حسن) وغیرہ.

یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔اگر کوئی کہے کہ سوال تو قیامت کا تھا؟عرض ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی جانتا ہے۔آپ ﷺ نے یہ بات دوسری احادیث میں بیان فرمادی ہے لہٰذا آپ نے پوچھنے والوں کو ان کی اپنی وفات کا آخری وقت بتادیا۔

جھوٹ نمبر۲: مرزاغلام احمد لکھتا ہے:

''اور اولیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''

(اربعین نمبر ۲ ص ۲۹، دوسرا نسخہ ص ۲۳، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۳۷۱)

تبصرہ: اولیاء کے صیغۂ جمع کو چھوڑیئے، کسی ایک سچے ولی اللہ سے بھی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور پنجاب میں ہوگا۔نیز دیکھئے مرزا کا جھوٹ نمبر ۶ مع تبصرہ

تنبیہ(۱): قولِ راجح میں نبی اور رسول کے سوا کسی کو بھی کشف یا الہام قطعاً نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں اشارہ ہے:

((إنه قد كان فيما مضى قبلكم من الأمم محدثون وإنه إن كان في أمتي هذه منهم فإنه عمر بن الخطاب)) یقیناً تم سے قبل سابقہ امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے، جنھیں الہام ہوتا تھا اور اگر میری اس امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب (ہوتے)۔

(صحیح بخاری:۳۴۶۹ کتاب احادیث الانبیاء باب بعد باب حدیث الغار)

اس حدیث میں "إن کان" کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں کسی کو بھی کشف والہام نہیں ہوتا۔ رہا صحیح العقیدہ مسلمانوں کے رویائے صالحہ کا مسئلہ تو ان کا وقوع ممکن ہے۔ لوگوں کے بعض اندازوں اور قیاسات کو کشف والہام کا نام دینا غلط اور باطل ہے۔

تنبیہ (۲): آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے آجانے کے بعد اب قیامت تک نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم اور منقطع ہوگیا ہے۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي**)) بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

(سنن الترمذی: ۲۲۷۲، وقال: "صحیح غریب" وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم ۴/۳۹۱ ووافقہ الذہبی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**وأنا آخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم .**))

اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۹۱ وسندہ صحیح، کتاب الشریعۃ للآجری ص ۳۷۶ ح ۸۸۲ وسندہ صحیح، عمرو بن عبداللہ الحضرمی السیبانی ؒ وثقہ العجلی المعتدل وابن حبان)

نبی ﷺ سے پہلے مبعوث ہونے والے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے، قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((**ثم ينزل عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم من السماء .**))

پھر عیسیٰ بن مریم ﷺ آسمان سے نازل ہوں گے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۴۲/۴ ح ۳۳۹۶ وسندہ صحیح)

جھوٹ نمبر ۳: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاصکر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اسکی نسبت آواز آئیگی کہ هٰذَا خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔"

(شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان ص ۴۱، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۷)

تبصرہ: اس قسم کی کوئی حدیث صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔ یاد رہے کہ نماز پڑھنے اور دوسرے امور میں نبی کو سہو ہو سکتا ہے تاکہ لوگوں کو سہو کا طریقہ معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ بشر مخلوق ہیں، معبود نہیں ہیں لیکن روایت بیان کرنے یا حوالہ دینے میں نبی کو قطعاً سہو نہیں ہوتا اور نہ غلطی لگتی ہے۔ نبی غلط حوالہ دیتا ہی نہیں لہٰذا مرزائیوں قادیانیوں کا نماز میں سہو کی روایات سے استدلال کرنا مردود ہے۔

تنبیہ: اس مفہوم کی ایک روایت سنن ابن ماجہ (۴۰۸۴) والمستدرک للحاکم (۴/۴۶۳، ۴۶۴ ح ۸۴۳۲، ۴/۵۰۲ ح ۸۵۳۱) اور دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/۵۱۵) میں مروی ہے لیکن اس کی سند سفیان ثوری (مدلس) کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے۔

جھوٹ نمبر ۴: مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

"دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحبِ تفسیر لکھتا ہے کہ "ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔" اور میں کہتا ہوں......"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۴۱۰، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰)

تبصرہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفسیر ثنائی یا تفسیر مظہری از ثناء اللہ پانی پتی میں اس قسم کی کوئی بات لکھی ہوئی نہیں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایتِ حدیث میں اعلیٰ درجے کے ثقہ، فہم قرآن کے زبردست ماہر اور درایت میں عظیم الشان مرتبہ رکھتے تھے۔

جھوٹ نمبر ۵: مرزا نے لکھا ہے:

"اور مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل

ہوتو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے۔" (مجموعۂ اشتہارات جلد دوم ص ۱۲۷ نمبر ۲۸۹)

تبصرہ: ایسی کوئی حدیث کتبِ احادیث میں قطعاً موجود نہیں ہے کہ وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگ بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے۔ بلکہ اس کے سراسر برعکس صحیح بخاری (۵۷۲۸) وصحیح مسلم (۲۲۱۸) کی حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کسی زمین میں طاعون کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمھارے علاقے میں طاعون آجائے تو اپنے علاقے سے باہر نہ نکلو۔

جھوٹ نمبر ۶: غلام احمد نے لکھا ہے:

"ایسا ہی احادیثِ صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئیگا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدّد ہوگا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۳۵۹ دوسرا نسخہ ص ۱۸۸، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۹)

تبصرہ: ان الفاظ یا اس مفہوم کی ایک بھی صحیح حدیث روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔
نیز دیکھئے مرزا کا جھوٹ نمبر ۲ مع تبصرہ

جھوٹ نمبر ۷: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"وقد قال رسول الله ﷺ فی آخر وصایاه التی توفی بعدها خذوا بکتاب الله واستمسکوا به و أوصی بکتاب الله وهذا الکتاب الذی هدی الله به رسولکم فخذوا به تهتدوا، ما عندنا شئ الا کتاب الله فخذوا بکتاب الله، حسبکم القرآن، ما کان من شرط لیس فی کتاب الله فهو باطل ، قضاء الله أحق ، حسبنا کتاب الله، انظروا صحیح البخاری و مسلم فان هذه الاحادیث کلها موجودة فیهما ۔"

(حمامۃ البشریٰ ص ۵۵، روحانی خزائن ج ۷ ص ۲۵۲، ۲۵۳)

تبصرہ: أقول: لا توجد هذه الأحاديث في صحيح البخاري ولا في

صحيح مسلم فالميرزا غلام أحمد قادياني كذب عليهما۔

مرزا نے درج بالا عربی عبارتیں لکھ کر کہا کہ یہ تمام حدیثیں صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں حالانکہ یہ ساری حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں ان کا وجود ملتا ہے۔ پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۸: غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

''میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بیکار ہو گئے اور پیشگوئی آیتِ کریمہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ پوری ہوئی...''

(نزول المسیح ضمیمہ ص ۴ دوسرا نسخہ ص ۲، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۸)

تبصرہ: مرزا کی پیدائش سے لے کر موت (۱۹۰۸ء) تک اُونٹ بیکار نہیں ہوئے اور مرزا کی موت سے لے کر آج (۲۰۰۷ء) تک اونٹ بیکار نہیں ہوئے بلکہ اونٹوں پر سواری اور بار برداری کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

جھوٹ نمبر ۹: مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

''اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظمہ میں آئیگی ۔ اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائیگا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یکدفعہ بے کار ہو جائیں گے...''

(تحفۂ گولڑویہ ص ۱۰۸، ۱۰۹ دوسرا نسخہ ص ۴۶، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

مرزا نے مزید کہا: ''اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے۔ جبکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۶ دوسرا نسخہ ص ۴۴، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۶)

تبصرہ: یہ کہنا کہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظّمہ کے درمیان ریل چلے گی، مرزا غلام احمد کا صریح جھوٹ ہے۔ اس کی زندگی اور موت سے لے کر آج (۲۰۰۷ء) تک مدینے اور مکے کے درمیان کوئی ریل نہیں چلی اور نہ کوئی پٹڑی موجود ہے۔

جھوٹ نمبر۱۰: مرزا نے کہا:

''جیسا کہ آنحضرت صلعم روحانی اور ربانی علماء کے لئے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل''

(ازالۂ اوہام ص ۱۳۰، دوسرا نسخہ ۲۵۸، ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۳۰، نیز دیکھئے روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۲۲)

تبصرہ: یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ بالکل بے اصل و بے سند جملہ ہے۔ دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (۱/۴۸۰ ح ۴۶۶)

جھوٹ نمبر۱۱: مرزا غلام احمد نے لکھا:

''واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یعرف امام زمانہ فقدمات میتة الجاھلیة جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ جاہلیت کی موت پر مر گیا''

(شہادۃ القرآن ص ۳۸، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۴۴)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث اہلِ سنت کی کسی حدیث کی کتاب میں باسند موجود نہیں ہے۔ یہ شیعوں کی بالکل بے اصل روایت ہے۔

دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (۱/۳۵۴، ۳۵۵ ح ۳۵۰)

تنبیہ: شیعہ رافضیوں کی کتاب اصول کافی (ج ۱ ص ۳۷۷) میں ایک روایت شیعہ راویوں کی سند کے ساتھ امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے مروی ہے جو منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جھوٹ نمبر۱۲، ۱۳: مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔''

(ازالۂ اوہام ص ۴۷۳ دوسرا نسخہ ص ۲۵۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۵۳)

تبصرہ: یہ بالکل بے اصل اور جھوٹی بات ہے۔ یاد رہے کہ گلیل فلسطین کا ایک مقام ہے۔

مرزا غلام احمد نے دوسری جگہ لکھا ہے:

''اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیار میں اسکی قبر ہے۔''

(کشتی نوح ص ۷۸ دوسرا نسخہ ص ۶۹، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۷۶)

تبصرہ: یہ بھی بالکل جھوٹی اور بے اصل بات ہے اور مرزا کی پہلی بات کے بھی سراسر خلاف ہے۔

سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں مشہور تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: ''واللّٰہ إنہ الآن لحيّ عند اللّٰہ '' اللہ کی قسم! بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اب اللہ کے پاس زندہ ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری ۶/۱۴ ح ۱۰۷۹۸ وسندہ صحیح)

حسن بصری نے آیت ﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی تشریح میں فرمایا: ''قبل موت عیسی، أن اللّٰہ رفع إلیہ عیسی ، وھو باعثہ قبل یوم القیامۃ مقاماً یؤمن بہ البر و الفاجر .''

عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے، بے شک اللہ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے پاس اٹھا لیا اور وہ انھیں قیامت سے پہلے ایسے مقام پر مبعوث فرمائے (نازل کرے) گا کہ نیک و بد (سب) اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ۴/۱۱۱۳ ح ۶۲۵۱ وسندہ صحیح)

جھوٹ نمبر ۱۴: مرزا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے:

''تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے...''

(چشمہ معرفت دوسرا حصہ ص ۲۹۹ دوسرا نسخہ ص ۲۸۶، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۹۹)

تبصرہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گیارہ لڑکوں کے پیدا ہونے والی بات بالکل جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۵: مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا:

''ابوجہل اس امت کا فرعون تھا، کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعونِ مصری نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی تھی۔''

(ملفوظات مرزا ج ۲ص ۲۰۲، ۱۷/ اپریل ۱۹۰۲ء، دوسرا نسخہ ج ۳ص ۲۷۲)

تبصرہ: ابوجہل لعین کا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی چند دن یا چند منٹ پرورش کرنا مرزا غلام احمد کا کالا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۶: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کہ كَانَ فِي الْهِنْدِ نَبِيًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُهٗ كَاهِنًا یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔''

(چشمۂ معرفت کا آخر ص ۱۰، ۱۱، روحانی خزائن ج ۲۳ص ۳۸۲)

تبصرہ: ایسی کوئی صحیح حدیث روئے زمین پر موجود نہیں ہے، بلکہ اس عبارت میں مرزا نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر صریح جھوٹ بولا اور بہتان باندھا ہے۔ عبدالرحمٰن خادم قادیانی نے لکھا ہے کہ ''یہ حدیث تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف میں ہے۔'' (پاکٹ بک ص ۵۳۳)

عرض ہے کہ اصل کتاب تاریخ ہمدان سے اس روایت کی مکمل سند و متن مع حوالہ و تحقیق پیش کریں ورنہ سن لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تکذبوا عليّ فإنه من كذب عليّ فليلج النار)) مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۶، واللفظ لہ و صحیح مسلم: ۱)

جھوٹ نمبر ۱۷: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''تاریخ کو دیکھو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔''

(پیغامِ صلح ص ۳۸، روحانی خزائن ج ۲۳ص ۴۶۵)

تبصرہ: یہ دونوں باتیں مرزا کا جھوٹ ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے کچھ مہینے پہلے فوت ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ آپ کی ولادت کے چھ سال بعد فوت

ہوئیں۔ دیکھئے کتبِ تاریخ وسیر.

جھوٹ نمبر ۱۸: مرزا نے لکھا ہے:

"اور ایک اَور دلیل آپ کے ثبوت نبوت پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دَور مقرر کئے ہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۵ دوسرا نسخہ ص۶، روحانی خزائن ج۲۰ ص۲۰۷)

تبصرہ: مرزا کا یہ دعویٰ قرآنِ مجید پر صریح جھوٹ اور بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۹: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰/ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی۔ کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔" (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۳)

تبصرہ: مرزا کی پہلی شادی ۱۸۵۳ء سے پہلے اور دوسری شادی ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ دیکھئے تاریخ احمدیت (ج۱ ص ۶۱، ۲۴۳) اس کے بعد موت تک اس کی کوئی تیسری شادی نہیں ہوئی لہٰذا اس کی یہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

جھوٹ نمبر ۲۰: مرزا غلام احمد نے اپنے مرید منظور محمد کے بارے میں لکھا:

"بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا۔ کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں، یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے دو نام ہوں گے۔

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب" (تذکرہ ص۶۱۵ نمبر ۱۰۶۷)

اور لکھا:

"پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنیوالا ہے اور اس کیلئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدہانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور

وہ لڑکا اس زلزلہ کیلئے ایک نشان ہوگا اسلئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔"

(حقیقۃ الوحی، حاشیہ ص ۱۰۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۳)

تبصرہ: اس شیطانی الہام اور شیطانی وحی کے بعد نہ تو منظور محمد کا کوئی لڑکا پیدا ہوا اور نہ اس کی بیوی محمدی بیگم نے کوئی لڑکا جنا۔ وہ لڑکا جننے کے بغیر ہی مر گئی اور مرزا اپنی اس پیشگوئی میں بھی جھوٹا ثابت ہوا۔

جھوٹ نمبر ۲۱: مرزا نے لکھا ہے:

"اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیرووں کو آنکھیں بخشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے۔ جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائیگا وہ اُس کو کافر قرار دینگے اور اُس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائینگے اور اس کی سخت توہین کی جائیگی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائیگا۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۷، دوسرا نسخہ ص ۱۱، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۵۳)

تبصرہ: ان الفاظ والی کوئی پیش گوئی نہ قرآنِ مجید میں موجود ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہے۔ بعض قادیانیوں نے سورۃ النور کی آیت: ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [۵۵] پیش کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس آیت میں مرزا کی مذکورہ باتوں میں سے کسی ایک کا ذکر یا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۲: مرزا غلام احمد نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں لکھا ہے:

"نویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اسکو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا۔" (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۳ دوسرا نسخہ ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۳)

تبصرہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کا کوئی ثبوت قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ میں موجود نہیں ہے بلکہ قرآنِ مجید میں ہے کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾

اور انھوں نے اسے (عیسیٰ کو) نہ قتل کیا اور نہ صلیب دی۔ (النسآء:۱۵۷)

لہٰذا مرزا غلام احمد نے اپنے اس کلام میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۳: مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

''نسائی نے ابو ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے: **یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان۔ السنهم احلی من العسل وقلوبهم قلوب الذیاب یقول اللّٰہ عزّ وجلّ ابی یغترون ام علي یجترؤن** الخ یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجّال نکلے گا۔ وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دینگے یعنی اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے۔ بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے۔ انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور دل بھیڑیوں کے ہونگے۔ خدا کہے گا کہ کیا تم میرے علم کے ساتھ مغرور ہو گئے اور کیا تم میرے کلمات میں تحریف کرنے لگے۔ جلد ۷ ص ۱۷۴ کنز العمال''

(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۱۲۵، دوسرا نسخہ ص ۳۷، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۱۱)

تبصرہ: 'دجال' کے لفظ کے ساتھ یہ حدیث نہ تو نسائی کی کتاب میں موجود ہے اور نہ کنز العمال میں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود ہے۔ یہ روایت ''**یخرج في آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین**'' الخ یعنی مذکورہ روایت میں رجال ہے نہ کہ 'دجال' اور لفظ رجال کے ساتھ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

کنز العمال (ج ۱۴ ص ۲۱۴ ح ۳۸۴۴۳ بحوالہ ترمذی) مشکوٰۃ المصابیح (۵۳۲۳ بحوالہ ترمذی) سنن الترمذی (۲۴۰۴) کتاب الزہد لابن المبارک (ص ۱۷ ح ۵۰) کتاب الزہد لہناد بن السری (ج ۲ ص ۴۳۷ ح ۸۶۰) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۱/۱۸۹ ح ۶۱۹، دوسرا نسخہ ۱/۲۳۲) وشرح السنۃ للبغوی (۱۴/۳۹۴ ح ۴۱۹۹)

حدیث میں ''رجال'' کا لفظ ہے جبکہ مرزا نے ''دجال'' کا لفظ لکھا ہے اور اس کا

ترجمہ بھی دجال کیا ہے تا کہ عیسائی پادریوں کے گروہ کو دجال قرار دے۔ بعض قادیانیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کنز العمال (ج ۷ ص ۸) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد اور اس کتاب کے (ایک) قلمی نسخے میں "دجال" کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ عرض ہے کہ کنز العمال کے مشہور نسخے اور ترمذی و مشکوٰۃ وغیرہما کے متون کی دلیل سے اس سخت، ضعیف و مردود روایت میں "دجال" کا لفظ غلط ہے۔

تنبیہ: درج بالا حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے۔ اس کا راوی یحییٰ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن موہب متروک ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۵۹۹)

جھوٹ نمبر ۲۴، ۲۵: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"اور ہم اس مضمون کو اِس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالےٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر...." (روحانی خزائن ج ۹ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

تبصرہ: مرزا نے عبد اللہ آتھم عیسائی کی ہلاکت کے لئے جو مدت مقرر کی تھی، وہ اس میں ہلاک نہ ہوا اور مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں (بڑی لڑکی) محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی بلکہ مرزا کی موت کے وقت اور اس کے بعد محمدی بیگم اپنی موت تک سلطان محمد کے نکاح میں رہی لہٰذا مرزا کی یہ دونوں پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں۔

جھوٹ نمبر ۲۶: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

"ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

تبصرہ: یہ سب مرزا کا جھوٹ اور افتراء ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان تمام الزامات سے بری ہیں۔ مرزا کا یہ کہنا کہ "عیسیٰ علیہ السلام کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی" کائنات کا غلیظ ترین جھوٹ اور صریح کفر ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۷: مرزا نے لکھا:

"اول تم میں سے مولوی اسمٰعیل علیگڈھ نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔ سو تم جانتے ہو کہ شاید دس سال کے قریب ہو چکے کہ وہ مر گیا۔ اور اب خاک میں اس کی ہڈیاں بھی نہیں مل سکتیں۔"

(نزول المسیح ص ۳۳ دوسرا نسخہ ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۰۹)

تبصرہ: مولانا محمد اسماعیل علیگڑھی رحمہ اللہ نے نہ تو یہ بات کہی اور نہ اپنی کسی کتاب میں لکھی لہٰذا مرزا غلام احمد نے ان پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۸: ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے یہ پیشگوئی کی کہ مرزا غلام احمد اس کی زندگی میں ہی ۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائے گا، مرزا لکھتا ہے:

"تب اس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اُس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اُس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اُس کی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اُس کو ہلاک کرے گا اور میں اُس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔" (چشمۂ معرفت ص ۳۲۲، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۷)

تبصرہ: مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں مر گیا اور ڈاکٹر پٹیالوی اس کے مرنے کے

گیارہ سال بعد تک زندہ رہا اور ۱۹۱۹ء میں فوت ہوا۔ مرزا کے آخری دور کی یہ پیش گوئی سراسر جھوٹی ثابت ہوئی۔

جھوٹ نمبر ۲۹: مرزا قادیانی نے لکھا:

”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اِس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے“ (حاشیہ کشتی نوح ص ۷۳ دوسرا نسخہ ص ۶۶، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

تبصرہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا شراب پینا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے لہٰذا مرزا نے ان پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: مرزا احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کے بارے میں مرزا قادیانی نے لکھا:

”اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں“ (شہادت القرآن ص ۷۹ دوسرا نسخہ ص ۵۵، ۵۶، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

تبصرہ: مرزا کی مقرر کردہ میعاد میں سلطان محمد نہیں مرا بلکہ سلطان محمد کی زندگی میں مرزا مر گیا۔ سلطان محمد نے اپنی بیوی محمدی بیگم کے ساتھ اطمینان سے زندگی گزاری اور مرزا کی موت کے کافی عرصہ بعد اولاد چھوڑ کر فوت ہوا۔ وہ نہ تو مرزا سے ڈرا اور نہ قادیانیت قبول کی۔

قارئین کرام! ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے تیس (۳۰) جھوٹ اس کی اپنی کتابوں سے باحوالہ و باتبصرہ پیش کر دیئے ہیں۔ ان کے علاوہ مرزا کے اور بھی بے شمار اکاذیب و افتراءات اس کی کتابوں میں موجود ہیں مثلاً ابو عبیدہ نظام الدین بی اے سائنس ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ نے ”برقِ آسمانی بر فرقِ قادیانی، کذبات مرزا“ حصہ اول میں مرزا کے دوسو (۲۰۰) سے زیادہ جھوٹ جمع کر دیئے ہیں۔ مرزا کی جھوٹی پیشگوئیاں اور جھوٹے الہامات بے حد وحساب ہیں۔

مشہور اہلِ حدیث علماء مثلاً مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری اور مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہم رحمہم اللہ کی تصانیف اور تحریروں میں مرزا غلام احمد کے بہت سے اکاذیب کا ذکر موجود ہے۔ فسانۂ قادیان کے مصنف مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۰ء) کی کتاب "مرزا قادیانی کے دس جھوٹ" انتہائی بلند پایہ اور ناقابلِ جواب ہے۔

قادیانی امت والے اپنے خود ساختہ رسول کے جھوٹوں کو غلطیاں اور سہو وغیرہ کہہ کر مرزا غلام احمد کو کذاب و دجال ہونے سے نہیں بچا سکتے۔

مرزا اپنے بارے میں لکھتا ہے: "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

(دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء ص ۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۱، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

مرزا نے کہا: "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔"

(ملفوظاتِ مرزا ج ۵ ص ۴۴۷ تحت ۳ فروری ۱۹۰۸ء)

مرزا کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ "ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے۔ اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔" (دیکھئے تذکرہ ص ۴۰۷ رقم ۵۲۵ و اربعین نمبر ۳)

مرزا نے اپنے بارے میں لکھا:

"اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا۔"

(دافع الوساوس ص ۹۳، روحانی خزائن ج ۵ ص ۹۳)

لہٰذا مرزا غلام قادیانی کے صریح جھوٹوں کو قادیانی فرقے والے خطا یا وہم یا سہو کہہ کر بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے اس مضمون میں تمام حوالے مرزا غلام احمد اور اس کے 'امتیوں' کی اپنی کتابوں سے پیش کئے ہیں۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی کے علاوہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت ہونے پر دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ وما علینا إلا البلاغ (۱/ مارچ ۲۰۰۷ء)

مقدمۃ الدین الخالص

(عذابِ قبر)

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسوله الأمین ، أما بعد :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ﴾

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قولِ ثابت کے ساتھ دنیاوی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم:۲۷)

اس کی تشریح وتفسیر میں سیدنا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((إذا أقعد المؤمن في قبره أتي ، ثم شهد أن لا إله إلا الله و أن محمدًا رسول الله .))

جب مومن کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے (اور فرشتوں کو) لایا جاتا ہے پھر وہ لا إله إلا الله اور محمد رسول الله کی گواہی دیتا ہے، اس آیت سے یہی مراد ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر ح ۱۳۶۹، صحیح مسلم: ۲۸۷۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ﴾ ہم انھیں دو دفعہ عذاب دیں گے۔ (التوبہ: ۱۰۱)

اس آیت کی تشریح میں مشہور تابعی اور مفسرِ قرآن قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عذابًا فی الدنیا وعذابًا فی القبر" ایک عذاب دنیا میں اور ایک عذاب قبر میں۔

(تفسیر ابن جریر الطبری ج ۱۱ ص ۹ وسندہ صحیح)

دیگر آیات کے لئے دیکھئے امام بیہقی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب شعب الایمان (ج ۱ ص ۳۵۴، ۳۵۵) اور کتاب اثبات عذاب القبر.

عذابِ قبر کا ثبوت متواتر احادیث سے ملتا ہے جنھیں روایت کرنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (صحیح بخاری:۱۳۷۲، صحیح مسلم:۵۸۶)

② سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما (صحیح بخاری:۱۳۷۳، صحیح مسلم:۹۰۵)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۱۳۷۴، صحیح مسلم:۲۸۷۰)

④ سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۱۳۷۵، صحیح مسلم:۲۸۶۹)

⑤ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۱۳۷۷، صحیح مسلم:۵۸۸)

⑥ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۱۳۷۸، صحیح مسلم:۲۹۲)

⑦ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم:۲۸۶۷)

⑧ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۱۳۶۹، صحیح مسلم:۲۸۷۱)

⑨ خالد بن سعید بن العاص کی بیٹی (ام خالد الامویہ) رضی اللہ عنہا (صحیح بخاری:۱۳۷۶)

⑩ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری:۶۳۶۵)

نیز دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی (ص ۱۳۴ ح ۱۱۳)

عذابِ قبر کا مسئلہ تو بہت بڑا ہے، عذابِ قبر کی جزئیات والی بعض احادیث بھی متواتر ہیں مثلاً:

① قبر میں دو فرشتوں (منکر ونکیر) کا سوال کرنا (نظم المتناثر ص ۱۳۲ ح ۱۱۱)

② سوال کے وقت بدن میں اعادۂ روح (نظم المتناثر ص ۱۳۳ ح ۱۱۲)

③ عذابِ قبر سے پناہ مانگنا (نظم المتناثر ص ۱۳۵ ح ۱۱۴)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ سنت کے متعدد علماء نے اپنے بیانات میں عذابِ قبر کے عقیدے کی صراحت فرمائی ہے مثلاً:

۱۔ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ تنگی والی زندگی (طٰہٰ:۱۲۴) کی تشریح میں فرمایا: ''یضیق علیه قبره حتی تختلف أضلاعه''

اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں دھنس جاتی ہیں۔

(کتاب اثبات عذاب القبر للبیہقی بتحقیقی:۵۸ وسندہ صحیح)

۲۔ اسی آیت کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عذاب القبر''
یعنی اس سے مراد عذابِ قبر ہے۔ (عذاب القبر للبیہقی: ۶۰ وسندہ حسن، وکتاب الزہد لہناد بن السری: ۳۵۲
وسندہ حسن، عبداللہ بن المخارق وثقہ ابن حبان والحاکم والذہبی وروی عنہ جماعۃ وقال ابن معین: مشہور)
سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک موقوف روایت میں آیا ہے کہ سورۃ الملک (کی تلاوت)
عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔ (عذاب القبر للبیہقی: ۱۴۵، وسندہ حسن، وصححہ الحاکم ۲/۴۹۸ ح ۳۸۳۹ ووافقہ الذہبی)
نیز دیکھئے عذاب القبر (ح ۲۲۳ وسندہ حسن) وتہذیب الآثار للطبری (مسند عمر ۱/۲۵۶ ح ۲۹۵ وسندہ حسن)
۳۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب نابالغ بچے کی نماز جنازہ پڑھتے تو فرماتے: اے اللہ! اسے
عذابِ قبر سے بچا۔ (الموطأ ۱/۲۲۸ ح ۵۳۷ وسندہ صحیح، عذاب القبر للبیہقی: ۱۶۰، وسندہ صحیح)
۴۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کافر پر اس کی قبر میں ایک گنجا سانپ مسلط کیا جاتا ہے جو
اس کا گوشت کھاتا ہے۔ الخ (عذاب القبر: ۲۲۹ وسندہ صحیح) نیز دیکھئے الزہد لہناد (۳۵۴ وسندہ حسن)
۵۔ صحیح مسلم کے بنیادی راوی، مشہور تابعی ومفسر اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی رحمہ اللہ
نے بھی اس آیت کی تشریح میں فرمایا: ''عذاب القبر'' یعنی اس سے مراد عذاب قبر ہے۔
(عذاب القبر للبیہقی: ۶۲ وسندہ صحیح)
۶۔ عبداللہ بن فیروز الداناج (ثقہ تابعی) سے روایت ہے کہ میں اس وقت (وہاں)
موجود تھا جب ایک آدمی نے (سیدنا) انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے ایسے لوگوں کے بارے
میں پوچھا جو عذابِ قبر کو جھٹلاتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: ''فلا تجالسوا أولئك''
تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (عذاب القبر للبیہقی: ۲۳۳ وسندہ صحیح)
۷۔ یزید بن عبداللہ بن الشخیر (ثقہ تابعی) کے بیان کردہ قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی
عذابِ قبر کے قائل ومعتقد تھے۔ دیکھئے عذاب القبر للبیہقی (ح ۲۳۸ وسندہ صحیح)
۸۔ قتادہ کا قول شروع میں گزر چکا ہے۔
۹۔ ابو صالح عبدالرحمٰن بن قیس الحنفی الکوفی (تابعی) نے تنگی والی زندگی کے بارے میں
فرمایا: ''عذاب القبر'' (کتاب الزہد لہناد بن السری: ۳۵۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: یہاں حنفی سے مراد قبیلہ بنوحنیفہ کا ایک فرد ہونا ہے۔

۱۰۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عذابِ ثانی کو ''عذاب القبر'' کہا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ۱۸۷۰/۶ ح ۱۰۳۰۳، وسندہ حسن)

۱۱۔ مکحول شامی (تابعی) نے شہید کے بارے میں فرمایا کہ وہ عذابِ قبر سے بچایا جاتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳۱/۵ ح ۱۹۴۶۰ وسندہ صحیح)

ان احادیثِ متواترہ اور آثارِ متواترہ کی روشنی میں اہلِ سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ عذابِ قبر برحق ہے۔

عذابِ قبر کے بارے میں صحیح مسلم کے شارح محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی (متوفی ۸۲۸ھ) لکھتے ہیں: ''تواتر و أجمع علیه أهل السنة و أنکرته المبتدعة''

یہ متواتر ہے اور اہلِ سنت کا اسی پر اجماع ہے اور اہلِ بدعت نے اس کا انکار کیا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۲۳ تحت ح ۲۹۲)

ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۶ھ) نے کہا:

''اعلم أن مذهب أهل السنة اثبات عذاب القبر وقد تظاهرت علیه دلائل الکتاب و السنة'' جان لو! کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذابِ قبر ثابت ہے اور اس پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵ تحت ح ۲۸۶۶)

حافظ ابن حجر نے عذابِ قبر کے عقیدے کو ''جمیع أهل السنة'' یعنی تمام اہلِ سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۳ ص ۲۳۳ تحت ح ۱۳۶۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عذابِ قبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

''هذا قول السلف قاطبة و أهل السنة والجماعة و إنما أنکر ذلك فی البرزخ قلیل من أهل البدع'' یہ تمام سلف صالحین اور اہلِ سنت والجماعت کا قول ہے (کہ عذابِ قبر حق ہے) اور اس کا انکار صرف تھوڑے سے بدعتیوں نے کیا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ج ۴ ص ۲۶۲)

ابن ابی العز الحنفی نے لکھا ہے کہ ”وقد تواترت الأخبار عن رسول الله ﷺ في ثبوت عذاب القبر و نعيمه لمن كان لذلك أهلاً و سؤال الملكين فيجب اعتقاد ثبوت ذلك و الإيمان به و لا نتكلم في كيفيته إذليس للعقل وقوف على كيفيته لكونه لا عهد له به في هذا الدار والشرع لا يأتي بما تحيله العقول ولكنه قد يأتي بما تحار فيه العقول فإن عود الروح إلى الجسد ليس على الوجه المعهود فى الدنيا بل تعاد الروح إليه اعادة غير الإعادة المالوفة فى الدنيا ...“

اور یقیناً رسول اللہ ﷺ سے عذاب القبر ، قبر کی نعمتوں اور قبر میں فرشتوں کے سوال (وجواب) کے متعلق تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں، اس شخص کے لئے جو اس کا مستحق ہے۔ ان احادیث پر اعتقاد رکھنا اور ایمان لانا ضروری ہے البتہ ان کی کیفیت کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ عقل ان کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہے اور اس جہانِ دنیا میں اس کا علم ممکن نہیں ، نیز شریعت ایسی باتوں کا ذکر نہیں کرتی جنھیں (انسانوں کی) عقلیں محال سمجھتی ہیں، البتہ ایسی باتوں کا ذکر کرتی ہے جس میں عقلیں حیران ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ روح کا جسم میں واپس آنا اس طرح نہیں جس طرح دنیا میں معروف ہے بلکہ روح کا اعادہ (برزخی ہے اور) اس اعادے کے خلاف ہے جو دنیا میں معلوم ہے...

(شرح عقیدہ طحاویہ ص ۴۵۰، ۴۵۱)

ان واضح دلائل اور ائمہ دین وعلمائے اسلام کی تصریحات کے باوجود بعض اہلِ بدعت عقیدۂ عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں جن میں درج ذیل گروہ زیادہ مشہور ہیں:

① بعض معتزلہ ② خوارج ③ جہمیہ ④ منکرینِ حدیث ⑤ روافض

دیکھئے احادیث حیاۃ البرزخ فی الکتب التسعۃ (ص ۳۹ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت، لبنان)

مُلکِ یمن میں میری بعض ایسے رافضی نما زیدیوں سے بھی ملاقات ہوئی تھی جو عذابِ قبر کا علانیہ انکار کرتے تھے۔ یہ لوگ سلف صالحین کے بجائے ضرار بن عمرو، یحییٰ بن کامل اور بشر بن غیاث المریسی جیسے گمراہوں کے پیروکار ہیں جبکہ یہ عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے

ثابت ہے۔

صاحبِ شرح العقیدۃ الطحاویۃ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وذهب إلى موجب هذا الحديث جميع أهل السنة والحديث وله شواهد من الصحيح ''تمام اہلِ سنت اور اہلِ حدیث اس حدیث سے ثابت شدہ موقف کے حامی ہیں اور صحیح میں اس کے شواہد ہیں۔ (شرح عقیدہ طحاویہ بتحقیق احمد شاکر ص ۳۴۷)

برادر محترم مولانا ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ اپنے دور میں گمراہ فرقوں اور اہلِ بدعت کے خلاف ننگی تلوار ہیں۔ انھوں نے اپنے اس جہادِ مسلسل میں منکرینِ عذاب القبر اور مکفرین ائمۃ المسلمین کو آڑے ہاتھوں لے کر کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ ان گمراہوں کے پرخچے اُڑا دیئے ہیں۔ عذابِ قبر کے اثبات اور منکرینِ عذابِ قبر کی تردید والی یہ کتاب ''الدین الخالص'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو دنیا اور آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے، صحتِ کاملہ کے ساتھ لمبی زندگی اور وسائل مطلوبہ بخشے تاکہ وہ مسلکِ حق کو دن بدن سربلند کرنے اور باطل کو ہر محاذ پر شکست دینے میں مصروف رہیں۔ آمین (۲۶/اپریل ۲۰۰۷ء)

[یہ مقدمہ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب پر لکھا گیا ہے۔]

صحیح حدیث حجت ہے، چاہے خبرِ واحد ہو یا متواتر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء:۸۰)

اس آیتِ کریمہ و دیگر آیات سے رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ قُبا (مدینے) میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آگیا ہے۔ پس سارے نمازی جو شام کی طرف رُخ کئے نماز پڑھ رہے تھے، نماز ہی میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ (موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم تحقیقی: ۲۷۷ وسندہ صحیح، روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱/۱۹۵ ح ۴۶۰، صحیح البخاری: ۴۰۳ و صحیح مسلم: ۵۲۶)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عقیدے میں بھی صحیح خبرِ واحد کو حجت سمجھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے جو خط بھیجا تھا، اسے سیدنا دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح خبرِ واحد ظنی نہیں ہوتی بلکہ یقینی، قطعی اور حجت ہوتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں:

''صحیحین میں جتنی احادیث (حدثنا کے ساتھ بیان کردہ) ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں کیونکہ اُمت (اجماع کی صورت میں) معصوم عن الخطأ ہے لہٰذا جسے اُمت نے صحیح سمجھا ہے اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ روایات حقیقت میں بھی صحیح ہی ہیں۔''

اس پر محی الدین نووی کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں:

''اور یہ استنباط اچھا ہے... میں اس مسئلے میں ابن الصلاح کے ساتھ ہوں، انھوں نے جو کہا اور راہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے) واللہ اعلم ''

(اختصار علوم الحدیث مع تحقیق الشیخ الالبانی ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اس کے بعد مجھے ہمارے استاد علامہ ابن تیمیہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے:
جس حدیث کو (ساری) امت کی (بالاجماع) تلقی بالقبول حاصل ہے، اس کا قطعی الصحت ہونا ائمۂ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ ان میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد الاسفرائنی، قاضی ابوالطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابواسحاق الشیرازی، حنابلہ میں سے (ابوعبداللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق)، ابویعلیٰ ابن الفراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علماء، حنفیہ میں سے شمس الائمہ السرخسی سے یہی بات منقول ہے۔ (کہ تلقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں)
ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: اشاعرہ (اشعری فرقے) کے جمہور متکلمین مثلاً ابواسحاق الاسفرائنی اور ابن فورک کا یہی قول ہے... اور یہی تمام اہلِ حدیث (محدثینِ کرام اور ان کے عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔ یہ بات ابن الصلاح نے بطورِ استنباط کہی تھی جس میں انھوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے۔''

(اختصار علوم الحدیث ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

جو حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ج ۱ ص ۴۸۳ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''متی رویتُ عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً صحیحاً فلم آخذ به والجماعة ـ فأشهد کم أن عقلي قد ذهب''

جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اسے (بطورِ عقیدہ وبطورِ عمل) نہ لوں تو گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔ (مناقب الشافعی ج ۱ ص ۴۷۴ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک، صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔

امام شافعی خبرِ واحد (صحیح) کو قبول کرنا فرض سمجھتے تھے۔ (دیکھئے جماع العلم للشافعی ص ۸ فقرہ: ۱)

امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا: تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تا کہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوفی، بصری یا شامی ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۰، وسندہ صحیح، الحدیث: ۲۵ ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبرِ واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلافِ قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے۔

امامِ اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔

(مناقب احمد ص ۱۸۲، وسندہ حسن، الحدیث: ۲۶ ص ۲۸)

امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انھوں نے فرمایا: ''یہ حدیث حسن ہے، میں نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی'' اس کے بعد امام مالک اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۳۱، ۳۲ ج ۱، وسندہ حسن)

امام ابو حنیفہ کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیث ان کا مذہب تھا۔

عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں:

''أما بالخبر الواحد فقال بجوازه الأئمة الأربعة''

قرآن کی خبرِ واحد (صحیح) کے ساتھ تخصیص ائمۂ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔

(غیث الغمام ص ۲۷۷)

معلوم ہوا کہ زمانۂ تدوینِ حدیث کے بعد، اصولِ حدیث کی رُو سے صحیح روایت کو ایمان، عقائد، صفات اور احکام وغیرہ سب مسائل میں قبول کرنا فرض ہے۔ (۱۴/ فروری ۲۰۰۷ء)

نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنم میں جائے گا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((من یقل علیّ ما لم أقل فلیتبوأ مقعده من النار))
جس شخص نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا (جہنم کی) آگ میں بنا لے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹)

ارشادِ نبوی ہے کہ ((من روی عني حدیثًا وھو یری أنه کذب فھو أحد الکاذبین)) جس نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ روایت جھوٹی (میری طرف منسوب) ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک یعنی کذاب ہے۔
(مسند علی بن الجعد: ۱۴۰ وسندہ صحیح، صحیح مسلم: ۱)

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنمی ہے۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ دن رات اپنی تقریروں تحریروں اور عام گفتگو میں جھوٹی، بے اصل اور مردود روایتیں کثرت سے بیان کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلے میں آلِ تقلید کافی نڈر واقع ہوئے ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ ان کی کتابیں اور تقریریں جھوٹی روایات کا پلندا ہیں تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، مثلاً محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی نازل ہوئی"
(فضائل نماز ص ۸۲ تیسرا باب حدیث ۸، تبلیغی نصاب ص ۳۹۸)

زکریا صاحب کی بیان کردہ یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۴/ ۹۹، ۱۰۰) میں "عبدالوھاب بن مجاھد عن أبیه عن ابن عباس" کی سند سے مروی ہے۔ حاکم

نیشاپوری فرماتے ہیں: ''یروی عن أبیہ أحادیث موضوعۃ'' عبدالوہاب بن مجاہد اپنے باپ سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۷۳) ابن معین نے کہا: لاشيء وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۲۶۴) نسائی نے کہا: متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۷۵) علی بن المدینی نے کہا: غیر ثقۃ ولا یکتب حدیثہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۱۲۵)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''متروک'' إلخ (تقریب التہذیب: ۴۲۶۳)

ایسے سخت مجروح راوی کی موضوع روایت عوام الناس کے سامنے پیش کی گئی ہے حالانکہ اس کے برعکس صحیح روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی تو پوچھا: یہ کیا (اور کس لئے) ہے؟ کہا گیا کہ یہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے لئے ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے ہوئے) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے کھول دو، جب تک ہشاش بشاش رہو تو نماز پڑھو اور جب تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ۔ (صحیح بخاری: ۱۱۵۰ وصحیح مسلم: ۷۸۴)

رسول اللہ ﷺ تو عبادت کے لئے رسی باندھنے کے عمل سے منع فرما رہے ہیں اور زکریا صاحب مذکورہ موضوع روایت کے ذریعے سے یہ کہتے ہیں کہ ''تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں''!!

جھوٹی اور مردود روایات معلوم کرنے کے کئی طریقے ہیں مثلاً:

① روایت بیان کرنے والا کذاب ومتروک ہو۔

② روایت بے سند وبے حوالہ ہو۔

③ محدثینِ کرام نے روایتِ مذکورہ کو موضوع، باطل اور مردود وغیرہ قرار دیا ہو اگرچہ اس کے راوی ثقہ وصدوق ہوں اور سند بظاہر صحیح یا حسن معلوم ہوتی ہو۔

یاد رکھیں کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔ اس وعیدِ شدید میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے والا اور آپ پر جھوٹ کو بغیر تردید کے آگے لوگوں تک پہنچانے والا دونوں یکساں شامل وشریک ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ

اہلِ حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع

سلف صالحین کے آثار سے پچاس (۵۰) حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ حدیث کا لقب اور صفاتی نام بالکل صحیح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

۱) بخاری: امام بخاری نے طائفۂ منصورہ کے بارے میں فرمایا:

''یعني أهل الحدیث'' یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح، الحجۃ فی بیان المحجۃ ۱/ ۲۴۶)

امام بخاری نے یحییٰ بن سعید القطان سے ایک راوی کے بارے میں نقل کیا:

''لم یکن من أهل الحدیث...'' وہ اہل الحدیث میں سے نہیں تھا۔

(التاریخ الکبیر ۶/ ۴۲۹، الضعفاء الصغیر: ۲۸۱)

۲) مسلم: امام مسلم مجروح راویوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''هم عند أهل الحدیث متهمون'' وہ اہلِ حدیث کے نزدیک متہم ہیں۔

[صحیح مسلم، المقدمہ ص ۶ (قبل الباب الاول) دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۵]

امام مسلم نے مزید فرمایا:

''وقد شرحنا من مذهب الحدیث وأهله...''

ہم نے حدیث اور اہلِ حدیث کے مذہب کی تشریح کی۔ (حوالہ مذکورہ)

امام مسلم نے ایوب السختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن الحجاج، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور ان کے بعد آنے والوں کو ''من أهل الحدیث'' اہلِ حدیث میں سے قرار دیا۔

[صحیح مسلم، المقدمہ ص ۲۲ (باب صحۃ الاحتجاج بالحدیث المعنعن) دوسرا نسخہ ۱/ ۲۶ تیسرا نسخہ ۱/ ۲۳]

۳) شافعی: ایک ضعیف روایت کے بارے میں امام محمد بن ادریس الشافعی فرماتے ہیں:

"لا يثبت أهل الحديث مثله" اس جیسی روایت کو اہلِ حدیث ثابت نہیں سمجھتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲۶۰ وسندہ صحیح)

امام شافعی نے فرمایا:

"إذا رأيت رجلاً من أصحاب الحديث فكأني رأيت النبي ﷺ حياً"

جب میں اصحاب الحدیث میں سے کسی شخص کو دیکھتا ہوں تو گویا میں نبی ﷺ کو زندہ دیکھتا ہوں۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۸۵ وسندہ صحیح)

٤) احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل سے طائفۂ منصورہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم؟" اگر یہ طائفۂ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۲ رقم: ۲ وسندہ حسن، وصححہ ابن حجر فی فتح الباری ۱۳/۲۹۳ تحت ح ۷۳۱۱)

٥) یحییٰ بن سعید القطان: امام یحییٰ بن سعید القطان نے سلیمان بن طرخان التیمی کے بارے میں فرمایا: "كان التيمي عندنا من أهل الحديث"

تیمی ہمارے نزدیک اہلِ حدیث میں سے ہیں۔

(مسند علی بن الجعد ۱/۵۹۳ ح ۱۳۵۴ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ: ۱۳۱۴، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴/۱۲۵ وسندہ صحیح)

ایک راویٔ حدیث عمران بن قدامہ العمی کے بارے میں یحییٰ القطان نے کہا:

"ولكنه لم يكن من أهل الحديث" لیکن وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

(الجرح والتعدیل ۶/۳۰۳ وسندہ صحیح)

٦) ترمذی: امام ترمذی نے ابوزید نامی ایک راوی کے بارے میں فرمایا:

"وأبو زيد رجل مجهول عند أهل الحديث"

اور اہل حدیث کے نزدیک ابوزید مجہول آدمی ہے۔ (سنن الترمذی: ۸۸)

۷) ابوداود: امام ابوداود السجستانی نے فرمایا:

"عند عامة أهل الحديث" عام اہلِ حدیث کے نزدیک

(رسالۃ ابی داود الی مکہ فی وصف سننہ ص ۳۰، مخطوط ص ۱)

۸) نسائی: امام نسائی نے فرمایا:

"ومنفعةً لأهل الإسلام ومن أهل الحديث والعلم والفقه والقرآن"

اہلِ اسلام کے لئے نفع ہے اور اہلِ حدیث، علم و فقہ اور قرآن والوں میں سے۔

(سنن النسائی ۱۳۵/۷ ح ۴۴۴۷، التعلیقات السلفیۃ: ۴۱۵۲)

۹) ابن خزیمہ: امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

"لم نر خلافًا بين علماء أهل الحديث أن هذا الخبر صحيح من جهة النقل" ہم نے علمائے اہلِ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں دیکھا کہ یہ حدیث روایت کے لحاظ سے صحیح ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲۱/۱ ح ۳۱)

۱۰) ابن حبان: حافظ محمد بن حبان البستی نے ایک حدیث پر درج ذیل باب باندھا:

"ذكر خبر شنّع به بعض المعطلة على أهل الحديث، حيث حرموا توفيق الإصابة لمعناه" اس حدیث کا ذکر جس کے ذریعے سے بعض معطلہ فرقے والے اہلِ حدیث پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ یہ (معطلہ) اس کے صحیح معنی کی توفیق سے محروم ہیں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۶۶ دوسرا نسخہ: ۵۶۵)

ایک دوسرے مقام پر حافظ ابن حبان نے اہل الحدیث کی یہ صفت بیان کی ہے:

"ينتحلون السنن ويذبون عنها و يقمعون من خالفها"

وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع کرتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۲۹ دوسرا نسخہ: ۶۱۶۲)

نیز دیکھئے الاحسان (۱۴۰/۱ قبل ح ۶۱)

۱۱) ابوعوانہ: امام ابوعوانہ الاسفرائنی ایک مسئلے کے بارے میں امام مزنی کو بتاتے ہیں:

''اختلاف بين أهل الحديث''

اس میں اہلِ حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔ (دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۴۹)

۱۲) عجلی: امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی نے امام سفیان بن عیینہ کے بارے میں فرمایا:

''وكان بعض أهل الحديث يقول: هو أثبت الناس في حديث الزهري...'' اور بعض اہلِ حدیث کہتے تھے کہ وہ زہری کی حدیث میں سب سے زیادہ ثقہ ہیں۔ (معرفۃ الثقات ۱/۴۱۷ ت ۶۳۱، دوسرا نسخہ: ۵۷۷)

۱۳) حاکم: ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری نے امام یحییٰ بن معین کے بارے میں فرمایا:

''إمام أهل الحديث'' اہلِ حدیث کے امام (المستدرک ۱/۱۹۸ ح ۷۱۰)

۱۴) حاکم کبیر: ابواحمد الحاکم الکبیر نے ایک کتاب لکھی ہے:

''شعار أصحاب الحديث'' اصحاب الحدیث کا شعار

یہ کتاب راقم الحروف کی تحقیق اور ترجمے سے چھپ چکی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۹ ص ۴ تا ۲۸۔

۱۵) فریابی: محمد بن یوسف الفریابی نے کہا:

''رأينا سفيان الثوري بالكوفة وكنا جماعة من أهل الحديث''

ہم نے سفیان ثوری کو کوفہ میں دیکھا اور ہم اہلِ حدیث کی ایک جماعت تھے۔

(الجرح والتعدیل ۱/۶۰ وسندہ صحیح)

۱۶) فریابی: جعفر بن محمد الفریابی نے ابراہیم بن موسیٰ الوزدولی کے بارے میں کہا:

''وله ابن من أصحاب الحديث يقال له: إسحاق''

اس کا بیٹا اصحاب الحدیث میں سے ہے، اسے اسحاق کہتے ہیں۔

(الکامل لابن عدی ۱/۲۷۱ دوسرا نسخہ ۱/۴۴۰ وسندہ صحیح)

۱۷) ابوحاتم الرازی: اسماء الرجال کے مشہور امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں:

''واتفاق أهل الحديث على شئ يكون حجة''

اور کسی چیز پر اہلِ حدیث کا اتفاق حجت ہوتا ہے۔ (کتاب المراسیل ص ۱۹۲ فقرہ: ۷۰۳)

۱۸) ابو عبید: امام ابو عبید القاسم بن سلام ایک اثر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد یأخذ بهٰذا بعض أهل الحدیث" بعض اہلِ حدیث اسے لیتے ہیں۔

(کتاب الطہور لابی عبید: ۱۷۳، الاوسط لابن المنذر ۱/۲۶۵]

۱۹) ابو بکر بن ابی داود: امام ابو داود السجستانی کے صدوق عند الجمہور صاحب زادے ابو بکر بن ابی داود فرماتے ہیں:

"ولا تك من قوم تلهو بدینهم فتطعن في أهل الحدیث وتقدح"

اور تُو اس قوم میں سے نہ ہونا جو اپنے دین سے کھیلتے ہیں (ورنہ) تو اہلِ حدیث پر طعن و جرح کر بیٹھے گا۔ (کتاب الشریعہ لمحمد بن الحسین الآجری ص ۹۷۵ وسندہ صحیح)

۲۰) ابن ابی عاصم: امام احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد عرف ابن ابی عاصم ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"رجل من أهل الحدیث ثقة" اہلِ حدیث میں سے وہ ایک ثقہ آدمی ہیں۔

(الآحاد والمثانی ۱/۳۲۸ ح ۴۰۴)

۲۱) ابن شاہین: حافظ ابو حفص عمر بن شاہین نے عمران العمی کے بارے میں یحییٰ القطان کا قول نقل کیا:

"ولکن لم یکن من أهل الحدیث" لیکن وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

(تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین: ۱۰۸۳)

۲۲) الجوزجانی: ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی نے کہا:

"ثم الشائع في أهل الحدیث ..." پھر اہلِ حدیث میں مشہور ہے۔

(احوال الرجال ص ۴۳ رقم: ۱۰) نیز دیکھئے ص ۲۱۴

۲۳) احمد بن سنان الواسطی: امام احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا:

"لیس في الدنیا مبتدع إلا وهو یبغض أهل الحدیث"

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں ہے جو اہل الحدیث سے بغض نہیں رکھتا۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ رقم: ۶ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ جو شخص اہلِ حدیث سے بغض رکھتا ہے یا اہلِ حدیث کو بُرا کہتا ہے تو وہ شخص پکا بدعتی ہے۔

۲۴) علی بن عبداللہ المدینی: امام بخاری وغیرہ کے استاد امام علی بن عبداللہ المدینی ایک روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''یعني أهل الحدیث'' یعنی وہ اہلِ حدیث (اصحاب الحدیث) ہیں۔

(سنن الترمذی: ۲۲۲۹، عارضۃ الاحوذی ۹/۷۴)

۲۵) قتیبہ بن سعید: امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

''إذا رأیت الرجل یحب أهل الحدیث .... فإنه علی السنة''
اگر تُو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل الحدیث سے محبت کرتا ہے تو یہ شخص سنت پر (چل رہا) ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۴۳ وسندہ صحیح)

۲۶) ابن قتیبہ الدینوری: المحدث الصدوق امام ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے:

''تأویل مختلف الحدیث فی الرد علی أعداء أهل الحدیث''
اس کتاب میں انھوں نے اہل الحدیث کے دشمنوں کا زبردست رد کیا ہے۔

۲۷) بیہقی: احمد بن الحسین البیہقی نے مالک بن انس، اوزاعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہم کو ''من أهل الحدیث'' اہلِ حدیث میں سے، لکھا ہے۔ (کتاب الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد للبیہقی ص ۱۸۰)

۲۸) اسماعیلی: حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم الاسماعیلی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

''لم یکن من أهل الحدیث'' وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھا۔

(کتاب المعجم ۱/۴۶۹ ت ۱۲۱ محمد بن جبریل النسوی)

۲۹) خطیب: خطیب بغدادی نے اہلِ حدیث کے فضائل پر ایک کتاب
"شرف أصحاب الحدیث" لکھی ہے جو کہ مطبوع ہے۔

خطیب کی طرف "نصیحة أھل الحدیث" نامی کتاب بھی منسوب ہے۔ نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۲۲۴/۱ ت ۵۱)

۳۰) ابونعیم الاصبہانی: ابونعیم الاصبہانی نے ایک راوی کے بارے میں کہا:

"لا یخفی علی علماء أھل الحدیث فسادہ"

علمائے اہلِ حدیث پر اس کا فساد مخفی نہیں ہے۔ (المستخرج علی صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۷ فقرہ: ۸۹)

ابونعیم الاصبہانی نے کہا: "وذھب الشافعي مذھب أھل الحدیث"

اور شافعی اہلِ حدیث کے مذہب پر گامزن تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۱۲/۹)

۳۱) ابن المنذر: حافظ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری نے اپنے ساتھیوں اور امام شافعی وغیرہ کو "اہل الحدیث" کہا۔ دیکھئے الاوسط (۳۰۷/۲ تحت ح: ۹۱۵)

۳۲) الآجری: امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری نے اہلِ حدیث کو اپنا بھائی کہا:

"نصیحة لإخواني من أھل القرآن وأھل الحدیث وأھل الفقه وغیرھم من سائر المسلمین" میرے بھائیوں کے لئے نصیحت ہے۔

اہلِ قرآن، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ میں (جو) تمام مسلمانوں میں سے ہیں۔

(الشریعۃ ص ۳، دوسرا نسخہ ص ۷)

تنبیہ: منکرینِ حدیث کو اہلِ قرآن یا اہلِ فقہ کہنا غلط ہے۔ اہلِ قرآن، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ وغیرہ القاب اور صفاتی نام ایک ہی جماعت کے نام ہیں۔ والحمدللہ

۳۳) ابن عبدالبر: حافظ یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر الاندلسی نے کہا:

"وقالت طائفة من أھل الحدیث"

اہلِ حدیث کے ایک گروہ نے کہا: (التمہید ج ۱ ص ۱۶)

۳۴) ابن تیمیہ: حافظ ابن تیمیہ الحرانی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

”الحمد للّٰہ رب العالمین، أما البخاري وأبو داود فإما مان فی الفقہ من أھل الإجتھاد۔ وأما مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجہ وابن خزیمۃ وأبو یعلٰی والبزار ونحوھم فھم علٰی مذھب أھل الحدیث ، لیسوا مقلدین لواحد بعینہ من العلماء ولا ھم من الأئمۃ المجتھدین علی الإطلاق...“

الحمد للہ رب العالمین، بخاری اور ابوداود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ رہے امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلٰی اور البزار وغیرہم تو وہ اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے، مقلدین نہیں تھے اور نہ مجتہد مطلق تھے۔ (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰)

تنبیہ: ابن تیمیہ کا ان کبار ائمۂ حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ ”نہ مجتہد مطلق تھے“ محلِ نظر ہے۔

۳۵) ابن رشید: ابن رشید الفہری (متوفی ۷۲۱ھ) نے امام ایوب السختیانی وغیرہ کبار علماء کے بارے میں فرمایا: ”من أھل الحدیث“ (وہ) اہلِ حدیث میں سے تھے۔

(السنن الابین ص ۱۱۹، نیز دیکھئے السنن الابین ص ۱۲۴)

۳۶) ابن القیم: حافظ ابن القیم نے اپنے مشہور قصیدے نونیہ میں کہا:

”یا مبغضًا أھل الحدیث وشاتمًا أبشر بعقد ولایۃ الشیطان“

اے اہلِ حدیث سے بغض رکھنے والے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔

(الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ ص ۱۹۹ فصل فی ان اہل الحدیث ہم انصار رسول اللہ ﷺ وخاصتہ)

۳۷) ابن کثیر: حافظ اسماعیل بن کثیر الدمشقی نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۷۱ کی تفسیر میں فرمایا:

”وقال بعض السلف: ھذا أکبر شرف لأصحاب الحدیث لأن

إمـامهـم النبي ﷺ ''بعض سلف (صالحین) نے کہا: یہ (آیت) اصحاب الحدیث کی سب سے بڑی فضیلت ہے کیونکہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶۴)

۳۸) ابن المنادی: امام ابن المنادی البغدادی نے قاسم بن زکریا یحییٰ المطرز کے بارے میں کہا:

'' وكان من أهل الحديث و الصدق ''اور وہ اہلِ حدیث میں سے (اور) سچائی والوں میں سے تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۴۴۱ ت ۶۹۱۰ وسندہ حسن)

۳۹) شیرویہ الدیلمی: دیلم کے مشہور مؤرخ امام شیرویہ بن شہردار الدیلمی نے عبدوس (عبدالرحمٰن) بن احمد بن عباد الثقفی الہمدانی کے بارے میں اپنی تاریخ میں کہا:

'' روى عنه عامة أهل الحديث ببلدنا وكان ثقة متقناً ''

ہمارے علاقے کے عام اہلِ حدیث نے اُن سے روایت بیان کی ہے اور وہ ثقہ مُتقن تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۴۳۸ والاحتجاج بہ صحیح لأن الذہبی یروی من کتابہ)

۴۰) محمد بن علی الصوری: بغداد کے مشہور امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن محمد الصوری نے کہا:

'' قل لمن عاندالحديث و أضحى عائباً أهله ومن يد عيه
أبعلم تقول هذا، أبنِ لي أم بجهلٍ فالجهل خلق السفيه
أيعاب الذين هم حفظوا الدين من الترهات و التحويه ''

حدیث سے دشمنی اور اہلِ حدیث کی عیب جوئی کرنے والے سے کہہ دو! کیا تو یہ علم سے کہہ رہا ہے؟ مجھے بتا دے یا جہالت سے تو جہالت بیوقوف کی عادت ہے۔ کیا اُن لوگوں کی عیب جوئی کی جاتی ہے جنھوں نے دین کو باطل اور بے بنیاد باتوں سے بچایا ہے ؟

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۳/۱۱۱۷ ت ۱۰۰۲ وسندہ حسن، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۳۱، المنتظم لابن الجوزی ۱۵/۳۲۴)

٤١) سیوطی: آیتِ کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرآئیل:۷۱)
کی تشریح میں جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

''لیس لأهل الحديث منقبة أشرف من ذلك لأنه لا إمام لهم غيره ﷺ'' اہلِ حدیث کے لئے اس سے زیادہ فضیلت والی اور کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے سوا اہلِ حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔

(تدریب الراوی ۲/۱۲۶، نوع ۲۷)

٤٢) قوام السنہ: قوام السنہ اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی نے کہا:

'' ذكر أهل الحديث وأنهم الفرقة الظاهرة على الحق إلى أن تقوم الساعة'' اہلِ حدیث کا ذکر اور وہی فرقہ قیامت تک حق پر غالب ہے۔

(الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ اہل السنۃ ۱/۲۴۶)

٤٣) رامہرمزی: قاضی حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی نے کہا:

'' وقد شرف الله الحديث وفضل أهله'' اللہ نے حدیث اور اہلِ حدیث کو فضیلت بخشی ہے۔ (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۱۵۹ رقم:۱)

٤٤) حفص بن غیاث: حفص بن غیاث سے اصحاب الحدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: **''هم خير أهل الدنيا''** وہ دنیا میں سب سے بہترین ہیں۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۳ ح ۳ وسندہ صحیح)

٤٥) نصر بن ابراہیم المقدسی: ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی نے کہا:

''باب : فضيلة أهل الحديث'' اہلِ حدیث کی فضیلت کا باب

(الحجۃ علیٰ تارک المحجۃ ج ۱ ص ۳۲۵)

٤٦) ابن مفلح: ابوعبداللہ محمد بن مفلح المقدسی نے کہا:

'' أهل الحديث هم الطائفة الناجية القائمون على الحق''

اہل حدیث ناجی گروہ ہے جو حق پر قائم ہے۔ (الآداب الشرعیۃ ۱/۲۱۱)

٤٧) الامیر الیمانی: محمد بن اسماعیل الامیر الیمانی نے کہا:

"علیك بأصحاب الحدیث الأفاضل تجد عندهم كل الهدی والفضائل" فضیلت والے اصحاب الحدیث کو لازم پکڑو تم ان کے پاس ہر قسم کی ہدایت اور فضیلتیں پاؤ گے۔ (الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ج ۱ ص ۱۴۶)

٤٨) ابن الصلاح: صحیح حدیث کی تعریف کرنے کے بعد حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں:

"فهٰذا هو الحدیث الذي یحکم له بالصحة بلا خلاف بین أهل الحدیث" یہ وہ حدیث ہے جسے صحیح قرار دینے پر اہلِ حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (علوم الحدیث عرف مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۲۰)

٤٩) الصابونی: ابو اسماعیل عبدالرحمٰن بن اسماعیل الصابونی نے ایک کتاب لکھی ہے:

"عقیدة السلف أصحاب الحدیث" سلف: اصحاب الحدیث کا عقیدہ

اس میں وہ کہتے ہیں:

"ویعتقد أهل الحدیث ویشهدون أن اللّٰه سبحانه وتعالٰی فوق سبع سموات علٰی عرشه" اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے اور اس کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔

(عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث ص ۱۴)

٥٠) عبدالقاہر البغدادی: ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بن محمد البغدادی نے شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والوں کے بارے میں کہا:

"کلهم علٰی مذهب أهل الحدیث من أهل السنة" وہ سب اہلِ سنت میں سے اہلِ حدیث کے مذہب پر ہیں۔ (اصول الدین ص ۳۱۷)

ان پچاس حوالوں سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا مہاجرین، انصار اور اہلِ سنت کی طرح صفاتی نام اور لقب اہلِ حدیث ہے اور اس لقب کے جواز پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

کسی ایک امام نے بھی اہلِ حدیث نام ولقب کو غلط، ناجائز یا بدعت ہرگز نہیں کہا لہٰذا بعض خوارج اور ان سے متاثرین کا اہلِ حدیث نام سے نفرت کرنا، اسے بدعت اور فرقہ وارانہ نام کہہ کر مذاق اڑانا اصل میں تمام محدثین اور امتِ مسلمہ کے اجماع کی مخالفت کرنا ہے۔
ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں جن سے اہل الحدیث یا اصحاب الحدیث وغیرہ صفاتی ناموں کا ثبوت ملتا ہے۔ محدثین کرام کی ان تصریحات اور اجماع سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث ان صحیح العقیدہ محدثین وعوام کا لقب ہے جو بغیر تقلید کے کتاب وسنت پر فہم سلف صالحین کی روشنی میں عمل کرتے ہیں اور ان کے عقائد بھی کتاب وسنت اور اجماع کے بالکل مطابق ہیں۔ یاد رہے کہ اہل حدیث اور اہلِ سنت ایک ہی گروہ کے صفاتی نام ہیں۔
بعض اہل بدعت یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث صرف محدثین کو کہتے ہیں چاہے وہ اہل سنت میں سے ہوں یا اہلِ بدعت میں سے، ان لوگوں کا یہ قول فہم سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اہلِ بدعت کے اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ گمراہ لوگوں کو بھی طائفۂ منصورہ قرار دیا جائے حالانکہ اس قول کا باطل ہونا عوام پر بھی ظاہر ہے۔ بعض راویوں کے بارے میں خود محدثین نے یہ صراحت کی ہے وہ اہلِ حدیث میں سے نہیں تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۵، ۲۱، ۲۸)
دنیا کا ہر بدعتی اہلِ حدیث سے نفرت کرتا ہے تو کیا ہر بدعتی اپنے آپ سے بھی نفرت کرتا ہے۔
حق یہ ہے کہ اہلِ حدیث کے اس صفاتی نام ولقب کے مصداق صرف دو گروہ ہیں:

① حدیث بیان کرنے والے (محدثین)

② حدیث پر عمل کرنے والے (محدثین اور اُن کے عوام)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين على سماعه أو كتابته أو روايته، بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه ومعرفته وفهمه ظاهرًا وباطنًا، واتباعه باطنًا وظاهرًا، وكذلك أهل القرآن."

ہم اہلِ حدیث کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں

جنھوں نے حدیث سنی، لکھی یا روایت کی بلکہ اس سے مراد ہم یہ لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہلِ قرآن کا ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۴/۹۵)

حافظ ابن تیمیہ کے اس فہم سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث سے مراد محدثین اور ان کے عوام ہیں۔ آخر میں عرض ہے کہ اہلِ حدیث کوئی نسلی فرقہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی جماعت ہے۔ ہر وہ شخص اہلِ حدیث ہے جو قرآن و حدیث و اجماع پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کرے اور اسی پر اپنا عقیدہ رکھے۔ اپنے آپ کو اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کہلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب یہ شخص جنتی ہو گیا ہے۔ اب اعمالِ صالحہ ترک، خواہشات کی پیروی اور من مانی زندگی گزاری جائے بلکہ وہی شخص کامیاب ہے جس نے اہلِ حدیث (اہلِ سنت) نام کی لاج رکھتے ہوئے اپنے اسلاف کی طرح قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزاری۔ واضح رہے نجات کے لئے صرف نام کا لیبل کافی نہیں ہے بلکہ نجات کا دارومدار قلوب و اذہان کی تطہیر اور ایمان و عقیدے کی درستی کے ساتھ اعمالِ صالحہ پر ہے۔ یہی شخص اللہ کے فضل و کرم سے ابدی نجات کا مستحق ہوگا۔ ان شاء اللہ (۲۹ رجب ۱۴۲۷ھ)

اس تحقیقی مضمون میں جن علماء کے حوالے پیش کیے گئے ہیں ان کے ناموں کی ترتیب بلحاظِ حروفِ تہجی درج ذیل ہے:

ابن ابی عاصم (متوفی ۲۸۷ھ):	۲۰	ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ):	۶
ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ):	۳۴	جعفر بن محمد الفریابی (متوفی ۳۰۱ھ):	۱۶
ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ):	۱۰	جوزجانی (متوفی ۲۵۹ھ):	۲۲
ابن خزیمہ (متوفی ۳۱۱ھ):	۹	حاکم صاحب مستدرک (متوفی ۴۰۵ھ):	۱۳
ابن رشید (متوفی ۷۲۱ھ):	۳۵	حاکم کبیر (متوفی ۳۷۸ھ):	۱۴
ابن شاہین (متوفی ۳۸۵ھ):	۲۱	حفص بن غیاث (متوفی ۱۹۴ھ):	۴۴

اہلِ حدیث پر بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

صحیح العقیدہ محدثینِ کرام اور تقلید کے بغیر، سلف صالحین کے فہم پر کتاب وسنت کی اتباع کرنے والوں کا لقب اور صفاتی نام: اہلِ حدیث ہے۔ اہلِ حدیث کے نزدیک قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ (علیٰ فہم السلف الصالحین) اور اجماع شرعی حجت ہیں۔ انھیں ادلۂ شرعیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ادلۂ شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے اور اجتہاد کی متعدد اقسام ہیں:

① کتاب وسنت کے عموم ومفہوم وغیرہما سے استدلال

② آثارِ سلف صالحین سے استدلال ③ وہ قیاس جو ادلۂ شرعیہ کے مخالف نہ ہو۔

④ مصالح مرسلہ وغیرہ

اہلِ حدیث کے نزدیک اجتہاد جائز ہے لہٰذا ادلۂ شرعیہ ثلاثہ سے استدلال کے بعد دلیلِ رابع پر بھی عمل جائز ہے، بشرطیکہ کتاب وسنت، اجماع اور آثارِ سلف صالحین کے خلاف نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں اہلِ حدیث کے نزدیک ادلۂ اربعہ درج بالا مفہوم کے ساتھ حجت ہیں۔

تنبیہ: اجتہاد عارضی اور وقتی ہوتا ہے لہٰذا اسے دائمی قانون کی حیثیت نہیں دی جاسکتی اور نہ ایک شخص کا اجتہاد دوسرے شخص پر دائمی ولازمی حجت قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس تمہید کے بعد بعض الناس کے اہل حدیث پر اعتراضات ومغالطات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

اعتراض نمبر۱: ''اہلِ حدیث کے نزدیک شرعی دلیلیں صرف دو ہیں:

① قرآن ② حدیث تیسری کوئی دلیل نہیں ہے۔''

جواب: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ((لا یجمع اللّٰہ أمتي علیٰ ضلالۃ أبدًا))

اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ (المستدرک للحاکم ۱/۱۱۶ ح ۳۹۹ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے اجماعِ امت کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱ص ۲۴ جون ۲۰۰۴ء)

حافظ عبداللہ غازیپوری محدث رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۳۷ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے۔ کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا''

(ابراء اہل الحدیث والقرآن ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کے نزدیک اجماع امت (اگر ثابت ہو تو) شرعی حجت ہے۔

اسی وجہ سے ماہنامہ الحدیث حضرو کے تقریباً ہر شمارے پر لکھا ہوتا ہے کہ ''قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری'' یہ بھی یاد رہے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک اجتہاد جائز ہے جیسا کہ تمہید میں عرض کر دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

اعتراض نمبر ۲: اہلِ حدیث کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو فہم سلف صالحین کے بجائے اپنے ذاتی فہم کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرے۔

جواب: یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حافظ عبداللہ روپڑی محدث رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۸۴ھ) فرماتے ہیں: ''خلاصہ یہ کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں'' (فتاویٰ اہلِ حدیث ج ۱ ص ۱۱۱) معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کے نزدیک قرآن وحدیث کو سلف صالحین کے فہم سے سمجھنا چاہئے اور سلف صالحین کے فہم کے مقابلے میں ذاتی انفرادی فہم کو دیوار پر دے مارنا چاہئے۔ اسی وجہ سے ماہنامہ الحدیث حضرو کے تقریباً ہر شمارے کے آخری ٹائٹل پر لکھا ہوتا ہے کہ ''سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار''

اعتراض نمبر ۳: اہلِ حدیث کے نزدیک صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہی حجت ہیں۔ وہ حدیث کی دوسری کتابوں کو نہیں مانتے۔

جواب: یہ اعتراض بھی باطل ہے، کیونکہ اہلِ حدیث کے نزدیک صحیح احادیث حجت ہیں چاہے وہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوں یا سنن ابی داود، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ،

مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتبِ حدیث میں صحیح وحسن لذاتہ سند کے ساتھ موجود ہوں۔ ہماری تمام کتابیں بشمول ماہنامہ الحدیث حضرو، اس پر گواہ ہیں کہ ہم صحیحین کے ساتھ ساتھ دوسری کتبِ حدیث کی صحیح روایتوں سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر۴: اہلِ حدیث تقلید نہیں کرتے۔

جواب: جی ہاں! اہلِ حدیث تقلید نہیں کرتے، کیونکہ تقلید کے جواز یا وجوب کا کوئی ثبوت قرآن، حدیث اور اجماع میں نہیں ہے اور نہ آثارِ سلف صالحین سے تقلید ثابت ہے بلکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**وأما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم**'' رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(کتاب الزہد للامام وکیع ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۶)

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے۔ (کتاب الام، مختصر المزنی ص ۱، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

اہلِ سنت کے مشہور عالم حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ (تقلید کی) بدعت چوتھی صدی (ہجری) میں پیدا ہوئی ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۰۸، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۲)

ظاہر ہے کہ کتاب وسنت پر عمل اور بدعت سے بچنے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین ہے۔

اعتراض نمبر۵: وحید الزمان حیدر آبادی نے یہ لکھا ہے اور نواب صدیق حسن خان نے وہ لکھا ہے۔ نور الحسن نے یہ لکھا ہے اور بٹالوی نے وہ لکھا ہے۔

جواب: وحید الزمان صاحب ہو یا نواب صدیق حسن خان صاحب، نور الحسن ہو یا بٹالوی صاحب ہوں، ان میں سے کوئی بھی اہلِ حدیث کے اکابر میں سے نہیں ہے اور اگر ہوتے بھی تو اہلِ حدیث اکابر پرست نہیں ہیں۔

وحید الزمان صاحب تو متروک تھے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۳ ص ۳۶، ۴۰

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی تقلیدی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اہلِ حدیث کے علماء اور عوام بالاتفاق

وحیدالزمان وغیرہ کی کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں۔(تحقیق مسئلہ تقلید ص ۶)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی کو وحیدالزمان کا (صحیح بخاری کا) ترجمہ پسند تھا۔

(دیکھئے فضل الباری ج ۱ ص ۲۳، از قلم: محمد یحییٰ صدیقی دیوبندی)

وحیدالزمان صاحب عوام کے لئے تقلید کو واجب سمجھتے تھے۔[دیکھئے نزل الابرار (ص ۷ شائع کردہ آلِ دیوبند لاہور] لہٰذا انصاف یہی ہے کہ وحیدالزمان کے تمام حوالے آلِ دیوبند اور آلِ تقلید کے خلاف پیش کرنے چاہئیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب (تقلید نہ کرنے والے) حنفی تھے۔ (مآثر صدیقی حصہ چہارم ص ۱، دیکھئے حدیث اور اہلِ حدیث ص ۸۴)

نور الحسن مجہول الحال ہے اور اس کی طرف منسوب کتابیں اہلِ حدیث کے نزدیک معتبر کتابوں کی فہرست میں نہیں ہیں بلکہ یہ تمام کتابیں غیر مفتیٰ بہا اور غیر معمول بہا مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

محمد حسین بٹالوی صاحب رحمہ اللہ اہلِ حدیث عالم تھے لیکن اکابر میں سے نہیں تھے، بلکہ ایک عام عالم تھے جنھوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ان کی کتاب ''الاقتصاد'' مردود کتابوں میں سے ہے۔ بٹالوی صاحب کی پیدائش سے صدیوں پہلے روئے زمین پر اہلِ حدیث موجود تھے۔مثلاً دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۹ ص ۱۳ تا ۳۳

خلاصہ یہ کہ ان علماء اور دیگر علماء اصاغر کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے۔ اگر کچھ پیش کرنا ہے تو اہلِ حدیث کے خلاف قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ، اجماع اور سلف صالحین مثلاً صحابہ وثقہ تابعین وثقہ تبع تابعین وکبار محدثین کے حوالے پیش کریں بصورتِ دیگر دندان شکن جواب پائیں گے۔ ان شاء اللہ

تنبیہ: اہلِ حدیث کے نزدیک قرآن وحدیث اور اجماع کے صریح مخالف ہر قول مردود ہے خواہ اسے بیان کرنے یا لکھنے والا کتنا ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو۔

اعتراض نمبر ۶: مفتی عبدالہادی دیوبندی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ''یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ غیر مقلدین (جو خود کو اہلحدیث کہتے ہیں) کا وجود انگریز کے دور سے پہلے نہ تھا۔''

(نفس کے پجاری ص ۱)

جواب: دو قسم کے لوگوں کو اہلِ حدیث کہتے ہیں:

① صحیح العقیدہ (ثقہ وصدوق) محدثینِ کرام جو تقلید کے قائل نہیں ہیں۔

② محدثینِ کرام کے عوام جو صحیح العقیدہ ہیں اور بغیر تقلید کے کتاب وسنت پر عمل کرتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ خیر القرون سے لے کر آج تک ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

دلیل اول: صحابۂ کرام سے تقلیدِ شخصی وتقلیدِ غیر شخصی کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے بلکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وأما زلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم'' رہا عالم کی غلطی کا مسئلہ تو (سنو) وہ اگر سیدھے راستے پر بھی (چل رہا) ہو تو بھی اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔ (کتاب الزہد للامام وکیع ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۶)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لا تقلدوا دينكم الرجال'' اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰، وسندہ صحیح، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)

صحابہ میں سے کوئی بھی ان کا مخالف نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ تقلید ممنوع ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام صحابہ اہلِ حدیث تھے۔ یاد رہے کہ اس اجماع کے مخالفین ومنکرین جو ''دلائل'' پیش کرتے ہیں ان میں تقلید کا لفظ نہیں ہے۔

دلیل دوم: مشہور جلیل القدر تابعی امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے (کتاب وسنت کے خلاف) کہیں اسے کوڑے کرکٹ (کے ڈھیر) پر پھینک دو۔

(مسند الدارمی ج ۱ ص ۶۷ ح ۲۰۶ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۷)

ابراہیم نخعی کے سامنے کسی نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول پیش کیا تو انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں تم سعید کے قول کو کیا کرو گے؟

(الاحکام لابن حزم ج ۶ ص ۲۹۳ وسندہ صحیح، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

تابعین میں سے کسی ایک سے بھی تقلید کا جواز یا وجوب ثابت نہیں ہے لہٰذا ان اقوال

اور دیگر اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ تقلید کے ممنوع ہونے پر تابعین کا بھی اجماع ہے اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ تمام ثقہ وصحیح العقیدہ تابعین اہلِ حدیث تھے۔

دلیل سوم: تبع تابعی حکم بن عتیبہ نے فرمایا: آپ لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات لے بھی سکتے ہیں اور رد بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے۔ (الاحکام لابن حزم ۶/۲۹۳ وسندہ صحیح)

تبع تابعین میں سے کسی ایک ثقہ تبع تابعی سے تقلید شخصی وتقلید غیر شخصی کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا اس پر بھی اجماع ہے کہ تمام ثقہ وصحیح العقیدہ تبع تابعین اہلِ حدیث تھے۔

دلیل چہارم: اتباع تبع تابعین میں سے ایک جماعت نے تقلید سے منع کیا ہے، مثلاً امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا۔

دیکھئے کتاب الام (مختصر المزنی ص ۱)

امام شافعی نے فرمایا: اور میری تقلید نہ کرو۔ (آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱ وسندہ حسن)

امام احمد نے فرمایا: اپنے دین میں ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کرو۔

(مسائل ابی داود ص ۲۷۷)

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ طائفۂ منصورہ (اہلِ حق کا سچا گروہ) ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ اس کی تشریح میں امام بخاری فرماتے ہیں: یعنی اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔

(مسألۃ الاحتجاج بالشافعی للخطیب ص ۴۷ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا: اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہلِ حدیث سے محبت کرتا ہے تو یہ شخص سنت پر (عمل پیرا) ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۱۳۴ ح ۱۴۳ وسندہ صحیح)

امام احمد بن سنان الواسطی نے فرمایا: دنیا میں کوئی بھی ایسا بدعتی نہیں جو اہلِ حدیث سے بغض نہیں رکھتا۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۴ وسندہ صحیح)

مزید حوالوں کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۹ ص ۱۳ تا ۳۳

معلوم ہوا کہ تمام صحیح العقیدہ اور ثقہ اتباع تبع تابعین اہلِ حدیث تھے اور تقلید نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ دوسروں کو بھی تقلید سے روکتے تھے۔

دلیل پنجم: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ (امام) مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور البزار وغیرہم اہلِ حدیث کے مذہب پر تھے، وہ علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے مقلدین نہیں تھے اور نہ مطلق طور پر مجتہد تھے۔

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۰ ص ۴۰)

معلوم ہوا کہ تمام صحیح العقیدہ اور ثقہ محدثین کرام تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اہلِ حدیث تھے۔ آج کل بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کے درج بالا قول سے ان کے دعوے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ مذکورہ محدثینِ کرام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلق طور پر مجتہد نہیں تھے اور نہ تقلید کرتے تھے۔

یاد رہے کہ ان جلیل القدر محدثین کا مجتہد نہ ہونا محلِ نظر ہے۔ دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۵۱

دلیل ششم: تیسری صدی ہجری کے آخری دور میں فوت ہونے والے امام قاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) نے تقلید کے رد پر ایک کتاب ''الإیضاح فی الرد علی المقلدین'' لکھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۲۹ ت ۱۵۰)

دلیل ہفتم: چوتھی صدی ہجری میں فوت ہونے والے سچے امام ابوبکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی (متوفی ۳۱۶ھ) نے فرمایا: اور تو اس قوم میں سے نہ ہونا جو اپنے دین سے کھیلتے ہیں ورنہ تو اہلِ حدیث پر طعن و جرح کر بیٹھے گا۔ (کتاب الشریعۃ للآجری ص ۹۷۵ وسندہ صحیح)

دلیل ہشتم: پانچویں صدی ہجری میں حافظ ابن حزم ظاہری اندلسی نے صدا بلند کی کہ تقلید حرام ہے۔ (النبذۃ الکافیہ فی احکام اصول الدین ص ۷۰)

دلیل نہم: حافظ ابن قیم الجوزیہ نے اعلان کیا: اور (تقلید کی) یہ بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی ہے جس صدی کی مذمت رسول اللہ ﷺ نے اپنی (مقدس) زبان سے بیان فرمائی ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۰۸)

حافظ ابن قیم نے اپنے مشہور قصیدے ''نونیہ'' میں فرمایا: اے اہلِ حدیث سے بغض رکھنے اور گالیاں دینے والے! تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی ''بشارت'' ہو۔ (الکافیۃ الشافیۃ ص ۱۹۹)

دلیل دہم: پانچویں صدی ہجری میں فوت ہونے والے ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر بن التمیمی البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے اپنی کتاب میں فرمایا: ''في ثغور الروم والجزيرة وثغور الشام وثغور آذربيجان وباب الأبواب كلهم على مذهب أهل الحديث من أهل السنة '' روم، جزیرہ، شام، آذربیجان اور باب الابواب کی سرحدوں پر تمام لوگ اہلِ سنت میں سے اہلِ حدیث کے مذہب پر ہیں۔ (اصول الدین ص ۳۱۷)

مذکورہ (ودیگر) دلائل سے صاف ثابت ہے کہ اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں اور نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر ہر دور میں اہلِ حدیث موجود رہے ہیں۔ والحمدللہ

اب چند الزامی دلائل پیشِ خدمت ہیں:

دلیل نمبر۱: مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اس زمانے سے لیکر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔''

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶، مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰)

اس دیوبندی اعتراف سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث ۱۰۱ ہجری اور ۲۰۱ ہجری سے روئے زمین پر موجود ہیں۔

دلیل نمبر۲: تفسیر حقانی کے مصنف عبدالحق حقانی دہلوی نے کہا: ''اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں۔'' (حقانی عقائد الاسلام ص ۳)

یہ کتاب محمد قاسم نانوتوی کی پسند کردہ ہے۔ دیکھئے حقانی عقائد الاسلام کا آخر ص ۲۶۴

دلیل نمبر۳: درج بالا حوالے کی رُو سے محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے بھی اہلِ حدیث کو اہلِ سنت قرار دیا ہے اور اہلِ سنت کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

'' ومن أهل السنة والجماعة مذهب قديم معروف قبل أن يخلق الله أباحنيفة ومالكاً والشافعي وأحمد فإنه مذهب الصحابة ... ''اور ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور

احمد کی پیدائش سے پہلے اہلِ سنت والجماعت میں سے ایک قدیم مشہور مذہب ہے، بے شک یہ مذہب صحابہ کا ہے...(منہاج السنۃ النبویہ ج ۱ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں اور مذاہبِ اربعہ کے وجود سے پہلے روئے زمین پر موجود ہیں۔ والحمد للہ

دلیل نمبر۴: مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۱ص ۳۲۵ جواب: ۳۷۰)

دلیل نمبر۵: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصر ان چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہلِ ہوی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ص ۱۳۱)

خلاصۃ التحقیق: مفتی عبدالہادی وغیرہ جیسے کذابین کا یہ کہنا کہ ''اہلِ حدیث کا وجود انگریز کے دور سے پہلے نہ تھا'' بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ علمائے حق کے حوالوں اور تقلیدیوں کے اعترافات و بیانات سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ تقلید نہ کرنے والے اہلِ حدیث کا وجودِ مسعود پہلی صدی ہجری سے لے کر ہر دور میں رہا ہے۔ دوسری طرف دیوبندی و تقلیدی فرقوں کا وجود خیر القرون کا مبارک دور گزر جانے کے بعد مختلف ادوار میں پیدا ہوا ہے مثلاً دیوبندی مذہب کی بنیاد ۱۸۶۷ء میں انگریزوں کے دور میں رکھی گئی۔

اشرفعلی تھانوی دیوبندی سے پوچھا گیا کہ اگر تمھاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو (گے)؟ انھوں نے جواب دیا:

"محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے مگر ساتھ ہی اسکے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انھوں نے ہمیں آرام پہونچایا ہے اسلام کی بھی تعلیم ہے اور اسلام جیسی تعلیم تو دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔"

(ملفوظات حکیم الامت ج ۶ ص ۵۵ ملفوظ: ۱۰۷)

معلوم ہوا کہ انگریزوں نے دیوبندیوں کو بہت آرام پہنچایا تھا۔ ایک انگریز نے جب مدرسۂ دیوبند کا معائنہ کیا تو اس مدرسے کے بارے میں نہایت اچھے خیالات کا اظہار کر کے لکھا:

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے۔" (محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۲۱۷، فخر العلماء ص ۶۰) انگریز سرکار کے اس موافق (حمایت وموافقت کرنے والے) ممد (مدد کرنے والے) اور معاون (تعاون کرنے والے) مدرسے کے بارے میں یہ ایک اہم حوالہ ہے جسے دیوبندیوں نے بذاتِ خود لکھا ہے اور کوئی تردید نہیں کی۔

اعتراض نمبر ۷: مفتی عبدالہادی دیوبندی وغیرہ کہتے ہیں کہ محدثین سب کے سب مقلد رہے ہیں۔

جواب: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انگریزوں کے دور میں بننے والے مدرسۂ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی کی پیدائش سے صدیوں پہلے محدثین (مسلم، ترمذی، نسائی وغیرہم) کے بارے میں لکھا ہے: "**فهم علی مذهب أهل الحديث ليسوا مقلدين لواحد بعينه من العلماء ولا هم من الأئمة المجتهدين على الاطلاق**"

پس وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے، علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے مقلدین نہیں تھے اور نہ مجتہد مطلق تھے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰)

صرف اس ایک حوالے سے بھی عبدالہادی (اور اس کے ہر حای) کا کذاب ہونا ثابت ہے۔ یاد رہے کہ ثقہ وصحیح العقیدہ محدثین میں سے کسی ایک کا بھی مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔ طبقاتِ حنفیہ وغیرہ کتب کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کتابوں میں مذکور سارے لوگ مقلد تھے۔ عینی حنفی (!) نے کہا: مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے

اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۷)
زیلعی حنفی (!) نے کہا: پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا ارتکاب کرتا ہے۔
(نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۹) نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹، ۴۶
اعتراض نمبر ۸: ہندوستان میں اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے پہلے نہیں ملتا۔
جواب: چوتھی صدی ہجری کے مؤرخ محمد بن احمد بن ابی بکر البشاری المقدسی (متوفی ۳۷۵ھ) نے منصورہ (سندھ) کے لوگوں کے بارے میں کہا:

''مذا هبهم أكثر أصحاب حديث ورأيت القاضي أبا محمد المنصوري داو ديًا إمامًا في مذهبه وله تدريس و تصانيف، قدصنف كتبًا عدة حسنةً''

ان کے مذاہب یہ ہیں کہ وہ اکثر اصحابِ حدیث ہیں اور میں نے قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داودی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے۔ وہ تدریس و تصنیف پر کاربند تھے۔ انھوں نے کئی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ (احسن التقاسیم فی معرفۃ الأقالیم ص ۴۸۱)
داود بن علی الظاہری کے منہج پر عمل کرنے والے ظاہری کہلاتے تھے اور تقلید سے دور تھے۔
احمد شاہ درانی کو شکست دینے والے مغل بادشاہ احمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ (دورِ حکومت ۱۱۶۱ھ بمطابق ۱۷۴۸ء تا ۱۱۶۷ھ بمطابق ۱۷۵۴ء) کے دور میں فوت ہو جانے والے شیخ محمد فاخر الہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ بمطابق ۱۷۵۱ء) فرماتے ہیں کہ ''جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی ہے۔'' (رسالہ نجاتیہ اردو مترجم ص ۴۱، ۴۲)
شیخ محمد فاخر مزید فرماتے ہیں: ''لکن أحق مذاهب اهل حديث ست''
مگر اہلِ حدیث کا مذہب دیگر مذاہب سے زیادہ حق پر ثابت ہے۔ (رسالہ نجاتیہ ص ۴۱)
معلوم ہوا کہ مدرسۂ دیوبند و مدرسۂ بریلی کی پیدائش سے بہت پہلے ہندوستان میں اہلِ حدیث موجود تھے لہٰذا یہ کہنا کہ ''انگریزوں کے دور سے پہلے اہل حدیث کے وجود کا ثبوت نہیں ملتا'' بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ نیز دیکھئے جواب اعتراض نمبر ۶

اعتراض ۹: عبدالرحمٰن پانی پتی کہتا ہے کہ (مشہور اہلِ حدیث عالم) عبدالحق بنارسی (سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا کو مرتد کہتا تھا اور کہتا تھا کہ صحابہ کا علم ہم سے کم تھا۔ دیکھئے پانی پتی کی کتاب کشف الحجاب ص ۴۶۔ عبدالحق بنارسی پر عبدالخالق نے تنبیہ الضالین ص ۱۳ میں تنقید کی ہے۔

جواب: عبدالرحمٰن پانی پتی ایک سخت فرقہ پرست تقلیدی تھا اور مولانا عبدالحق بنارسی کا سخت مخالف تھا۔ اس پانی پتی نے مذکورہ الزام کا کوئی حوالہ مولانا عبدالحق کی کسی کتاب سے پیش نہیں کیا اور نہ ایسی کوئی بات ان کی کسی کتاب میں موجود ہے لہٰذا عبدالرحمٰن پانی پتی نے تعصب و مخالفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحق بنارسی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

عبدالخالق تقلیدی بھی مولانا عبدالحق کے مخالف گروہ کا ایک فرد تھا۔ میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے سسر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عبدالخالق صحیح العقیدہ اور سچا تھا۔ کتنے ہی دیوبندی سسر ایسے ہیں جن کے داماد اہلِ حدیث ہیں! یہ بات عام لوگوں کو معلوم ہے کہ کسی بھی شخص کی اپنے مخالف کے خلاف بے حوالہ اور بے ثبوت بات مردود ہوتی ہے۔

مولانا عبدالحق بنارسی کے بارے میں ابوالحسن ندوی کے باپ حکیم عبدالحیٔ (تقلیدی) نے لکھا ہے: ''الشیخ العالم المحدث المعمر ... أحد العلماء المشھورین''

(نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۶۶)

اس کے بعد حکیم عبدالحیٔ نے مولانا عبدالحق کی گستاخی میں چند باطل باتیں لکھ کر محمد بن عبدالعزیز الزینبی سے نقل کیا کہ ''ولم أربعیني أفضل منه ''میں نے ان (عبدالحق بنارسی) سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۶۷) نیل الاوطار کے مصنف محمد بن علی الشوکانی نے اپنے شاگرد عبدالحق بنارسی کے بارے میں لکھا: ''الشیخ العلامۃ ... کثر اللّٰہ فوائدہ بمنہ و کرمہ و نفع بمعارفہ ...'' (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۶۸)

سید عبداللہ بن محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے لکھا: ''الولد العلامۃ زینۃ أھل الإستقامۃ ذو الطریقۃ الحمیدۃ و الخصال الشریفۃ المعمورۃ ''بیٹا، علامہ، اہلِ استقامت

کی زینت، اچھے طریقے والا اور اچھی شریف خصلتوں والا۔ (نزہۃ الخواطر ۲۷۰/۷)

علماء کی اس تعریف کے بعد مولانا عبدالحق بنارسی (متوفی ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۶۰ء) کے خلاف عبدالرحمٰن پانی پتی، عبدالخالق اور آلِ تقلید کا جھوٹا پروپیگنڈا کیا معنی رکھتا ہے؟

یاد رہے کہ منیٰ (مکہ مکرمہ) میں فوت ہونے والے مولانا بنارسی سے آلِ تقلید کو یہ دشمنی اور غصہ ہے کہ انھوں نے تقلید کے رد میں ایک کتاب ''الدر الفرید فی المنع عن التقلید'' لکھی اور وہ تقلید کے سخت خلاف تھے۔ رحمہ اللہ

اعتراض نمبر ۱۰: اہلِ حدیث نے انگریزوں کی حمایت کی ہے۔

جواب: ۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں کے خلاف مسلمانوں اور کافروں نے جنگِ آزادی لڑی تو علماء سے جہاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ علماء نے جہاد کے بارے میں فتویٰ دیا:

''درصورتِ مرقومہ فرض عین ہے۔''

اس فتوے پر اہلِ حدیث علماء میں سے ایک مشہور عالم سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ (سابق حنفی و بتحقیق اہلِ حدیث) کے دستخط روزِ روشن کی طرح چمک رہے ہیں۔ دیکھئے محمد میاں دیوبندی کی کتاب علماء ہند کا شاندار ماضی (ج ۴ ص ۱۷۹) جانباز مرزا (دیوبندی) کی کتاب ''انگریز کے باغی مسلمان'' (ص ۲۹۳)

اس فتوے کے بعد جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو سید نذیر حسین کو گرفتار کر کے راولپنڈی جیل میں ایک سال تک بند رکھا گیا، جبکہ دوسری طرف عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے رشید احمد گنگوہی اور محمد قاسم نانوتوی وغیرہما کے بارے میں لکھا:

''جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۷۹) ساری زندگی انگریز سرکار کے ''خیر خواہ ہی'' ثابت رہنے والوں کے بزرگ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے کہا: ''لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔'' (حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۱۰۳، علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ ص ۲۸۰)

یہ بات سخت عجیب و غریب ہے کہ خضر علیہ السلام (اپنی وفات کے بعد دوبارہ زندہ ہو

کر) کس طرح انگریزوں کی فوج میں آگئے تھے؟ دیوبندیوں کا خضر علیہ السلام کو انگریزی فوج میں شامل کرنا تاریخ کا بہت بڑا جھوٹ اور فراڈ ہے۔

تنبیہ: ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے فتوے پر کسی ایک دیوبندی کے بھی دستخط نہیں ہیں۔

آلِ تقلید کے سوالات اور ان کے جوابات

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

[تقلیدی حضرات آئے دن طرح طرح کے سوالات لکھ کر اہلِ حدیث عوام سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں کہ ان کے جوابات دیں۔ یہ سوالات امین اوکاڑوی کلچر کا بنیادی حصہ ہیں۔ اگر ان لوگوں سے جوابی سوالات کئے جائیں تو یہ ان کا کبھی جواب نہیں دیتے بلکہ انھیں سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ایک صاحب نے کھپرو ضلع سانگھڑ سندھ سے دیوبندیوں کے دس سوالات بھیجے ہیں اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان کے جوابات لکھ کر اپنے سوالات بھی لکھے جائیں۔ اس مطالبے کے مطابق درج ذیل مضمون لکھا گیا ہے۔]

نبی کریم ﷺ کو مشکل کشا سمجھنے والے اور وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے دیوبندیوں کے دس سوالات اور ان کے جوابات مع سوالات درج ذیل ہیں۔ والحمدللّٰہ

[مشکل کشا کے لئے دیکھئے کلیاتِ امدادیہ ص ۹۱، وحدت الوجود کے لئے دیکھئے کلیاتِ امدادیہ ص ۲۱۸، ۲۱۹ ومقالات سواتی ج ۱ ص ۳۷۵]

تقلیدی سوال نمبر ۱: ''آپ لوگ جب اکیلے نماز پڑھتے ہو تو تکبیرِ تحریمہ اللہ اکبر آہستہ کہتے ہو۔ قرآن کی صریح آیات یا حدیث سے صراحۃً جواب دیں کہ اکیلا نمازی تکبیرِ تحریمہ آہستہ کہے۔''

جواب: سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''فامرنا بالسکوت'' پھر ہمیں سکوت (خاموشی) کا حکم دیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۴۵۳۴ وصحیح مسلم: ۵۳۹)

اس حدیث پر عمل کر کے اہلِ حدیث نمازی مکبّر نہ ہونے کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ آہستہ کہتے ہیں۔ امام کی جہری تکبیروں کے لئے دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/ ۱۸ وسندہ حسن)

اہلِ حدیث، سوال نمبر۱: دیوبندیوں کے روحانی باپ حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے:

''اور اس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہو جانے پر وہ سراپا نور ہو جائے گا۔'' (کلیاتِ امدادیہ ص ۱۸، ضیاء القلوب)

بندے کا اللہ بن جانا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟

واضح رہے کہ بریکٹ میں لفظ اللہ خود صاحبِ کتاب کی طرف سے ہے۔

تقلیدی سوال نمبر۲: ''آپ لوگ مقتدی بن کر امام کے پیچھے اللہ اکبر آہستہ کہتے ہو صاف قرآن یا حدیث میں لکھا ہوا پیش کریں کہ مقتدی امام کے پیچھے اللہ اکبر آہستہ کہے حدیث میں مقتدی کی بھی تصریح ہو اور آہستہ کا بھی لفظ ہو۔''

جواب: مقتدی ہو یا منفرد سب مکبّر نہ ہونے کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ آہستہ کہیں گے جیسا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۵۳۴) و صحیح مسلم (۵۳۹)

اہلِ حدیث، سوال نمبر۲: دیوبندیوں کے روحانی باپ اور بانی مدرسۂ دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے:

''بلکہ اگر بالفرض بعد از زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۸۵ طبع مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

وہ آیت یا حدیث پیش کریں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی نبی پیدا ہونے سے ختمِ نبوت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

تقلیدی سوال نمبر۳: ''اگر کوئی نمازی تکبیرِ تحریمہ اللہ اکبر کے بجائے اللہ اعظم یا اللہ اجل کہہ دیتا ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ صاف قرآن و حدیث سے حکم بیان فرمائیں قیاس و اجتہاد نہ فرمائیں۔''

جواب: تکبیرِ تحریمہ اللہ اکبر کے بجائے ''اللہ اعظم'' اور ''اللہ اجل'' کا کوئی ثبوت قرآن و

حدیث واجماع اور آثارِ سلفِ صالحین میں نہیں ہے لہٰذا تکبیرِ تحریمہ کی جگہ یہ الفاظ کہنا بدعت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((و کلّ بدعة ضلالة)) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔
(صحیح مسلم:۸٦۷)

لہٰذا اس حالت میں نماز نہیں ہوگی کیونکہ گمراہی والی نماز فاسد ہے۔

اہلِ حدیث، سوال نمبر۳: دیوبندیوں کے روحانی پیشوا اشرفعلی تھانوی نے نور محمد (نامی شخص) کے بارے میں بطورِ اقرار لکھا ہے:

"آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہر گز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپکا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"

(امداد المشتاق ص ۱۱٦ فقرہ نمبر ۲۸۸)

یہ کہنا کہ نور محمد کے سوا دنیا میں کوئی آسرا نہیں ہے اور حشر کے دن اللہ کے سامنے بھی نور محمد کو پکارنا: "وقت ہے امداد کا" کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟

تقلیدی سوال نمبر۴: "آپ حضرات امام کے پیچھے مقتدی بن کر جہر سے آمین کہتے ہو جہری نمازوں میں کوئی ایک آیت یا حدیث ایسی پیش کریں کہ جس میں صراحتاً مقتدی کا لفظ ہو اور جہری کے ساتھ آمین کی بھی تصریح ہو، ورنہ جواب قابلِ قبول نہ ہوگا۔"

جواب: صحیح بخاری میں ہے کہ

"أمن ابن الزبیر و من وراءہ حتّی إن للمسجد للجة"

ابن الزبیر (صحابی رضی اللہ عنہ) اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد میں شور ہوا۔
(قبل ح ۷۸۰)

صحابہ وتابعین کے اس عمل پر کسی کا انکار ثابت نہیں ہے لہٰذا جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر کے جواز پر صحابۂ کرام وتابعین کا اجماع ہے۔ سری نمازوں میں آمین بالسر پر اجماع ہے۔

تنبیہ: اجماع شرعی حجت ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم (۱/ ۱۱۶ ح ۳۹۹ وسندہ صحیح) وابراء اہل الحدیث والقرآن للشیخ عبداللہ غازیفوری (ص ۳۲) وماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ (ص ۴)

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۴: دیوبندیوں کے روحانی پیشوا رشید احمد گنگوہی ایک خط میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے''

(فضائل صدقات ص ۵۵۸ واللفظ لہ، مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ گنگوہی کے نزدیک وہ جو گنگوہی ہے وہ اللہ ہے۔! معاذ اللہ

اس عقیدے کا ثبوت آیت یا حدیث سے پیش کریں؟

تقلیدی سوال نمبر ۵: ''باجماعت نماز میں امام بلند آواز سے سلام کہہ کر نماز ختم کرتا ہے اور مقتدی حضرات آہستہ سلام کہتے ہیں، صاف طور پر امام اور مقتدی کا یہ فرق قرآن یا حدیث میں لکھا ہوا پیش کریں، قیاس اور الزامی جواب کی طرف جانے کی زحمت نہ کریں۔''

جواب: مقتدیوں کا آہستہ سلام کہنا سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۵۳۴) وصحیح مسلم (۵۳۹)

امام کا بلند آواز سے سلام کہنا اجماع سے ثابت ہے۔ والحمد للہ

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۵: دیوبندیوں کے ایک بزرگ صوفی عبدالحمید سواتی نے فوائد عثمانی نامی کسی کتاب سے محمد عثمان نامی ایک آدمی کے بارے میں بغیر انکار کے لکھا ہے:

''خواجہ مشکل کشا: پیر دستگیر'' (فیوضاتِ حسینی عرف تحفہ ابراہیمیہ ص ۶۸)

محمد عثمان کے ''خواجہ مشکل کشا'' اور ''پیر دستگیر'' ہونے کا ثبوت آیت یا حدیث سے پیش کریں؟

تقلیدی سوال نمبر ۶: ''غیر مقلد حضرات نمازِ جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص جہر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی صحیح حدیث سے آپ کا یہ عمل ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نمازِ جنازہ میں پہلی

تکبیر کے بعد فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھی یعنی تکبیرِ اول کے بعد کی تصریح ہو۔"

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے جنازے میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی اور فرمایا: "سنة وحق" یہی سنت اور حق ہے۔

(سنن النسائی ۴/۷۴،۷۵ ح۱۹۸۹ ملخصاً وسندہ صحیح)

صحابی جب کسی کام کو سنت کہے تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت ہوتی ہے۔ دیکھئے اصولِ حدیث کی مشہور کتاب مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقی (ص ۶۹)

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اہلِ حدیث امام سورۂ فاتحہ اور ایک سورت مثلاً سورۂ اخلاص وغیرہ جہراً پڑھتا ہے۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "السنة في الصلوٰة على الجنازة أن تكبر ثم تقرأ بأم القرآن" إلخ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تم تکبیر کہو پھر سورۂ فاتحہ پڑھو۔

(منتقی ابن الجارود: ۵۴۰ وسندہ صحیح، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳ ص ۲۶)

اسی روایت میں آیا ہے کہ "ولا تقرأ إلا في التكبيرة الأولىٰ" اور تم قراءت صرف پہلی تکبیر میں ہی کرو۔ (منتقی ابن الجارود: ۵۴۰ ومصنف عبدالرزاق: ۶۴۲۸)

ایک روایت میں آیا ہے: "السنة في الصلوٰة على الجنازة أن يقرأ في التكبيرة الأولىٰ بأم القرآن مخافتةً" نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیرِ اُولیٰ میں سورۂ فاتحہ خفیہ (آہستہ) پڑھی جائے۔ (سنن النسائی ۱/۲۸۱ ح۱۹۹۱، وھو حدیث صحیح وصححہ ابن الملقن فی تحفۃ المحتاج ۷۸۸)

یہ حدیث مرفوع ہے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اہلِ حدیث مقتدی تکبیرِ اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ والحمدللہ

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۶: دیوبندیوں کے بزرگ زکریا تبلیغی کاندھلوی اپنی کتاب فضائلِ درود میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے، جامی کے اشعار کا ترجمہ بلا انکار لکھتے ہیں: "رسولِ خدا نگاہِ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین رحم فرمایئے...."

عاجزوں کی دستگیری، بیکسوں کی مدد فرمایئے.... (فضائلِ درود ص ۱۳۶،۱۳۷)

ان اشعار کا ثبوت قرآن مجید کی آیت یا نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے پیش کریں؟

تقلیدی سوال نمبر ۷: ''کسی صحابی کے جنازہ میں حضور اکرم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور سورۂ اخلاص پڑھی اور جہر کیا؟ ایسی حدیث صحیح ہو جس میں نمازِ جنازہ کی تصریح ہو اور جہر کی بھی تصریح ہو حضور اکرم ﷺ کے قول وفعل کی بھی تصریح ہو اور کسی کا قول نہ ہو، بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سچی اور صحیح حدیث ہو۔''

جواب: سابقہ سوال (نمبر ۶) کے جواب میں باحوالہ ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی اور فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔

(سنن النسائی: ۱۹۸۹، وسندہ صحیح)

صحابی جب کسی عمل کو سنت کہے تو اس سے مراد نبی ﷺ کی سنت ہوتی ہے جیسا کہ اصولِ حدیث سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۷: دیوبندیوں کے روحانی بزرگ محمود حسن اسیر مالٹا نے رشید احمد گنگوہی کی موت پر مرثیے میں کہا:

''اٹھا عالَم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی'' (کلیاتِ شیخ الہند ص ۸۷)

آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ گنگوہی صاحب، بانیٔ اسلام (اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ) کے ثانی تھے؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

تقلیدی سوال نمبر ۸: ''نماز جنازہ کے اندر کتنی چیزیں فرض ہیں؟ کتنی چیزیں واجب ہیں؟ کتنی سنت اور کتنی مستحب ہیں؟ سب کچھ حدیث صحیح سے ثابت کریں۔''

جواب: مقتدیوں کے لئے نمازِ جنازہ کا مختصر طریقہ درج ذیل ہے:

(۱) تکبیر (اللہ اکبر) کہیں (۲) سورۂ فاتحہ پڑھیں (۳) تکبیر کہیں اور درودِ ابراہیمی پڑھیں (۴) تکبیر کہیں اور دعا پڑھیں (۵) ایک طرف سلام پھیر دیں۔

یہ سب اعمال آہستہ آواز سے کریں۔

[دلائل کے لئے دیکھئے منتقی ابن الجارود (۵۴۰ وسندہ صحیح) مصنف عبدالرزاق (۶۴۲۸ وسندہ صحیح)]

جنازہ اسی طریقے سے پڑھنا چاہیے، باقی رہا یہ کہ کیا فرض ہے اور کیا واجب؟ تو یہ سوال بدعت ہے۔ دیکھئے مسائل الامام احمد و اسحاق بن راہویہ (۱۳۲/۱، ۱۳۳ ت ۱۸۹) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱۳ ص ۴۹

یاد رہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۶۷)

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۸: ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔"

(غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۵۰ حوالہ: ۱۹۸، تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸)

وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں شرمگاہوں پر نظر پڑنے کا ثبوت لکھا ہوا ہو۔

تقلیدی سوال ۹: "نماز جنازہ کے اندر آپ کا امام بلند آواز سے تکبیریں کہتا ہے اور آپ کے مقتدی آہستہ آواز سے، کیا حدیث سے صاف صریح طور پر ثابت ہے کہ امام نماز جنازہ کی تکبیریں بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ؟"

جواب: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے رکوع و سجود والی نماز پڑھائی تو تکبیر بالجہر کہی اور نماز کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۸/۲ و سندہ حسن لذاتہ)

اس پر اجماع ہے کہ نمازِ جنازہ میں امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے تکبیریں کہیں گے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ اجماعِ اُمت شرعی حجت ہے۔

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۹: دیوبندیوں کے بزرگ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں اُن کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے۔" (تفسیر عثمانی ص ۲۷ ف ۴۰ تحت آیۃ: ۱۴۳)

وہ آیت یا حدیث لکھیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اُمتیوں کے

حالات سے پورے واقف ہیں؟

تقلیدی سوال نمبر ۱۰ (آخری): ''آپ کا امام نماز جنازہ کا سلام بلند آواز سے کہتا ہے اور مقتدی آہستہ۔ کیا امام اور مقتدیوں کا یہ فرق صراحۃً حدیث صحیح سے ثابت ہے؟''

جواب: حدیثِ صحیح سے اجماعِ اُمت کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (دیکھئے المستدرک ۱/۱۱۶)

امام کا بلندِ آواز سے سلام کہنا اجماع سے ثابت ہے اور مقتدیوں کا آہستہ سلام کہنا سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۵۳۴) وصحیح مسلم (۵۳۹)

لہٰذا اہلِ حدیث کا عمل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ والحمد للہ

اہلِ حدیث، سوال نمبر ۱۰ (آخری): دیوبندیوں کے ایک بزرگ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی (اشرفعلی تھانوی کے بارے میں) لکھتے ہیں: ''واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۳)

وہ آیت یا حدیث لکھیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اشرفعلی تھانوی دیوبندی کے پاؤں دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے؟!

سوال وجواب کا اختتام:

آلِ دیوبند وآلِ تقلید کے دس سوالات کے جوابات مع دس سوالات پیش کر دیئے گئے ہیں۔

روئے زمین کے تمام دیوبندیوں وتقلیدیوں سے مطالبہ ہے کہ وہ اہلِ حدیث کے ان دس سوالات کو نقل کر کے سوالات کے مطابق جوابات لکھیں۔ ان تمام سوالات کا تعلق عقیدہ و ایمان سے ہے اور فروعی اختلافات سے قطع نظر عقیدہ وایمان کے یہ سوالات بطورِ جواب اس لئے لکھے گئے ہیں کہ دیوبندیوں کے ساتھ اہلِ حدیث کا اصل اختلاف: عقائد، ایمان اور اصول میں ہے۔

تنبیہ: آلِ تقلید نے جو فروعی وفقہی سوالات کئے ہیں ان کے جوابات وہ اپنے مزعوم امام (جن کی تقلید کے یہ لوگ مدعی ہیں) سے باسند صحیح کبھی پیش نہیں کر سکتے۔

ولو کان بعضهم لبعض ظهيرًا. (۱۴ شعبان ۱۴۲۷ھ)

چند مزید سوالات اور ان کے جوابات

تقلیدی (سوال نمبر۱): ''بھینس کا گوشت کھانا دودھ پینا دہی لسی استعمال کرنا، اس کے بارے میں حدیث پیش کریں''

جواب: اس پر اجماع ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔ (الاجماع للامام ابن المنذر، رقم:۹۱)

معلوم ہوا کہ بھینس کا حلال ہونا اجماع سے ثابت ہے اور اجماع شرعی حجت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے المستدرک للحاکم (۱۱۶/۱ ح۳۹۹ وسندہ صحیح)

جب بھینس کا حلال ہونا ثابت ہو گیا تو گوشت، دودھ، دہی اور لسی کا حلال ہونا خود بخود ثابت ہو گیا اور اسی پر اجماع ہے۔ والحمد للہ

اہل حدیث (سوال نمبر۱): فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ: ''إذا ذبح کلبه وباع لحمه جاز'' اگر کوئی شخص اپنا کتا ذبح کر کے اس کا گوشت بیچے تو جائز ہے۔ (ج۳ص۱۱۵)

اس مسئلے کی دلیل کیا ہے اور کیا فتاویٰ عالم گیری کو کتاب وسنت کا نچوڑ سمجھنے والوں نے خود اس مسئلے پر کبھی عمل کیا ہے؟

تقلیدی (سوال نمبر۲): ''قربانی فرض ہے یا واجب یا سنت صریح حکم قرآن وحدیث سے دکھائیں''

جواب: قربانی سنت ہے، دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب سنة الأضحية ح۵۵۴۵، ۵۵۴۶

اہل حدیث (سوال نمبر۲): ملا کاسانی حنفی نے لکھا ہے کہ ''قال مشایخنا فیمن صلّی وفي کمه جرو کلب أنه تجوز صلاته'' ہمارے مشائخ نے اس آدمی کے بارے میں کہا جو آستین میں کتے کا بچہ اٹھا کر نماز پڑھے (بشرطیکہ اس کا منہ بندھا ہوا ہو)

اس کی نماز جائز ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۴۷)
کیا آلِ تقلید نے کبھی اس مسئلے پر خود عمل کیا ہے؟
تقلیدی (سوال نمبر ۳): ''8 تراویح کس سن ہجری میں شروع ہوئیں حدیث دکھائیں''
جواب: آٹھ رکعات کا ثبوت نبی کریم ﷺ سے حسن لذاتہ سند کے ساتھ ہے۔
دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱۳۸/۲ ح ۱۰۷۰) وصحیح ابن حبان، الاحسان ۶۲/۴، ۶۴ ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶) اس روایت کے راوی عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب القمی دونوں جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ۱۱ھ سے پہلے مسجد نبوی میں آٹھ رکعات ''تراویح'' پڑھائی جاتی تھیں۔
اہل حدیث (سوال نمبر ۳): فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ'' ولو ترك وضع اليدين والركبتين جازت صلاته بالإجماع '' اور اگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے (زمین پر رکھنا) ترک کردے تو اس کی نماز (اہل الرائے کے نزدیک) بالاجماع جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۷۰)
کیا آپ نے ایسی نماز کبھی لوگوں کے سامنے پڑھی ہے؟
تقلیدی (سوال نمبر ۴): ''8 تراویح کے پہلے امام کا نام حدیث کے اندر سے بتائیں''
جواب: محمد رسول اللہ ﷺ، دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (ح ۱۰۷۰) وصحیح ابن حبان (ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶) اور جواب سوال نمبر ۴
اہل حدیث (سوال نمبر ۴): دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ
''یارسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے ۔ آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل ۔ اے مرے مشکل کشا فریاد ہے''
(کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱)
کیا رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا سمجھنا اور آپ کے سامنے (آپ کی وفات کے بعد) فریادیں کرنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہے؟
تقلیدی (سوال نمبر ۵): پہلی مسجد کا نام بتائیں جس میں آٹھ تراویح شروع ہوئیں؟
جواب: مسجد النبی ﷺ۔

دلیل کے لئے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (ح ۱۰۷۰) وصحیح ابن حبان (ح ۲۴۰۱، ۲۴۰۶)

اہلِ حدیث (سوال نمبر ۵): حاجی امداداللہ کہتے ہیں:

''جہازِ امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں بس اب چاہو ڈباؤ یا ترا ؤ یا رسول اللہ
پھنسا ہوں بیطرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ''

(کلیاتِ امدادیہ ص ۲۰۵)

کیا رسول اللہ ﷺ کو کشتی کنارے پر لگانے کے لئے پکارنا، قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

تقلیدی (سوال نمبر ۶): ''تکبیر تحریمہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب حکم صراحۃً حدیث سے یا قرآنی آیت سے ہو۔''

جواب: تکبیر تحریمہ واجب یعنی فرض ہے۔

دلیل نمبر ۱: نبی ﷺ نے حکم دیا کہ'' **ثم استقبل القبلة فكبر** ''پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر کہہ۔

(صحیح البخاری: ۶۲۵۱)

دلیل نمبر ۲: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' **وإحرامها التكبير** ''اور نماز کا احرام تکبیر سے ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۶ وسندہ صحیح)

یہ حدیث مرفوع حکماً ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ شرائط نماز میں سے ہے۔

اہلِ حدیث (سوال نمبر ۶): محمد زکریا تبلیغی دیوبندی لکھتے ہیں:

''میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر پر ڈالنا باعث نجات اور فخر اور موجب عزت سمجھتا ہوں۔'' (آپ بیتی ج ۱ ص ۴۵۹ قول: محمد زکریا برائے رائے پوری ومدنی صاحبان)

اس کا ثبوت قرآن وسنت سے پیش کریں؟

الخلاصہ: ہم نے آپ کے تمام سوالات مکمل نقل کر کے سوالات کے مطابق جوابات لکھ دیئے ہیں اور اپنے سوالات بھی پیش کر دیئے ہیں۔ اب آپ پر یہ لازم ہے کہ جوابات پر معارضہ کرنے سے پہلے ہمارے سوالات مکمل نقل کر کے مطابقِ سوال جواب لکھیں۔ یاد رہے کہ جو جواب مطابق سوال نہ ہو وہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ **وما علينا إلا البلاغ**

(۲۹، ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ) [ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۴ ص ۴۹ تا ۵۹]

آثارِ صحابہ اور آلِ تقلید

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

اس تحقیقی مضمون میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے وہ صحیح وثابت آثار پیشِ خدمت ہیں جن کی آلِ تقلید (تقلیدی حضرات) مخالفت کرتے ہیں:

۱) مسئلۂ تقلید

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''أما العالم فإن اهتدی فلا تقلدوه دینکم'' اگر عالم ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(حلیۃ الاولیاء ۵/۹۷ وسندہ حسن وقال ابونعیم الاصبہانی: ''وهو الصحیح'')

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لا تقلدوا دینکم الرجال''

تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ ''مسلمانوں پر (ائمۂ اربعہ میں سے ایک امام کی) تقلیدِ شخصی واجب ہے''!

۲) سورۂ فاتحہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''في کلّ صلوٰۃٍ یقرأ''

ہر نماز میں قراءت کی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۷۲ وصحیح مسلم: ۴۳/۳۹۶ ودارالسلام: ۸۸۳)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما چاروں رکعتوں میں قراءت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۱ ح ۳۷۴۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ ''چار رکعتوں والی نماز میں آخری دو رکعتوں میں قراءت نہ کی جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔'' ! مثلاً دیکھئے القدوری (باب النوافل ص ۲۳، ۲۴)

۳) آمین بالجہر

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''عن ابن عمر کان إذا کان مع الإمام یقرأ بأم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمر ورأی تلك السنة''

ابن عمر (رضی اللہ عنہما) جب امام کے ساتھ ہوتے سورۂ فاتحہ پڑھتے۔ پھر لوگ آمین کہتے (تو) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) آمین کہتے اور اسے سنت سمجھتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۸۷ ح ۵۷۲ وسندہ حسن)

صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت ہے کہ عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ) نے فرمایا: '' آمین دعا ہے، ابن الزبیر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے مقتدیوں نے آمین کہی حتیٰ کہ مسجد گونج اُٹھی۔

(کتاب الاذان باب جہر الامام بالتامین قبل ح ۷۸۰)

ان آثار کے مقابلے میں آمین بالجہر کی آلِ تقلید بہت مخالفت کرتے ہیں۔

۴) مسئلۂ رفع یدین

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''کان یرفع یدیه في کل تکبیرة علی الجنازة''

وہ (ابن عمر رضی اللہ عنہما) جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید جب نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے۔

۵) مسئلۂ تراویح

خلیفۂ راشد امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ (موطأ امام مالک ۱/ ۱۱۴ ح ۲۴۹ وسندہ صحیح وصححہ النیموی فی آثار السنن: ۷۷۶، واحتج بہ الطحاوی فی معانی الآثار ۱/ ۲۹۳)

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ ''کنا نقوم في زمان عمر ابن الخطاب رضي اللہ عنه بإحدیٰ عشرة رکعة'' ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی للفتاوی ۱/ ۳۴۹ وسندہ صحیح

وقال السیوطی: ''بسند في غاية الصحة'' یہ بہت زیادہ صحیح سند سے ہے)

ان آثارِ صحیحہ کے مقابلے میں آلِ تقلید یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ''صرف بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اور اس تعداد سے کم یا زیادہ جائز نہیں ہے۔''!

٦) نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ

طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ (تابعی) سے روایت ہے:

''صليت خلف ابن عباس علٰی جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب''

میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی تو انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔

ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: تاکہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔ (صحیح بخاری:١٣٣٥)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ جنازے میں سورۂ فاتحہ بطورِ قراءت (قرآن سمجھ کر) پڑھنا جائز نہیں ہے۔!

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے میں قراءت نہیں کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ قراءت نہیں کرتے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورت پڑھنے کے قائل تھے۔ دیکھئے فقرہ:٣٨

۷) نمازِ عصر کا وقت

اسلم رحمہ اللہ (تابعی) سے روایت ہے: ''كتب عمر بن الخطاب أن وقت الظهر إذا كان الظل ذراعاً إلٰی أن يستوي أحد كم بظله'' عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے لکھا کہ ظہر کا وقت ایک ذراع سایہ ہونے سے لے کر آدمی کے برابر سایہ ہونے تک ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ٣٢٨/٢ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید دو مثل کے بعد عصر کی اذان دیتے ہیں۔!

۸) نمازِ فجر کا وقت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

"صلّ الصبح والنجوم بادية مشتبكة" صبح کی نماز پڑھو اور ستارے صاف گھنے ہوئے ہوں۔ (موطأ امام مالک ۱/۶ ح ۶ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے ہیں۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھو، وہ منسوخ ہے۔ دیکھئے الناسخ والمنسوخ للحازمی ص ۷۷

۹) تعدیلِ ارکان

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا تو فرمایا: "ماصلیتَ ولو مُتَّ مُتَّ علی غیر الفطرة التي فطر الله محمدًا ﷺ" تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو مر جاتا تو اس فطرت پر نہ مرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مامور کیا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۹۱)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ تعدیلِ ارکان فرض نہیں ہے۔ مثلاً دیکھئے الہدایہ (۱/۱۰۶، ۱۰۷)

۱۰) جرابوں پر مسح

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (الاوسط لابن المنذر ۱/۴۶۲ وسندہ صحیح)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۴ وسندہ صحیح)

سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۸۷ وسندہ صحیح)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۰ وسندہ حسن)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۹ وسندہ حسن)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱) نماز میں سلام اور اس کا جواب

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سلام کیا اور وہ نماز پڑھ رہا تھا اس آدمی نے زبان سے جواب دے دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"إذا سلّم علیٰ أحد کم وهو یصلّي فلا یتکلم ولکن یشیر بیده" جب کسی آدمی کو سلام کیا جائے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ ہاتھ سے اشارہ کرے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۵۹ وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۷۴ ح ۴۸۱۶ مختصراً)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کے نزدیک حالتِ نماز میں سلام کرنا اور اس کا جواب دینا صحیح نہیں ہے۔

۱۲) سجدۂ تلاوت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا:

" یاأیها الناس !إنّا نمرّ بالسجود فمن سجد فقد أصاب ومن لم یسجد فلا إثم علیه" ولم یسجد عمر رضي اللّٰه عنه .

اے لوگو! ہم سجدوں (والی آیات) سے گزرتے ہیں، پس جس نے سجدہ کیا تو صحیح کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۷)

اس فاروقی حکم سے معلوم ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب ہے۔

۱۳) ایک رکعت وتر

سیدنا ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" الوتر حق فمن أحبّ أن یوتر بخمس رکعات فلیفعل ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحبّ أن یوتر بواحدة فلیفعل"

وتر حق ہے، جو شخص پانچ رکعات وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے، جو تین رکعات وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے اور جو ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے تو پڑھ لے۔

(السنن الصغریٰ للنسائی ۳/۲۳۸، ۲۳۹ ح ۱۷۱۳ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک صحابی نے ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(صحیح بخاری: ۶۳۵۶)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری:۳۷۶۴)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت پڑھ کر فرمایا کہ یہ میرا وتر ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۵ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے آثار ہیں جن میں سے بعض آثار کو نیموی (حنفی) نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن باب الوتر برکعۃ

ان آثار کی مخالفت کرتے ہوئے آلِ تقلید ایک وتر پڑھنا صحیح نہیں سمجھتے۔

۱۴) وتر سنت ہے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیس الوتر بحتم کا لصلٰوۃ ولکنہ سنۃ فلا تدعوہ''

نماز کی طرح وتر حتمی (واجب وفرض) نہیں ہے لیکن وہ سنت ہے پس اسے نہ چھوڑو۔

(مسند احمد ۱/۱۰۷ ح ۸۴۲ وسندہ حسن)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔

۱۵) تین وتر دو سلاموں سے پڑھنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک رکعت اور دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۹۹۱)

آلِ تقلید اس طریقے سے وتر پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

۱۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا

عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نے بسم اللہ بالجہر (اونچی آواز سے) پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۱۲ ح ۴۷۵۷، شرح معانی الآثار ۱/۱۳۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا ثابت ہے۔ (دیکھئے جزء الخطیب وصححہ الذہبی فی مختصر الجہر بالبسملۃ للخطیب ص ۱۸۰ ح ۴۱)

ان آثار کے برعکس آلِ تقلید کے نزدیک نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: بسم اللہ سراً پڑھنا بھی صحیح اور جائز ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱/۱۷۲ ح ۳۹۹)

۱۷) تکبیراتِ عیدین

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری میں پانچ۔

(موطأ امام مالک ۱/۱۸۰ ح ۴۳۵ وسندہ صحیح)

بارہ تکبیرات سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہیں۔

(دیکھئے احکام العیدین للفریابی: ۱۲۸ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید بارہ تکبیرات عیدین پر کبھی عمل نہیں کرتے۔

۱۸) بارش میں دو نمازیں جمع کرنا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بارش میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھ لیتے تھے۔

(دیکھئے موطأ امام مالک ۱/۱۴۵ ح ۳۲۹ وسندہ صحیح)

اس کے سراسر خلاف آلِ تقلید بارش میں دو نمازیں جمع کر کے پڑھنے کو کبھی جائز نہیں سمجھتے۔

۱۹) پگڑی پر مسح

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ عمامے پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۲ ح ۲۲۴ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عمامے پر مسح کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۲ ح ۲۲۲ وسندہ حسن)

ان آثار سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عمامے پر مسح کرنا چاہے تو جائز ہے۔ اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ عمامے پر مسح جائز نہیں ہے۔

۲۰) سفر میں دو نمازیں جمع کرنا

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۷ ح ۸۲۳۵ وسندہ صحیح)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی جمع بین الصلاتین فی السفر کے قائل تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۷ ح ۸۲۳۴ وسندہ حسن)

ان آثار کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازیں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲۱) اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کنا نتوضأ من لحوم الإبل'' ہم اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۶ ح ۵۱۳ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اونٹ کا گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۴۷ ح ۵۱۵) یہ روایت یحییٰ بن قیس الطائفی کی جہالتِ حال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یحییٰ مذکور کو ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ واللہ أعلم

(۲۲) نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (دیکھئے سنن الدارقطنی ۱/۱۷۲ ح ۶۵۰ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نماز میں باآوازِ بلند ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲۳) اپنی بیوی کا شہوت سے بوسہ لینا اور وضو؟

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''في القبلة وضوء''

بوسہ لینے میں وضو ہے۔ (سنن الدارقطنی ۱/۱۴۵ ح ۵۱۳ وقال: ''صحیح'' وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ بوسہ لینے میں وضو نہیں ہے۔

(۲۴) اپنا آلۂ تناسل چھونے سے وضو

سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''من مس ذکرہ توضأ''
جس نے اپنا آلۂ تناسل چھوا وہ وضو کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۴ ح ۱۷۳۶ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی شرمگاہ کو چھوتے تو وضو کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۱۶۴ ح ۱۷۳۳ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ آلۂ تناسل چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

تنبیہ: جس روایت میں آیا ہے کہ "یہ تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے" وہ منسوخ ہے۔
دیکھئے اخبار اہل الرسوخ فی الفقہ والتحدیث بمقدار المنسوخ من الحدیث لابن الجوزی ص ۳ (ح ۵) اور الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ الآثار للحازمی (ص ۷۷)

۲۵) نماز کا اختتام سلام سے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "**مفتاح الصلوٰة الطهور وإحرامها التكبير وانقضاؤها التسليم**" نماز کی چابی طہارت، اس کا احرام (آغاز) تکبیر اور اختتام سلام سے ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۶ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نماز سے خروج سلام کے علاوہ کسی اور منافیِ صلوٰۃ عمل سے بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً دیکھئے المختصر للقدوری (ص ۲۲ باب الجماعۃ)

۲۶) نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نمازِ جنازہ پڑھتے تو رفع یدین کرتے پھر تکبیر کہتے، پھر جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۷ ح ۱۱۴۹۱ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کے نزدیک نمازِ جنازہ میں صرف ایک طرف سلام پھیرنا صحیح نہیں ہے۔

۲۷) نمازِ جمعہ میں قراءتِ سورۃ الاعلیٰ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا

عمیر بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے: "میں نے ابوموسیٰ (الاشعری رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمعہ کے دن نماز پڑھی تو انھوں نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی قراءت کے بعد نماز ہی میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" پڑھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۰۸ ح ۸۶۴۰ وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی قراءت کے بعد "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" پڑھا۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۵۰۹ ح ۸۶۴۲ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کا اس پر عمل نہیں ہے بلکہ اُن کے عام امام نمازِ جمعہ میں سورۃ الاعلیٰ کی قراءت ہی نہیں کرتے۔

۲۸) نابالغ بچے کی امامت

سیدنا عمرو بن سلمہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے مجھے امام بنایا اور میں چھ یا سات سال کا (بچہ) تھا۔ (صحیح بخاری: ۴۳۰۲)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ نابالغ بچے کی امامت مکروہ یا ناجائز ہے۔

۲۹) صف میں ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملانا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ صف بندی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وكان أحدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه''اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملاتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۵)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید اس عمل کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ہٹ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۳۰) نمازِ ظہر میں ایک آیت جہراً پڑھنا

حمید الطّویل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ''صليت خلف أنس الظهر فقرأ بِ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴾ وجعل يسمعنا الآية''

میں نے انس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی، آپ نے سورۃ الاعلیٰ پڑھی اور ہمیں ایک آیت سنانے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۶۲ ح ۳۶۴۳ وسندہ صحیح)

آلِ تقلید اس کے قائل نہیں ہیں۔

۳۱) نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر اُٹھنا

ابو قلابہ رحمہ اللہ نے سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: جب وہ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے، بیٹھ جاتے اور زمین پر (ہاتھوں

سے)اعتماد کرتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ (صحیح بخاری: ۸۲۴)

ازرق بن قیس رحمہ اللہ نے فرمایا: ''رأیت ابن عمر نهض في الصلوٰة ويعتمد على يديه'' میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑے ہوتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۹۵ ح ۳۹۹۶ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید ہاتھ ٹیکنے کے بغیر اور بیٹھنے کے بغیر نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۳۲) سورۃ الحج میں دو سجدے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحج کی تلاوت فرمائی تو اس میں دو سجدے کیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۱ ح ۴۲۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی سورۂ حج میں دو سجدوں کے قائل تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۷ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی سورۂ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۳۱۸ وسندہ صحیح)

ان آثار کے مقابلے میں آلِ تقلید صرف ایک سجدے کے قائل ہیں اور دوسرے سجدے کے بارے میں کہتے ہیں: ''السجدة عند الشافعي''!

۳۳) نماز میں قرآنِ مجید دیکھ کر تلاوت کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام رمضان میں قرآن دیکھ کر انھیں نماز پڑھاتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۳۸ ح ۷۲۱۶ وسندہ صحیح، کتاب المصاحف لابن ابی داود ص ۲۲۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام قرآن پکڑے ہوئے لقمہ دیتا تھا۔

(ابن ابی شیبہ ۲/۳۳۸ ح ۷۲۲۲ وسندہ حسن)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید دیکھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۳۴) فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتیں اور نوافل پڑھنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة إلا المكتوبة''
جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۷۶ ح ۴۸۴۱ وسندہ صحیح)

اس کے خلاف آلِ تقلید صبح کی سنتیں پڑھتے رہتے ہیں اور فرض نماز ہو رہی ہوتی ہے۔

۳۵) خطبۂ جمعہ کے دوران میں دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے درمیان دو رکعتیں پڑھیں۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۵۱۱، وقال: ''حدیث حسن صحیح''، مسند الحمیدی: ۷۴۱ وسندہ حسن)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید کہتے ہیں کہ خطبہ کے دوران میں دو رکعتیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔

۳۶) نمازِ مغرب کی اذان کے بعد فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (دیکھئے مشکل الآثار للطحاوی، تحفۃ الاخیار ۲/ ۴۷۲ ح ۹۱۳ وسندہ حسن)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵)

اس کے سراسر برخلاف آلِ تقلید ان دو رکعتوں کے قائل و فاعل نہیں ہیں۔

۳۷) سفر میں پوری نماز پڑھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۵۲ ح ۸۱۸۹ وسندہ صحیح)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ سفر میں پوری نماز جائز نہیں ہے۔

۳۸) نماز جنازہ جہراً پڑھنا

طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے ایک جنازے پر سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی پھر فرمایا: ''سنة وحق'' یہ سنت اور حق ہے۔ ملخصاً (سنن النسائی ۴/ ۷۴ ح ۱۹۸۹ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں آلِ تقلید جہری نمازِ جنازہ کے سرے سے قائل ہی نہیں بلکہ سخت مخالفت کرتے ہیں۔

۳۹) نمازِ جنازہ کے بعد دوسری نمازِ جنازہ

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً تین دن بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۶۱ ح ۱۱۹۳۹ وسندہ صحیح)

اس کے خلاف آلِ تقلید کہتے ہیں کہ میت کی ایک نمازِ جنازہ ہونے کے بعد دوسری نمازِ جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

۴۰) خون نکلنے سے وضو کا نہ ٹوٹنا

سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی کو تیر لگا، وہ نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے تیر نکالا اور نماز پڑھتے رہے...الخ

(سنن ابی داود: ۱۹۸ وسندہ حسن وصححہ ابن خزیمہ: ۳۶ وابن حبان، الموارد: ۱۰۹۳ والحاکم ۱/۱۵۶ ووافقہ الذہبی وعلقہ البخاری فی صحیحہ ۱/۲۸۰ قبل ح ۱۷۶)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۱) جمعہ کے دن نمازِ عید کے بعد نمازِ جمعہ ضروری نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے عید والے دن عید کی نماز پڑھائی اور اس دن نمازِ جمعہ نہیں پڑھائی۔ یہ بات جب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا: "أصاب السنة" انھوں نے سنت پر عمل کیا ہے۔

(سنن النسائی ۳/۱۹۴ ح ۱۵۹۳ وسندہ صحیح وصححہ ابن خزیمہ: ۱۴۶۵ والحاکم ۱/۲۹۶ علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

اس کے برعکس آلِ تقلید کہتے ہیں کہ اگر جمعہ کے دن عید ہو تو نمازِ عید اور نمازِ جمعہ دونوں پڑھنا ضروری ہیں۔

تقلید کے رد کے بعد نماز وطہارت کے بارے میں صحیح وثابت آثارِ صحابہ کے ان چالیس حوالوں سے معلوم ہوا کہ آلِ تقلید (تقلیدی حضرات) اندھی تقلید کی وجہ سے نماز و طہارت کے مسائل میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کی مخالفت کرتے ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ (۱۱ شعبان ۱۴۲۷ھ)

نماز کے بعض مسائل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صلّوا کما رأیتموني أصلّي .))

نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔

(صحیح بخاری:۶۳۱)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو ردّ .))

جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔

(صحیح مسلم:۱۷۱۸، دارالسلام:۴۴۹۳)

نماز میں ہاتھ، ناف سے نیچے یا سینے پر؟

دیوبندی حلقے میں محمد تقی عثمانی بن مفتی محمد شفیع صاحب کا بڑا مقام ہے۔ بعض تقلیدی حضرات انھیں ''شیخ الاسلام'' بھی کہتے ہیں۔ تقی صاحب نے سنن ترمذی کی تدریس کے دوران میں جو کچھ املاء فرمایا ہے اسے رشید اشرف سیفی دیوبندی نے مرتب کر کے ''ترتیب و تحقیق'' کے ساتھ مکتبہ دار العلوم کراچی سے ''درسِ ترمذی'' کے نام سے طبع کرایا ہے۔ نماز میں ہاتھ کہاں باندھنے چاہئیں؟
اس کے بارے میں درسِ ترمذی سے محمد تقی عثمانی صاحب کی تقریر مع حواشی اور اس پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں:

''دلائل احناف:

حنفیہ کی طرف سے سب سے پہلی دلیل حضرت وائل کی مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت ہے:

''قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يضع يمينه علٰى شماله في الصلٰوة تحت السرّة''[1]

لیکن احقر کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اوّل تو اس لئے کہ اس روایت میں'' تحت السرّة '' کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ[2] کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگر چہ علامہ نیمویؒ نے ''آثار السنن'' میں ''مصنف'' کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے، کہ اُن میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے، نیز حضرت وائل بن حجر کی یہ روایت مضطرب المتن ہے، کیونکہ بعض میں ''على صدره''[3] بعض میں......

"عند صدره"(۴) اور بعض میں "تحت السرّة"(۵) کے الفاظ مروی ہیں، اور اس شدید اضطراب کی صورت میں کسی کو بھی اس سے استدلال نہ کرنا چاہیے۔

حنفیہ کا دوسرا استدلال سنن ابی داود کے بعض نسخوں میں حضرت علیؓ کے اثر سے ہے:(۶)

"إن من السنة وضع الكف على الكف في الصلوٰة تحت السرة"(۷) یہ روایت ابوداود کے ابن الاعرابی والے نسخے میں موجود ہے، کمافی بذل المجهود، نیز یہ مسند احمدؒ (ص ۱۱۰ ج ۱) اور بیہقیؒ (ص ۳۱ ج ۲) میں مروی ہے، اور اصول حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی عمل کو سنت کہے تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے، اگرچہ اس روایت کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر ہے، جو ضعیف ہے، لیکن چونکہ اس کی تائید صحابۂ کرامؓ و تابعینؒ کے آثار سے ہو رہی ہے، اس لئے اس سے استدلال صحیح اور درست ہے، چنانچہ حضرت ابو مجلزؒ، حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ وغیرہم کے آثار "الجوہر النقی"(۸) اور مصنف ابن ابی شیبہؒ(۹) وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں، یہ تمام آثار حنفیہ کی تائید کرتے ہیں۔

شیخ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ روایات کے تعارض کے وقت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا تو وہ حنفیہ کی تائید کرتا ہے، کیونکہ ناف پر ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ لائق ہے، البتہ عورتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ اس میں ستر زیادہ ہے، واللہ اعلم۔

حواشی:

۱۔ کمافی آثار السنن (ص ۶۹) باب فی وضع الیدین تحت السرّة، ۱۲۔

۲۔ (ج ۱ ص ۳۹۰) کتاب الصلوات، وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰة (طبع حیدرآباد، ہند)

۳۔ کمافی آثار السنن (ص ۶۴) باب فی وضع الیدین علی الصدر) نقلاً عن صحیح ابن خزیمہ، لکن قال النیموی "وفی اسنادہ نظر وزیادة "علی صدرہ" غیر محفوظة" مرتب عفی عنہ

۴۔ قال النیموی: اخرج ابن خزیمة فی ھذا الحدیث "علی صدرہ" والبزار "عند صدرہ" (آثار السنن،

ص ۶۵، طبع المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان) مرتب عفی عنہ

۵۔ کمافی اکثر نسخ مصنف ابن ابی شیبۃ قالہ النیموی، انظر آثار السنن (من ص ۶۹، الیٰ ص ۷۱) ۱۲ مرتب عفی عنہ

۶۔ کما نقل البنوری فی معارف السنن (ج ۲ ص ۴۴۱ و ۴۴۴)

۷۔ وایضاً اخرجہ، ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ (ج ۱ ص ۳۹۱) وضع الیمین علی الشمال، بہذہ الالفاظ عن علیؓ قال ''من سنۃ الصلوٰۃ وضع الایدی علی الایدی تحت السرّۃ'' ۱۲ مرتب عافاہ اللہ،

۸۔ عن ابی ہریرۃ قال ''وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرّۃ'' وعن انس قال ''ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ تحت السرّۃ'' ۱۲ ملخصاً من الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۳۱ و ۳۲) باب وضع الیدین علی الصدر فی الصلوٰۃ ۱۲ رشید اشرف عفا اللہ عنہ

۹۔ حدثنا یزید بن ہارون قال اخبرنا الحجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألتہ قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینہ علیٰ ظاہر کف شمالہ ویجعلہا اسفل من السرّۃ'' وعن ابراہیم قال ''یضع یمینہ علیٰ شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ'' انظر مصنف ابن ابی شیبۃ (ج ۱ ص ۳۹۰ و ۳۹۱) وضع الیمین علی الشمال ۱۲ مرتب عفی عنہ ''] انتہیٰ کلامہ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۲، ۲۳)

تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

نماز میں مَردوں کے لئے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے پر عصرِ حاضر میں آلِ تقلید کی طرف سے چند ''دلائل'' پیش کئے جاتے ہیں:

۱: مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر بحوالہ سنن ابی داود اور مسند احمد وغیرہما

۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر

۴: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر بحوالہ الجوہر النقی

۵: آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

٦: آثارِتابعین

☆ ان مزعوم ''دلائل'' میں سے اول ''دلیل'' کے بارے میں محمد تقی عثمانی صاحب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ''اس روایت سے استدلال کمزور ہے۔''

عثمانی صاحب سے پہلے محمد بن علی النیموی التقلیدی نے طرح طرح کی قلابازیاں کھانے اور تقلیدی جمود کے باوجود مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کو

''فكانت غير محفوظة''''فيه اضطراب''اور''ضعيف من جهة المتن'' قرار دیا ہے۔(التعلیق علیٰ آثار السنن تحت ح ۳۳۰)

یعنی مصنف کی طرف منسوب یہ روایت نیموی صاحب کے نزدیک بھی غیر محفوظ، مضطرب اور بلحاظِ متن ضعیف ہے۔

تنبیہ: مصنف ابن ابی شیبہ کا قدیم ترین نسخہ ۶۴۸ھ (ساتویں صدی ہجری) کا لکھا ہوا ہے اور اس کا ناسخ (لکھنے والا) متقن (ثقہ) ہے اور یہ نسخہ اصل سے مقابلہ شدہ ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق محمد عوامہ تقلیدی (ج ۱ص ۳۸، ۳۹) اور ہفت روزہ الاعتصام لاہور (ج ۵۹ شمارہ: ۱ جنوری ۲۰۰۷ء) اس قدیم ترین قلمی نسخے میں بھی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیث کے آخر میں ''تحت السرة'' کے الفاظ نہیں ہیں۔

انور شاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ'' فإني راجعت ثلاث نسخ للمصنف فما وجدته في واحدة منها ''پس بے شک میں نے مصنف کے تین (قلمی) نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرة والی عبارت) نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۲ص ۲۶۷)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی ایک اصول بتاتے ہیں کہ جو عبارت بعض نسخوں میں ہو اور بعض میں نہ ہو وہ (دیوبندیوں کے نزدیک) مشکوک ہوتی ہے۔ دیکھئے بذل المجہود (ج ۴ ص ۱۷۴ تحت ح ۷۴۸) اسی بات کی طرف تقی عثمانی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے مضمون کے شروع والا صفحہ۔

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر کے راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کو نیموی نے بھی ''ضعیف'' لکھا ہے۔ (حاشیہ آثار السنن تحت ح ۳۳۰)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر ابن الترکمانی حنفی کی کتاب ''الجوہر النقی'' میں بے سند مذکور ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ وسنن ابی داود (۷۵۸) وغیرہما میں اس اثر کی سند کا بنیادی راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہی ہے جسے تقی عثمانی اور نیموی تقلیدی دونوں ضعیف کہتے ہیں۔

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر الجوہر النقی میں بحوالہ المحلیٰ لابن حزم مذکور ہے۔ محلیٰ (ج ۴ ص ۱۱۳ مسئلہ: ۴۴۸) میں یہ اثر بغیر کسی سند اور حوالے کے مذکور ہے۔ یہ اثر امام بیہقی کی کتاب الخلافیات (قلمی ص ۳۷ ومختصر الخلافیات مطبوع ج ۱ ص ۳۴۲) میں بحوالہ ''سعيد بن زربي عن ثابت عن أنس'' کی سند سے موجود ہے۔

سعید بن زربی سخت ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''منكر الحديث''

(تقریب التہذیب: ۲۳۰۴)

امام بیہقی نے بھی اسی مقام پر اس راوی پر جرح کی ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا: ''ضعیف''

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۳۸۳)

☆ آثار صحابہ کے سلسلے میں عرض ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔ صرف یہ کہنا کہ یہ آثار الجوہر النقی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہما میں موجود ہیں، کافی نہیں ہے بلکہ اصل کتاب سے تحقیق کر کے باحوالہ صحیح سند پیش کرنی چاہئے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔'' (احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۲۷)

جب امام بخاری رحمہ اللہ کی بے سند بات مردود ہے تو بعد میں آنے والے لوگوں کی بے سند بات کس شمار وقطار میں ہے؟!

☆ تابعین میں سے ابراہیم نخعی کی طرف منسوب اثر ثابت نہیں ہے۔ ابو مجلز تابعی رحمہ اللہ کا اثر سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کے اثر سے معارض ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: نماز میں ناف سے اوپر (فوق السرۃ) ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

(امالی عبدالرزاق: ۱۸۹۹ وسندہ صحیح، الفوائد لابن مندہ ج ۲ ص ۲۳۴)

آلِ دیوبند کے نزدیک صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول حجت ہے جیسا کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ بانیٔ مدرسۂ دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے محمد حسین بٹالوی سے کہا:
''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطورِ معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۲)
محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا نے لکھا: ''لیکن سوائے امام اور کسیکے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر نمبر ۱۹، ۲۰ مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند)
عرض ہے کہ کیا حنفیت کے دعویداروں کے نزدیک ابو مجلز رحمہ اللہ کا قول حجت ہے؟ کیا یہ لوگ ابو مجلز رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں؟ کیا خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح یہ ثابت ہے کہ تابعین کے مختلف اقوال وافعال میں سے کسی ایک تابعی کا قول وفعل حجت ہے؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے ثبوت کے لئے ابو مجلز رحمہ اللہ کا قول یا فعل پیش کیا تھا؟ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور ابو مجلز رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف ہو تو کسے ترجیح ہوگی؟ نبی کریم ﷺ کی سنت کے مقابلے میں بعض علماء کے اختلافی آثار کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

☆ محمد تقی عثمانی صاحب نے روایات کے بزعمِ خود تعارض کی صورت میں ابن ہمام تقلیدی کے قیاس کو ترجیح دی ہے کہ ناف پر ہاتھ رکھنے چاہئیں حالانکہ عام تقلیدی حضرات ناف سے بہت نیچے ہاتھ رکھتے ہیں جس کا مشاہدہ ان لوگوں کی حالتِ نماز دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ عرض ہے کہ ادلۂ ثلاثہ (قرآن، حدیث اور اجماع) کے بعد حنفی حضرات امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کے قیاس کے مقلد ہیں یا ابن ہمام تقلیدی کے قیاس کے مقلد ہیں؟ کیا نصِ صریح کے مقابلے میں بعض الناس کا قیاس مردود نہیں ہے؟

عثمانی صاحب کو چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے باسند صحیح اس قیاس کا ثبوت پیش کریں۔

تنبیہ: تقی صاحب اور ابن ہمام کے کلام سے ثابت ہوا کہ حنفیوں کے پاس قرآن، حدیث، اجماع، آثارِ سلف صالحین اور اجتہادِ امام ابوحنیفہ سے کوئی دلیل نہیں ہے کہ نماز میں مرد ناف سے نیچے اور عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں۔ اس سلسلے میں آلِ تقلید کا عمل ابن ہمام وغیرہ کے قیاس پر ہے۔

☆ آخر میں عرض ہے کہ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **"ورأيته يضع هذه على صدره"** اور میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا آپ یہ (ہاتھ) اپنے سینے پر رکھتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳ وسندہ حسن، التحقیق لابن الجوزی ۱/۲۸۳)

یہ روایت مسند احمد کے تمام نسخوں میں موجود ہے اور اسے امام احمد سے ابن الجوزی نے روایت کیا ہے اور ابن عبدالہادی و حافظ ابن حجر العسقلانی نے نقل کر رکھا ہے۔ بعض الناس یہ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد یہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔ عرض ہے کہ اگر دوسرے ایک ہزار راوی بھی یہ الفاظ بیان نہ کریں اور یحییٰ بن سعید القطان یہ الفاظ بیان کریں تو زیادتِ ثقہ کی رو سے انھی الفاظ کا اعتبار ہے۔

مسند احمد کی روایت کی تائید طاؤس تابعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ مرسل (منقطع) روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: **"كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يضع يده اليمنى على يده اليسرىٰ ثم يشدّ بهما على صدره وهو في الصلوٰة"**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۷۵۹ و کتاب المراسیل لابی داود: ۳۳)

اس روایت کی سند طاؤس تک حسن ہے اور یہ روایت مرسل (منقطع) ہونے کہ وجہ سے

ضعیف ہے۔

اس مرسل روایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: ابوتوبہ الربیع بن نافع = ''ثقة عابد حجة عابد''اور صحیحین کے راوی ہیں۔

۲: الہیثم بن حمید = جمہور کے نزدیک موثق وصدوق اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

۳: ثور بن یزید الحمصی = جمہور کے نزدیک ثقہ اور صحیح بخاری کے راوی ہیں

۴: سلیمان بن موسیٰ = جمہور کے نزدیک موثق وصدوق اور مقدمہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

۵: طاؤس = ''ثقة فقيه فاضل''اور صحیحین وسنن اربعہ کے راوی ہیں

آلِ دیوبند کے نزدیک مرسل حجت ہوتی ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن (ج ۱ ص ۸۲ بحث المرسل)

محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہوتی ہے لیکن صحیح وحسن لذاتہ روایت کی تائید میں مرسل کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ والی روایت بلحاظِ سند ومتن حسن لذاتہ ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام''۔ والحمدللہ

(۱۹ جنوری ۲۰۰۷ء)

مرد وعورت کی نماز میں فرق اور آلِ تقلید

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد:

آل تقلید کا ''مرد وعورت کی نماز میں فرق '' کے سلسلے میں دعویٰ ہے کہ

''(۱)عورت تکبیرہ تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے (۲) اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نہ نکالے (۳) داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے (۴) ہاتھ پستانوں کے نیچے چھاتی پر باندھے (۵) رکوع میں تھوڑا سا جھکے (۶) رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے (۷) رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہ رکھے بلکہ انھیں ملالے (۸) رکوع میں اپنے ہاتھوں گھٹنوں پر رکھ لے (گھٹنے پکڑے مت)(۹) رکوع میں گھٹنوں کو کچھ خم دیدے (۱۰) رکوع میں سمٹ جائے (۱۱) سجدہ میں بھی جسم کو اکٹھا کر کے سمٹ جائے (۱۲) سجدہ میں کہنیوں سمیت بازو زمین پر بچھا دے (۱۳) قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے (۱۴) قعدہ میں انگلیاں رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک پہنچیں اور انگلیاں ملالے ''

[روزنامہ اسلام، خواتین کا اسلام: ۳۱، ۸ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۴ مضمون: مرد وعورت کی نماز کا فرق، از قلم مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی (دیوبندی)]

ان فروقِ تقلید یہ کے مقابلے میں اہل الحدیث کا دعویٰ یہ ہے:

درج بالا فروق میں سے ایک فرق بھی عورتوں کی تخصیص کے ساتھ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں ہے لہٰذا ((صلوا کما رأیتموني أصلي)) نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو (صحیح بخاری: ۶۳۱) کی رو سے عورتوں کو بھی اسی طرح نماز پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔

اہل الحدیث کو آلِ تقلید سے یہ شکایت ہے کہ یہ لوگ ضعیف و مردود روایتیں اور موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کر کے عام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد قاری چمن محمد دیوبندی اور قاری نصیر احمد دیوبندی کے چار صفحاتی مضمون ''مردوعورت کی نماز میں فرق'' کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ مردوعورت کے طریقۂ نماز میں فرق کے سلسلے میں دوسرے لوگوں کے شبہات کے جوابات بھی ہمارے اس مضمون میں دے دیئے گئے ہیں۔ والحمدللہ

قاری چمن صاحب (۱): ''وعن وائل بن حجر قال قال لي رسول الله ﷺ:

يا وائل بن حجر إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنيك والمرأة [تجعل] حذاء ثدييها ''

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک ﷺ نے نماز کا طریقہ سکھلایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اُٹھائے۔ مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۳/۲''

(ص ۱)

الجواب:

اس حدیث کے بارے میں امام نورالدین الہیثمی رحمہ اللہ اپنی کتاب مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں:

'' رواه الطبراني في حديث طويل في مناقب وائل من طريق ميمونة بنت حجر عن عمتها أم يحي بنت عبد الجبار ولم أعرفها وبقية رجاله ثقات ''

اسے طبرانی نے مناقب وائل (رضی اللہ عنہ) سے میمونہ بنت حجر سے، انھوں نے اپنی پھوپھی ام یحییٰ بنت عبدالجبار سے لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ ام یحییٰ کو میں نہیں جانتا اور اس (سند) کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ صاحب مجمع الزوائد نے اس روایت کی سند پر جرح کر رکھی ہے جسے

یوبندیوں کے ''مناظر'' اور ''قراء'' کی صف میں شامل قاری چمن صاحب اینڈ پارٹی نے
ھپالیا ہے۔ کیا انصاف وامانت اسی کا نام ہے؟
لطیفہ: حیاتی دیوبندیوں کے مناظر، ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے ام یحییٰ کی اسی روایت
کو بطور حجت پیش کیا ہے۔
یکھئے مجموعہ رسائل (جلد۲ص۹۴ طبع جون ۱۹۹۳ء)
بکہ اپنی مرضی کے مخالف ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں''
(مجموعہ رسائل ج۱ص ۳۴۶، نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا ص۱۰)
ایک ہی راویہ اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہو تو مجہولہ بن جاتی ہے اور دوسری جگہ
سی کی روایت سے حجت پکڑی جاتی ہے۔ سبحان اللہ! کیا دیوبندی انصاف ہے!!
تنبیہ: مجمع الزوائد والی روایت مذکورہ المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۲۲ ص۱۹، ۲۰ ح ۲۸) میں
م یحییٰ کی سند سے موجود ہے اور اسی کتاب سے ''حدیث اور اہل حدیث'' کے مصنف نے
سے نقل کر رکھا ہے۔ (ص۴۷۹)
تنبیہ: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ غیر ثابت روایت محمد ظفر الدین قادری رضوی
بریلوی (متوفی ۱۹۶۲ء) نے اپنی وضع کردہ کتاب ''صحیح البہاری'' (ص۳۸۳) میں نقل کی ہے۔
معلوم ہوا کہ صحیح البخاری کے مقابلے میں لکھی گئی بریلوی کتاب ''صحیح البہاری'' (!)
اپنے دامن میں ضعیف و مردود روایات بھی جمع کئے ہوئے ہے۔ یہ لوگ کس دھڑلے سے
ضعیف و مردود روایات کو صحیح باور کرانا چاہتے ہیں۔ کیا انھیں روزِ جزا کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟
قاری چمن صاحب (۲):

''امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت عطاء تابعیؒ کا فتویٰ نقل کیا کہ
عورت نماز میں اپنی چھاتیوں تک ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا ایسے نہ اُٹھائے جس طرح
مرد اُٹھاتے ہیں اور آخر میں فرمایا نماز میں عورت ..... مردوں کی طرح نہیں ہے۔
مصنف لابی بکر بن ابی شیبہ صفحہ ۲۳۹/۱''

الجواب:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۳۹ ح ۲۴۷۴) کی روایت مذکورہ کے آخر میں ہے کہ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"إنّ للمرأة هيئة ليست للرجل وإن تركت ذلك فلا حرج"

بے شک عورت کی ہیئت (حالت) مرد کی طرح نہیں ہے اور اگر وہ عورت اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۹)

معلوم ہوا کہ عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت، چھاتی تک ہاتھ اُٹھانا ترک کر کے مردوں کی طرح نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آخری جملے کو قاری چمن صاحب اور "حدیث اور اہل حدیث" کے مصنف نے (الحدیث کہہ کر) اس لئے چھپا لیا ہے کہ اس جملے سے اُن کے مزعوم مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جب اس میں حرج کوئی نہیں ہے تو پھر دیو بندی و بریلوی حضرات کیوں شور مچا رہے ہیں کہ مرد کانوں تک اور عورتیں چھاتیوں تک ہاتھ اُٹھائیں؟

آلِ تقلید کے بزعم خود دعویٰ میں قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد ابی حنیفہ حجت ہے۔ امام عطاء تابعی رحمہ اللہ کا قول کہاں سے ان کی حجت بن گیا؟

جناب ظفر احمد تھانوی دیو بندی صاحب لکھتے ہیں:

" فإن قول التابعي لاحجة فيه " [بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔]

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۹)

دیو بندیوں کی ایک پسندیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

"اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں"

(تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان ص ۲۴۱)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال وافعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ (بغیر قرینۂ صارفہ کے) ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اب امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے چند مسائل پیش خدمت ہیں جنھیں آلِ تقلید بالکل نہیں مانتے:

۱: عطاء بن ابی رباح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

دیکھئے جزء رفع الیدین (ح ۶۲ وسندہ حسن)

۲: عطاء فرماتے ہیں:

"أما أنا فأقرأمع الإمام في الظهر والعصر بأم القرآن وسورة قصيرة"

میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھتا ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۳ ح ۲۷۸۶ وسندہ صحیح، ابن جریج صرح بالسماع)

۳: عطاء فرماتے ہیں کہ: "المسح على الجوربين بمنزلة المسح على الخفين" جرابوں پر مسح اسی طرح (جائز) ہے جس طرح موزوں پر مسح (جائز) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۹ ح ۱۹۹۱)

۴: عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر آپ غسل کے دوران (آخر میں) اپنے ذکر کو ہاتھ لگا دیں تو کیا کریں گے؟ انھوں نے فرمایا: "إذاً أعود بوضوء" میں تو دوبارہ وضو کروں گا۔

(مصنف عبدالرزاق ۱/۱۱۶ ح ۴۲۰ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی مخالفت کے ساتھ ساتھ آلِ تقلید حضرات امام عطاء ودیگر تابعین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کے بھی مخالف ہیں۔

قاری چمن صاحب (۳):

''حضرت علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

''واما في حق النساء فاتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على

الصدر.... عورتوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے نماز میں۔السعایہ صفحہ ۲/۱۵۶"

الجواب:

عبدالحئ لکھنوی تقلیدی کے قول "سب کا اتفاق" سے مراد سب دیوبندیوں، بریلویوں اور حنفیوں کا اتفاق ہے، پوری امت کا اتفاق مراد نہیں۔

عبدالرحمٰن الجزیری صاحب لکھتے ہیں:

" الحنابلة – قالوا :السنة للرجل والمرأة أن يضع باطن يده اليمنٰى علٰى ظهريده اليسرى ويجعلهماتحت سرته"

حنبلی حضرات کہتے ہیں کہ مرد وعورت (دونوں) کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا باطن بائیں ہاتھ کی پشت پر اور ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۲۵۱ طبع بیروت، لبنان)

یاد رہے کہ عبدالحئ لکھنوی جیسے تقلیدی مولویوں کا قول وفعل، اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا انھی لوگوں کا کام ہے جو کتاب وسنت واجماع سے محروم اور تہی دامن ہیں۔

قاری چن صاحب (۴):

"عن أبي يزيد بن أبي حبيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مرعلى امراتين تصليٰن فقال [إذا] سجدتما فضما بعض اللحم الى الارض فإن المرأة فى ذلك ليست كالرجل ،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کی مانند نہیں ہے۔

بیہقی صفحہ ۲/۲۲۳، اعلاء السنن صفحہ ۳/۱۹) "

الجواب:

امام بیہقی نے روایت مذکورہ کو امام ابوداود کی کتاب المراسیل (ح ۸۷) سے نقل کرنے سے پہلے اسے "حدیث منقطع" یعنی منقطع حدیث لکھا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۳)

منقطع حدیث کے بارے میں اصول حدیث کی ایک جدید کتاب میں لکھا ہے:

"المنقطع ضعيف بالإتفاق بين العلماء وذلك للجهل بحال الراوي المحذوف" علماء کا اتفاق ہے کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے، یہ اس لئے کہ اس کا محذوف راوی مجہول ہوتا ہے۔ (تیسیر مصطلح الحدیث ص ۷۸، المنقطع)

تنبیہ: کتاب المراسیل لابی داود (ح ۳۳) میں آیا ہے کہ طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ص ۸۹)

آلِ تقلید کو اس منقطع حدیث سے چڑ ہے۔ یہ لوگ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں پھر بھی اہل حدیث کے خلاف کتاب المراسیل کی منقطع روایت سے استدلال کر رہے ہیں! سبحان اللہ!

قاری چمن صاحب (۵):

"عن ابن عمر مرفوعاً اذا جلست المرأة في الصلوة وضعت فخذها علىٰ فخذها الأخرى فاذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها كا ستر ما يكون لها وان الله تعالىٰ ينظر اليها ويقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت لها۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو دائیاں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ (کرے) تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے (فرشتو) گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کے (؟) بخش دیا۔ بیہقی صفحہ 2/223"

الجواب:

اس روایت کے ایک راوی ابو مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی کے بارے میں السنن الکبریٰ للبیہقی

کے اسی صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ " قال أبو أحمد :أبو مطيع بين الضعف في أحا ديثه " إلخ
(امام) ابواحمد (بن عدی) نے فرمایا: ابومطیع کا اپنی حدیثوں میں ضعیف ہونا واضح ہے.... الخ
اسے امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس پر جمہور محدثین کی جرح کے لئے لسان المیزان (۲/۳۳۴-۳۳۶) پڑھ لیں۔
اس روایت کے دوسرے راوی محمد بن القاسم البلخی کا ذکر حلال نہیں ہے۔
دیکھئے لسان المیزان (۵/۳۴۷ ت ۷۹۹۷)
اس کے تیسرے راوی عبید بن محمد السرخی کے حالات نامعلوم ہیں۔
خلاصۃ التحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ خود امام بیہقی نے اسے اور آنے والی حدیث (۹) کو "حديثان ضعيفان لايحتج بأمثالها" قرار دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۲)
تنبیہ: یہ روایت کنز العمال (۷/۵۴۹ ح ۲۰۲۰۳) میں بحوالہ بیہقی و ابن عدی (الکامل ۲/۵۰۱) منقول ہے (کنز العمال میں لکھا ہوا ہے کہ :عدق وضعفه عن ابن عمر) بعض الناس نے کان کو اُلٹی طرف سے پکڑتے ہوئے اسے بحوالہ کنز العمال نقل کیا ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث ص ۴۸۱ نمبر ۵)!

قاری چمن صاحب (۶):

" عن إبن عمر أنه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قال:كن يتربصن ثم أمر ن أن يحتفزن "
ترجمہ: حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں خواتین کس طرح پڑھا کرتی تھیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چار زانوں ہو کر بیٹھتی تھیں۔ پھر انھیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔ (جامع المسانید صفحہ 400/1)"

الجواب:

ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ/غیر موثق) کی کتاب "جامع المسانید"

میں اس روایت کے بعض راویوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

۱: ابراہیم بن مہدی کا تعین نا معلوم ہے۔ تقریب التہذیب میں اس نام کے دو راوی ہیں۔ ان میں دوسرا مجروح ہے۔ قال الحافظ ابن حجر: "البصري، كذبوه" یہ بصری ہے اسے (محدثین نے) جھوٹا کہا ہے۔ (التقریب: ۲۵۷)

۲: زر بن نجیح البصری کے حالات نہیں ملے۔

۳: احمد بن محمد بن خالد کے حالات نہیں ملے۔

۴: علی بن محمد البزاز کے حالات نہیں ملے۔

۵: قاضی عمر بن الحسن بن علی الاشنانی مختلف فیہ راوی ہے۔

اس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: "وكان يكذب" اور وہ جھوٹ بولتا تھا۔

(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۵۲ ص ۱۶۴)

حسن بن محمد الخلال نے کہا: "ضعيف تكلموا فيه" (تاریخ بغداد ۱۱/۲۳۸)

ذہبی نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

ابو علی الہروی اور ابو علی الحافظ نے اس کی توثیق کی۔ (تاریخ بغداد ۱۱/۲۳۸)

ابن الجوزی نے اس پر سخت جرح کی (الموضوعات ۲/۲۸۰) برھان الدین الحلبی نے اسے واضعین حدیث میں ذکر کیا اور کوئی دفاع نہیں کیا۔

(دیکھئے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۳۱۱، ۳۱۲ ت ۵۴۱)

ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد: ضعیف، معتزلی گمراہ نے اس کی تعریف کی۔

خطیب بغدادی نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔

خلاصۃ التحقیق: قاضی اشنانی ضعیف عند الجمہور ہے۔

تنبیہ: قاضی اشنانی تک سند میں بھی نظر ہے۔

۶: دوسری سند میں عبداللہ بن احمد بن خالد الرازی، زکریا بن یحییٰ النیسابوری اور قبیصہ الطبری نا معلوم راوی ہیں اور ابو محمد البخاری (عبداللہ بن محمد بن یعقوب) کذاب راوی ہے۔

دیکھئے الکشف الحثیث (ص ۲۴۸) وکتاب القراءت للبیہقی (ص ۱۵۴) ولسان المیزان (۳۴۸/۳، ۳۴۹) اورنور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۴۰، ۴۱)

معلوم ہوا کہ قاری صاحبان اینڈ پارٹی کی پیش کردہ یہ روایت موضوع ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ثابت ہی نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ مزے لے لے کر یہ موضوع روایت پیش کررہے ہیں!

قاری چمن صاحب (۷):

"خلیفہ راشد حضرت علی فرمایا کرتے تھے: إذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها،

ترجمہ: جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملائے۔

بیہقی صفحہ 223/2 مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 270/1"

الجواب:

السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۲۲۲) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۲۷۰/۱ ح ۲۷۷۷)

دونوں کتابوں میں یہ روایت "عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي" کی سند سے ہے۔

الحارث الاعور جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ زیلعی حنفی نے کہا:

"لایحتج به" اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (نصب الرایہ ۴۲۶/۲)

زیلعی نے مزید کہا: "کذبه الشعبي وابن المدیني" إلخ

اسے شعبی اور ابن المدینی نے کذاب کہا ہے۔ (نصب الرایہ ۳/۲)

اس سند کے دوسرے راوی ابواسحاق السبیعی مدلس ہیں (طبقات المدلسین لابن حجر، المرتبۃ الثالثۃ ۳/۹۱) اور یہ روایت معنعن ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت مردود ہے۔

قاری چمن صاحب (۸):

"عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة فقال: تجمع وتحتفز"

حضرت ابن عباس سے عورت کی نماز کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 1/270"

الجواب:

یہ روایت بکیر بن عبداللہ بن الاشج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنھما سے بیان کی ہے۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۷۰ ح ۲۷۷۸)

بکیر کی سیدنا ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حاکم کہتے ہیں:

"لم يثبت سماعه من عبد الله بن الحارث بن جزء وإنما روايته عن التابعين"

عبداللہ بن حارث بن جزء (رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ) سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایت تو صرف تابعین سے ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۹۳، دوسرا نسخہ ص ۴۳۲)

یاد رہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ جب ۸۸ھ میں فوت ہونے والے صحابی سے ملاقات ثابت نہیں تو ۶۸ھ میں فوت ہونے والے سے کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

نتیجہ: یہ سند منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے۔ سخت حیرت ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے پاس اتنی ضعیف و مردود روایات کس طرح جمع ہو گئی ہیں؟ غالباً ان لوگوں کو بہت محنت کرنا پڑی ہوگی، واللہ اعلم!

قاری چن صاحب (۹):

"حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمٹ کر بیٹھیں۔ بیہقی صفحہ 2/223"

الجواب:

اس روایت کا ایک راوی عطاء بن عجلان ہے جس کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ:

"عطاء بن عجلان ضعيف" عطاء بن عجلان ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"متروك بل أطلق عليه ابن معين و الفلاس و غيرهما الكذب"

یہ متروک ہے بلکہ ابن معین اور الفلاس وغیرہما نے مطلق طور پر اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (التقریب: ۴۵۹۴)

اس روایت اور سابقہ روایت (۵) کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، ان جیسی روایتوں سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۲)

نتیجہ: یہ روایت مردود وموضوع ہے۔

تنبیہ: ان مردود روایات کے بعد قاری چمن محمد صاحب وغیرہ نے دو روایتیں پیش کی ہیں:

(۱) عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے نہیں، اسی طرح جب تک عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ ڈھانپا ہوا نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

(۲) تمہارا (عورتوں کا) گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے...الخ

عرض ہے کہ ان روایتوں کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ رکھے اور مرد ناف کے نیچے، عورت بازو زمین پر بچھا دے جب کہ مرد نہ بچھائیں، وغیرہ موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے پاس سرے سے دلائل نہیں ہوتے۔

قاری صاحبان نے لکھا ہے کہ "تمام فقہائے کرام ومحدثین ان تمام فرقوں کو ملحوظ رکھتے ہیں (ص ۴) عرض ہے کہ کیا حنابلہ، تمام فقہائے کرام سے خارج ہیں؟ تیسری روایت کا جواب دوبارہ پڑھ لیں۔

قاری صاحبان اینڈ پارٹی نے اہل حدیث کے خلاف فتاویٰ غزنویہ اور فتاویٰ علمائے حدیث (۳/۱۴۸) کا حوالہ بطور الزام پیش کیا ہے۔

عرض ہے کہ فتاویٰ علمائے حدیث کی تقریباً ہر جلد کے شروع میں لکھا ہوا ہے:

"یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہلحدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں۔۔۔اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے، ورنہ ترک کرے" (ج ا ص ٦)

اس اصول کی روشنی میں جب فتاویٰ مذکورہ کو کتاب وسنت پر پیش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ فتوے صحیح حدیث ((صلوا کما رأیتمونی أصلي))
نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری:٦٣١)
کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہیں۔

اہل حدیث کے ایک مشہور عالم اور مصنف حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ایک شخص عبدالرؤف سکھروی (دیوبندی) کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس لئے مولانا غزنوی کا یہ فتویٰ بھی ہمارے نزدیک اسی طرح غلط ہے جس طرح آپ کی ساری کتاب غلط، بلکہ اغلوطات کا مجموعہ ہے۔ یہی وجہ کہ علمائے اہلحدیث میں کسی نے مولانا غزنوی کی تائید نہیں کی۔"

(کیا عورتوں کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟ ص 57)

معلوم ہوا کہ غزنوی صاحب کا فتویٰ، اہلِ حدیث کے نزدیک مفتیٰ بہا نہیں ہے۔ جب ہم ان لوگوں کے خلاف غیر مفتیٰ بہا مسائل پیش نہیں کرتے تو یہ لوگ ہمارے خلاف غیر مفتیٰ بہا مسائل کیوں پیش کرتے ہیں؟

نتیجہ: قاری چن محمد صاحب اینڈ پارٹی ایسی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکے جس سے عورتوں کا طریقۂ نماز (مثلاً عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اور مردوں کا ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا، وغیرہ) مردوں سے مختلف ہو۔ دلائل کے میدان میں تہی دامن ہونے کے باوجود یہ شور مچا رہے ہیں کہ: "بلکہ خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقے سے جدا ہونا بہت سی

احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔'' (ص۱)

قاری صاحبان کے مستدلات کی تحقیق کے بعد صاحب ''حدیث اور اہلحدیث'' کے شبہات کا جواب پیش خدمت ہے:

بعض الناس (۱): ''عن عبد ربه بن سليمان بن عمير قال :رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلوة حذو منكبيها. (جزورفع الیدین للامام البخاری ص ۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں''

(حدیث اور اہلحدیث ص۴۷۹ نمبر۲)

الجواب:

اہلِ حدیث کے نزدیک کندھوں تک رفع یدین کرنا بھی صحیح ہے اور کانوں تک بھی صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے کانوں تک رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔(صحیح مسلم:۳۹۱)

اور آپ کندھوں تک بھی رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح البخاری:۷۳۶ وصحیح مسلم:۳۹۰)

یہاں پر بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ جزء رفع الیدین کی اسی روایت (ح۲۴) کے فوراً بعد اسی سند کے ساتھ آیا ہے کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کرتی تھیں۔ (ح۲۵ وسندہ حسن)

اس بات کو صاحبِ ''حدیث اور اہلحدیث'' نے چھپالیا ہے۔ چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو رفع یدین سے ایک خاص قسم کی چڑ ہے۔

بعض الناس (۲): ''حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنے سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد رکھتا ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص۴۸۲ نمبر۸، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۰/۱ والبیہقی ۲۲۲/۲)

الجواب:

حدیث نمبر۲ کے جواب میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ دیوبندیوں (آل تقلید) وغیرہ کے نزدیک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ اپنے اس عقیدے کے خلاف یہ لوگ پتا نہیں ایک تابعی کا قول کیوں پیش کر رہے ہیں؟

اب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے چند وہ اقوال پیشِ خدمت ہیں جن کے آل تقلید سراسر مخالف ہیں:

۱: ابراہیم نخعی جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۷ وسندہ صحیح)

۲: وضو کی حالت میں ابراہیم نخعی اپنی بیوی کا بوسہ نہ لینے کے قائل تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۵ ح ۵۰۰ وسندہ صحیح)

یعنی ان کے نزدیک اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۴۶ ح ۵۰۷)

۳: ابراہیم نخعی رکوع میں تطبیق کرتے یعنی اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے درمیان رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۴۶ ح ۲۵۴۰ ملخصاً وسندہ صحیح، الاعمش صرح بالسماع)

ابراہیم نخعی کے دیگر مسائل کے لیے دیکھئے مولانا محمد رئیس ندوی کی کتاب ''اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات'' (ج ۱ ص ۴۱۴۔۴۲۰)

تنبیہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا: ''**تقعد المرأة فی الصلوة کما یقعد الرجل**'' عورت نماز میں اس طرح بیٹھے گی جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۸، وسندہ صحیح)

اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟

بعض الناس (۳): ''حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنی پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۲ نمبر ۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰)

الجواب:

لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، قال البوصیری: " ھذا إسناد ضعیف ، لیث هو ابن أبي سلیم ضعفه الجمهور " (سنن ابن ماجہ:۲۰۸ مع زوائد البوصیری)

لیثِ مذکور پر جرح کے لیے دیکھئے تہذیب التہذیب وکتب اسماء الرجال اور سرفراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب ''احسن الکلام'' (ج ۲ص ۱۲۸ طبع باردوم، عنوان تیسرا باب، آثار صحابہ و تابعین وغیرہم رحضرت عبداللہ بن مسعود)

لیث بن ابی سلیم مدلس ہے۔

(مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ص ۸۳ ، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص ۱۴۶ ات :۱۱۵۳)

اور یہ روایت معنعن ہے لہٰذا ضعیف ومردود ہے۔

اس کے علاوہ بعض الناس نے کچھ غیر متعلقہ روایات لکھ کر ملا مرغینانی (صاحب الہدایہ) وغیرہ کے اقوال اہلِ حدیث کے خلاف پیش کیے ہیں۔ (دیکھئے حدیث اور اہلحدیث ص ۴۸۳)

سبحان اللہ! کیا خیال ہے اگر اہلِ حدیث کے خلاف مونگ پھلی استاد، پیالی ملا، گبین استاد، کابل ملا وغیرہ کے اقوال وافعال پیش کیے جائیں تو کیسا رہے گا؟!

مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے جو روایات اس سلسلے میں لکھی ہیں ان پر تبصرہ اس مضمون میں آ گیا ہے۔ اس نام نہاد مفتی نے صرف ایک اضافہ کیا ہے۔

صادق آبادی: ''اور امام حسن بصری کا بھی عورت کی نماز کے متعلق یہی فتویٰ ہے''

(خواتین کا اسلام رروزنامہ اسلام، ۱۸۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۴ بحوالہ ابن ابی شیبہ)

الجواب:

یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ''ابن المبارک عن ہشام عن الحسن'' کی سند سے مروی ہے۔

(۱ر ۲۷۰ ح ۲۷۸۱)

ہشام بن حسان مدلس راوی ہیں۔ (طبقات المدلسین، المرتبۃ الثالثہ ۱۱۰ر۳)

اور یہ روایت معنعن ہے۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

آلِ تقلید کا ایک بہت بڑا جھوٹ

امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کے ممدوحین نے مردوں اور عورتوں کے طریقۂ نماز میں فرق ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے:

"قال أبو بكر بن أبي شيبة سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها في الصلوة قال: حذو ثدييها ...

امام بخاری کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک .... (المصنف لابی بکر بن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹)"

(مجموعہ رسائل اوکاڑوی، ج ۲ ص ۹۶ طبع اول جون ۱۹۹۳ء و تجلیات صفدر مطبوعات مکتبہ امدادیہ ملتان ج ۵ ص ۱۱۰)

الجواب:

مصنف ابن ابی شیبہ میں لکھا ہوا ہے:

"حدثنا هشيم قال: أنا شيخ لنا قال: سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها في الصلوة قال حذو ثدييها" (ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۲۴۷۱)

معلوم ہوا کہ ابو بکر بن ابی شیبہ اور عطاء (متوفی ۱۱۴ھ) کے درمیان دو واسطے ہیں جن میں سے ایک واسطہ "شیخ لنا" مجہول ہے جسے ایک خاص مقصد کے لیے اوکاڑوی صاحب کے ممدوحین نے گرادیا ہے تاکہ سند کا ضعیف ہونا واضح نہ ہو جائے۔

محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب وغیرہ کے مصدقہ فتویٰ میں لکھا ہوا ہے:

"اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا" (مجموعہ رسائل ۲/ ۹۹ و تجلیات صفدر ۵/ ۱۱۳)

اس فتویٰ کے ذمہ دار درج ذیل حضرات ہیں:

(۱) امین اوکاڑوی (۲) محمد تقی عثمانی (۳) محمد بدر عالم صدیقی (۴) محمد رفیع عثمانی وغیرہم

تو عرض ہے کہ آپ لوگ تابعین کے اقوال پیش ہی کیوں کر رہے ہیں؟

اہلِ حدیث کے دلائل پر اعتراضات

اہل حدیث کے نزدیک سینے پر ہاتھ باندھنے، رکوع، سجود اور نماز میں بیٹھنے وغیرہ میں مردوں اور عورتوں کا طریقۂ نماز ایک جیسا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ((صلوا کما رأیتموني أصلي))

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ (البخاری: ۶۳۱)

اس حدیث کے مفہوم پر آلِ تقلید نے بہت اعتراضات کیے ہیں لیکن دیوبندی مفتی صاحبان کے مصدقہ فتوے میں لکھا ہوا ہے:

''اس روایت میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی عمومیت میں مرد و عورت سمیت پوری امت شریک ہے اور پوری امت پر لازم ہے کہ جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ہے وہی طریقہ پوری امت کا ہو لیکن یہ واضح ہو کہ اس عمومیت پر عمل اس وقت تک ہی ضروری ہے جب تک کوئی شرعی دلیل اس کے معارض نہ ہو۔۔۔''

(مجموعہ رسائل ج ۲ ص ۱۰۱ و تجلیات صفدر ج ۵ ص ۱۱۴، ۱۱۵)

عرض ہے کہ گزشتہ صفحات میں آپ نے بالتفصیل پڑھ لیا ہے کہ عورت کے علیحدہ طریقۂ نماز کی تخصیص پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

مشہور صحابیٔ رسول ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الدرداء (ہجیمۃ تابعیۃ رحمہا اللہ) کے بارے میں ان کے شاگرد (امام) مکحول الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' أن أم الدرداء كانت تجلس في الصلوٰة كجلسة الرجل ''

بے شک ام الدرداء (رحمہا اللہ) نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۵ و عمدۃ القاری ۶/۱۰۱ و سندہ قوی، التاریخ الصغیر للبخاری ۱/۲۲۳ تاریخ دمشق لابن عساکر ۷۰/۱۵۱ و تغلیق التعلیق ۲/۳۲۹)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وكانت أم الدرداء تجلس في صلاتها جلسة الرجل و كانت

فـقيهة " اورام الدرداء (رحمۃ اللہ علیہا) اپنی نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ (فقیہ) تھیں۔ (صحیح البخاری قبل ح:۸۲۷)

کیا خیال ہے سیدنا ابوالدرداء کی فقیہہ بیوی ام الدرداء رحمہا اللہ نے نماز کا طریقہ کس سے سیکھا تھا؟

ام الدرداء تابعیہ کے اس عمل کی تائید ابراہیم نخعی (تابعی صغیر) کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: " تقعد المرأة في الصلوٰة كما يقعد الرجل"

عورت نماز میں اس طرح بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۰ ح ۲۷۸۸ وسندہ صحیح)

امام ابوحنیفہ کے استاذ حماد (بن ابی سلیمان) فرماتے ہیں:

" تقعد كيف شاءت" عورت کی جیسے مرضی ہو (نماز میں) بیٹھے۔

(ابن ابی شیبہ ۱/۲۷۱ ح ۲۷۹۰ وسندہ صحیح)

عطاء بن ابی رباح (تابعی) کا قول اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے کہ "عورت کی ہیئت مرد کی طرح نہیں ہے اگر وہ (عورت) اسے ترک کردے تو کوئی حرج نہیں ہے"

معلوم ہوا کہ آل تقلید حضرات مرد و عورت کے طریقۂ نماز میں جس اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں وہ بہ اجماع تابعین باطل ہے۔

تنبیہ: اس مضمون میں آل تقلید کے تمام دریافت شدہ شبہات کا جواب آگیا ہے۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق: مرد و عورت کی نماز میں یہ فرق کرنا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینے پر، مرد سجدوں میں کہنیاں زمین سے اٹھائے اور عورت اپنی کہنیاں زمین سے ملالے وغیرہ فروق قرآن و حدیث و اجماع سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث سے جو فرق ثابت ہے اسے اہلِ حدیث علماء و عوام سر آنکھوں پر رکھتے ہیں مثلاً:

عورت کے لیے دوپٹے کا ضروری ہونا، بھولنے والے امام کو تسبیح کے بجائے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تنبیہ کرنا وغیرہ۔ وما علينا إلا البلاغ (۱۱/ صفر ۱۴۲۶ھ)

نماز میں عورت کی امامت

اس مسئلے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ کیا عورت نماز میں عورتوں کی امام بن سکتی ہے یا نہیں؟ ایک گروہ اس کے جواز کا قائل ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے:

"وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزُوْرُهَا فِيْ بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا" رسول اللہ ﷺ اُن (ام ورقہ رضی اللہ عنہا) کی ملاقات کے لیے اُن کے گھر جاتے، آپ نے ان کے لئے اذان دینے کے لئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا اور آپ نے انھیں (ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو) حکم دیا تھا کہ انھیں (اپنے قبیلے یا محلے والیوں کو) نماز پڑھائیں۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب امامۃ النساء ح ۵۹۲ وعنہ البیہقی فی الخلافیات قلمی ص ۴ب)

یہ سند حسن ہے، اسے ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور ابن الجارود (المنتقی: ۳۳۳) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے بنیادی راوی ولید بن عبداللہ بن جمیع: صدوق، حسن الحدیث ہیں۔

(تحریر تقریب التہذیب: ۷۴۳۲)

یہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا اُن پر جرح مردود ہے۔

ولید کے استاد عبدالرحمٰن بن خلاد: ابن حبان، ابن خزیمہ اور ابن الجارود کے نزدیک ثقہ وصحیح الحدیث ہیں لہٰذا اُن پر "حالہ مجھول" والی جرح مردود ہے۔

لیلیٰ بنت مالک (ولید بن جمیع کی والدہ) کی توثیق ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے کر دی ہے لہٰذا اس کی حدیث بھی حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔

اس حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ اس کے لئے دو اہم باتیں مدنظر رکھیں:

اول: حدیث حدیث کی شرح وتفسیر بیان کرتی ہے، اس لئے حدیث کی تمام سندوں اور متون کو جمع کر کے مفہوم سمجھا جائے۔

دوم: سلف صالحین (محدثین کرام، راویانِ حدیث) نے حدیث کی تفسیر اور جو مفہوم بیان کیا ہوا سے ہمیشہ مدنظر رکھا جائے، بشرطیکہ سلف کے مابین اس مفہوم پر اختلاف نہ ہو۔

اُم ورقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے درج ذیل باب باندھا ہے: " باب إمامة المرأةِ النساءَ في الفريضة "

(صحیح ابن خزیمہ ۳/۸۹ ح ۱۶۷۶)

امام ابوبکر بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں:

" ذكر إمامة المرأة النساء فيالصلوات المكتوبة "

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ج ۴ ص ۲۲۶)

ان دونوں محدثین کرام کی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں " أَهْلَ دَارِهَا" سے مراد عورتیں ہیں مرد نہیں ہیں اور محدثین کرام میں اس تبویب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام ابوالحسن الدارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

"حدثنا أحمد بن العباس البغوي :ثنا عمر بن شبه:(ثنا) أبو أحمد الزبيري :نا الوليد بن جميع عن أمه عن أم ورقة أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَذِنَ لَهَا أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَؤُمَّ نِسَاءَ هَا " بے شک رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ (رضی اللہ عنہا) کو اس کی اجازت دی تھی کی اُن کے لئے اذان اور اقامت کہی جائے اور وہ (گھر، محلے کی) اپنی عورتوں کی (نماز میں) امامت کریں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۷۹ ح ۱۰۷۱ وسندہ حسن، وعنہ ابن الجوزی فی التحقیق مع التنقیح ۱/۲۵۳ ح ۴۲۴ وضعفہ، دوسرا نسخہ ۱/۳۱۳ ح ۳۸۷، اتحاف المھرۃ لابن حجر ۱۸/۳۲۳)

اس روایت کی سند حسن ہے اور اس پر ابن الجوزی کی جرح غلط ہے۔

ابواحمد محمد بن عبداللہ بن الزبیر الزبیری کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں لہٰذا صحیح الحدیث ہیں۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''ثقة''

ابوزرعہ نے کہا: ''صدوق''

ابوحاتم رازی نے کہا: ''حَافِظٌ لِلْحَدِيْثِ عَابِدٌ مُجْتَهِدٌ لَهُ أَوْهَامٌ''

(الجرح والتعدیل ۲۹۷/۷)

عمر بن شبہ: صدوق له تصانيف (تقریب التہذیب: ۴۹۱۸)

بلکہ ثقہ ہیں۔ (تحریر تقریب التہذیب ۷۵/۳)

حافظ ذہبی نے کہا: ثقة (الکاشف ۲۷۲/۲)

احمد بن العباس البغوی: ثقہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۳۲۹/۴ ت ۲۱۴۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے۔ اس صحیح روایت نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ ''أَهْلَ دَارِهَا'' سے مراد ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر، محلے اور قبیلے کی عورتیں ہیں، مرد مراد نہیں ہیں۔

تنبیہ: اس سے معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے ان کا مؤذن نماز نہیں پڑھتا تھا۔

یہاں یہ بات حیرت انگیز ہے کہ کوئی پروفیسر خورشید عالم نامی (؟) لکھتے ہیں:

''یہ دارقطنی کے اپنے الفاظ ہیں حدیث کے الفاظ نہیں، یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہیں، اس لئے اس اضافے کو بطورِ دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا'' (اشراق ۱۷/۵ مئی ۲۰۰۵ ص ۳۸، ۳۹)

حالانکہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، دارقطنی کے اپنے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راویوں کی بیان کردہ روایت کے الفاظ ہیں۔ انہیں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ''اپنی رائے'' کہنا غلط ہے۔ جن لوگوں کو روایت اور رائے میں فرق معلوم نہیں ہے وہ کس لئے مضامین لکھ کر اُمتِ مسلمہ میں اختلاف وانتشار پھیلانا چاہتے ہیں؟

رہا یہ مسئلہ کہ یہ الفاظ سنن دارقطنی کے علاوہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں تو عرض ہے کہ امام دارقطنی ثقہ وقابلِ اعتماد امام ہیں۔

شیخ الاسلام ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری (متوفی ۴۵۰ھ) نے کہا:

" كان الدارقطني أمير المؤمنين في الحديث ..." (تاریخ بغداد ۳۶/۱۲ ت ۶۴۰۴)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے کہا:

" وكان فريد عصره وقريع دهره ونسيج وحده وإمام وقته ، انتهى إليه علم الأثر والمعرفة بعلل الحديث و أسماء الرجال وأحوال الرواة مع الصدق والأمانة والفقه والعدالة (وفي تاريخ دمشق عن الخطيب قال: والثقة والعدالة ۴۶/۴۷) وقبول الشهادة وصحة الإعتقاد وسلامة المذهب......" (تاریخ بغداد ۱۲/۳۴ ت ۶۴۰۴)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" الإمام الحافظ المجود شيخ الإسلام علم الجهابذه " (سیر اعلام النبلاء ۴۴۹/۱۶)

اس جلیل القدر امام پر متاخر حنفی فقیہ محمود بن احمد العینی (متوفی ۸۵۵ھ) کی جرح مردود ہے۔

عبدالحئ لکھنوی حنفی اس عینی کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ولو لم يكن فيه رائحة التعصب المذهبي لكان أجود و أجود "

اگر اس میں مذہبی (یعنی حنفی) تعصب کی بدبو نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۰۸)

تنبیہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ تدلیس کے الزام سے بری ہیں۔

دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۱۹/۱ ص ۲۵)

جب حدیث نے بذاتِ خود حدیث کا مفہوم متعین کر دیا ہے اور محدثین کرام بھی اس حدیث سے عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی سمجھ رہے ہیں تو پھر لغت کی مدد اور الفاظ کے ہیر پھیر سے عورتوں کو مردوں کا امام بنا دینا کس عدالت کا انصاف ہے؟

ابن قدامہ لکھتے ہیں: "وهذه زيادة يجب قبولها "

اور اس زیادت (نساء ھا) کا قبول کرنا واجب ہے۔ (المغنی ۲/۱۶م ۱۱۴۰)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ آثار سلف صالحین سے صرف عورت کا عورتوں کی امامت کرانا ہی ثابت ہوتا ہے۔ عورت کا مردوں کی امامت کرانا یہ کسی اثر سے ثابت نہیں ہے۔

ریطہ الحنفیہ (قال العجلی :کوفیة تابعیة ثقة) سے روایت ہے:

" أمتنا عائشة فقامت بینهن فی الصلوة المکتوبة "

ہمیں عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرض نماز پڑھائی تو آپ عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔ (سنن دارقطنی ۱/۴۰۴ ح ۱۴۲۹، وسندہ حسن، وقال النیموی فی آثار السنن: ۵۱۴ "واسنادہ صحیح" وانظر کتابی انوار السنن فی تحقیق آثار السنن ق ۱۰۳)

امام شعبی رحمہ اللہ (مشہور تابعی) فرماتے ہیں:

"تؤم المرأة النساء فی صلوة رمضان تقوم معهن فی صفهن" عورت عورتوں کو رمضان کی نماز پڑھائے (تو) وہ ان کے ساتھ صف میں کھڑی ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۸۹ ح ۴۹۵۵ وسندہ صحیح، عنعنة ھشیم عن حصین محمولة علی السماع، انظر شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۵۶۲ والفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین لراقم الحروف ۱۱۱/۳ ص ۶۶)

ابن جریج نے کہا:

" تؤم المرأة النساء من غیر أن تخرج أمامهن ولکن تحاذي بهن فی المکتوبة والتطوع " عورت جب عورتوں کی امامت کرائے گی تو وہ آگے کھڑی نہیں ہوگی بلکہ اُن کے برابر (صف میں ہی) کھڑی ہو کر فرض و نفل پڑھائے گی۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۱۴۰ ح ۵۰۸۰ وسندہ صحیح)

معمر بن راشد نے کہا:

" تؤم المرأة النساء في رمضان وتقوم معهن فی الصف"

عورت عورتوں کو رمضان میں نماز پڑھائے اور وہ اُن کے ساتھ صف میں کھڑی ہو۔

(مصنف عبدالرزاق ۳/۱۴۰ ح ۵۰۸۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ عورت جب عورتوں کو نماز پڑھائے
ئی تو صف سے آگے نہیں بلکہ صف میں ہی اُن کے ساتھ برابر کھڑی ہو کر نماز پڑھائے گی۔

مجھے ایسا ایک باسند حوالہ بھی نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ سلف صالحین کے سنہری دور
ں کسی عورت نے مردوں کو نماز پڑھائی ہو یا کوئی مستند عالم اس کے جواز کا قائل ہو۔ اسی طرح
کسی روایت میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے مؤذن کا اُن کے پیچھے نماز پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

ابن رشد (متوفی ۵۱۵ھ) وغیرہ بعض متاخرین نے بغیر کسی سند وثبوت کے یہ لکھا ہے
کہ ابوثور (ابراہیم بن خالد، متوفی ۲۴۰ھ) اور (محمد بن جریر) الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) اس
ت کے قائل ہیں کہ عورت مردوں کو نماز پڑھا سکتی ہے۔

(دیکھئے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۵، المغنی فی فقہ الإمام احمد ۲/۱۵ مسئلہ: ۱۱۴۰)

ونکہ یہ حوالے بے سند ہیں لہٰذا مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: نماز میں عورت کا عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے مگر وہ مردوں کی امام
ہیں بن سکتی۔

اصولِ حدیث اور تحقیق الروایات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا﴾

اے ایمان والو! اگر تمھیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔ (الحجرات:٦)

التأسيس في مسئلة التدليس

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين ، أما بعد :

تدلیس کی تعریف

نور اور ظلمت کے اختلاط کو عربی لغت میں ''الدلس'' کہتے ہیں۔(دیکھئے نخبۃ الفکر ص ۷۱)

اور اس سے دلّس کا لفظ نکلا ہے جس کا مطلب ہے:

''کتم عیب السلعة عن المشتري'' اس نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا۔
(المعجم الوسیط ج ۱ ص ۲۹۳ وعام کتبِ لغت)

اسی سے ''تدلیس'' کا لفظ مشتق ہے جس کا معنی ہے ''اپنے سامان کے عیب کو گاہک سے چھپانا'' دیکھئے القاموس المحیط (ص ۷۰۳) المختار من صحاح اللغۃ للجوہری (ص ۱۶۴) اور لسان العرب (ج ۶ ص ۸۶)

تدلیس فی المتن کو ''توریہ'' بھی کہا جاتا ہے۔حالتِ اضطرار میں عزت وجان وغیرہ بچانے کے لئے ''توریہ'' جائز ہے مثلاً سلیمان بن مہران الاعمش فرماتے ہیں:

''رأیت عبد الرحمٰن بن أبي لیلٰی وقد أوقفه الحجاج وقال له : اِلعن الکذابین علیّ بن أبي طالب وعبد الله بن الزبیر و المختار بن أبي عبید، قال: فقال عبد الرحمٰن :لعن اللّٰهُ الکذابین ، ثم ابتدأ فقال :عليٌّ بن أبي طالب و عبدُ الله بن الزبیر والمختارُ بن أبي عبید ، قال الأعمش : فعلمتُ أنه حین ابتدأ فرفعهم لم یعنهم.''

میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا۔آپ کو حجاج (بن یوسف) نے کھڑا کر کے کہا: جھوٹوں پر لعنت کرو،علی بن ابی طالب،عبداللہ بن الزبیر اور مختار بن ابی عبید (پر) تو عبد الرحمٰن نے کہا: جھوٹوں پر اللہ لعنت کرے،پھر انھوں نے ابتدا کی :

(اور) علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن زبیر اور مختار بن ابی عبید، اعمش کہتے ہیں کہ انھوں (عبدالرحمٰن) نے جب (علی رضی اللہ عنہ) وغیرہ کے ناموں سے ابتدا کی تو انھیں (منصوب کے بجائے) مرفوع بیان کیا تو میں جان گیا کہ ان (عبدالرحمٰن) کی مراد یہ اشخاص نہیں تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۲، ۱۱۳ و إسنادہ صحیح)

تدلیس کی اصطلاحی تعریف

''تدلیس فی الإسناد'' کا مفہوم اہل حدیث کی اصطلاح میں درج ذیل ہے:

اگر راوی اپنے اس استاد سے (جس سے اس کا سماع، ملاقات اور معاصرت ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جسے اس نے (اپنے استاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے۔ اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے استاد سے سنی ہوگی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔ دیکھئے علوم الحدیث لابن الصلاح (ص ۹۵) اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۵۱) وعام کتب اُصولِ حدیث

تدلیس کی اقسام

تدلیس فی الاسناد کی سات اقسام زیادہ مشہور ہیں:

۱) تدلیس الاسناد: اس میں راوی اپنے استاد کو گراتا ہے مثلاً:

العباس بن محمد الدوری نے کہا:

''نا أبو عاصم عن سفیان عن عاصم عن أبي رزین عن ابن عباس فی المرتدۃ ترتد قال: تستحیا......وقال أبو عاصم: نری أن سفیان الثوري إنما دلّسه عن أبي حنیفة فکتبتهما جمیعًا.''

ہمیں ابو عاصم نے عن سفیان عن عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس کی (سند سے) ایک حدیث مرتدہ کے بارے میں بیان کی کہ وہ زندہ رکھی جائے گی...... ابو عاصم نے کہا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں ابوحنیفہ سے تدلیس کی

ہے لہٰذا میں نے دونوں سندیں لکھ دی ہیں۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ إسنادہ صحیح إلی الدوری)

مصنف عبدالرزاق (ج ۱۰ ص ۱۷۷ ح ۱۸۷۳۱) سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۲۰۱) وغیرہما میں "الثوري عن عاصم عن أبي رزين عن ابن عباس" کی سند کے ساتھ یہ روایت مطولاً موجود ہے۔

ابوعاصم کہتے ہیں: "بلغني أن سفيان سمعه من أبي حنيفة أو بلغه عن أبي حنيفة" مجھے پتا چلا ہے کہ اسے سفیان نے ابوحنیفہ سے سنا ہے یا انھیں یہ (روایت) ابوحنیفہ سے پہنچی ہے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۳ ص ۱۴ وسندہ صحیح)

ابوعاصم کے قول کی تصدیق امام سفیان ثوری کے دوسرے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی کے قول سے بھی ہوتی ہے، انھوں نے فرمایا:

"سألت سفيان عن حديث عاصم في المرتدة؟ فقال: أما من ثقة فلا"

میں نے سفیان سے عاصم کی مرتدہ کے بارے میں حدیث کا سوال کیا (کہ کس سے سنی ہے) تو انھوں نے کہا: یہ روایت ثقہ سے نہیں ہے۔

اس سند کے ایک راوی امام ابن ابی خیثمہ فرماتے ہیں:

"وكان أبو حنيفة يروي حديث المرتدة عن عاصم الأحول"

مرتدہ والی حدیث کو (امام) ابوحنیفہ عاصم الاحول (!) سے بیان کرتے تھے۔

(الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۴۸، ۱۴۹ و إسنادہ صحیح)

یہ روایت مختلف طرق کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی مروی ہے:

المعرفۃ والتاریخ للفارسی (ج ۳ ص ۱۴) الضعفاء للعقیلی (ج ۴ ص ۲۸۴) الکامل لابن عدی (ج ۷ ص ۲۴۷۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۸ ص ۲۰۳) تاریخ بغداد للخطیب (ج ۱۳ ص ۴۲۶) معرفۃ العلل والرجال لعبداللہ بن احمد بن حنبل عن أبیہ (ج ۲ ص ۱۴۳)

اہل الحدیث اور فن حدیث کے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''كان الثوري يعيب على أبي حنيفة حديثًا كان يرويه ، ولم يروه غير أبي حنيفة، عن عاصم عن أبي رزين ''(سفیان) ثوری (امام) ابوحنیفہ پر ان کی بیان کردہ ایک حدیث (عن عاصم عن ابی رزین) کی وجہ سے نکتہ چینی کرتے تھے جسے ابوحنیفہ کے سوا کسی شخص نے بیان نہیں کیا۔

(سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۰ واسنادہ صحیح الی یحییٰ بن معین)

تنبیہ: امام یحییٰ بن معین کی امام سفیان ثوری سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی عاصم سے یہ روایت سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۲۰۱) کامل ابن عدی (ج ۷ ص ۲۴۷۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۸ ص ۲۰۳) میں موجود ہے اور اس کی طرف امام شافعی نے بھی کتاب الام (ج ۶ ص ۱۶۷) میں اشارہ کیا ہے۔

مختصر یہ کہ اس روایت میں سفیان ثوری کا تدلیس کرنا بالکل صحیح ثابت ہے۔ اسے اور اس جیسی تمام مثالوں کو تدلیس الاسناد کہا جاتا ہے۔

۲) تدلیس القطع: اس میں صیغہ کو حذف کر دیا جاتا ہے، مثلاً راوی کہتا ہے:

"الزهري ..."

تنبیہ: الکفایۃ للخطیب (ص ۳۵۹) والی روایت ابراہیم بن محمد المروزی السکری المسکوتی کے حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳) تدلیس العطف: اس میں راوی دو یا زیادہ استادوں سے روایت بیان کرتا ہے اور سنا صرف ایک سے ہوتا ہے۔ مثلاً:

ہشیم بن بشیر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: " حدثنا حصين و مغيرة ..."

جب آپ حدیث بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو کہا: ''هل دلّست لكم اليوم ؟''

کیا میں نے آج آپ (کی روایت) کے لیے کوئی تدلیس کی ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں!

تو ہشیم نے کہا: میں نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس میں مغیرہ سے ایک حرف بھی نہیں سنا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، یہ بغیر سند کے ہے۔)

تنبیہ: اس روایت کی سند معلوم نہیں ہو سکی لہٰذا یہ قصہ ہی ثابت نہیں ہے۔ اس کے باوجود حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسے بطورِ استدلال ذکر کیا ہے۔! (النکت علی ابن الصلاح ج ۲ ص ۶۱۷)

۴) **تدلیس السکوت:** اس میں راوی ''حدثنا'' وغیرہ الفاظ کہہ کر سکوت کرتا ہے اور دل میں اپنے شیخ کا نام لیتا ہے پھر آگے روایت بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔

تنبیہ: ایسا فعل عمر بن عبید الطنافسی سے مروی ہے لیکن بلحاظِ سند ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر اسے النکت میں تدلیس القطع کہتے ہیں۔ (النکت ج ۲ ص ۶۱۷)

۵) **تدلیس التسویہ:** اس میں راوی اپنے شیخ سے اوپر کے کسی ضعیف وغیرہ راوی کو گرا دیتا ہے۔

۶) **تدلیس الشیوخ:** اس میں راوی اپنے شیخ کا وہ نام، لقب یا کنیت ذکر کرتا ہے جس سے عام لوگ ناواقف ہوتے ہیں مثلاً بقیہ بن الولید نے کہا: "حدثني أبو وهب الأسدي"

(الکفایہ للخطیب ص ۳۶۴، علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۱۵۴ ح ۱۹۵۷، وسندہ صحیح)

ابو وہب الاسدی سے مراد عبید اللہ بن عمرو ہے۔

۷) **تدلیس القوم:** اس میں راوی ایسا واقعہ بطورِ سماع بیان کرتا ہے جس واقعہ میں اس کی شمولیت قطعاً ناممکن ہے۔ مثلاً مروی ہے کہ الحسن البصری نے کہا:

"خطبنا ابن عباس بالبصرة" ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں خطبہ دیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۶۸/۴)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہماری قوم یا شہر کے لوگوں کو بصرہ میں خطبہ دیا تھا۔

تنبیہ: یہ روایت حسن بصری سے ثابت نہیں ہے۔ اس میں حمید الطّویل مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ نیز دیکھئے المراسیل لابن ابی حاتم (ص ۳۳، ۳۴) والعلل الکبیر للترمذی (۳۲۶/۱)

یہی روایت سنن الدارقطنی میں ''خطب ابن عباس الناس'' کے الفاظ سے مروی ہے۔

(۱۵۲/۲ ح ۲۱۱۲ وسندہ ضعیف)

کتبِ تدلیس اور فنِ تدلیس

تدلیس اور فنِ تدلیس کا ذکر تمام کتب اصول حدیث میں ہے۔ بہت سے علماء نے اس فن میں متعدد کتابیں، رسالے اور منظوم قصائد تصنیف کیے ہیں۔ مثلاً:

① حسین بن علی الکرابیسی کی کتاب ''اسماء المدلسین'' (یہ کتاب مفقود ہے۔)

② امام نسائی (ذکر المدلسین، ابوعبدالرحمٰن السلمی [کذاب] عن الدارقطنی عن ابی بکر الحداد عن النسائی کی سند سے مطبوع ہے۔)

③ ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین مطبوع ہے)

④ حافظ الذہبی کا ارجوزۃ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۵/۳۱۸)

⑤ ابومحمد المقدسی کا قصیدہ (شیخ عاصم القریوتی کی تحقیق سے مطبوع ہے۔)

⑥ حافظ العلائی کی کتاب جامع التحصیل فی احکام المراسیل (ص ۹۷ تا ۱۲۴)

⑦ حافظ ابن حجر کی طبقات المدلسین (راقم الحروف نے الفتح المبین کے نام سے اس کی تحقیق لکھی ہے)

⑧ حافظ سیوطی کی اسماء المدلسین (مخطوط بخط شیخنا ابی الفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ)

⑨ السبط ابن العجمی کی التبیین لاسماء المدلسین (مطبوع)

⑩ معاصر شیخ حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ کا رسالہ

''اتحاف ذوی الرسوخ بمن رمي با لتدلیس من الشیوخ''

مسئلۂ تدلیس اور فرقۂ مسعودیہ

کراچی میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام ''مسعود احمد بی ایس سی'' ہے۔ یہ شخص ۱۳۹۵ھ میں اپنی بنائی ہوئی ''جماعت المسلمین'' کا امیر ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ

''محدثین تو گزر گئے، اب تو وہ لوگ رہ گئے ہیں جو ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔''

(الجماعۃ القدیمہ بجواب الفرقۃ الجدیدہ ص ۲۹)

اس پر تعاقب کرتے ہوئے ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی صاحب لکھتے ہیں:

"گویا موصوف (مسعود صاحب) کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اسی طرح محدثین کا سلسلہ بھی کسی خاص محدث پر ختم ہو چکا ہے اور اب قیامت تک کوئی محدث پیدا نہیں ہوگا، اور اب جو بھی آئے گا وہ صرف ناقل ہی ہوگا، جس طرح یار لوگوں نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا۔ کسی نے بارہ کے بعد ائمہ کا سلسلہ ختم کر دیا۔ موصوف کا خیال ہوگا کہ اسی طرح محدثین کی آمد کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا ہے لیکن اس سلسلہ میں انھوں نے کسی دلیل کا ذکر نہیں کیا۔ "اقوال الرجال" تو ویسے ہی موصوف کی نگاہ میں قابلِ التفات نہیں ہیں۔ البتہ اپنے ہی قول کو انھوں نے اس سلسلہ میں حجت مانا ہے۔ حالانکہ جو لوگ بھی فن حدیث کے ساتھ شغف رکھتے ہیں ان کا شمار محدثین ہی کے زمرے میں ہوتا ہے۔" (الجماعۃ الجدیدۃ بجواب الجماعۃ القدیمۃ ص ۵۵)

اس شخص نے نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ، تفسیر اور تاریخ وغیرہ میں عام مسلمین سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد "اصولِ حدیث" پر بھی ایک رسالہ چھاپ دیا ہے تاکہ فرقۂ مسعودیہ (عرف جماعت المسلمین رجسٹرڈ) کا لٹریچر ہر لحاظ سے مسلمانوں سے الگ رہے۔ اس رسالے کے ص ۱۳ پر "تدلیس" کی بحث چھیڑی ہے اور مدلس راوی کو اپنی "جماعت المسلمین" سے خارج کر دیا ہے۔ یہاں پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ کتب رِجال وطبقات المدلسین میں جتنے مدلس راویوں کا ذکر ہے وہ مسعود صاحب کی (۱۳۹۵ھ میں) بنائی ہوئی "جماعت المسلمین رجسٹرڈ" سے صدیوں پہلے اس فانی دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہیں لہٰذا وہ اب مسعود صاحب کے رجسٹروں میں خروج یا دخول کے محتاج نہیں ہیں۔

مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"مدلس راوی نے خواہ وہ امام ہو یا محدث ہی کیوں نہ کہلاتا ہو اپنے استاد کا نام چھپا کر اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ الامان الحفیظ ...اُس نام نہاد امام یا محدث کو دھوکے باز کذاب کہا جائے گا۔ علماء اب تک اس راوی کی وجہ سے جس کا نام چھپا دیا

گیا مدلس کی روایت کو ضعیف سمجھتے رہے لیکن اس دھوکے باز کذاب کو امام یا محدث ہی کہتے رہے۔ انھوں نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں یا ان سے کیا کہلوایا جا رہا ہے۔ افسوس تقلید نے انھیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا''

(اصول حدیث ص ۱۳، ۱۴)

یعنی مدلس راویوں کی معنعن روایات کو صرف ضعیف سمجھنے والے اور مصرح بالسماع روایات کو صحیح سمجھنے والے تمام امام مقلد تھے مثلاً یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ابو حاتم رازی وغیرہم۔

مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''تلاشِ حق میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ تقلید شرک ہے''

(التحقیق فی جواب التقلید ص ۴، ۵ ط ۱۴۰۶ھ)

اور اسی کتاب میں مقلد پر (فاران ص ۱۱ کے) الفاظ فٹ کرتے ہیں:

''وہ یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہے'' (التحقیق ص ۲۳)

لہٰذا اس ''مسعودی اصول'' سے ثابت ہوا کہ یہ تمام محدثین مشرک تھے۔ (معاذاللہ)

مسعود صاحب مدلسین کو مشرک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علماء پر تعجب ہے کہ ایسے دھوکے باز مشرک کو امام مانتے ہیں... ایسا ہونا تو نہیں چاہئے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے'' (اصول حدیث ص ۱۴)

امیر ''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' صاحب مزید فرماتے ہیں:

''مندرجہ بالا مباحث سے ثابت ہوا کہ فنِ تدلیس بے حقیقت فن ہے ......
لہٰذا تدلیس کا فن کچھ نہیں بالکل بے حقیقت ہے'' (ص ۱۵، ۱۶)

اس رسالے کے ص ۱۶، ۱۷ پر ''امام حسن بصری، امام الولید بن مسلم، امام سلیمان الاعمش، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ، امام قتادہ، امام محمد بن اسحاق بن یسار اور امام عبدالملک بن جریج وغیرہم کا ذکر کر کے مسعود صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی امام مدلّس نہیں'' (ص ۱۷)

اور فرماتے ہیں:

''کسی مدلّس کے متعلق یہ کہنا کہ اگر وہ حَدَّثَنَا کہہ کر حدیث روایت کرے تو اس کی بیان کردہ حدیث صحیح ہوگی۔ یہ اصول صحیح نہیں اس لئے کہ مدلّس راوی کذّاب ہوتا ہے لہٰذا وہ عَنْ سے روایت کرے یا حَدَّثَنَا سے روایت کرے وہ کذّاب ہی رہے گا۔ اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہوگی۔ یعنی مدلس راوی کا نہ عنعنہ صحیح ہے اور نہ تحدیث'' (اصولِ حدیث ص ۱۸)

مسعود احمد بی ایس سی کے اس قول کہ ''ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی امام مدلّس نہیں'' کا مختصر رد پیش خِدمت ہے:

بعض مدلسین کا تذکرہ

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''روى همام عن قتادة عن أبي نضرة عن أبي سعيد رضي اللّٰه عنه .... ولم يذكر قتادة سماعًا من أبي نضرة في هذا''

ہمام نے قتادہ عن ابی نضرہ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ایک روایت بیان کی...... اور قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔

(جزء القراءت ص ۳۰ ح ۷۰ باب هل يقرأ بأكثر من فاتحة الكتاب خلف الامام)

امیر المومنین اپنی الجامع الصحیح میں قتادہ کی مصرح بالسماع یا ''شعبة عن قتادة'' والی روایات کو لاتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱)

ان کی اس عادت کی طرف حافظ ابن حجر نے کئی مقامات پر اشارہ کیا ہے، مثلاً دیکھئے فتح الباری (ج ۱ ص ۱۰۴، ۱۰۵ ح ۴۴ باب زیادۃ الایمان ونقصانہ)

قتادہ کی تصریحِ سماع کی ضرورت کیوں ہے؟

قتادہ بن دعامہ البصری

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مرکزی راوی اور ثقہ امام تھے۔

حافظ ابن حبان انھیں اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"وكان مدلسًا" اور آپ مدلس تھے۔ (ج۵ص۳۲۲)

حاکم نے کہا: "قتادة على علو قدره يدلس" (المستدرک ج۱ص۲۳۳)

ذہبی نے کہا: "حافظ ثقة ثبت لكنه مدلس" (میزان الاعتدال ج۳ص۳۸۵ نیز دیکھئے السیر ۲۷۱/۵)

دار قطنی نے بھی قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الالزامات والتتبع ص۲۶۳)

ان کے علاوہ درج ذیل علماء نے بھی قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے:

حافظ ابن حجر (طبقات المدلسین ۳/۹۲) علامہ الحلبی (التبیین: ۴۶) ابو محمود المقدسی (القصیدہ ۲:) حافظ العلائی (جامع التحصیل ص۱۰۸) الخزرجی (الخلاصہ للخزرجی ص۳۱۵) ابن الصلاح الشہرزوری (مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح ص ۹۹ نوع ۱۲) ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۴۹) السیوطی (اسماء من عرف بالتدلیس: ۴۳) خطیب بغدادی (الکفایہ ص۳۶۳) حاکم (معرفۃ علوم الحدیث ص۱۰۳) ماردینی (الجوہر النقی ۲۹۸/۲، ۱۲۶/۷) العینی (عمدۃ القاری ۲۶۱/۱) نووی (شرح صحیح مسلم ۲۰۹/۱، ۱۷۲) اور ابن عبدالبر (التمہید ۳۰۷/۳) رحمهم الله

اس سلسلے میں حافظ ابن حزم نے جمہور کے خلاف جو کچھ لکھا ہے (الاحکام ج۲ ص۱۴۱، ۱۴۲، توجیہ النظر للجزائری ص۲۵۱) وہ مردود ہے۔ حافظ ابن حزم کا اپنا یہ مسلک ہے کہ ثقہ مدلس کی عَــنْ والی روایت کو رد اور تصریح سماع والی روایت کو قبول کرتے ہیں جیسا کہ آگے ابوالزبیر کے تذکرہ میں آرہا ہے۔

یحییٰ بن کثیر العنبری کہتے ہیں:

"ناشعبة عن قتادة عن سعيد بن جبير عن ابن عمر أن النبي ﷺ

نهٰى عن نبيذ الجر ،قال شعبة: فقلت لقتادة :ممن سمعته؟ قال: حدثنيه أيوب السختياني ،قال شعبة: فأتيت أيوب فسألته فقال: حدثنيه أبوبشر ،قال شعبة :فأتيت أبا بشر فسألته فقال أنا سمعت سعيد بن جبير عن ابن عمر عن النبي ﷺ أنه نهٰى عن نبيذ الجر''

ہمیں شعبہ نے قتادہ سے عن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے سبز ٹھلیا کی نبیذ سے منع کیا ہے۔شعبہ نے کہا: میں نے قتادہ سے پوچھا: آپ نے اسے کس سے سنا ہے؟ تو انھوں نے کہا: مجھے ایوب سختیانی نے بتایا ہے،شعبہ نے کہا: پس میں ایوب کے پاس آیا اور پوچھا تو انھوں نے کہا: مجھے ابوبشر نے بتایا ہے،شعبہ نے کہا: میں ابوبشر کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انھوں کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا ہے، وہ ابن عمر سے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے سبز ٹھلیا کی نبیذ سے منع فرمایا ہے۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۶۹ وا سنادہ صحیح)

اس حکایت سے صاف معلوم ہوا کہ قتادہ مدلس تھے،انھوں نے سند سے دوراوی گرائے ہیں۔

شعبہ فرماتے ہیں: ''كنت أتفقد فم قتادة فإذا قال :سمعت و حدثنا تحفظته فإذا قال :حدث فلان تركته ''میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا،جب آپ کہتے کہ میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب کہتے فلاں نے حدیث بیان کی تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۶۹ وا سنادہ صحیح)

یہ قول درج ذیل کتابوں میں بھی باسند موجود ہے:

صحیح ابی عوانہ (ج ۲ ص ۳۸) کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد (ج ۲ ص ۲۲۸ ت ۱۶۴۶) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی (ص ۵۲۲، ۵۲۳) التمہید لابن عبدالبر (ج ۱ ص ۳۵) الکفایۃ للخطیب (ص ۳۶۳) تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن ابن معین (ص ۱۹۲ ت ۷۰۳) بیہقی (معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۷۱ قلمی ومطبوع)

قتادہ کے شاگرد امام شعبہ بن الحجاج نے کہا:

" كفيتكم تدليس ثلاثة :الأعمش وأبي إسحاق وقتادة "

میں تمھیں تین (اشخاص) کی تدلیس کے لئے کافی ہوں۔ اعمش، ابو اسحاق اور قتادہ۔

(مسألۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ وسندہ صحیح)

اس جیسی بے شمار مثالوں کی بنیاد پر محدثین نے امام قتادہ کو مدلس قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "ورجاله رجال الصحيح إلا أن قتادة مدلس "

اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں سوائے قتادہ کے، وہ مدلس ہیں۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۹)

حافظ سیوطی گواہی دیتے ہیں کہ " قتادة مشهور بالتدليس " (اسماء المدلسین ص ۱۰۲)

قتادہ کو درج ذیل علماء نے مدلس قرار دیا ہے:

1. شعبہ (مسألۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ وسندہ صحیح)
2. ابن حبان (الثقات ۵/۳۲۲)
3. حاکم (المستدرک ۱/۲۳۳)
4. ذہبی (میزان الاعتدال ۳/۳۸۵)
5. دارقطنی (الالزامات والتتبع ص ۲۶۳)
6. حافظ ابن حجر (طبقات المدلسین: ۳/۹۲)
7. العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۸)
8. ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۴۹)
9. الحلبی (التبیین لاسماء المدلسین: ۴۶)
10. السیوطی (اسماء من عرف بالتدلیس: ۵۵)
11. ابومحمود المقدسی (فی قصیدتہ)
12. الخطیب البغدادی (الکفایۃ ص ۳۶۳) وغیرہم۔

حمید الطّویل

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مشہور راوی ہیں۔

امام شعبہ فرماتے ہیں: ”لم یسمع حمید من أنس إلا أربعة وعشرين حديثًا والباقي سمعها (من ثابت) أو ثبته فيها ثابت“

حمید نے انس (رضی اللہ عنہ) سے صرف چوبیس احادیث سنی ہیں اور باقی ثابت سے سنی ہیں یا ثابت نے انھیں یاد کرائی ہیں۔ (تاریخ یحییٰ بن معین روایۃ الدوری ج ۲ ص ۱۳۵ ت ۴۵۸۲ و اسنادہ صحیح)

امام بخاری فرماتے ہیں: ”وكان حميد الطويل يدلس“ (العلل الکبیر للترمذی ۳۷۶/۱)

ابن عدی نے الکامل میں ان کے مدلس ہونے کی صراحت کی ہے۔ (ج ۲ ص ۶۸۴)

ابن سعد نے کہا: ”ثقة كثير الحديث إلا أنه ربما دلس عن أنس بن مالك“

آپ ثقہ کثیر الحدیث تھے مگر آپ کبھی کبھار انس بن مالک سے تدلیس کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۵۲)

حافظ ابن حبان نے لکھا ہے: ”وكان يدلس، سمع من أنس بن مالك ثمانية عشر حديثًا وسمع الباقي من ثابت فدلس عنه“

آپ تدلیس کرتے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اٹھارہ احادیث سنیں اور باقی تمام روایات ثابت سے سنیں پھر آپ نے یہ روایات ثابت سے تدلیس کرتے ہوئے بیان کیں۔

(الثقات ج ۴ ص ۱۴۸)

حافظ ذہبی نے کہا: ”ثقة جليل، يدلس“ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۱۰)

حافظ ابن حجر فیصلہ کرتے ہیں کہ ”ثقة مدلس“ (تقریب التہذیب ص ۸۴)

اور لکھتے ہیں: ”صاحب أنس، مشهور كثير التدليس عنه، حتى قيل: أن معظم حديثه عنه بواسطة ثابت وقتادة“

(سیدنا) انس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں آپ ان سے بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے حتیٰ کہ

یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی اکثر روایات ان سے ثابت اور قتادہ کے واسطہ سے ہیں۔

(تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ص ۸۶، المعروف بطبقات المدلسین)

تنبیہ: قتادہ رحمہ اللہ بھی مشہور مدلس تھے جیسا کہ سابقہ صفحات پر گزر چکا ہے۔

سفیان الثوری

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مرکزی راوی اور زبردست ثقہ امام ہیں۔ آپ کا مدلس ہونا بہت زیادہ مشہور ہے حتیٰ کہ آپ کے شاگرد بھی آپ کی اس عادت سے واقف تھے۔ مثلاً: ابوعاصم کما تقدم

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"قال یحیی بن سعید: ماکتبت عن سفیان شیئاً إلاماقال: حدثني أوحدثنا إلا حدیثین ..."

یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے سفیان سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں وہ "حدثني" اور "حدثنا" کہتے ہیں سوائے دو حدیثوں کے (اور ان دونوں کو یحییٰ نے بیان کر دیا ہے۔) (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۱ ص ۲۰۷ ت ۱۱۳۰، وسندہ صحیح)

امام علی بن عبداللہ المدینی گواہی دیتے ہیں:

"والناس یحتاجون في حدیث سفیان إلٰی یحیی القطان لحال الإخبار یعني عليّ أن سفیان کان یدلس وأن یحیی القطان کان یوقفه علٰی ما سمع ممالم یسمع"

لوگ سفیان کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایات بیان کرتے تھے۔ علی بن المدینی کا خیال ہے کہ سفیان تدلیس کرتے تھے یحییٰ القطان ان کی معنعن اور مصرح بالسماع روایتیں ہی بیان کرتے تھے۔

(الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲ و اسنادہ صحیح)

اس جیسی متعدد مثالوں کی وجہ سے ائمۂ حدیث نے امام سفیان بن سعید الثوری کو مدلس قرار دیا ہے مثلاً:

1. یحییٰ بن سعید القطان (دیکھئے الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)
2. البخاری (العلل الکبیر للترمذی ج ۲ ص ۹۶۶، التمہید لابن عبدالبرج ۱ ص ۱۸)
3. یحییٰ بن معین (الکفایہ ص ۳۶۱ وسندہ صحیح، الجرح والتعدیل ۲۲۵/۴ وسندہ صحیح)
4. ابومحمود المقدسی (قصیدۃ فی المدلسین ص ۴۷ الشعر الثانی)
5. السبط ابن العجمی (التبیین لاسماء المدلسین ص ۹ رقم: ۲۵)
6. ابن الترکمانی الحنفی (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲)
7. الذہبی (میزان الاعتدال ۱۶۹/۲)
8. صلاح الدین العلائی (جامع التحصیل ص ۹۹، ۱۰۶)
9. ابن حجر (تقریب التہذیب: ۲۴۴۵ وطبقات المدلسین: ۵۱/۲)
10. ابن رجب (شرح علل الترمذی ج ۱ ص ۳۵۸)
11. السیوطی (اسماء المدلسین: ۱۸)
12. ابوعاصم النبیل الضحاک بن مخلد (سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ وسندہ صحیح)
13. النووی (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳)
14. حافظ ابن حبان (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۹۲، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۸۵)
15. یعقوب بن سفیان الفارسی (کتاب المعرفۃ والتاریخ ج ۲ ص ۶۳۳، ۶۳۷)
16. ابوحاتم الرازی (علل الحدیث ج ۲ ص ۲۵۴ ح ۲۲۵۵)
17. الحاکم (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۷)
18. علی بن المدینی (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)
19. ہشیم بن بشیر الواسطی (الکامل لابن عدی ۲۵۹۶/۷ وسندہ صحیح)
20. ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۲۰)

21. قسطلانی (ارشاد الساری ۲۸۶/۱)

22. عینی (عمدۃ القاری ۱۱۲/۳)

23. کرمانی (شرح صحیح البخاری ۶۲/۳ ح ۲۱۳)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"وکان یدلس في روایته ، وربما دلس عن الضعفاء" آپ اپنی روایت میں تدلیس کرتے تھے اور بعض اوقات ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۴۲، ۲۷۴، نیز دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۹)

حافظ العلائی لکھتے ہیں: "من یدلس عن أقوام مجهولین لایدری من هم کسفیان الثوري ..." إلخ مثلاً وہ لوگ جو ایسے مجہول لوگوں سے تدلیس کریں جن کا کوئی اتا پتا نہ ہو، جیسے سفیان ثوری (کی تدلیس)......الخ

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹)

حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں:

"وأما المدلسون الذین هم ثقات و عدول ، فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي إسحاق وأضرابهم من الأئمة المتقنین ..."

وہ مدلس راوی جو ثقہ عادل ہیں ہم ان کی صرف ان مرویات سے ہی حجت پکڑتے ہیں جن میں وہ سماع کی تصریح کریں۔ مثلاً سفیان ثوری، اعمش اور ابو اسحاق وغیرہم جو کہ زبردست ثقہ امام تھے۔۔۔الخ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۹۰)

بلکہ مزید فرماتے ہیں:

"الثقات المدلسون الذین کانوا یدلسون فی الأخبار مثل قتادة ویحیی ابن أبي کثیر و الأعمش و أبو إسحاق وابن جریج وابن إسحاق

والثوري وهشيم ... فربما دلسوا عن الشيخ بعد سماعهم عنه عن أقوام ضعفاء لايجوز الإحتجاج بأخبارهم ، فما لم يقل المدلس وإن كان ثقة :حدثني أوسمعت، فلا يجوز الإحتجاج بخبره''

وہ ثقہ مدلس راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے۔مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش ، ابواسحاق ، ابن جریج ، ابن اسحاق ، ثوری اور ہشیم بعض اوقات آپ اپنے اس شیخ سے جس سے سنا تھا وہ روایت بطور تدلیس بیان کردیتے جنھیں انھوں نے ضعیف ناقابل حجت لوگوں سے سنا تھا۔ تو جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہی ہو یہ نہ کہے ''حدثني'' یا ''سمعت'' اس نے مجھے حدیث بیان کی یا میں نے سنا تو اس کی خبر سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (المجروحین ج ا ص ۹۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوری کا مدلس ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔ نیز دیکھئے الکامل لابن عدی (ج ا ص ۲۲۴ ترجمہ ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی)التمہید (ج ا ص ۱۸)

سلیمان الاعمش

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مرکزی راوی اور بالاتفاق ثقہ محدث ہیں۔

الاعمش ''عن أبي صالح عن أبي هريرة '' کی سند کے ساتھ نبی ﷺ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

''الإمام ضامن والمؤذ ن مؤتمن '' إلخ امام ضامن اور مؤذن امین ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں اسی سند کے ساتھ موجود ہے:

سنن الترمذی (ح ۲۰۷) الام للشافعی (ج ا ص ۱۵۹) شرح السنۃ للبغوی (ج ۲ ص ۲۷۹) مسند احمد (ج ۲ ص ۲۴ ۴ ، ۴۲۴ ، ۴۶۱ ، ۴۷۲ ، ۴۸۴) مصنف عبد الرزاق (ح ۱۸۳۸) مسند طیالسی (ح ۲۴۰۴) اخبار اصبہان لابی نعیم (ج ۲ ص ۲۳۲) صحیح ابن خزیمہ (ج ۳ ص ۱۵) مسند الحمیدی (نسخۂ ظاہریہ بتحقیقی ص ۱۹۲ ح ۱۰۰۵) مشکل الآثار للطحاوی (ج ۳ ص ۵۲ ، ۵۶)

المعجم الصغیر للطبرانی (ج ۱ ص ۱۰۷، ج ۲ ص ۱۳) تاریخ بغداد للخطیب (ج ۳ ص ۲۴۲، ج ۴ ص ۳۸۷، ج ۱ ص ۳۰۶) حلیۃ الاولیاء (ج ۸ ص ۱۱۸) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۱ ص ۴۳۰) العلل المتناہیۃ لابن الجوزی (ج ۱ ص ۴۳۶)

اس روایت کی کسی ایک صحیح سند میں بھی الاعمش کی ابو صالح سے تصریحِ سماع ثابت نہیں ہے۔

مروی ہے کہ سفیان ثوری فرماتے ہیں:

"لم یسمع الأعمش هذا الحدیث من أبي صالح"

اعمش نے یہ حدیث ابو صالح سے نہیں سنی۔

(تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۲۳۶ ت ۲۴۳۰، وسندہ ضعیف، ابن معین لم یدرک سفیان الثوری)

ابن الجوزی لکھتے ہیں:

"هذا حدیث لایصح، قال أحمد بن حنبل: لیس لهذا الحدیث أصل، لیس یقول فیه أحد عن الأعمش أنه قال: نا أبو صالح والأعمش یحدث عن ضعاف..."

یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا: اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔ اس میں کوئی (ثقہ غیر مدلس) اعمش سے یہ نہیں کہتا کہ "حدثنا أبو صالح" اور اعمش ضعیف راویوں سے حدیث بیان کرتے تھے۔ (العلل المتناہیۃ ج ۱ ص ۴۳۷)

یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ مشکل الآثار للطحاوی کی ایک روایت میں ہے:

"هشیم عن الأعمش قال: ثنا أبو صالح..." إلخ (ج ۳ ص ۵۲)

لیکن یہ روایت ضعیف ہے:

ہشیم مدلس ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

یہی روایت سنن ابی داود (ح ۵۱۷) مسند احمد (ج ۲ ص ۲۲۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۱ ص ۴۳۰) اور التاریخ الکبیر للبخاری (ج ۱ ص ۷۸) میں "عن محمد بن فضیل عن الأعمش عن رجل عن أبي صالح" کی سند کے ساتھ موجود ہے۔

ابوداود کی ایک روایت میں ہے:

''عن ابن نمیر عن الأعمش قال :نبئت عن أبي صالح ولاأری إلا قد سمعته منه...'' اعمش سے روایت ہے کہ مجھے ابوصالح سے یہ خبر پہنچی ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ میں نے اسے ان سے خود سنا ہے۔ ! (ح ۵۱۸)

طحاوی (ج ۲ص ۵۳) کی ایک روایت میں ہے:

''عن شجاع بن الولید عن الأعمش قال :حدثت عن أبي ھریرة '' اعمش سے روایت ہے کہ مجھے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی گئی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

''رواہ أسباط بن محمد عن الأعمش قال :حدثت عن أبي صالح '' إلخ اسباط نے اعمش سے روایت کیا کہ مجھے یہ خبر ابوصالح سے پہنچی ہے۔(ح ۲۰۷)

اس پر تفصیلی بحث راقم الحروف نے مسند الحمیدی کی تخریج میں کی ہے تاہم اس بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ اعمش نے ابوصالح سے یہ حدیث ہرگز نہیں سنی ، یہ علیحدہ بات ہے کہ حدیث ''الإمام ضامن ''دوسری سندوں کی وجہ سے حسن ہے۔

امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں:

''کتبت عن الأعمش أحادیث عن مجاھد کلھا ملزقة لم یسمعھا '' میں نے اعمش سے ''عن مجاھد ''احادیث لکھیں، یہ تمام روایات مجاہد کی طرف منسوب ہیں، اعمش نے انھیں نہیں سنا۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۴۱ واسنادہ صحیح)

امام یحییٰ القطان کے بیان کی تصدیق امام ابوحاتم رازی کے بیان سے بھی ہوتی ہے:

'' أن الأعمش قلیل السماع من مجاھد وعامة مایروي عن مجاھد مدلّس'' اعمش کا مجاہد سے سماع بہت تھوڑا ہے اور آپ کی مجاہد سے عام مرویات تدلیس شدہ ہیں۔ (علل الحدیث ج ۲ص ۲۱۰ ح ۲۱۱۹)

ایک روایت ''الثوري عن الأعمش عن إبراھیم التیمي عن أبیه عن أبي ذر ''

پیش کرنے کے بعد امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: ''هذا حديث باطل ، يرون أن الأعمش أخذه من حكيم بن جبير عن إبراهيم عن أبيه عن أبي ذر'' یہ حدیث باطل ہے، ان (محدثین) کا خیال ہے کہ اسے اعمش نے حکیم بن جبیر ''عن إبراهيم عن أبيه عن أبي ذر'' سے لیا ہے۔ (علل الحدیث ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۲۷۳۴)

اس قسم کی ایک مثال معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۵) میں بھی ہے مگر اس کی سند اسماعیل بن محمد الشعرانی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خطیب نے صحیح سند کے ساتھ (محمد بن عبداللہ) بن عمار (الموصلی) سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو معاویہ نے اعمش کو ''هشام عن سعيد العلاف عن مجاهد'' ایک روایت سنائی۔ جس کو سننے کے بعد اعمش نے ''عن مجاهد'' روایت کر دیا۔ اور بعد میں اعتراف کیا کہ میں نے اسے ابو معاویہ سے سنا ہے۔

(الکفایہ ص ۳۵۹ وسندہ صحیح)

ابو سعید عثمان بن سعید الدارمی کا خیال ہے کہ اعمش تدلیس التسویہ بھی کرتے تھے یعنی ضعیف (وغیرہ) راویوں کو سند کے درمیان سے گرا دیتے تھے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۹۵۲)

حافظ ابن عبدالبر الاندلسی فرماتے ہیں:

''وقالوا : لا يقبل تدليس الأعمش ، لأنه إذا وقف أحال على غير مليّ يعنون على غير ثقة ، إذا سألته عمن هذا؟ قال : عن موسى بن طريف و عباية بن ربعي والحسن بن ذكوان''

اور انھوں (محدثین) نے کہا: اعمش کی تدلیس غیر مقبول ہے کیونکہ انھیں جب (معنعن روایت میں) پوچھا جاتا تو غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔ آپ پوچھتے یہ روایت کس سے ہے؟ تو کہتے موسیٰ بن طریف سے، عبایہ بن ربعی سے اور حسن بن ذکوان سے۔

(التمہید ج ۱ ص ۳۰، شرح علل الترمذی لابن رجب ج ۱ ص ۳۱۹، جامع التحصیل ص ۸۰، ۸۱، ۱۰۱)

ان جیسے بے شمار دلائل کی وجہ سے درج ذیل ائمۂ مسلمین نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے:

1. شعبہ بن الحجاج (مسئلۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر ص ۴۷ وسندہ صحیح)
2. دارقطنی (العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ ۱۰/۹۵ مسئلہ: ۱۸۸۸)
3. ابوحاتم رازی (علل الحدیث ج ۱ ص ۱۴ ح ۹)
4. ابن خزیمہ (کتاب التوحید واثبات صفات الرب ص ۳۸)
5. الذہبی فرماتے ہیں: ''وھو یدلس وربما دلس عن ضعیف ولا یدری بہ''

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۴)

6. العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۱، ۱۰۲)
7. ابن حجر (تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۹)
8. السیوطی (اسماء المدلسین: ۲۱)
9. ابن عبدالبر (التمہید ج ۱۰ ص ۲۲۸)
10. یعقوب بن سفیان الفارسی (المعرفۃ والتاریخ ج ۲ ص ۶۳۳)
11. ابن حبان (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۹۲)
12. برہان الدین ابن العجمی (التبیین لاسماء المدلسین ص ۱۰ دوسرا نسخہ ص ۳۱)
13. ابومحمود المقدسی (قصیدۃ فی المدلسین ص ۳۳)
14. ابن الصلاح (علوم الحدیث ص ۹۹)
15. ابن کثیر (اختصار علوم الحدیث ص ۴۵)
16. العراقی (الفیۃ ج ۱ ص ۱۷۹)
17. ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۲۵)
18. نووی (شرح صحیح مسلم ۱/۷۲ تحت ح ۱۰۹) وغیرہم

تاریخ یعقوب بن سفیان الفارسی میں روایت ہے:

عن الأعمش عن شقيق قال : كنا مع حذيفة جلوسًا...... إلخ (ج ۲ ص ۷۷۱)

اس روایت میں صاحب سر النبی ﷺ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو منافق قرار دیا ہے۔ یہ کوئی غصے کی بات نہیں ہے۔ سیدنا حذیفہ کا منافقین کو پہچاننا عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے اور اس پہچان کی بنیاد حدیثِ رسول ہے لہٰذا اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو مرفوع حکماً ہوتی، مگر اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔

اسی طرح مستدرک الحاکم (ج۴ص۱۳) میں "الأعمش عن أبي وائل عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها......" إلخ

اس روایت میں ام المومنین مشہور صحابی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تکذیب فرماتی ہیں۔ جو نا قابل تسلیم ہے لہٰذا حاکم اور ذہبی کا اسے صحیح قرار دینا غلط ہے جبکہ اعمش کے سماع کی تصریح بھی نہیں ہے۔ خود حافظ ذہبی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"إسناده ثقات لكن الأعمش مدلس" إلخ

اس کے راوی ثقہ ہیں مگر اعمش مدلس ہیں......الخ (سیر اعلام النبلاء ج۱۱ص۳۶۲)

حافظ ابن حجر ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لأنه لايلزم من كون رجاله ثقات أن يكون صحيحًا ، لأن الأعمش مدلس ولم يذكر سماعه من عطاء ..."

کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں ہے، چونکہ اعمش مدلس ہے اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا ہے۔

(التلخیص الحبیر ج۳ص۱۹، السلسلۃ الصحیحۃ للشیخ الالبانی ج۱ص۱۶۵)

نیز دیکھئے التمہید (ج۱ص۳۲، ۳۳)

محمد بن اسحاق بن یسار

آپ سنن وغیرہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ج۷ص۲۷۰)

متعدد ائمۂ حدیث نے محمد بن اسحاق کو مدلس قرار دیا ہے۔مثلاً:

① احمد بن حنبل (سؤالات المروزی:۱،جمع ابی عوانہ الاسفرائنی ص ۳۸ وسندہ صحیح، وتاریخ بغداد ۱/۲۳۰ وسندہ صحیح)

② الذہبی (فی ارجوزتہ)

③ ابومحمود المقدسی (فی قصیدتہ)

④ ابن حجر (التقریب:۵۷۲۵)

⑤ الہیثمی (مجمع الزوائد ۳/۲۶۲، ۶/۲۸۶)

⑥ السیوطی (اسماء من عرف بالتدلیس:۴۴)

⑦ ابن العجمی (التبیین ص ۴۷)

⑧ ابن خزیمہ (ج ۱ ص ۷۱ ح ۱۳۷)

⑨ ابن حبان (المجروحین ۱/۹۲)

⑩ العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۹)

⑪ ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین:۵۱) وغیرہم

میرے علم کے مطابق کسی نے بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس کا انکار نہیں کیا، گویا اس کی تدلیس بالاجماع ثابت شدہ ہے۔

ابواسحاق السبیعی

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے مرکزی راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

مغیرہ (بن مقسم الضبی) کہتے ہیں:"أهلك أهل الكوفة أبو إسحاق وأعيمشكم هذا" کوفہ والوں کو ابواسحاق اور تمھارے اعمش نے ہلاک کر دیا ہے۔

(احوال الرجال للجوزجانی ص ۸۱ وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: " يعني للتدليس " یعنی تدلیس کی وجہ سے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۹، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۴)

آپ کی تدلیس کا ذکر سابقہ صفحات پر بھی گزر چکا ہے۔

ابو اسحاق نے ایک دفعہ "عن أبي عبد الرحمٰن السلمي عن علي" کی سند سے ایک حدیث بیان کی تو کہا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیث ابو عبدالرحمٰن سے سنی ہے؟

تو ابو اسحاق نے کہا: " ما أدري سمعته (منه) أم لا و لكن حدثنيه عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمٰن " مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں نے ان سے سنی ہے یا نہیں، لیکن مجھے عطاء بن السائب نے یہ حدیث ابو عبدالرحمٰن سے سنائی ہے۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۶۷ و اسنادہ صحیح، نیز دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۹ بحوالہ العلل لابن المدینی)

اس قسم کی متعدد مثالوں کی وجہ سے علمائے کرام نے ابو اسحاق کو مدلس قرار دیا ہے مثلاً:

1. شعبہ (مسئلۃ التسمیۃ ص ۴۷ وسندہ صحیح)
2. ابن حبان (کتاب المجروحین ۱/۹۲، صحیح ابن حبان ۱/۶۱)
3. ابن العجمی الحلبی (التبیین ص ۴۴)
4. ابو محمود المقدسی (فی قصیدتہ)
5. الحاکم (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۵)
6. الذہبی (فی ارجوزتہ)
7. العسقلانی (طبقات المدلسین: ۳/۹۱)
8. ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۱۰۹۶)
9. العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۸)
10. السیوطی (اسماء المدلسین: ۴۱)
11. ابو زرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۴۷) وغیرہم

ہشیم بن بشیر الواسطی

آپ صحیحین اور سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ محدث ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں:

"قلت لهشيم :مالك تدلس وقد سمعت ؟ قال :كان كبيران يدلسان وذكر الأعمش و الثوري ... " إلخ

میں نے ہشیم سے کہا: آپ کیوں تدلیس کرتے ہیں حالانکہ آپ نے (بہت کچھ) سنا بھی ہے تو انھوں نے کہا: دو بڑے (بھی) تدلیس کرتے تھے یعنی اعمش اور (سفیان) ثوری۔ (العلل الکبیر للترمذی ج ۲ ص ۹۶۶ و اسنادہ صحیح، التمہید ج ۱ ص ۳۵)

ہشیم بن بشیر کے بارے میں خطیب نے بتایا ہے کہ وہ جابر الجعفی (سخت ضعیف) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۸۶، ۸۷)

فضل بن موسیٰ فرماتے ہیں:

"قيل لهشيم: مايحملك على هذا ؟ يعني التدليس ، قال :أنه أشهى شي" میں نے ہشیم سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو تدلیس پر آمادہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا: یہ بہت مزیدار چیز ہے۔ (الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۱ و اسنادہ صحیح)

اس قسم کی متعدد مثالوں کی بنیاد پر اہل الحدیث کے بڑے بڑے اماموں اور علماء نے ہشیم کو مدلس قرار دیا مثلاً:

① یحییٰ بن معین (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۴۸۸۱)

② ابن عدی (الکامل ج ۷ ص ۲۵۹۸)

③ خطیب بغدادی (تاریخ بغداد ۱۴/ ۸۶)

④ العجلی (کتاب الثقات: ۱۹۱۲، دوسرا نسخہ ۱۷۴۵)

⑤ ابن سعد (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۱۳، ۳۲۵)

⑥ الخلیلی (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۱/۱۹۶)

⑦ ابن حبان (الثقات ج ۷ ص ۵۸۷)

⑧ احمد بن حنبل (العلل ۱/۹۲ فقرہ: ۳۵۳، ۱/۱۳۳ فقرہ: ۶۳۰)

⑨ النسائی (سنن نسائی ج ۸ ص ۳۲۱ ح ۵۶۶۸)

⑩ الذہبی (میزان الاعتدال ۴/۳۰۷)

⑪ السیوطی (اسماء من عرف بالتدلیس: ۶۱)

⑫ بخاری (التاریخ الصغیر ۲/۲۱۱)

⑬ ابن المبارک (العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶ وسندہ صحیح)

⑭ ابو محمود المقدسی (فی قصیدتہ: ۲)

⑮ ابن حجر العسقلانی (طبقات المدلسین: ۳/۱۱۱، التقریب: ۷۳۱۲)

⑯ العلائی (جامع التحصیل ص ۱۱۱)

⑰ الحاکم (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۵)

⑱ ابن العجمی (التبیین: ۸۲)

محدثین میں سے ہشیم کی تدلیس کا انکار کرنے والا ایک بھی نہیں ہے۔ فیما أعلم

ابو الزبیر مکی

آپ صحیح مسلم اور سنن وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔

سعید بن ابی مریم امام لیث بن سعد سے روایت کرتے ہیں:

''قدمت مكة فجئت أبا الزبير فرفع إلي كتابين وانقلبت بهما ، ثم قلت في نفسي :لو عاودته فسألته:أسمع هٰذا كله من جابر ؟ فقال : منه ماسمعت ومنه ماحدثناه عنه ، فقلت :أعلم لي علٰى ما سمعت ، فأعلم لي علٰى هٰذا الذي عندي''

میں مکہ آیا تو ابوالزبیر کے پاس گیا۔انھوں نے مجھے دو کتابیں دیں جنھیں لے کر میں چلا۔پھر میں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں واپس جا کر ان سے پوچھ لوں کہ کیا آپ نے یہ ساری احادیث جابر سے سنی ہیں (تو کیا ہی اچھا ہو؟) [میں واپس گیا اور پوچھا] تو انھوں نے کہا: ان میں سے بعض میں نے سنی ہیں اور بعض ہم تک بذریعۂ تحدیث پہنچی ہیں، میں نے کہا: آپ نے جو سنی ہیں وہ مجھے بتا دیں تو انھوں نے اپنی مسموع روایات بتا دیں اور یہ میرے پاس وہی ہیں۔

(الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۳۳، واللفظ لہ وسندہ صحیح، تہذیب الکمال للمزی مصور ج ۳ ص ۱۲۶۸، ومطبوع ۲۱۵/۱۷، سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۳۸۲ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۹۲)

حاکم کے علاوہ تمام محدثین نے ابوالزبیر کو مدلس قرار دیا ہے۔حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں حاکم کے وہم کی تردید کر دی ہے۔لیث بن سعد کی ابوالزبیر سے روایت مصرح بالسماع سمجھی جاتی ہے۔اب جو محدثین ابوالزبیر کو مدلس قرار دیتے ہیں اُن میں سے بعض کے نام درج کیے جاتے ہیں:

1. امام نسائی (السنن الکبریٰ للنسائی ۶۴۰/۱ ح ۲۱۰۱)
2. ابن حزم اندلسی (المحلی ج ۷ ص ۲۱۹، ۳۶۴، الاحکام ج ۶ ص ۱۳۵)
3. الذہبی (الکاشف ۸۴/۳)
4. ابومحمود المقدسی (فی قصیدتہ)
5. ابن العجمی الحلبی (التبیین ص ۵۴)
6. ابن حجر (التقریب: ۶۲۹۱)
7. السیوطی (اسماء من عرف بالتدلیس: ۵۳)
8. العلائی (جامع التحصیل ص ۱۰۱)
9. الخزرجی (الخلاصۃ ص ۳۶۰)
10. ابن ناصر الدین (شذرات الذہب ج ۷ ص ۱۷۵)

11. ابن الترکمانی (الجوہر النقی ج ۷ ص ۲۳۷)
12. ابن القطان (نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۷۷، اشار الیہ)
13. ابوزرعہ ابن العراقی (کتاب المدلسین: ۵۹) وغیرہم

ان ائمۂ مسلمین کے علاوہ بھی بہت سے ثقہ راویوں کا مدلس ہونا ثابت ہے۔ تفصیل کے لئے کتبِ مدلسین اور کتب اصول الحدیث کی طرف مراجعت فرمائیں۔

محدثینِ کرام تدلیس کیوں کرتے تھے؟

اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ محدثینِ کرام کیوں تدلیس کرتے تھے؟ تو عرض ہے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً:

① تاکہ سند عالی اور مختصر ترین ہو۔

② جس راوی کو حذف کیا گیا ہے وہ تدلیس کرنے والے کے نزدیک ثقہ وصدوق یا غیر مجروح ہے۔

③ جس راوی کو سند سے گرایا گیا ہے وہ تدلیس کرنے والے سے کم تر درجے کا ہو۔

④ شاگردوں کا امتحان مقصود ہو۔

⑤ تدلیس کرنے والا اس عمل کو معمولی اور جائز سمجھتا ہو۔

⑥ یہ ظاہر ہو کہ تدلیس کرنے والے کے بہت سے استاد ہیں۔

⑦ جس طرح عام لوگ ایک بات سن کر بلا تحقیق و بلا سند اسے بیان کر دیتے ہیں، اسی طرح کا یہ عمل ہو۔

⑧ اسے بطورِ توریہ اختیار کیا جائے۔

⑨ راوی سے بعض اوقات عدمِ احتیاط اور سہو کی وجہ سے اس کے استاد کا نام رہ جائے۔

⑩ مجروح راوی کو گرایا جائے اور یہ شدید ترین تدلیس ہے۔

ان کے علاوہ دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں جنھیں تتبع سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

خاتمۂ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات پر ائمۂ اہل الحدیث کا اجماع ہے کہ فن تدلیس ایک "حقیقت والا" فن ہے اور ثقہ راویوں نے تدلیس کی ہے جس کی وجہ سے ان کی عدالت ساقط نہیں ہوئی بلکہ وہ زبردست صادق اور ثقہ امام تھے۔ تاہم ان کی غیر مصرح بالسماع روایات صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ساقط الاعتبار ہیں۔

تدلیس اور فن تدلیس کو "بے حقیقت فن" قرار دینا صرف مسعود احمد بی ایس سی خارجی کا نرالا مذہب ہے۔ (دیکھئے اصول حدیث ص ۱۵)

یہ شخص اپنے خارجی بھائیوں کی طرح گناہ کبیرہ کے مرتکب کو جماعت المسلمین سے خارج سمجھتا ہے۔ (دیکھئے اصول حدیث ص ۱۴)

یعنی ایسا شخص اس کے نزدیک کافر ہے جو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خوارج اور ان کے گمراہ کن عقائد سے بچائے۔ (آمین)

تدلیس اور اس کا حکم

تدلیس کے بارے میں علماء کے متعدد مسالک ہیں:

① تدلیس انتہائی بری چیز ہے۔ امام شعبہ نے کہا:

"لأن أزني أحب إلي من أن أدلّس" میرے نزدیک تدلیس کرنے سے زنا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۱۷۳، وسندہ صحیح)

یعنی تدلیس زنا سے بڑا جرم ہے۔

اسی طرح ایک جماعت، مثلاً ابو اسامہ اور جریر بن حازم وغیرہما سے تدلیس کی سخت مذمت مروی ہے۔ (الکفایہ ص ۳۵۶، باسانید صحیحہ)

اس لئے بعض علماء کا یہ مسلک تھا کہ مدلس مجروح ہوتا ہے لہٰذا اس کی ہر روایت مردود ہے چاہے مصرح بالسماع ہی کیوں نہ ہو۔ (جامع التحصیل ص ۹۸)

لیکن جمہور علمائے مسلمین نے یہ مسلک رد کر دیا ہے۔
دیکھئے النکت علی ابن الصلاح (ج ۲ ص ۶۳۳ لابن حجر)
ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"وهٰذا من شعبة إفراط محمول على المبالغة في الزجر منه والتنفير"

شعبہ کا یہ افراط، نفرت اور مخالفت کے مبالغہ پر محمول ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۹۸)

خود امام شعبہ مدلسین کی مصرح بالسماع روایات کو مانتے تھے۔ چونکہ متعدد ثقہ علماء مثلاً قتادہ، ابو اسحاق، الاعمش، الثوری اور ابو الزبیر وغیرہم سے بالتواتر تدلیس ثابت ہے۔ (کمامر) لہٰذا ان کو مجروح قرار دے کر ان کی احادیث کو رد کرنے سے صحیحین اور صحیح حدیث کی بنیاد ختم ہو جاتی ہے۔ پھر زنادقہ، باطنیہ اور ملاحدہ وغیرہم کے لئے تمام راستے کھلے ہیں۔ وہ قرآن مجید میں جو چاہیں تاویل و تحریف کریں۔ دین بازیچۂ شیاطین بن جائے گا۔ (معاذ اللہ)
لہٰذا یہ مسلک سرے سے ہی مردود ہے۔

۲ تدلیس اچھی چیز اور جائز ہے۔ یہ ہشیم کا مسلک ہے۔

یہ مسلک بھی مردود ہے۔

۳ تدلیس کرنے والا "غش" کا مرتکب ہے اور پوری امت کو دھوکا دیتا ہے لہٰذا وہ حدیث: ((من غشنا فليس منا)) (صحیح مسلم) کی رو سے جماعت المسلمین سے خارج ہو جاتا ہے۔ (اصول حدیث ص ۱۳)

یہ مذہب مسعود احمد بی ایس سی خارجی کا ہے جو قطعاً مردود ہے۔

دھوکا دینا اگرچہ سخت گناہ ہے مگر دھوکا دینے والے کو کافر قرار دینا اور جماعت المسلمین سے خارج کر دینا انتہائی غلط ہے۔ مسلمانوں کو گناہ کی وجہ سے کافر قرار دینا خارجیوں کا شعار ہے۔

(دیکھئے شرح عقیدۂ طحاویہ بتحقیق احمد شاکر ص ۲۶۸، بتحقیق الالبانی ص ۳۵۶، الغنیۃ للشیخ عبدالقادر جیلانی ج ۱ ص ۸۵، الفصل فی الملل والاہواء والنحل لابن حزم ج ۳ ص ۲۲۹)

اہل السنۃ کا یہ مسلک ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کا مرتکب مثلاً شرابی، زانی، غاش اور چور وغیرہ کافر نہیں ہوتا، فاسق اور گنہگار رہتا ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلی دلائل کے لئے اہل السنۃ کی کتبِ عقائد کی طرف مراجعت فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شرابی پر لعنت بھیجنے سے منع فرمایا اور کہا: "فو اللّٰه ماعلمت (إلا) أنه يحب اللّٰه ورسوله" پس اللہ کی قسم! مجھے اس کے علاوہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۰)

۴ جو شخص صرف ثقہ سے تدلیس کرے اس کا عنعنہ بھی مقبول ہے۔

اس سلسلے میں صرف ایک مثال سفیان بن عیینہ کی ہے۔

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں:

"وهٰذا ليس في الدنيا إلا لسفيان بن عيينة وحده ، فإنه كان يدلس ، ولا يدلس إلا عن ثقة متقن ..." اس کی مثال صرف سفیان بن عیینہ ہی اکیلے ہیں۔ کیونکہ آپ تدلیس کرتے تھے مگر ثقہ متقن کے علاوہ کسی دوسرے سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۹۰)

امام دارقطنی وغیرہ کا بھی یہی خیال ہے۔ (سوالات الحاکم للدارقطنی ص ۱۷۵)

سفیان کے اساتذہ میں محمد بن عجلان، الاعمش اور سفیان ثوری وغیرہم ہیں اور یہ سب تدلیس کرتے تھے لہٰذا ایک محقق، امام سفیان بن عیینہ کے عنعنہ کو کس طرح آنکھیں بند کر کے قبول کر سکتا ہے؟

قارئین کی دلچسپی کے لئے سفیان کی ایک "عــن" والی روایت پیشِ خدمت ہے جو کہ انتہائی "منکر" ہے۔

"سفيان بن عيينة عن جامع بن أبي راشد عن أبي وائل قال قال حذيفة" کی سند کے ساتھ ایک حدیث میں آیا ہے:

أن رسول اللّٰه ﷺ قال: ((لا إعتكاف إلا في المساجد الثلاثة ...)) إلخ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے سوااعتکاف (جائز) نہیں ہے......الخ

(مشکل الآثار للطحاوی ج ۴ ص ۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۱۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۸۱ سنن سعید بن منصور بحوالہ المحلیٰ ج ۵ ص ۱۹۵، معجم الاسماعیلی بحوالہ الانصاف ص ۴۷)

ذہبی فرماتے ہیں: "صحيح غريب عال"

"الإنصاف في أحكام الإعتكاف" کے مصنف علی حسن عبدالحمید الحلبی الاثری لکھتے ہیں:

"وإسناده على شرط البخاري" اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے۔ (الانصاف ص ۳۱)

تو عرض ہے کہ جب سفیان مدلس ہیں تو ان کی معنعن روایت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟ اور وہ بھی امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کی شرط پر! اس بات سے کون سی دلیل مانع ہے کہ ابن عیینہ نے ابو بکر الہذلی جیسے متروک یا ابن جریج جیسے ثقہ مدلس سے یہ روایت سن کر جامع بن ابی راشد کی طرف بدون تصریح سماع منسوب کر دی ہو؟ لہٰذا حلبی اثری صاحب کا اس حدیث کے دفاع میں اوراق سیاہ کرنا چنداں مفید نہیں ہے وہ سفیان کا اس روایت میں سماع ثابت کر دیں پھر سر تسلیم خم ہے۔ جب حدیث ہی صحیح نہیں تو پھر "غریب" اور عالی ہونا اسے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟

۵ جو شخص کسی ضعیف یا مجہول وغیرہ سے تدلیس کرے (مثلاً سفیان ثوری اور سلیمان الاعمش وغیرہما) تو اس کی معنعن روایت مردود ہے۔

ابو بکر الصیرفی الدلائل میں کہتے ہیں:

"كل من ظهر تدليسه عن غير الثقات لم يقبل خبره حتى يقول حدثني أو سمعت" ہر وہ شخص جس کی غیر ثقہ سے تدلیس ظاہر ہو اس کی صرف وہی خبر قبول کی جائے گی جس میں وہ حدثني یا سمعت کہے۔

(شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۴)

یہی مسلک بزار وغیرہ کا ہے۔ سفیان بن عیینہ کے استثنا کے علاوہ تمام مدلسین اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں اور سفیان کے بارے میں بھی مفصل تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی

اسی طبقہ سے ہیں لہٰذا ان کا عنعنہ بھی مردود ہے۔

۶ جس شخص کی تدلیس زیادہ ہوگی اس کی معنعن روایت ضعیف ہوگی ورنہ نہیں، یہ مسلک امام ابن المدینی (وغیرہ) کا ہے۔ (دیکھئے الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

عرض ہے کہ اگر کسی شخص کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے تو وہ کون سی دلیل ہے جس کی رو سے اس کی معنعن روایت (جس کا شاہد یا متابع نہیں ہے) صحیح تسلیم کر لی جائے؟ لہٰذا یہ مسلک غلط ہے۔

۷ جو شخص ساری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ تدلیس کرے اور یہ ثابت ہو جائے تو اس کی ہر معنعن روایت (جس کا شاہد یا متابع نہیں ہے) ضعیف ہوگی۔

امام محمد بن ادریس الشافعی فرماتے ہیں:

"ومن عرفناه دلس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته وليست تلك العورة بكذب فنردّ بها حديثه ولا النصيحة في الصدق فنقبل منه ماقبلنا من أهل النصيحة في الصدق فقلنا :لا نقبل من مدلس حديثاً حتي يقول فيه حدثني أو سمعت"

جس شخص کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے کہ اس نے صرف ایک ہی دفعہ تدلیس کی ہے تو اس کا باطن اس کی روایت پر ظاہر ہو گیا اور یہ اظہار جھوٹ نہیں ہے کہ ہم اس کی ہر حدیث رد کر دیں اور نہ خیر خواہی ہے کہ ہم اس کی ہر روایت قبول کر لیں جس طرح سچے خیر خواہوں (غیر مدلسوں) کی روایت ہم مانتے ہیں۔ پس ہم نے کہا: ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک وہ حدثني یا سمعت نہ کہے۔

(الرسالہ ص ۵۳ ط امیریہ ۱۳۲۱ھ وبتحقیق احمد شاکر ص ۳۷۹، ۳۸۰)

میری تحقیق کے مطابق یہ مسلک سب سے زیادہ راجح ہے۔

صحیحین اور مدلسین

صحیحین میں متعدد مدلسین کی روایات اصول وشواہد میں موجود ہیں۔ ابو محمد عبدالکریم الحلبی اپنی کتاب ''القدح المعلیٰ'' میں فرماتے ہیں:

''قال أكثر العلماء أن المعنعنات التي في الصحيحين منزلة بمنزلة السماع'' اکثر علماء کہتے ہیں کہ صحیحین کی معنعن روایات سماع کے قائم مقام ہیں۔

(التبصرة والتذکرۃ للعراقی ج۱ص۱۸۶)

نووی لکھتے ہیں:

''وما كان في الصحيحين وشبههما عن المدلسين بعن محمولة على ثبوت السماع من جهة أخرىٰ''

جو کچھ صحیحین (ومثلهما) میں مدلسین سے معنعن مذکور ہے وہ دوسری اسانید میں مصرح بالسماع موجود ہے۔ (تقریب النووی مع تدریب الراوی ج۱ص۲۳۰)

یعنی صحیحین کے مدلس راویوں کی عـــن والی روایات میں سماع کی تصریح یا متابعت صحیحین یا دوسری کتب حدیث میں ثابت ہے۔ نیز دیکھئے النکت علی ابن الصلاح للحافظ ابن حجر العسقلانی (ج۲ص۶۳۶)

طبقات المدلسین

حافظ ابن حجر نے مدلسین کے جو طبقات قائم کئے ہیں وہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ مثلاً سفیان ثوری کو حافظ ابن حجر نے طبقۂ ثانیہ میں درج کیا ہے اور حاکم صاحب المستدرک نے الثالثہ میں (معرفۃ علوم الحدیث ص۱۰۵، ۱۰۶ جامع التحصیل ص۹۹) حسن بصری کو حافظ صاحب ثانیہ میں لاتے ہیں اور العلائی ثالثہ میں (جامع التحصیل ص۱۱۳) سلیمان الاعمش کو حافظ صاحب ثانیہ میں لائے ہیں (طبقات المدلسین ص۶۷) اور پھر اس کی عـــن والی روایت کے صحیح ہونے کا انکار بھی کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ج۳ص۱۹)

بلکہ حق وہی ہے جو امام شافعی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

ہمارے نزدیک جن راویوں پر تدلیس کا الزام ہے ان کے دو طبقے ہیں:

① طبقۂ اولیٰ: ان پر تدلیس کا الزام باطل ہے۔ تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مدلس نہیں تھے۔ مثلاً ابوقلابہ وغیرہ (دیکھئے النکت للعسقلانی ج ۲ ص ۶۳۷)

لہٰذا ان کی عن والی روایت (معاصرت ولقاء کی صورت میں) مقبول ہے۔

② طبقۂ ثانیہ: وہ راوی جن پر تدلیس کا الزام ثابت ہے مثلاً قتادہ، سفیان ثوری، اعمش، ابوالزبیر، ابن جریج اور ابن عیینہ وغیرہم۔

ان کی غیر صحیحین میں ہر معنعن روایت (جس میں کہیں بھی تصریح سماع نہ ملے) عدمِ متابعت اور عدمِ شواہد کی صورت میں مردود ہے۔ **هذا ما عندي والله أعلم بالصواب**

تدلیس اور محدثینِ کرام

اب آخر میں بطورِ اختصار ان محدثین کرام کے حوالے پیشِ خدمت ہیں جنھوں نے ثقہ وصدوق راویوں کو مدلس قرار دیا ہے:

① شعبہ بن الحجاج البصری (متوفی ۱۶۰ھ)

''کفیتکم تدلیس ثلاثة :الأعمش وأبي إسحاق وقتادة''

(مسألۃ التسمیۃ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ وسندہ صحیح)

② ابوعاصم النبیل ضحاک بن مخلد (متوفی ۲۱۲ھ)

''نری أن سفیان الثوري إنما دلسه عن أبي حنيفة''

(سنن الدارقطنی ۳/ ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح)

③ ھشیم بن بشیر الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

''کان کبیران یدلسان وذکر الأعمش والثوري''

(العلل الکبیر للترمذی ۲/ ۹۶۶ وسندہ صحیح)

۴ محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی ۲۵۶ھ)

"وكان حميد الطويل يدلس" (العلل الکبیر للترمذی ۱/۲۷۶)

۵ یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ)

"كان سليمان التيمي يدلس" (تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری: ۳۶۰۰)

۶ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی (متوفی ۲۳۰ھ)

"هشيم بن بشير ...وكان ثقة كثير الحديث ثبتاً يدلس كثيراً"

(طبقات ابن سعد ۷/۳۱۳)

۷ ابوحاتم الرازی (متوفی ۲۷۷ھ)

"الأعمش ربما دلس" (علل الحدیث ۱/۱۴ ح ۹)

۸ احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ)

"قد دلس قوم، وذكر الأعمش" (سوالات المروذی: ۱، تاریخ بغداد ۱/۲۳۰ وسندہ صحیح)

۹ محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ)

"أن الأعمش مدلس" (کتاب التوحید لابن خزیمہ ص ۳۸)

۱۰ محمد بن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ)

"فإن قتادة ... والأعمش والثوري وهشيماً كانوا يدلسون"

(صحیح ابن حبان، الاحسان ۱/۸۵ دوسرا نسخہ ۱/۱۵۴)

۱۱ یعقوب بن سفیان الفارسی (متوفی ۲۷۷ھ)

"إلا أنهما وسفيان يدلسون والتدليس من قديم" (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۶۳۳)

"أنهما" أي أبا إسحاق السبيعي والأعمش.

۱۲ ابن عدی الجرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)

"ويوجد في بعض أحاديثه منكر إذا دلس في حديثه عن غير ثقة"

(الکامل ۷/۲۵۹۸ دوسرا نسخہ ۸/۴۵۶)

۱۳ احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی (متوفی ۲۶۱ھ)

"هشيم بن بشير ... واسطي ثقة و كان يدلس" (معرفۃ الثقات: ۱۹۱۲)

۱۴ احمد بن الفرات بن خالد، ابو مسعود الرازی (متوفی ۲۵۸ھ)

"كان ابن جريج يدلسها عن أبراهيم بن أبي يحيىٰ"

(سوالات البرذعی ص ۷۴۳)

۱۵ ابو نعیم الفضل بن دکین الکوفی (متوفی ۲۱۸ھ)

"وكان سفيان إذا تحدث عن عمرو بن مرة بما سمع يقول : حدثنا وأخبرنا ، وإذا دلس عنه يقول: قال عمرو بن مرة"

(تاریخ دمشق لابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۹۳ وسندہ صحیح)

۱۶ محمد بن فضیل بن غزوان (متوفی ۱۹۵ھ)

"كان المغيرة يدلس فكنا لا نكتب عنه إلاما قال حدثنا إبراهيم"

(مسند علی بن الجعد ۱/۴۳۰ ح ۶۲۳ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۶۴۴)

۱۷ علی بن عمر الدارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ)

"وقتادة مدلس" (الالزامات والتتبع ص ۲۶۳)

۱۸ ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری (متوفی ۴۰۵ھ)

"... قتادة علىٰ علو قدره يدلس" (المستدرک ۱/۲۳۳ ح ۸۵۱)

۱۹ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (متوفی ۳۰۳ھ)

"وهشيم بن بشير كان يدلس" (السنن المجتبیٰ ۸/۳۲۱ ح ۵۶۸۹)

۲۰ عبداللہ بن المبارک المروزی (متوفی ۱۸۱ھ)

قال: " قلت لهشيم مالك تدلس وقد سمعت ؟ " إلخ

آپ تدلیس کیوں کرتے ہیں اور آپ نے (بہت سی حدیثیں) سنی ہیں؟

(العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶ وسندہ صحیح)

(۲۱) ابن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ)

''لأن أبا الزبير مدلس'' (المحلی ۷/۳۶۴ مسالۃ:۹۷۵)

(۲۲) ابویعلی الخلیلی (متوفی ۴۴۶ھ)

''هشيم ... وكان يدلس'' (الارشاد ج۱ ص۱۹۶)

(۲۳) حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)

''قتادة بن دعامة السدوسي حافظ ثقة ثبت لكنه مدلس''

(میزان الاعتدال ۳/۳۸۵)

(۲۴) احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)

''وهذا الحديث أيضًا لم يسمعه الزهري من عروة ، إنما دلس به''

(شرح معانی الآثار ۱/۷۲)

(۲۵) خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)

''لم يثبت من أمر ابن الباغندي مايعاب به سوى التدلس ورأيت كافة شيوخنا يحتجون بحديثه ويخرجونه في الصحيح''

(تاریخ بغداد ۳/۲۱۳ ت ۱۲۵۸)

(۲۶) احمد بن الحسین البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ)

''وهذا الحديث أحد ما يخاف أن يكون من تدليسات محمد بن إسحاق بن يسار...'' (السنن الکبریٰ ۱/۳۸)

(۲۷) الضیاء المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ)

''ولعل ابن عيينة ... أويكون دلسه'' (المختارۃ ۱۰/۱۷۲)

(۲۸) ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک عرف ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ)

''و معنعن الأعمش عُرضة لتبين الإنقطاع فإنه مدلس''

(بیان الوہم والایہام ۲/۴۳۵ ح ۴۴۱)

۲۹ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی (متوفی ۸۰۶ھ)

"تدليس الإسناد ... كالأعمش" (الفیۃ العراقی ص ۳۱، فتح المغیث ۱۷۹/۱)

۳۰ ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم العراقی (متوفی ۸۲۶ھ)

"کتاب المدلسین" مطبوع ہے۔

۳۱ اسماعیل بن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ)

"والتدليس ... كالسفيانين والأعمش ..." (اختصار علوم الحدیث ۱۷۴/۱ النوع ۱۲)

۳۲ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی (متوفی ۷۶۱ھ)

"فمن عرف بالتدليس عن الضعفاء كابن إسحاق وبقية وأمثالهما لم يحتج من حديثه إلا بما قال فيه حدثنا وسمعت وهذا هو الراجح" (جامع التحصیل ص ۸۰)

۳۳ السبط ابن العجمی (متوفی ۸۴۱ھ)

کتاب "التبيين لأسماء المدلسين" مطبوع ہے۔

۳۴ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)

طبقات المدلسین (تعریف اہل التقدیس) مطبوع ہے۔

۳۵ ابومحمود المقدسی (متوفی ۷۶۵ھ)

قصیدۃ المقدسی فی المدلسین (مطبوع ہے۔)

۳۶ یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۶ھ)

"والأعمش مدلس" (شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ۱ ص ۷۲ تحت ح ۱۰۹، دوسرا نسخہ ۱۱۹/۲)

۳۷ بدرالدین محمود العینی (متوفی ۸۵۵ھ)

"سفيان .... كان يدلس" (عمدۃ القاری ۲۲۳/۱)

۳۸ ابن الترکمانی (متوفی ۷۴۵ھ)

"الثوري مدلس وقد عنعن" (الجوہر النقی ۲۶۲/۸)

٣٩- ابن ماکولا، حافظ علی بن ہبۃ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ)

''وكان الخطيب ربما دلسه'' (الاکمال ۷/۱۱۷)

٤٠- ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

''وبقية كان يدلس'' (العلل المتناہیۃ ۱/۱۴۴ ح ۲۱۳)

یہ چالیس حوالے اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث علماء کے ہیں جن کے نزدیک بعض ثقہ وصدوق راوی مدلس بھی ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے علماء مثلاً کرمانی، قسطلانی، ابن الصلاح، خزرجی اور سیوطی وغیرہ نے راویوں کو مدلس کہا ہے لہٰذا اس پر اجماع ہے کہ فن تدلیس ایک حقیقت ہے اور ثقہ وصدوق راوی کذاب نہیں ہوتا بلکہ اس کی مصرح بالسماع روایت صحیح وحجت ہوتی ہے۔ والحمدللہ

تنبیہ: تدریب الراوی للسیوطی (۱/۱۹۲) میں ''محمد بن رافع عن أبي عامر'' والا قول: ''سفیان ثوری تدلیس نہیں کرتے تھے۔'' بحوالہ المدخل للبیہقی لکھا ہوا ہے۔
المدخل للبیہقی کا جو حصہ مطبوع ہے، مجھے اس میں یہ قول نہیں ملا۔

محمد بن رافع النیسابوری رحمہ اللہ ۲۴۵ھ میں فوت ہوئے اور امام بیہقی رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ دونوں کی وفات میں ۱۳۹ سال کا فاصلہ ہے۔ امام بیہقی سے لے کر امام محمد بن رافع تک متصل سند معلوم نہیں ہے۔ جب تک اس قول کی صحیح سند پیش نہیں کی جائے گی، اس سے استدلال مردود ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔'' (احسن الکلام طبع دوم ج ۱ ص ۳۲۷)

اس بے سند قول کے برعکس ائمۂ محدثین سے متواتر ثابت ہے کہ (امام) سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس تھے۔ راقم الحروف نے ''نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین'' میں ثابت کیا ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو حافظ ابن حجر کا طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ وہ حافظ ابن حجر کی تقسیم کے مطابق طبقۂ ثالثہ میں سے ہیں۔ (دیکھئے طبع جدید ص ۱۳۸)

پندرہ شعبان کی رات اور مخصوص عبادت

نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں کئی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کلب (قبیلے) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں (کے گناہوں) کو بخش دیتا ہے۔ وغیرہ

ان احادیث کی وجہ سے بہت سے لوگ اس رات کو خاص طور پر غیر معمولی عبادت کرتے ہیں۔اس مضمون میں ان روایات کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

محدث کبیر شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يطلع اللّٰه تبارك وتعالٰى إلى خلقه ليلة النصف من شعبان ، فيغفر لجميع خلقه ، إلا لمشرك أو مشاحن، حديث صحيح ، روي عن جماعة من الصحابة من طرق مختلفة يشد بعضها بعضًا وهم معاذ ابن جبل وأبو ثعلبة الخشني وعبد اللّٰه بن عمرو وأبي موسى الأشعري وأبي هريرة وأبي بكر الصديق وعوف بن مالك وعائشة"

شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف (خاص طور پر) متوجہ ہوتا ہے پھر مشرک اور (مسلمان بھائی سے) دشمنی، بغض رکھنے والے کے سوا اپنی تمام (مسلمان) مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ ۳/۱۳۵ح ۱۱۴۴)

شیخ رحمہ اللہ نے جو روایات ذکر کی ہیں ان کی تخریج اور ان پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱: حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

اسے (امام) مکحول نے " عن مالك بن يخامر عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنہ" کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں اسی سند کے ساتھ موجود ہے:

كتاب السنة لابن أبي عاصم (ح:۵۱۲، دوسرانسخہ:۵۲۴) صحيح ابن حبان (موارد الظمآن:۱۹۸۰، الاحسان:۵۶۳۶) أمالي لأبي الحسن القزويني (۲/۴) المجلس السابع لأبي محمد الجوهري (۲/۳) جزء من حديث محمد بن سليمان الربعي (۱/۲۱۷و۱/۲۱۸) الأمالي لأبي القاسم الحسيني (ق۱/۱۲) شعب الإيمان للبيهقي (۳/۳۸۲ح۳۸۴۳، ۵/ ح۶۶۲۸) تاريخ دمشق لابن عساكر (۴۰/۱۷۲، ۵۷/۷۵) الثالث والتسعين للحافظ عبد الغني المقدسي (ق۲/۴۴) صفات رب العالمين لابن أعجب (۲/۷، ۲/۱۲۹) المعجم الكبير للطبراني (۲۰/۱۰۸، ۱۰۹ح۲۱۵) والأوسط له (۷/۳۹۷ح۷۷۷۲) حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني (۵/۱۹۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " مكحول لم يلق مالك بن يخامر "

مکحول نے مالک بن یخامر سے ملاقات نہیں کی۔ (الصحیحہ ۳/۱۳۵)

یعنی یہ روایت منقطع ہے۔

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔ اصول حدیث کی کتاب " تيسير مصطلح الحديث " میں لکھا ہوا ہے:

" المنقطع ضعيف بالاتفاق بين العلماء ، وذلك للجهل بحال الراوي المحذوف "

علماء (محدثین) کا اس پر اتفاق ہے کہ منقطع (روایت) ضعیف ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا محذوف راوی (ہمارے لئے) مجہول ہوتا ہے۔ (ص ۷۸)

۲: حدیث ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ

اسے احوص بن حکیم نے " عن مهاصر بن حبيب عن أبي ثعلبة رضي الله عنه " کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: كتاب السنة لابن أبي عاصم (ح۵۱۱، دوسرا نسخہ ح۵۲۳) كتاب العرش لمحمد بن عثمان بن أبي شيبة (ح۸۷ وعنده :بشر بن عمارة عن الأحوص بن حكيم عن المهاصر بن حبيب عن مكحول عن أبي ثعلبة الخ) حديث أبي القاسم الأزجي (۱/۶۷) شرح أصول اعتقاد أهل السنة و الجماعة تصنيف اللالكائي (۳/۴۴۵ ح۷۶۰) المعجم الكبير للطبراني (۲۲/۲۲۴ ح۵۹۳)

اس کا بنیادی راوی احوص بن حکیم: جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: "ضعيف الحفظ" (التقریب:۲۹۰)

مہاصر (مہاجر) بن حبیب کی ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: کتاب العرش میں مہاصر اور ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مکحول کا واسطہ آیا ہے۔ اس کی سند میں بشر بن عمارہ ضعیف ہے۔ (التقریب:۶۹۷)

المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/۲۲۳ ح ۵۹۰) میں المحاربی، اس کا متابع ہے لیکن اس سند کے دو راوی احمد بن النضر العسکری اور محمد بن آدم المصیصی نامعلوم ہیں۔

عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسین: ۳/۸۰)

اسے بیہقی نے دوسری سند کے ساتھ "المحاربي عن الأحوص بن حكيم عن المهاجر بن حبيب عن مكحول عن أبي ثعلبة الخشني" کی سند سے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان:۳۸۳۲)

۳: حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

اسے حسن (بن موسیٰ) نے "حدثنا ابن لهيعة :حدثنا حيي بن عبد الله عن أبي عبد الرحمن الحبلي عن عبد الله بن عمرو" کی سند سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ۲/۱۷۶ ح۶۶۴۲)

یہ روایت عبداللہ بن لہیعہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ کے اختلاط کے لئے دیکھئے

تقریب التہذیب (۳۵۶۳) اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ حسن بن موسیٰ نے ابن لہیعہ کے اختلاط سے پہلے اس سے حدیث سنی ہے۔

حافظ المنذری فرماتے ہیں:

"رواه أحمد بإسناد لين" اسے احمد نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(الترغیب والترہیب ۳/۳۶۰ ح ۴۰۸۰، نیز دیکھئے ۲/۱۱۹ ح ۱۵۱۹)

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رشدین بن سعد نے ابن لہیعہ کی متابعت کی ہے۔

(حدیث ابن حیویہ ۳/۱۰/۱ و السلسلۃ الصحیحۃ ۳/۱۳۶)

عرض ہے کہ رشدین بن سعد بن مفلح المہری بذاتِ خود: ضعیف ہے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۴۲)

لہٰذا یہ روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے، حسن نہیں ہے۔

۴: حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ

اسے ابن لہیعہ نے "عن الزبير بن سليم عن الضحاك بن عبد الرحمٰن عن أبيه قال: سمعت أبا موسى .... " إلخ کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: ابن ماجہ (۱۳۹۰/۲) السنۃ لابن أبی عاصم (۵۱۰، دوسرا نسخہ: ۵۲۲) السنۃ للالکائی (۳/۴۴۷ ح ۷۶۳)

اس سند میں عبدالرحمٰن بن عرزب: مجہول ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۹۵۰)

اسی طرح زبیر بن سلیم بھی مجہول ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۹۹۶)

بعض کتابوں میں غلطی سے ربیع بن سلیمان اور بعض میں زبیر بن سلیمان چھپ گیا ہے۔

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔

تنبیہ: ابن ماجہ کی دوسری سند (۱۳۹۰/۱) میں ابن لہیعہ کے علاوہ ولید بن مسلم: مدلس اور ضحاک بن ایمن: مجہول ہے۔ (التقریب: ۲۹۶۵)

یہ سند منقطع بھی ہے لہٰذا یہ سند بھی ضعیف ہے۔

۵: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

اسے ہشام بن عبدالرحمٰن نے " الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه " کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: کشف الأستار عن زوائد البزار (۲/۴۳۶ ح ۲۰۴۶) والعلل المتناهية لابن الجوزي (۲/۷۰ ح ۹۲۱)

اس کا راوی ہشام بن عبدالرحمٰن نامعلوم العدالت یعنی مجہول ہے۔

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ: " ولم أعرفه " اور میں نے اسے نہیں پہچانا۔ (مجمع الزوائد ۸/۶۵)

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔

۶: حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

اسے عبدالملک بن عبدالملک نے " عن مصعب بن أبي ذئب عن القاسم بن محمد عن أبيه أو عمه عن أبي بكر الصديق رضى الله عنه " کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: کشف الأستار (۲/۴۳۵ ح ۲۰۴۵) کتاب التوحید لابن خزيمة (ص ۱۳۶ ح ۲۰۰) السنة لابن أبي عاصم (۵۰۹، دوسرا نسخہ: ۵۲۱) السنة للالكائى (۳/۴۳۸، ۴۳۹ ح ۷۵۰) أخبار أصبهان لأبى نعيم (۲/۲) والبيهقى (في شعب الإيمان: ۳۸۲۷)

اس سند میں عبدالملک بن عبدالملک پر جمہور محدثین نے جرح کی ہے۔

حافظ ابن حبان نے کہا: " منكر الحديث جداً " یہ سخت منکر حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ (کتاب المجروحین ۲/۱۳۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا:

" فيه نظر " یہ متروک و متہم ہے۔ (التاریخ الکبیر ۵/۴۲۴)

امام دارقطنی نے کہا: متروك (سوالات البرقانی:۳۰۴)

مصعب بن أبي ذئب بھی غیر موثق وغیر معروف ہے۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۳۰۷/۸ ت ۱۴۱۸)

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔

۷: حدیث عوف بن مالک رضی اللہ عنہ

اسے ابن لہیعہ نے " عن عبد الرحمن بن أنعم عن عبادة بن نسي عن كثير بن مرة عن عوف بن مالك رضي الله عنه " کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: کشف الأستار (۴۳۶/۲ ح ۲۰۴۸) والمجلس السابع لأبی محمد الجوهری (الصحیحة:۱۳۷/۳)

اس روایت میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: " ضعيف في حفظه ... وكان رجلاً صالحًا" (التقریب:۳۸۶۲)

۸: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

اسے حجاج بن ارطاۃ نے " عن يحيى بن أبي كثير عن عروة عن عائشة رضي الله عنها" کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: سنن الترمذی (۱۰۶/۱ ح ۷۳۹) ابن ماجہ (۱۳۸۹) احمد (۲۳۸/۶ ح ۲۶۵۴۶) ابن ابی شیبہ (المصنف: ۴۳۸/۱۰ ح ۲۹۸۴۹) عبد بن حمید (۱۵۰۷) البیہقی فی شعب الایمان (۳۸۲۴) والعلل المتناہیہ (۶۶/۲ ح ۹۱۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: "میں نے بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) نے عروہ سے نہیں سنا اور نہ حجاج بن ارطاۃ نے اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے سنا ہے۔" (الترمذی:۷۳۹)

حجاج بن ارطاۃ ضعیف عندالجمہور اور مدلس راوی ہے، یحییٰ بن ابی کثیر بھی مدلس ہیں۔

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔ اس روایت کے تین ضعیف شواہد بھی ہیں:

اول: العلل المتناہیہ (۲/۶۷، ۶۸ ح ۹۱۷)

اس میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف ہے وہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔

دیکھئے لسان المیزان (۱۰۲/۳)

دوم: العلل المتناہیہ (۲/۶۸، ۶۹ ح ۹۱۸)

اس میں سعید بن عبدالکریم الواسطی کا ثقہ ہونا نامعلوم ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۳۶/۳)

سوم: العلل المتناہیہ (۶۹/۲ ح ۹۱۹)

اس میں عطاء بن عجلان کذاب ومتروک ہے۔ دیکھئے الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث (ص ۲۸۹) تقریب التہذیب (۴۵۹۴) خلاصہ یہ کہ یہ تینوں شواہد بھی مردود ہیں۔

۹: حدیث علی رضی اللہ عنہ

اسے ابن ابی سبرہ نے " عن إبراهيم بن محمد عن معاوية بن عبد الله بن جعفر عن أبيه عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه " کی سند سے بیان کیا ہے۔

تخریج: ابن ماجہ (۱۳۸۸) العلل المتناہیۃ (۲/۷۱ ح ۹۲۳)

اس میں ابوبکر بن ابی سبرۃ کذاب ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۹۷۳)

نتیجہ: یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس مفہوم کی دیگر موضوع ومردود روایات بھی مروی ہیں۔ دیکھئے الموضوعات لابن الجوزی (۲/۱۲۷) میزان الاعتدال (۱۲۰/۳) واللآلی المصنوعۃ (۶۰/۲)

۱۰: حدیث کردوس رضی اللہ عنہ

اسے عیسیٰ بن ابراہیم القرشی نے " عن سلمة بن سليمان الجزري عن مروان بن سالم عن ابن كردوس عن أبيه " کی سند سے بیان کیا ہے۔

(کتاب العلل المتناہیۃ: ۲/۷۱، ۷۲ ح ۹۲۴)

اس میں عیسیٰ بن ابراہیم منکر الحدیث متروک ہے، مروان بن سالم متروک متہم ہے اور سلمہ کا ثقہ ہونا نامعلوم ہے۔

نتیجہ: یہ سند موضوع ہے۔

۱۱: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

اسے صالح الشمومی نے " عن عبد اللّٰه بن ضرار عن يزيد بن محمد عن أبيه محمد بن مروان عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه " کی سند سے روایت کیا ہے۔

(الموضوعات لابن الجوزی ۲/ ۱۲۸)

اس سند میں صالح، عبداللہ بن ضرار، یزید اور محمد بن مروان سب نامعلوم العدالت یعنی مجہول ہیں۔
حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

(الموضوعات ۲/ ۱۲۹)

۱۲: حدیث محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ

اسے علی بن عاصم (ضعیف) نے "عمرو بن مقدام عن جعفر بن محمد عن أبيه" کی سند سے روایت کیا ہے (الموضوعات: ۲/ ۱۲۸، ۱۲۹) عمرو بن ابی المقدام رافضی متروک راوی ہے۔
سیوطی نے کہا: یہ سند موضوع ہے۔ (اللآلی المصنوعۃ ۲/ ۵۹)
علی بن عاصم سے نیچے والی سند میں بھی نظر ہے۔

۱۳: حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

اسے ابن عساکر نے نامعلوم راویوں کے ساتھ "محمد بن حازم عن الضحاك بن مزاحم عن أبي بن كعب" کی سند سے بیان کیا ہے۔ (دیکھئے ذیل اللآلی المصنوعۃ ص ۱۱۲، ۱۱۳)
یہ روایت منقطع ہونے کے ساتھ موضوع بھی ہے۔

۱۴: مکحول تابعی رحمہ اللہ کا قول

امام مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن اللّٰه يطلع على أهل الأرض في النصف من شعبان فيغفرلهم إلا لرجلين إلا كافرًا أو مشاحن " پندرہ شعبان کو اللہ تعالیٰ زمین والوں کی طرف (خاص طور پر) متوجہ ہوتا ہے پھر وہ کافر اور ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے والے

کے سوا سب لوگوں کو بخش دیتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی ۳/ ۳۸۱ ح ۳۸۳۰)

یہ سند حسن ہے لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ امام مکحول کا قول ہے۔ معلوم ہوا کہ مکحول کے قول کو ضعیف و مجہول راویوں نے مرفوع حدیث کے طور پر بیان کر رکھا ہے۔ مکحول کے قول کو مرفوع حدیث بنا دینا صحیح نہیں ہے اور اگر بنا دیا جائے تو مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خلاصۃ التحقیق

پندرہ شعبان والی کوئی روایت بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے۔

محققین کا فیصلہ: ابو بکر بن العربی لکھتے ہیں: " **وليس في ليلة النصف من شعبا ن حديث يعول عليه لافی فضلها و لا في نسخ الآجال فيها ، فلا تلتفتوا إليها** "

یعنی: نصف شعبان کی رات اور فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے اور اس رات کو موت کے فیصلے کی منسوخی کے بارے میں بھی کوئی حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ پس آپ ان (نا قابل اعتماد) احادیث کی طرف (ذرہ بھی) التفات نہ کریں۔

(احکام القرآن ۴/ ۱۶۹۰)

حافظ ابن القیم لکھتے ہیں: "**لا يصح منها شئ**" یعنی پندرہ شعبان کی رات کو خاص نماز والی روایتوں میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے۔ (المنار المنیف ص ۹۸، ۹۹)

حافظ ابن القیم مزید فرماتے ہیں: "تعجب ہے اس شخص پر، جس کو سنت کی سوجھ بوجھ ہے، وہ بھی یہ موضوع روایات سن کر ایسی (عجیب و غریب) نماز پڑھتا ہے۔ (ایک سو رکعات ایک ہزار سورۂ اخلاص کے ساتھ)" (ایضاً ص ۹۹ مفہوم)

حسن لغیرہ!؟

محدث کبیر شیخ البانی رحمہ اللہ نے پندرہ شعبان والی روایت کو تعدد طرق کی وجہ سے "صحیح" قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ روایت "**صحیح لغیرہ**" کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتی، اس

کی ایک سند بھی صحیح یا حسن لذاتہ نہیں ہے تو یہ کس طرح صحیح بن گئی؟

بعض کہتے ہیں کہ یہ روایت حسن لغیرہ ہے۔ عرض ہے کہ حسن لغیرہ کی دو قسمیں ہیں:

① ایک ضعیف سند والی روایت جو بذاتِ خود ضعیف ہے، جبکہ دوسری روایت حسن لذاتہ ہے۔ یہ سند اس حسن لذاتہ کے ساتھ مل کر حسن ہو گئی۔

② ایک ضعیف سند والی روایت جو بذاتِ خود ضعیف ہے اور اس مفہوم کی دوسری ضعیف و مردود روایات بھی موجود ہیں تو بعض علماء اسے حسن لغیرہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔

دلیل نمبر۱: قرآن وحدیث واجماع سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ

ضعیف+ضعیف+ضعیف = حسن لغیرہ والی روایت حجت ہے۔

دلیل نمبر۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی روایت کا حجت ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر۳: تابعین کرام رحمہم اللہ سے ایسی روایت کا حجت ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر۴: امام بخاری وامام مسلم وغیرہما سے ایسی روایت کا حجت ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر۵: امام ترمذی رحمہ اللہ کے علاوہ عام محدثین سے ایسی ''حسن لغیرہ'' روایت کا حجت ہونا ثابت نہیں ہے۔ مثلاً محمد بن ابی لیلیٰ (ضعیف) نے '' عن أخيه عيسٰى عن الحكم عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ عن البراء بن عازب '' ترکِ رفع یدین کی ایک حدیث بیان کی ہے (سنن ابی داود: ۷۵۲) اس کی سند ضعیف ہے۔

اور اس کے متعدد ضعیف شواہد ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ابی داود (۷۴۹، ۷۴۸) ان تمام شواہد کے باوجود امام ابوداود فرماتے ہیں:

''هٰذا الحديث ليس بصحيح '' یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (ابوداود: ۷۵۲)

عام نماز میں ایک طرف سلام پھیرنے کی کئی روایات ہیں۔ دیکھئے الصحیحۃ للشیخ الألبانی رحمہ اللہ (۵۶۴/۱۔۵۶۶ ح ۳۱۶) ان میں سے ایک روایت بھی صحیح یا حسن لذاتہ نہیں ہے۔

ان روایات کے بارے میں حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

"إلا أنها معلولة ولا يصححها أهل العلم بالحديث"

مگر یہ سب روایات معلول (ضعیف) ہیں، علمائے حدیث انھیں صحیح قرار نہیں دیتے۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۲۵۹)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

" ولكن لم يثبت عنه ذلك من وجه صحيح "

لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صحیح سند کے ساتھ یہ ثابت نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۲۵۹)

دلیل نمبر ٦: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" يكفي في المناظرة تضعيف الطريق التي أبداها المناظر وينقطع، إذ الأصل عدم ماسواها، حتى يثبت بطريق أخرى ، والله أعلم "

مناظرے میں یہ کافی ہے کہ مخالف کی بیان کردہ سند کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ لاجواب ہو جائے گا کیونکہ اصل یہ ہے کہ دوسری تمام روایات معدوم (وباطل) ہیں الا یہ کہ دوسری سند سے ثابت ہو جائیں۔ واللہ اعلم

(اختصار علوم الحدیث ص ۸۵ نوع: ۲۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۷۴، ۲۷۵ وعنہ نقلہ السخاوی فی فتح المغیث ۱/ ۲۸۷ فی معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد)

دلیل نمبر ۷: ابن القطان الفاسی نے حسن لغیرہ کے بارے میں صراحت کی ہے:

"لايحتج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال ...." إلخ

اس ساری کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

(النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح: ۱/ ۴۰۲)

دلیل نمبر ۸: حافظ ابن حجر نے ابن القطان کے قول کو " حسن قوی " قرار دیا ہے۔

(النکت ۱/ ۴۰۲)

دلیل نمبر ۹: حنفی و شافعی وغیرہما علماء جب ایک دوسرے کا رد کرتے ہیں تو ایسی حسن لغیرہ روایت کو حجت تسلیم نہیں کرتے مثلاً کئی ضعیف سندوں والی ایک روایت " من كان له إمام

فقراء ة الإمام له قراء ة" کے مفہوم والی روایت کو علامہ نووی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(خلاصۃ الاحکام ج ۱ ص ۳۷۷ ح ۱۱۷۳ فصل فی ضعیفہ)

کئی سندوں والی فاتحہ خلف الامام کی روایات کو نیموی حنفی نے معلول وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن (ح ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶)

دلیل نمبر ۱۰: جدید دور میں بہت سے علماء کئی سندوں والی روایات جن کا ضعف شدید نہیں ہوتا پر جرح کر کے ضعیف و مردود قرار دیتے ہیں۔ مثلاً فاتحہ خلف الامام کے ثبوت میں "محمد بن إسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت" والی روایت کے بارے میں محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ضعیف"

(دیکھئے تحقیق سنن ابی داود: ۸۲۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، الریاض)

حالانکہ اس روایت کے بہت سے شواہد ہیں دیکھئے کتاب القراءت للبیہقی والکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ لراقم الحروف، ان کئی سندوں اور شواہد کے باوجود شیخ البانی رحمہ اللہ اسے حسن لغیرہ (!) تک تسلیم نہیں کرتے۔ (جبکہ فاتحہ خلف الامام والی روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔ والحمدللہ)

خلاصہ یہ کہ نصف شعبان والی روایت ضعیف ہی ہے۔

ضعیف حدیث پر فضائل میں عمل

بعض لوگ فضائل میں (جب مرضی کے مطابق ہوں تو) ضعیف روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں اور ان پر عمل کے قائل و فاعل ہیں لیکن محققین کا ایک گروہ ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل نہ کرنے کا قائل و فاعل ہے، یعنی احکام و فضائل میں ان کے نزدیک ضعیف حدیث ناقابلِ عمل ہے۔ جمال الدین قاسمی (شامی) نے ضعیف حدیث کے بارے میں پہلا مسلک یہ نقل کیا ہے:

''احکام ہوں یا فضائل، اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، اسے ابن سید الناس نے عیون

الاثر میں ابن معین سے نقل کیا ہے اور (سخاوی نے) فتح المغیث میں ابوبکر بن العربی سے منسوب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ امام بخاری و امام مسلم کا یہی مسلک ہے صحیح بخاری کی شرط اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام مسلم نے ضعیف حدیث کے راویوں پر سخت تنقید کی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھ دیا ہے۔ دونوں اماموں نے اپنی کتابوں میں ضعیف روایات میں سے ایک روایت بھی فضائل و مناقب میں نقل نہیں کی۔''

(قواعد التحدیث ص ۱۱۳، الحدیث حضرو: ۴ ص ۷)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرسل روایات کو سننے کے قائل ہی نہ تھے۔

(دیکھئے مقدمہ صحیح مسلم: ۲۱ والنکت علیٰ کتاب ابن الصلاح ۵۵۳/۲)

معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف حدیث کو فضائل میں بھی حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں:

" کأن ماروی الضعیف ومالم یرو فی الحکم سیان "

گویا کہ ضعیف جو روایت بیان کرے اور جس روایت کا وجود ہی نہ ہو، وہ دونوں حکم میں ایک برابر ہیں۔ (کتاب المجروحین: ۳۲۸/۱ ترجمۃ سعید بن زیاد بن قائد)

مروان (بن محمد الطاطری) کہتے ہیں کہ میں نے (امام) لیث بن سعد (المصری) سے کہا:

''آپ عصر کے بعد کیوں سو جاتے ہیں جبکہ ابن لہیعہ نے ہمیں عن عقیل عن مکحول عن النبي ﷺ کی سند سے حدیث بیان کی ہے کہ: جو شخص عصر کے بعد سو جائے پھر اس کی عقل زائل ہو جائے تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

لیث بن سعد نے جواب دیا:

" لا أدع ماینفعني بحدیث ابن لهیعة عن عقیل "

مجھے جس چیز سے فائدہ پہنچتا ہے، میں اسے ابن لہیعہ کی عقیل سے حدیث کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔'' (الکامل لابن عدی: ۱۴۶۳/۴ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام لیث بن سعد بھی ضعیف حدیث پر فضائل میں عمل نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ: ابن لہیعہ ضعیف بعد از اختلاط ہیں اور نیز مدلس بھی ہیں اور یہ سند مرسل ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں:

"ولا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو في الفضائل إذ الكل شرع" احکام ہوں یا فضائل، ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب (اعمال) شریعت ہیں۔ (تبیین العجب بما ورد فی فضائل رجب ص ۷۳)

آخر میں عرض ہے کہ پندرھویں شعبان کو خاص قسم کی نماز مثلاً سو (۱۰۰) رکعتیں مع ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ سورۂ اخلاص، کسی ضعیف روایت میں بھی نہیں ہے۔ اس قسم کی تمام روایات موضوع اور جعلی ہیں۔

تنبیہ: نزول باری تعالیٰ ہر رات کو پچھلے پہر ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، وہی بہتر جانتا ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

حدیثِ قسطنطنیہ اور یزید

ہفت روزہ ''الاعتصام'' ج۴۹ شمارہ ۳۱، ۳۲ (اگست ۱۹۹۷ء) میں محترم پروفیسر محمد شریف شاکر صاحب کا ایک مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا ہے جس میں پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے پہلے حملے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید بھی شامل تھا۔ اِدھر اُدھر کے اقوال نقل کرنے کے علاوہ وہ اپنے دعویٰ پر ایک بھی صحیح یا حسن روایت پیش نہیں کر سکے جس میں اول جیش میں یزید کی موجودگی کی صراحت ہو۔

تاریخ، حدیث اور رجال سے ثابت ہے کہ مدینہ قیصر: قسطنطنیہ پر، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی حملے ہوئے ہیں جبکہ صحیح بخاری کی صحیح حدیث میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ

① ان تمام حملوں میں یزید بن معاویہ شریک تھا۔

② ان تمام حملوں میں سے پہلے حملے میں یزید شریک تھا۔

لہٰذا جن کا دعویٰ ہے کہ قسطنطنیہ پر جو حملہ ہوا تھا اس میں یزید بن معاویہ بھی شامل تھا، ان لوگوں کے لئے صحیح بخاری سے استدلال درست نہیں ہے۔

سنن ابی داود کی ایک حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یزید والے حملہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر حملہ ہوا ہے جس میں جماعت (پورے لشکر) کے امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔ چونکہ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے زبردست رکاوٹ ہے جو ضرور بالضرور یزید کا بخشا ہوا (مغفور و مرحوم) ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس روایت کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

''ابوداود کے سوا ☆ کسی کتاب میں عبدالرحمٰن کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے قائد ہونے کا ذکر نہیں ہے۔'' (الاعتصام نمبر۳۲ص۱۳)

حالانکہ درج ذیل کتابوں میں بھی صحیح سند کے ساتھ اس حملہ آور فوج کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید ہی مذکور ہے:

① جامع البیان فی تفسیر القرآن، المعروف بتفسیر الطبری (ج۲ص ۱۱۸، ۱۱۹)

② تفسیر ابن ابی حاتم الرازی (ج اص ۳۳۰، ۳۳۱)

③ احکام القرآن للجصاص (ج اص ۳۲۶، ۳۲۷)

....

☆ پروفیسر صاحب کی اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

① سنن ابی داود کے علاوہ دوسری کسی کتاب میں یہ روایت باسند موجود نہیں ہے۔ یہی مطلب واضح ہے۔ مگر پروفیسر صاحب نے اس سے انکار کر دیا ہے۔

② ابوداود کی مذکورہ سند کے علاوہ دوسری کسی سند کے ساتھ یہ روایت کسی کتاب میں موجود نہیں ہے، یہ تاویل انتہائی بعید ہے۔ لیکن تاریخ دمشق کی سند مذکورہ سے اس کا بطلان بھی ظاہر ہے۔ پروفیسر صاحب نے الزامی طور پر راقم الحروف کی ایک عبارت ''یہ الفاظ سنن ترمذی کے علاوہ دوسری کسی کتاب میں نہیں ہیں'' پر اعتراض کیا ہے۔ اور تفسیر قرطبی، محاسن التاویل، تفسیر الخازن، غرائب القرآن اور احکام القرآن کے حوالے پیش کئے ہیں۔ حالانکہ یہ اعتراض کئی لحاظ سے باطل ہے:

① میری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت سند کے ساتھ دوسری کسی کتاب میں نہیں اور محترم پروفیسر صاحب اس دعوے کو توڑ نہیں سکے۔

② تفسیر قرطبی ج۲ص ۳۶۱ تفسیر خازن ج اص ۱۳۲، احکام القرآن ج اص ۱۱۵ میں یہ روایت ترمذی کے حوالہ کے ساتھ موجود ہے۔ غرائب القرآن (ج اص ۲۳۴) میں یہی روایت بلاسند مذکور ہے۔ قاسمی کی تفسیر محاسن التاویل فی الحال میرے پاس نہیں ہے (بعد میں یہ تفسیر بھی حاصل ہوگئی ہے۔ والحمدللہ) ان ساری کتابوں میں یہ روایت بلا سند اور بحوالہ ترمذی یا منقول از ترمذی موجود ہے لہٰذا یہ سارے حوالے بے کار ہیں، میرا مطلب اور ہے اور پروفیسر صاحب کی تاویل اور ہے۔ والعلم عنداللہ

③ اگر یہ ہزار کتابوں میں بھی ترمذی کے حوالے یا نقل کے ساتھ موجود ہو تو اعتراض پھر بھی قائم ہے۔ پروفیسر صاحب سے درخواست ہے کہ وہ ترمذی کے علاوہ کوئی دوسری سند پیش کریں۔

④ مستدرک الحاکم (ج ۲ ص ۸۴، ۸۵) اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

ابوداود والی روایت بالکل صحیح اور محفوظ ہے جس کی سند مع متن درج ذیل ہے:

ابن وهب :أخبرني حيوة بن شريح عن يزيد بن أبي حبيب عن أسلم أبي عمران قال :غزونا من المدينة نريد القسطنطنية وعلى الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الوليد ، إلخ

• اسلم ابوعمران سنن ابی داود، ترمذی ونسائی کے راوی اور ثقہ تھے۔ (تقریب التہذیب ص ۱۳۵)

یزید بن ابی حبیب کتب ستہ کے راوی اور "ثقة فقيه ، وكان يرسل" ہیں (ایضاً ص ۱۰۷۳) وکان یرسل کوئی جرح نہیں ہے۔

حیوہ بن شریح صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ تھے۔ (ایضاً ص ۲۷۲ تحقیق الشیخ ابی الاشبال)

عبداللہ بن وہب کتب ستہ کے بنیادی راوی اور ''ثقہ حافظ عابد'' ہیں۔

(تقریب التہذیب ص ۵۵۶)

صحیح بخاری میں ان کی تقریباً ایک سوتیں روایات موجود ہیں۔ آپ اصول حدیث کی ایک قسم "الرواية بالاجازة" کے قائل تھے جو کہ ایک مستقل فقہی مؤقف ہے اور راجح بھی یہی ہے کہ روایت بالاجازۃ جائز ہے۔ دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح وغیرہ

ابن سعد نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے جو کہ (اس روایت میں) کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس روایت میں ابن وہب نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

② ابن وہب کی سند کی متابعت بھی موجود ہے۔ حافظ ابن عساکر نے کہا:

''أخبرنا أبو محمد بن الأكفاني بقرأتي عليه قال :ثنا عبدالعزيز بن أحمد :أنبأأبو محمد بن أبي نصر :أنبأ أبو القاسم بن أبي العقب : أنا أحمد بن إبراهيم القرشي ثنا ابن عائذ :ثنا الوليد :ثنا عبد الله بن لهيعة والليث بن سعد عن يزيد عن أبي عمران التجيبي قال :

غزونا القسطنطنية وعلى أهل مصر عقبة بن عامر الجهني وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد" (تاریخ دمشق مصور ج۹ص ۹۲۹)

اس سند میں لیث بن سعد کتب ستہ کے مرکزی راوی اور" ثقة ثبت فقیہ امام مشهور" ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۸۱۷)

لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاد حیوہ بن شریح کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ والحمدللہ

③ حافظ ابن حجر کی تحقیق یہ ہے کہ ابن وہب مدلس نہیں تھے۔

دیکھئے النکت علی ابن الصلاح (ج ۲ص ۶۳۷)

تنبیہ: راجح یہی ہے کہ عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود کی اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ اسی وجہ سے امام حاکم اور ذہبی نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اگر شرط سے مراد یہ لیا جائے کہ اس سند کے تمام راوی بخاری و مسلم کے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ بات وہم ہے کیونکہ اسلم صحیح بخاری یا مسلم کے راوی نہیں ہیں اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ اس کے راوی بخاری و مسلم کے راویوں کی طرح ثقہ ہیں، سند متصل ہے اور شاذ یا معلول نہیں تو یہ بات بالکل صحیح ہے۔ مستدرک کے مطالعہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام حاکم صحیح بخاری و مسلم کے راویوں یا ان جیسے ثقہ راویوں کی غیر معلول روایت کو صحيح على شرط الشيخين أو على أحد هما کہہ دیتے ہیں اور حافظ ذہبی ان کی موافقت کرتے ہیں۔

حاکم فرماتے ہیں:" وأنا أستعين الله على اخراج أحاديث رواتها ثقات قداحتج بمثلها الشيخان رضی الله عنهما أو أحدهما" (المستدرک ج ۱ص ۳)

یعنی: میں اللہ کی مدد مانگتا ہوں ان احادیث کی روایت کے لئے جن کے راوی ثقہ ہیں۔ بخاری و مسلم یا صرف بخاری یا صرف مسلم نے ان راویوں جیسے راویوں سے حجت پکڑی ہے۔

اس عبارت سے بھی دوسری بات کی تائید ہوتی ہے اور یہی راجح ہے۔ لہٰذا" علی شرط الشیخین" وغیرہ عبارات سے بعض محققین عصر کا حاکم و ذہبی کے بارے میں پروپیگنڈا کرنا صحیح نہیں

ہے۔مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔ان شاء اللہ العزیز

یاد رہے کہ اوہام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اس لشکر میں مصریوں کے امیر سیدنا عقبہ بن عامر، شامیوں کے امیر سیدنا فضالہ بن عبید تھے۔ پورے لشکر کے امیر سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے۔

حیوہ بن شریح کے سارے شاگرد اہل مصر کا امیر عقبہ بن عامر کو قرار دیتے ہیں اور یہی بات لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت عن یزید بن ابی حبیب میں ہے۔کما تقدم

لہٰذا یہ بات اجماعی ہے۔

حیوہ کے دونوں شاگرد عبداللہ بن یزید المقری اور عبداللہ بن المبارک بالاتفاق یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید تھے۔یہی بات لیث بن سعد و ابن لہیعہ کی روایت میں ہے۔ پروفیسر صاحب کا ابو عبدالرحمٰن المقریٔ پر جرح کرنا شیخ الاسلام ابن المبارک کی متابعت (السنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۹۹ ح ۱۱۰۲۹، وتفسیر النسائی ج ۱ ص ۲۳۸ ح ۴۹) کی وجہ سے شعبدہ بازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔المقریٔ کے دفاع کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کی روایت میں بھی اہل شام کا امیر فضالہ بن عبید کو قرار دیا گیا ہے۔الضحاک بن مخلد کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔عبد بن حمید کی روایت میں "وعلى الجماعة فضالة بن عبيد" کے الفاظ ہیں (ترمذی) عمرو بن الضحاک اور عبیداللہ بن سعید کی روایتوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ الضحاک بن مخلد کی روایت ابن المبارک وغیرہ کی مخالفت اور اپنے شاگردوں کے اختلاف کی وجہ سے شاذ و مردود ہے۔اگر یہ صحیح ہوتی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ قسطنطنیہ پر بہت سے حملے ہوئے ہیں۔بعض میں امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے بعض میں فضالہ بن عبید اور بعض میں یزید بن معاویہ اور بعض میں کوئی اور لہٰذا ترمذی کی روایت سے بھی پروفیسر صاحب کا یہ دعویٰ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ قسطنطنیہ پر صرف

اور صرف ایک ہی حملہ ہوا ہے اور اس حملہ میں یزید بھی موجود تھا۔

سنن ابی داود کی ایک دوسری روایت (کتاب الجہاد، باب ۱۲۹ فی قتل الاسیر بالنبل حدیث: ۲۶۸۷) سے بھی عبدالرحمٰن مذکور اور سیدنا ابوایوب کامل کر جہاد کرنا ثابت ہوتا ہے۔

سنن ترمذی کی روایت میں "وعلى الجماعة فضالة بن عبيد" کے جو الفاظ آئے ہیں ان کا وہم ہونا کئی وجوہ سے ثابت ہے:

① حیوہ بن شریح کے تمام شاگرد " وعلى أهل الشام فضالة بن عبيد " کے الفاظ روایت کر رہے ہیں۔

② یہ الفاظ سنن ترمذی کے علاوہ دوسری کسی کتاب میں نہیں ہیں۔

③ محققین ☆ نے ترمذی کی روایت کے وہم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مثلاً تفسیر نسائی (ج ۱ص ۲۳۹) کے حاشیہ پر ہے کہ

"وقد وقع في رواية الترمذي السابقة (رقم ۲۹۷۲)" وعلى الجماعة فضالة بن عبيد والصواب أنه على أهل الشام كما في باقي الروايات ، أما على الجماعة فكان (عبد الرحمن بن خالد بن الوليد)"

خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"فظهر بهذه الروايات أن عبد الرحمن بن خالد كان أميرًا على الجميع"

یعنی ان روایات سے ظاہر ہوا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن خالد تمام لشکر پر امیر تھے۔

(بذل المجہود ج ۱۱ص ۴۳۵)

☆ محققین سے مراد سید الکلیمی اور صبری الشافعی ہیں۔ یہ وہی محققین ہیں جن کا حوالہ پروفیسر محمد شریف صاحب نے دیا ہے ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور ج ۲۹، شمارہ نمبر ۱۹ص ۱۰ کالم نمبر ا اور آگے جا کر اسی صفحہ پر کالم نمبر ۲ پر لکھتے ہیں: "حافظ زبیر صاحب نے جو تفسیر نسائی کے حاشیہ کا حوالہ دیا، یہ ایک مبہم حوالہ ہے محشی کون ہے؟ اس نے یہ الفاظ کہاں سے لئے؟" سبحان اللہ!

تاریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ پر کئی حملے ہوئے ہیں۔
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی زمین پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۱۳۳)
ایک لشکر سردیوں میں (شواتی) اور دوسرا گرمیوں میں (صوائف) حملہ آور ہوتا (ایضاً ص ۱۲۷)
ان لشکروں میں الصائفہ (اپریل ۶۷۲ء تا ستمبر ۶۷۲) کا سالار یزید تھا۔
دیکھئے خلافتِ معاویہ ویزید (ص ۴۳۵) اور عام کتب تاریخ۔

بلکہ ان تمام لشکروں سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر ایک لشکر کے حملے کا ☆ ثبوت ملتا ہے جس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ حملہ ۳۲ھ مطابق ۶۵۳۔۶۵۲ء میں ہوا تھا۔
دیکھئے تاریخ طبری (ج ۴ ص ۳۰۴) العبر للذہبی (ج ۱ ص ۲۴) المنتظم لابن الجوزی (ج ۵، ص ۱۹ ط ۱۹۹۲ء) البدایہ والنہایہ (ج ۷ ص ۱۵۹، ج ۸ ص ۱۲۶) تاریخ الاسلام للذہبی، وغیرہ.
اس وقت یزید کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ دیکھئے تقریب التہذیب وغیرہ۔

صرف اس ایک دلیل سے ہی روز روشن کی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''اول جیش'' والی روایت یزید پر فٹ کرنا صحیح نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یزید بن معاویہ کے بارے میں دو باتیں انتہائی اہم ہیں:

① قسطنطنیہ پر پہلے حملہ آور لشکر میں اس کا موجود ہونا ثابت نہیں ہے۔
② یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہئے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔

تنبیہ: یزید بن معاویہ کے آخری حملے سے پہلے قسطنطنیہ پر سابقہ حملوں کے علاوہ ایک اور

☆ یہ حملہ قسطنطنیہ پر مضیق القسطنطنیہ کی طرف سے ہوا تھا، یہ مقام اس شہر کے قریب ہے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: "فیھا کانت وقعة المضیق بالقرب من قسطنطنیة و أمیر ھا معاویة" (تاریخ الاسلام للذہبی، عہد الخلفاء الراشدین ص ۳۷۱) اس سند میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر معاویہ تھے لہٰذا یہ حملہ بھی قسطنطنیہ پر ہی تھا۔

حملہ بھی ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: " واستعمل معاوية سفيان بن عوف على الصوائف وكان يعظمه" اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے سفیان بن عوف کو قسطنطنیہ پر صیفی حملوں میں امیر بنایا اور آپ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ (الاصابۃ ج ۲ ص ۵۶)

محمد الخضری کی "محاضرات الامم الاسلامیہ" میں ہے: " وفی ۴۸ھ جهز معاوية جيشاً عظيماً الفتح قسطنطنية وكان على الجيش سفيان بن عوف "

اور ۴۸ھ میں معاویہ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امیر سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ (ج ۲ ص ۱۱۴)

[محاضرات کا حوالہ، ایک دوسری کتاب سے لیا گیا ہے۔]

خلافت راشدہ کے تیس سال

اس مضمون میں ہم مشہور حدیث " خلافة النبوة ثلا ثون سنة " [نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی۔] الخ کی تحقیق وتخریج پیش کررہے ہیں تاکہ عام لوگوں پر بھی حق واضح ہوجائے۔

امام ابوداود السجستانی نے کتاب السنن (ج ۲ ص ۲۹۰ کتاب السنة باب فی الخلفاء ح ۴۶۴۶) امام ابوعیسیٰ الترمذی نے کتاب السنن (ج ۲ ص ۴۶، ابواب الفتن باب ماجاء فی الخلافة ح ۲۲۲۶) امام ابوعبدالرحمٰن النسائی نے کتاب السنن الکبریٰ (ج ۵ ص ۴۷ ح ۸۱۵۵ کتاب المناقب باب ۵، ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین) اور امام ابوحاتم بن حبان البستی نے الصحیح (الاحسان ۶۶۲۳، ۶۹۰۴، موارد الظمآن: ۱۵۳۴، ۱۵۳۵) میں اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں کے ساتھ سعید بن جمہان سے انھوں نے سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خلافة النبوة ثلا ثون سنة ثم يؤتي الله الملك من يشاء أو ملكه من يشاء)) قال سعيد: قال لي سفينة: أمسك عليك، أبا بكر سنتين وعمر عشرًا و عثمان اثنى عشر و عليًا كذا ، قال سعيد: قلت لسفينة: إن هؤ لاء يزعمون أن عليًا لم يكن بخليفة قال: كذبت أستاه بني الزرقاء يعني بني مروان "

نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی پھر جسے اللہ چاہے گا (اپنی) حکومت دے گا۔ سعید نے کہا: سفینہ نے مجھے کہا: شمار کرو، ابوبکر کے دو سال اور عمر کے دس سال اور عثمان کے بارہ سال اور علی کے اتنے (یعنی چھ سال) سعید نے کہا: میں نے سفینہ

سے کہا: یہ لوگ بزعم خویش کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔ تو انھوں نے کہا: ان بنوزرقاء، بنومروان کی پیٹھوں نے جھوٹ کہا ہے۔

یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔ باقی مرویات میں تطویل واختصار کا معمولی اختلاف ہے لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا:

" حديث سفينة في الخلافة صحيح وإليه أذهب في الخلفاء "

سفینہ کی خلافت کے بارے میں حدیث صحیح ہے اور میں خلفاء کے سلسلہ میں اس حدیث کا قائل ہوں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج ۲ ص ۲۲۵ نیز دیکھئے کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۲/۵۹۰ ح ۱۴۰۰)

امام ابن ابی عاصم نے کہا:

" حديث ثابت من جهة النقل ، سعيد بن جمهان روى عنه حماد بن سلمة والعوام بن حوشب و حشرج "

یہ حدیث بلحاظ نقل ثابت ہے از سعید بن جمہان (از سفینہ) اس سے حماد بن سلمہ، عوام بن حوشب اور حشرج بن نباتہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(کتاب السنۃ لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۵۴۹، ۵۵۰ ح ۱۱۸۱، ۱۱۸۵)

حافظ ابن تیمیہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا۔ (السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی ج ۱ ص ۷۴۴)

حاکم نے بھی اسے صحیح کہا۔ (المستدرک ۳/۷۱)

اس کے راوی سعید بن جمہان کو امام یحییٰ بن معین، امام نسائی، امام احمد اور حافظ ابن حبان وغیرہ نے ثقہ قرار دیا۔ ابن عدی نے کہا: میرے خیال میں اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ۴/۱۴)

حافظ ذہبی نے کہا: " صدوق وسط " (الکاشف ج ۱ ص ۲۸۲)

حافظ ابن حجر نے کہا: " صدوق له أفراد " (تقریب التہذیب:۲۲۷۹)

ان ائمہ کے مقابلے میں امام ابو حاتم الرازی نے کہا: " يكتب حديثه ولا يحتج به "

یعنی اس کی حدیث لکھی جاتی ہے مگر اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔

یہ جرح متعدد وجہ سے مردود ہے:

① یہ جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

② نصب الرایہ للزیلعی (ج۲ص۴۳۹) میں ہے:

" وقول أبي حاتم: لايحتج به غير قادح أيضًا فإنه لم يذكر السبب وقد تكررت هذه اللفظة منه في رجال كثيرين من أصحاب الصحيح الثقات الأثبات من غير بيان السبب كخالد الحذاء وغيره . والله أعلم "

امام ابو حاتم کا قول: لایحتج بہ (یہاں) غیر قادح ہے کیونکہ انھوں نے اس جرح کا کوئی سبب بیان نہیں کیا۔ انھوں نے اس کلمے کا استعمال صحیحین کے بہت سے ثقہ وثبت راویوں کے بارے میں کیا ہے۔ مثلاً خالد الحذاء وغیرہ، واللہ اعلم

اور حافظ ذہبی نے کہا:

"إذا وثق أبو حاتم رجلاً فتمسك بقوله فإنه لايوثق إلا رجلاً صحيح الحديث وإذا لين رجلاً أو قال فيه: لا يحتج به ، فتوقف حتى ترى ما قال غيره فيه فإن وثقه أحد فلا تبن علىٰ تجريح أبي حاتم فإنه متعنت في الرجال، قد قال في طائفة من رجال الصحاح: ليس بحجة ، ليس بقوي أو نحو ذلك "

جب امام ابو حاتم کسی شخص کو ثقہ قرار دیں تو اس بات کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو کیونکہ وہ صرف اس شخص کو ثقہ کہتے ہیں جو کہ صحیح الحدیث ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کسی کی تضعیف کریں یا اس کے بارے میں " لايحتج به " کہیں تو توقف کرو تا آنکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اوروں نے کیا کہا ہے؟ اور اگر کسی نے ثقہ کہا ہے تو پھر ابو حاتم کی

جرح نہ مانو کیونکہ وہ اسماء الرجال میں متشدد ہیں۔انہوں نے صحیحین کے ایک گروہ کے بارے میں لیس بحجۃ، لیس بقوی وغیرہ کہا ہے۔سیر اعلام النبلاء (ج ۳ص ۲۶۰)

لہٰذا یہ جرح مردود ہے۔

③ امام ابو حاتم پر بعض علماء نے متشدد ہونے کا الزام بھی لگا رکھا ہے لہٰذا امام احمد بن حنبل جیسے معتدل محققین کے مقابلے میں ان کا قول مردود ہے۔

امام الساجی کا قول " لا یتابع علی حدیثه "بھی مبہم وغیر مفسر ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور یہ کوئی جرح بھی نہیں ہے اور اگر جرح ہو بھی تو جمہور محدثین کی توثیق کے مقابلے میں نا قابلِ قبول ہے۔

جب کسی شخص کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس کی عدم متابعت چنداں مضر نہیں ہے۔ چونکہ سعید بن جمہان کا ثقہ ہونا بدلائل قطعیہ ثابت ہو چکا ہے لہذا اس حدیث میں اُن کا تفرد ذرہ بھی مضر نہیں ہے۔

منکرینِ حدیث کی کارستانیاں

منکرینِ حدیثِ رسول ﷺ کا اصل مقصد یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کو مکر وفریب کے ساتھ جعلی ثابت کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین کے اذہان میں دواوین اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات اور عدم اعتماد بیٹھ جائے پھر یہ مکار مداری ان سادہ لوح عوام کو صراط مستقیم سے اپنی آراء کی لاٹھی کے ساتھ دُور ہانکتے جائیں۔پھر نہ حدیث بچے اور نہ قرآن!

انھی منکرینِ حدیث میں سے ایک شخص " تمنا عمادی پھلواری" اپنی خود ساختہ کتاب "انتظار مہدی ومسیح" میں اس حدیث پر طعن و تشنیع کے تیر چلاتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس سلسلہ روایت میں حشرج بن نباتہ الکوفی کا نام آپ نے دیکھا۔یہ تقریباً تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث اور لا یحتج بہ منکر الحدیث ہے اور ان کی حدیثوں کی متابعتیں عموماً نہیں ملتیں" (ص ۵۷)

عرض ہے کہ حشرج بن نباتہ کے بارے میں امام احمد نے کہا: ثقہ، ابن معین نے کہا: صالح ، ثقة لیس به بأس ، ابوزرعہ نے کہا: لا بأس به مستقیم الحدیث ، ابن عدی نے کہا: لا بأس به ، ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا، ان کے مقابلے میں ابو حاتم نے کہا: صالح یکتب حدیثه ولا یحتج به ، الساجی نے کہا: ضعیف ، ابن حبان نے کہا: کان قلیل الحدیث منکر الروایة لا یجوز الإحتجاج بخبره إذا انفرد، نسائی نے ایک دفعہ لیس بالقوی کہہ کر جرح کی اور دوسری دفعہ لیس به بأس کہہ کر اس کی توثیق کی (ملخصاً من تہذیب التہذیب) حاکم اور ذہبی نے اس کی ایک حدیث کی تصحیح کی (مستدرک ج ۳ ص ۶۰۶) کہا جاتا ہے کہ اسے علی (غالباً ابن المدینی) نے بھی ثقہ کہا۔ (میزان الاعتدال ج ا ص ۵۵۱) حافظ ابن حجر نے کہا: "صدوق یهم" (تقریب التہذیب: ۱۳۶۳)

خلاصہ یہ کہ حشرج بن نباتہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا تمنا عمادی اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ "یہ تقریباً تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث.... ہیں"

تمنا عمادی کی کتاب میں اتنے زیادہ جھوٹ ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے ایک نئی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ مثلاً اسی کتاب (کے ص ۵۴) میں یہ شخص لکھتا ہے:

"یمن میں معمر بن راشد جو ازدیوں کے غلام آزاد کردہ تھے متوفی ۱۵۴ھ جمع حدیث میں سرگرم رہے یہ آبان بن عباس مشہور کذاب سے روایت کرتے تھے، مگر آبان کی جگہ ثابت البنانی کا نام ظاہر کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ا ص ۱۰۱)

مگر پھر محدثین ان کو پھر ثقہ ہی سمجھتے اور لکھتے ہیں"

اب نکالئے تہذیب التہذیب کا محولہ بالا صفحہ، تو اس میں لکھا ہوا ہے:

"وحكى الخليلي في الإرشاد بسند صحيح أن أحمد قال ليحيى بن معين وهو يكتب عن عبد الرزاق عن معمر عن أبان نسخة: تكتب هذه وأنت تعلم أن أبان كذاب ؟ فقال: يرحمك الله يا أباعبد الله ! أكتبها وأحفظها حتى إذاجاء كذاب يرويها عن معمر عن ثابت عن أنس

أقول له: كذبت إنما هو أبان "

اور خلیلی نے الارشاد میں صحیح سند کے ساتھ احمد سے نقل کیا کہ انھوں نے ابن معین سے اس وقت کہا جب وہ عبدالرزاق عن معمر عن ابان کا نسخہ لکھ رہے تھے۔ آپ یہ لکھ رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ ابان کذاب ہے؟ تو ابن معین نے کہا: اے ابوعبداللہ! اللہ آپ پر رحم کرے میں اسے یاد کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں تا کہ اگر (تمنا عمادی جیسا) کوئی کذاب آئے اور اسے معمر عن ثابت عن انس سے روایت کرے تو میں اسے کہہ دوں کہ تو نے جھوٹ کہا۔ معمر کی یہ روایات تو ابان کی سند کے ساتھ ہیں نہ کہ ثابت کی سند سے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۱)

اب قارئین بتائیں! کہ اس میں معمر کا کیا گناہ ہے انھوں نے جو سنا آگے بیان کر دیا۔ انھوں نے ابان کی جگہ ابان کا نام ظاہر کیا اور ثابت کی جگہ ثابت کا نام لہٰذا محدثین انھیں ثقہ نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں، مگر تمنا عمادی جیسے کذابین کی زبانیں اور قلم آزاد ہیں۔ وہ چاہیں تو دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر دیں مگر یاد رکھیں ایک دن روز جزا ضرور آنے والا ہے اور پھر چھوٹے بڑے تمام اعمال کا حساب دینا پڑے گا!

یہ تو حشرج بن نباتہ کے بارے میں صحیح موقف کی تحقیق تھی یہاں یہ بھی یاد رہے کہ وہ اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں بلکہ درج ذیل اشخاص نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

۱: عبدالوارث (ابوداود: ۴۶۴۶)

۲: العوام بن حوشب (ایضاً: ۴۶۴۷)

۳: حماد بن سلمہ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

لہٰذا حشرج پر جرح ہر لحاظ سے مردود ہے۔

اس حدیث کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" وهو حديث مشهور من رواية حماد بن سلمة و عبد الوارث بن سعيد والعوام بن حوشب وغيره عن سعيد بن جمهان ـ واعتمد عليه الإمام

أحمد وغيره في تقرير خلافة الخلفاء الراشدين الأربعة ، وثبته أحمد، واستدل به علٰى من توقف في خلافة علي :من أجل افتراق الناس عليه، حتى قال أحمد :من لم يربع بعلي في الخلافة فهو أضل من حمار أهله ، ونهى عن مناكحته ، وهو متفق عليه بين الفقهاء وعلماء السنة وأهل المعرفة والتصوف وهو مذهب العامة

وإنما يخالفهم في ذلك بعض (أهل) الأهواء من أهل الكلام ونحوهم كالرافضة الطاعنين في خلافة الثلاثة أوالخوارج الطاعنين في خلافة الصهرين المنافيين :عثمان و علي أو بعض الناصبة النافين لخلافة علي أو بعض الجهال من المتسننة الواقفين في خلافته "

اور یہ حدیث حماد بن سلمہ، عبدالوارث بن سعید اور العوام بن حوشب وغیرہ کی روایت کے ساتھ مشہور ہے انھوں نے سعید بن جمہان سے یہ روایت کی ہے.... اوراس روایت پر امام احمد وغیرہ نے چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کے سلسلے میں اعتماد کیا ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اوران لوگوں پر یہ حجت پیش کی ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں توقف کرتے ہیں کیونکہ اس وقت لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا حتی کہ (امام) احمد نے کہا: جو شخص علی کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے اور احمد نے ایسے شخص کے ساتھ (رشتہ) نکاح کرنے سے منع کیا اور یہ بات فقہاء، علمائے سنت اور (دین کی) پہچان والے اور صالحین کے درمیان متفق علیہ ہے اور یہی عوام کا مذہب ہے اور اس عقیدہ میں ان کی مخالفت بعض بدعتیوں نے کی ہے اہل کلام میں سے مثلاً روافض جو کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں طعن کرتے ہیں اور خوارج نے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں عثمان وعلی کی خلافت میں طعن کرتے ہیں یا بعض ناصبیوں نے جو

کہ علی کی خلافت میں طعن کرتے ہیں یا ان نام نہاد سنی جاہلوں نے جو کہ علی کی خلافت میں توقف کرتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۳۵ ص ۱۸، ۱۹)

اس حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح، حسن و قوی قرار دیا ہے:

① احمد بن حنبل ② الترمذی ③ ابن جریر الطبری
④ ابن ابی عاصم ⑤ ابن حبان ⑥ الحاکم ⑦ ابن تیمیہ
⑧ الذہبی ⑨ ابن حجر العسقلانی (السلسلۃ الصحیحۃ ۱/۷۴۵ ح ۴۵۹) والحمد للہ

بعض علماء نے اس حدیث کے دو شاہد بھی ذکر کئے ہیں:

۱: عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (ج ۶ ص ۳۴۲ وسندہ ضعیف، فیہ علی بن زید بن جدعان: ضعیف)

۲: عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (الواحدی فی الوسیط بحوالہ: الصحیحہ ص ۷۴۵ ج ۱ وسندہ ضعیف)

۱) فائدہ: بعض متاخرین نے دعویٰ کیا ہے کہ سفینہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث کے خلاف ہے جسے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے:

((إن هذا الأمر لا ينقضي حتى يمضي فيهم اثنا عشر خليفة.... كلهم من قريش)) یہ دین ختم نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس میں بارہ خلیفہ ہو گزریں.... (اور وہ) سارے کے سارے قریش میں سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۲۱، واصلہ فی صحیح البخاری: ۷۲۲۲، ۷۲۲۳)

حالانکہ یہ اعتراض معترض کی کم علمی کا واضح ثبوت ہے کیونکہ ان دونوں صحیح حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ حدیثِ سفینہ سے مراد خلافت راشدہ اور خلافت علی منہاج النبوۃ ہے اور حدیث جابر سے مراد مطلق خلافت ہے لہٰذا حدیث اول میں خلافت راشدہ بعد از ''ثلاثین سنۃ'' کی نفی ہے اور دوئم میں خلافت غیر راشدہ کا اثبات لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اسی تطبیق کی طرف حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۱۳ ص ۲۱۲ تحت الحدیث: ۷۲۲۳) میں اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے مجموع فتاویٰ میں اور یہی صواب ہے مزید تفصیل کے

لئے شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی کتاب السلسلۃ الصحیحۃ (۱/۴۲۱۔۷۴۹ حدیث ۴۵۹) کا مطالعہ فرمائیں انھوں نے اس موضوع پر تفصیل سے لکھا ہے۔

۲) فائدہ : حکیم فیض عالم صدیقی ناصبی اور غیر اہلِ حدیث نے اپنی کتاب ''حقیقت مذہب شیعہ'' (ص ۲۴) میں لکھا ہے:

''اس موقعہ کے لئے کسی من چلے نے حدیث سفینہ گھڑی جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کر کے دنیائے رفض کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہتھیار تھما دیا۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں خلافت تیس برس رہے گی اور پھر ملک ہو جائے گا۔''

فیض عالم صدیقی ناصبی کی اس عبارت پر تین اعتراضات ہیں:

نمبر ①: یہ حدیث کسی من چلے نے گھڑی نہیں بلکہ ثقہ وصادق راوی نے سفینہ صحابی رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے اور اس ثقہ راوی سے بہت سے ثقہ راویوں نے یہ حدیث سن کر آگے بیان کر دی لہٰذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

نمبر ②: صحیح مسلم میں کہیں بھی یہ حدیث موجود نہیں ہے لہٰذا فیض عالم صدیقی کا یہ صحیح مسلم پر بہتان ہے۔

میں کہتا ہوں: جو شخص امیر المؤمنین علی کی خلافت کو نام نہاد کہتا ہو (دیکھئے سادات بنی رقیہ ص ۴۶) اور ثقہ امام زہری پر طعن کرتا ہو (دیکھئے سادات بنی رقیہ ص ۱۱۲) اسے کب شرم آتی ہے کہ وہ صحیح مسلم پر جھوٹ نہ بولے۔ ان لوگوں کا اوڑھنا بچھونا ہی جھوٹ، مغالطہ دہی اور تاریخ کی موضوع روایات پر اندھا دھند اعتماد ہے۔

نمبر ③: میں پوچھتا ہوں کہ اس حدیث سے دنیائے رفض وکذب کے ہاتھ میں کون سا ہتھیار آ گیا ہے؟ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ تینوں خلفائے راشدین علی منهاج النبوۃ میں سے تھے۔ بتائیے وہ کون سا رافضی ہے جو ان خلفائے ثلاثہ کو خلفاء علی منهاج النبوۃ سمجھتا ہے؟! بلکہ اس حدیث سے تو عقیدہ رفض کا خاتمہ ہو جاتا ہے! والحمد للہ

تذکرہ علمائے حدیث

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط﴾

اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

(فاطر:۲۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من یرد اللّٰه به خیرًا یفقهه فی الدین .))

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

(صحیح بخاری:۷۱، صحیح مسلم:۱۰۳۷)

سیدنا الامام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کی مبارک مجلس ہے۔ جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً ابوبکر، عمر، ابوہریرہ اور انس بن مالک وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین، آپ ﷺ کے اردگرد ہالہ بنائے تشریف فرما ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے پیارے صحابہ سے دریافت کرتے ہیں: وہ کون سا درخت ہے جس کے [سارے] پتے [خزاں میں بھی] نہیں گرتے؟ مسلمان کی مثال اس درخت جیسی ہے۔

اولیاء الرحمٰن کی اس مقدس محفل میں خاموشی چھا جاتی ہے۔ صرف ایک لڑکا ایسا ہے جس کے دل میں خیال گزرتا ہے کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر وہ اپنی کم سنی اور بڑوں کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے حیا کے سبب خاموش رہتا ہے۔ بالآخر نبی ﷺ کے جانباز ساتھی آپ سے پوچھتے ہیں: آپ ہی بتا دیں کہ وہ کون سا درخت ہے؟

خاتم النبیین ﷺ کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے موتی بکھرتے ہیں: یہ کھجور کا درخت ہے۔ بعد میں یہ ہونہار لڑکا اپنے عظیم المرتبت والد کو ساری بات بتا دیتا ہے۔ اس کا مجاہد باپ فرماتا ہے: اگر تو یہ کہہ دیتا کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (صحیح بخاری: ۶۱۴۴، صحیح مسلم: ۲۸۱۱)

یہ جلیل القدر نوجوان تاریخ اسلام میں سیدنا عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے نام سے مشہور ہے اور آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"عبد الله بن عمر بن الخطاب بن نفيل........ الإمام القدوة شيخ الإسلام أبو عبدالرحمٰن القرشي العدوي المكي ثم المدني"

(سیر اعلام النبلاء ۳/۲۰۴)

حافظ ذہبی مزید لکھتے ہیں:

''مدینہ کے رہنے والے فقیہ اور علم وعمل میں نہایت بلند پایہ تھے۔ آپ نے غزوۂ خندق میں شرکت کی اور بیعت الرضوان کے موقع پر شرفِ بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ بارِ خلافت سنبھالنے کی پوری اہلیت رکھتے تھے۔ چنانچہ صفین کے موقع پر...... علی رضی اللہ عنہ اور فاتح عراق...... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسی اہم شخصیتوں کی موجودگی میں ان کا نام خلافت کے لئے پیش کیا گیا۔''

(تذکرۃ الحفاظ اردو ۱/۵۱ نمبر ۱۷ بتصرف یسیر، عربی نسخہ ۱/۳۷)

آپ بچپن میں مسلمان ہوگئے تھے۔ (تاریخ بغداد ۱/۱۷۱)

آپ نے اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوۂ احد میں آپ کم سنی کے سبب شریک نہ ہو سکے، آپ پہلی بار غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۲۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''رجل صالح'' یعنی نیک مرد کہا۔

(صحیح بخاری: ۷۰۲۹ و صحیح مسلم: ۲۴۷۸)

آپ نزولِ وحی سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔

(کتاب الثقات لابن حبان ۳/۲۱۰، ۲۰۹، اسد الغابۃ ۳/۲۳۰)

آپ دقیق النظر فقیہ اور محدث صحابی تھے۔ آپ کی فقاہت کا لوہا تمام علماء نے تسلیم کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو الاحکام لابن حزم ۵/۹۲، تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۷، اصول الشاشی ۷۵، نور الانوار ص ۱۷۸)

عبدالحئی بن العماد نے آپ کو ''السید الجلیل الفقیہ العابد الزاھد'' لکھا ہے۔

(شذرات الذہب ۱/۸۱)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''ولد بعد المبعث بیسیر، واستصغر یوم أحد وھو ابن أربع عشرۃ، وھو أحد المکثرین من الصحابۃ والعبادلۃ، وکان من أشد الناس

اتباعاً للأثر" آپ بعثت نبوی (ﷺ) کے تھوڑا عرصہ بعد پیدا ہوئے، غزوۂ اُحد کے موقع پر چودہ سال کی عمر کی وجہ سے چھوٹے سمجھے گئے (لہذا غزوۂ اُحد میں شریک نہ ہوسکے) آپ لوگوں میں، سب سے زیادہ، سنت پر عمل کرنے والے تھے۔

(تقریب التہذیب: ۳۴۹۰)

آپ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے تھے۔

صحابہ و تابعین وغیرہم نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ قریش کے نوجوانوں میں اپنے آپ کو دنیا کے بارے میں سب سے زیادہ قابو میں رکھنے والے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کی طرف دنیا جھکی نہیں اور وہ دنیا کی طرف نہیں جھکا سوائے عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے بیٹے کے۔

(المستدرک ۵۶۰/۳ وصححہ علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴۸/۱۲، وفیات الاعیان لابن خلکان ۲۹/۳)

نافع سے پوچھا گیا کہ عبداللہ بن عمر اپنے گھر میں کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا: (عام) لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

آپ ہر نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور قرآن دیکھ کر تلاوت کرتے رہتے ہیں۔

(ابن سعد ۱۷۰/۴، وسندہ صحیح)

امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے کہا:

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے برابر کسی کی رائے کو نہ سمجھیں۔ آپ رسول ﷺ کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے ہیں۔ آپ پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں سے کچھ بھی مخفی نہ رہا۔ (المستدرک ۵۵۹/۳ ح ۶۳۶۳ وسندہ حسن)

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: آپ ائمہ دین میں سے تھے۔ (المعرفۃ والتاریخ ۴۹۱/۱ وسندہ صحیح، محمد بن ابی زکیر یحیٰی بن اسماعیل الصدفی المصری کان صدوقاً کما فی تاریخ الاسلام للذہبی ۳۵۲/۱۷ توفی ۲۳۲ھ)

اور کہا: آپ نے ساٹھ سال لوگوں کو فتوے دیئے۔ (ایضاً وتہذیب التہذیب ۲۸۸/۵)

حافظ ابن عبدالبر الاندلسی لکھتے ہیں:

آپ پرہیزگار اور صاحبِ علم تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے آثار کی اتباع میں سب سے زیادہ عامل تھے۔ فتووں میں انتہائی جانچ پڑتال اور احتیاط فرماتے۔ عہدِ نبوی میں جہاد سے کبھی پیچھے نہیں رہے۔ (مفہوم: الاستیعاب ۲/۳۴۶)

آپ کی سخاوت ضرب المثل ہے۔

ایک دفعہ آپ نے کہا: "میرا جی آج مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ آپ کے گھر والوں نے مچھلی پکا کر تیار کی اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ اتنے میں ایک سائل آیا۔ آپ نے وہ مچھلی اسے دے دی۔" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۴/۱۰۸، واسنادہ صحیح)

ایک ہزار سے زیادہ غلاموں کو آپ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ (النبلاء ۳/۲۱۸، ۹، وقال: اسنادھا صحیح)

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی کو لوگوں نے برا بھلا کہا: تو ان کی خدمت صحیح کیوں نہیں کرتی؟ وہ کہنے لگی: میں کیا کروں، ان کے لیے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی بیوی نے ان مسکینوں کو جو راستے میں بیٹھے تھے بلا بھیجا اور انہیں کھانا کھلا کر کہا: آج آپ لوگ اُن کے راستے میں نہ بیٹھیں، اور دوسرے مسکینوں کے گھر پہلے ہی کھانا بھیج دیا اور کہہ دیا کہ تمھیں اگر ابن عمر بلائیں تو نہ آئیں، آپ گھر آئے اور ان کو بلا بھیجا تو وہ نہ آئے۔ آپ نے (اپنی بیوی سے) فرمایا: تمھارا کیا ارادہ ہے کہ میں آج رات کا کھانا نہ کھاؤں؟ اس کے بعد آپ نے اس رات کھانا نہ کھایا۔ (ملخصاً: ابن سعد ۴/۱۶۶، واسنادہ صحیح)

آپ عشاء کا کھانا اکیلے نہ کھاتے تھے۔ (ابن سعد ۴/۱۵۸، واسنادہ صحیح)

ایک دفعہ آپ بیمار تھے، آپ کے لئے انگور خریدے گئے۔ اتنے میں ایک سائل آیا تو آپ نے وہ انگور اسے دے دیئے۔ (ابن سعد ۴/۱۵۸ واسنادہ صحیح)

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے لئے جوارش (چورن) لے آیا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: یہ کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں پورا مہینہ سیر ہو کر نہیں

کھاتا مجھے اس (چورن) کی کیا ضرورت ہے؟ (ابن سعد ۴/۱۵۰ وسندہ صحیح)

آپ کو جو چیز زیادہ پسند ہوتی تو اس کو اللہ کی راہ میں دے دیتے۔

(ابن سعد ۴/۱۶۶، حلیۃ الاولیاء ۱/۲۹۵ واسنادہ صحیح)

آپ بال کی کھال اتارنے کے سخت خلاف تھے۔ اس لئے واقع ہونے سے پہلے فرضی مسائل کا جواب ہی نہیں دیتے تھے۔

ایسے سوالات کے بارے میں آپ فرماتے: '' لا أدری '' یعنی میں نہیں جانتا۔

(المعرفۃ والتاریخ ۱/۴۹۰ واسنادہ حسن)

ایک دفعہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا: '' لا أدری ''

کیا تمھارا یہ ارادہ ہے کہ جہنم میں ہماری پیٹھوں کا پل بنا کر کہو: ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ فتویٰ دیا تھا؟ (الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی ۲/۱۷۲، واسنادہ حسن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ پوچھا تو انھوں نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا لوگ سمجھے کہ آپ نے سوال نہیں سنا۔ کہا گیا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا آپ نے سوال نہیں سنا؟ فرمایا: جی ہاں! سنا ہے لیکن تمھارا کیا خیال ہے، کیا اللہ تعالیٰ ہم سے نہیں پوچھے گا کہ تم لوگوں کو کیا مسئلے بتاتے تھے؟ ہمیں سوال سمجھنے دو، اگر ہمارے پاس جواب ہوا تو جواب دیں گے ورنہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں ہے۔

(ابن سعد ۴/۱۶۸، وسندہ حسن)

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حجرِ اسود کو چومنے کا پوچھا۔ انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس کو ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ اس شخص نے کہا: بھلا بتائیں! اگر ہجوم ہو یا عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ انھوں نے کہا: یہ اگر مگر یمن میں جا کر رکھو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الحج باب تقبیل الحجر ۳/۴۷۳ ح ۱۶۱۱)

ایک دفعہ آپ سے وتر کا مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: وتر رات کے آخری حصے

میں ہوتا ہے۔ پوچھنے والے نے کچھ کہنا چاہا: أرایت أ رایت (یعنی اگر مگر) تو آپ نے فرمایا: اپنی اس اگر مگر کو اُس ستارے پر رکھو۔ آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: رات کی نماز دو رکعت ہے اور وتر رات کی آخری ایک رکعت ہوتی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۶۴/۱۲، واسنادہ حسن)

آپ کی اس سختی کی وجہ سے ان لوگوں کے منہ بند ہو گئے جو فرضی مسائل اور موشگافیوں میں سرگرداں تھے۔

آپ کی عظمت وجلالت اور امامت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لوگوں نے آپ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ آپ اختلاف اور فرقہ بندی کے سخت خلاف تھے۔ آپ جنگ صفین اور جنگ جمل میں غیر جانبدار رہے۔

ابو العالیہ البراء بیان کرتے ہیں کہ: میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل رہا تھا اور انھیں معلوم نہیں تھا۔ آپ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے: یہ لوگ اپنی تلواریں کندھوں پر رکھے ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ اپنا ہاتھ دو تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں۔

(ابن سعد ۱۵۱/۴، واسنادہ صحیح)

زید بن اسلم نے کہا: آپ فتنے کے زمانے میں ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور انھیں زکوٰۃ بھی ادا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۱۴۹/۴، واسنادہ صحیح)

آپ خشبیوں (مختار الثقفی کے ساتھیوں) اور خارجیوں کو بھی سلام کہتے تھے۔

(النبلاء ۲۲۸/۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۲۲/۳ واسنادہ صحیح)

آپ سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور خارجیوں وخشبیوں کے فتنے کے متعلق پوچھا گیا: کیا آپ ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں جو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جو شخص کہتا ہے آؤ نماز کی طرف تو میں قبول کر لیتا ہوں اور جو کہتا ہے آؤ فلاح کی طرف، تو میں مان لیتا ہوں۔ لیکن جو شخص کہتا ہے کہ آؤ مسلم بھائی کو قتل کریں اور اس کا مال چھین لیں تو میں نہیں مانتا۔ (ابن سعد ۱۶۹/۱، ۱۷۰، حلیۃ الاولیاء ۳۰۹/۱ واسنادہ صحیح)

آپ حجاج بن یوسف کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۱۲۱، ۱۲۲، واسنادہ حسن)

آپ جس شخص کے پاس سے گزرتے اسے سلام کہتے اور فرماتے: میں گھر سے اسی لئے نکلتا ہوں کہ کسی کو سلام کروں یا مجھے کوئی سلام کرے۔

(ابن سعد ۴/۱۵۶، واسنادہ حسن، نیز ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ۱۰/۳۸۶ ح ۱۹۴۴۲)

ایک صحابی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ اپنی بیعت کیوں نہیں کروا لیتے؟ آپ امیر المومنین کے بیٹے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ انھوں نے فرمایا: کیا اس بات پر سارے لوگوں کا اجماع ہو گیا ہے؟ اس صحابی نے کہا: جی ہاں! تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر سب کا اجماع ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے فرمایا: ایک ہجر (ایک علاقہ) میں تین حبشی بھی اس بات کے خلاف ہوئے تو مجھے خلافت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ سائل نے پوچھا: اگر آپ کو جائیداد اور مال دیا جائے تو کیا خلافت پر بیعت کے لئے تیار ہو جائیں گے؟ فرمایا: دور ہو، نکل جا یہاں سے، پھر یہاں نہ آنا، میرا دین تمہارے درہم و دینار کا محتاج نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں میں اس حالت میں دنیا سے سفر کروں کہ میرے ہاتھ صاف شفاف ہوں۔ (ابن سعد ۴/۱۶۴، وسندہ صحیح)

آپ انتہائی سادہ لباس پہنتے، مونچھیں کٹواتے اور داڑھی کو زرد رنگ وغیرہ سے رنگتے۔

آپ کا ازار نصف پنڈلی تک ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے میں آپ پیش پیش رہتے۔ آپ نے اپنی انگوٹھی پر "عبد اللہ بن عمر" لکھوا رکھا تھا۔ (ابن سعد ۴/۱۷۶ ملخصاً وسندہ صحیح)

آپ مونچھیں (قینچی سے) اتنی باریک کرتے تھے کہ کھال نظر آنے لگتی تھی۔

(ابن سعد ۴/۱۷۷، وسندہ صحیح)

عبید اللہ بن عمر بن میسرہ القواریری فرماتے ہیں کہ ایک دن سفیان بن عیینہ (مشہور محدث) ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اپنی مونچھیں اُسترے سے منڈوا رکھی تھیں۔

(تاریخ ابن ابی خیثمہ ص ۳۷۸، ۳۷۹ ح ۳۸۷ وسندہ صحیح)

دوسرے دلائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قینچی سے مونچھیں کٹوانا افضل ہے۔

ایک دفعہ ایک شامی نے آپ سے حج تمتع کا مسئلہ پوچھا۔آپ نے فرمایا: حلال ہے۔اس شخص نے کہا: آپ کے والد بزرگوار (عمر رضی اللہ عنہ) نے تو اس سے منع کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: تمھارا اس چیز کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو میرے باپ نے منع کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اجازت فرمائی ہے؟ کیا میرے والد کی بات مانی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کی؟ شامی نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بات مانی جائے گی۔

تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تمتع کیا ہے یعنی اجازت دی ہے۔

(جامع ترمذی کتاب الحج ۱/۱۶۹ ح ۸۲۴ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح)

نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) مسجد نبوی میں (صبح کے وقت) بیٹھے رہتے تھے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جاتا اور آپ (چاشت کی) نماز نہ پڑھتے۔ پھر بازار جا کر اپنی ضروریات خریدتے پھر گھر آنے سے پہلے مسجد جا کر دو رکعتیں پڑھتے پھر اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے۔ (ابن سعد ۴/۱۶۷، وسندہ صحیح)

آپ چاشت کی نماز کو بدعت کہتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۷۵، وصحیح مسلم: ۱۲۵۵)

[یعنی آپ کے نزدیک چاشت کی نماز با جماعت جائز نہیں تھی۔ واللہ اعلم]

امام نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ جا رہے تھے۔آپ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں۔ یہ بانسری ایک چرواہے کی تھی اور راستے سے ہٹ کر چلنے لگے اور کہنے لگے: اے نافع! کیا (اب بھی) آواز آ رہی ہے؟ جب میں نے کہا: نہیں آ رہی ہے تو اپنے کانوں سے انگلیاں نکال دیں اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

(صحیح ابن حبان، الموارد ح: ۲۰۱۳ مسند احمد: ۳۸۲، واسنادہ صحیح وأعلہ ابوداود: ۴۹۲۴ والصواب خلافہ)

آپ سے اگر لغزش ہو جاتی تو فوراً رجوع کر لیتے۔ایک دفعہ عبدالرحمٰن بن ابی ہریرہ نے آپ سے پوچھا: سمندر نے بہت سی مردہ مچھلیاں باہر پھینکی ہیں کیا ہم انھیں کھائیں؟

آپ نے فرمایا: نہ کھاؤ۔
جب عبدالرحمٰن چلے گئے تو آپ نے گھر آ کر قرآن پاک نکالا اور سورۂ مائدہ پڑھی۔
جب اس آیت پر پہنچے کہ ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ ﴾ تو نافع سے کہا: جاؤ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے کہو: یہ کھانا ہے اسے کھائے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تفسیر ابن جریر ۷/۴۰، واسنادہ صحیح)

یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے کہ فوراً اپنی لغزش سے رجوع کر لیا اور اس بات کا بے مثال ولازوال ثبوت چھوڑ گئے کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی شخص کا اجتہاد حجت نہیں ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی عظیم الشان امام کیوں نہ ہو۔

آپ دن میں دو دفعہ تیل لگاتے۔ (ابن سعد ۴/۱۵۷، واسنادہ صحیح)

آپ جمعہ کے دن تیل اور خوشبو لگا کر ہی مسجد کو (نماز کے لئے) جاتے تھے۔

(ابن سعد ۴/۱۵۲، وسندہ صحیح)

آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر پوری طرح کاربند تھے۔
مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی وغیرہا) کو مسجد میں جانے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔
آپ کے بیٹے نے کہا: ہم تو انھیں منع کریں گے۔ یہ سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (غضبناک ہو کر) فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تو یہ کہہ رہا ہے؟
مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے مرتے دم تک کلام نہیں کیا۔

(مسند احمد ۲/۳۶، وسندہ صحیح)

آپ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین نہیں کرتا تو آپ اس کو کنکریاں مارتے تھے۔ [حتیٰ کہ وہ رفع یدین کرنے لگتا]۔

(مسند الحمیدی بتحقیقی ح: ۶۱۵، جزء رفع الیدین للبخاری ح: ۱۵، مسائل احمد بروایۃ عبداللہ بن احمد: ۲۳۷ واسنادہ صحیح)

قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے

پاس دیکھا آپ کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (ابن سعد ۱۶۳/۱، واسنادہ حسن)
آپ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے۔

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱۰ وسندہ صحیح)

آپ حج اور عمرے میں ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹ دیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۲)
مروان بن سالم المقفع بیان کرتے ہیں:

"رأیت ابن عمر یقبض علی لحیته یقطع مازادت علی الکف"

میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا آپ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹ دیتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۲۳۵۷ وسندہ حسن، وحسنہ الدارقطنی ۱۸۲/۲ وصححہ الحاکم ۴۲۲/۱ ووافقہ الذہبی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) جب حج یا عمرے میں سر منڈاتے تو اپنی داڑھی اور مونچھوں میں سے کچھ حصہ کاٹ دیتے تھے۔ (موطأ امام مالک ۳۹۶/۱ ح ۹۱۴، وسندہ صحیح)

آپ جب رمضان میں حج کا ارادہ کرتے تو حج سے فارغ ہونے تک داڑھی اور سر کے بال نہیں کٹاتے تھے۔ (موطأ امام مالک ۳۹۶/۱ ح ۹۱۴ وسندہ صحیح)

امام مالک فرماتے ہیں: "لیس ذلك علی الناس" لوگوں پر یہ عمل ضروری نہیں ہے۔

(الموطأ ص ۳۹۶)

ابن عمر اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما دعا کرتے تو دونوں ہتھیلیاں اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

(الادب المفرد: ۶۰۹، وسندہ حسن)

نافع بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ گھاس چارے والے کمرے میں، ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا تو ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے پوچھا: کیا میں نے تجھے دو کپڑے نہیں دیئے؟ میں (نافع) نے کہا: جی ہاں! دیئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: تمھارا کیا خیال ہے اگر میں تجھے اس حالت میں مدینے کے بعض علاقے (مثلاً بازار) میں بھیج دوں تو چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا: نہیں تو انھوں نے فرمایا: پس کیا اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کے سامنے خوبصورتی اختیار کی جائے یا لوگ؟ پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ یا عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ جس کے پاس

دو کپڑے ہوں تو وہ ان میں نماز پڑھے اور جس کے پاس صرف ایک کپڑا ہو تو وہ اسے ازار بنا کر اور کندھوں پر ڈال کر نماز پڑھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۳۶ وسندہ صحیح)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے الأمــــر الأول (یعنی قرآن وحدیث) کی اتباع میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ (النبلاء ۳/ ۲۰۸)

مسند بقی بن مخلد میں آپ کی دو ہزار چھ سو میں ۲۶۳۰ حدیثیں ہیں، صرف صحیح بخاری میں ۸۱ اور صرف صحیح مسلم میں ۳۱ ہیں۔ (النبلاء ۳/ ۲۳۸)

ابوالوازع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے کہا: جب تک آپ لوگوں میں ہیں، خیریت رہے گی۔ (یعنی لوگ آپ کی برکت سے خیر وعافیت کے ساتھ رہیں گے) تو آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا: میرا خیال ہے کہ تو عراقی ہے۔ تمھیں کیا خبر کہ تمھارا بھائی کس حالت پر دروازہ بند کرتا ہے۔ (یعنی اس کی خلوت کے بارے میں تمھیں کیا علم ہے؟)

(ابن سعد ۴/ ۱۶۱ واسنادہ حسن)

یہ کسرِ نفسی اور تواضع کی اعلیٰ مثال ہے۔

ایک عراقی نے آپ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھا، جو کپڑے کو لگ جاتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی طرف دیکھو! یہ مچھر کے خون کے بارے میں پوچھ رہا ہے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (یعنی نواسے حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ حسن اور حسین میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

(سنن الترمذی ۲/ ۲۱۸ ح ۳۷۷۰ وقال: ھذا حدیث صحیح)

خالد بن سمیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حجاج (بن یوسف) الفاسق نے منبر پر خطبہ دیا تو کہا: بے شک (عبداللہ) بن الزبیر نے قرآن میں تحریف کی ہے۔ تو (عبداللہ) بن عمر بولے: تو نے جھوٹ بولا ہے، نہ وہ اس کی طاقت رکھتے تھے اور نہ تو اس (تحریف) کی طاقت رکھتا ہے۔ حجاج (غصے سے) بولا: چپ ہو جا اے بوڑھے! تو سٹھیا گیا ہے اور تیری عقل چلی گئی ہے۔ (ابن سعد ۴/ ۱۸۴، وسندہ حسن)

آپ کی مرضِ وفات میں جب حجاج بن یوسف عیادت کے لئے آیا تو آپ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور حجاج سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ وہ چلا گیا۔

(ابن سعد ۴/۱۸۶ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق ۳۴/۱۲۸، ۱۲۹)

[معلوم ہوا کہ آپ کا حجاج کے پیچھے نماز پڑھنے کا عمل منسوخ ہے۔]

آپ ولاۃ الأمور (مسلمان حکمرانوں) کے خلاف خروج کے سخت مخالف تھے۔

آپ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کی اور اس بیعت کو توڑنے سے انکار کردیا۔

(دیکھئے صحیح البخاری: ۷۱۱۱)

عبید بن جریج (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے کہا گیا: آپ چار ایسے کام کرتے ہیں جو دوسرے صحابہ نہیں کرتے۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ عبید بن جریج نے کہا: آپ (طواف میں) صرف رکن یمانی کو چھوتے ہیں۔ بغیر بالوں والے جوتے پہنتے ہیں، زرد خضاب لگاتے ہیں اور جب آپ مکہ میں ہوں تو آٹھ (۸) ذوالحجہ کو ہی حج کی لبیک کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یمانی رکنوں کو چھوتے تھے، آپ بغیر بالوں والے جوتے پہنتے تھے اور انھی میں وضو کرتے تھے اور میں اسے (آپ کی سنت کی وجہ سے) پسند کرتا ہوں۔

آپ زرد خضاب لگاتے تھے اور جب آپ کی سواری (حج کے لئے) چلتی تو لبیک کہتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۶)

اس حدیث سے کئی مسئلے معلوم ہوئے:

۱: ابن عمر رضی اللہ عنہما اتباعِ سنت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں حجتِ شرعیہ ہیں۔

۳: صحابہ کے زمانے میں کسی کام کا نہ ہونا، اگر اس کام کا ثبوت کسی دوسری دلیل سے ہو تو ترک یا منع کی دلیل نہیں ہوتا۔

۴: شاگرد کا استاد سے سوال کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ استاد کا عمل ضرور غلط ہی ہو۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لو ترکنا ھذا الباب للنساء)) اگر ہم یہ دروازہ عورتوں کے (داخلے کے) لئے چھوڑ دیں تو (بہتر ہے۔) نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر اپنی وفات تک (مسجد نبوی کے) اس دروازے سے کبھی داخل نہیں ہوئے۔

(سنن ابی داود: ۴۶۲، وسندہ صحیح)

اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" متفق علی صحتہ " اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔ (تاریخ الاسلام ۴۵۹/۵)

جس دن آپ عشاء کی باجماعت نماز سے رہ جاتے تو ساری رات قیام کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۸۷/۳۳ وسندہ حسن)

آپ کو جو چیز زیادہ پسند ہوتی تو اسے اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ مدینے کی بعض نواحی بستیوں میں تشریف لے گئے، کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دستر خوان بچھایا، دیکھا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے، اسے بلا کر فرمایا: ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ، وہ بولا: میرا روزہ ہے، آپ سخت حیران ہوئے: اتنی گرمی میں روزہ رکھتے ہو؟ وہ بولا: میں ان دنوں کو (مرنے کے بعد زندگی کے لئے) غنیمت سمجھتا ہوں، عبداللہ بن عمر نے اس کا امتحان لینے کے لئے پوچھا: ایک بکری ہمیں بیچ دو، وہ بولا: یہ بکریاں میری نہیں ہیں بلکہ مالک کی ہیں۔ آپ نے (بطور امتحان) فرمایا: مالک کو کہہ دینا کہ بھیڑیا بکری کھا گیا ہے۔ اس چرواہے نے جواب دیا: پھر اللہ کہاں ہے؟ یعنی اللہ دیکھ رہا ہے، آپ اتنے خوش ہوئے کہ اس غلام کو اس کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا اور بکریاں بھی خرید کر اس کے حوالے کر دیں۔ (تاریخ دمشق ملخصاً ۸۹/۳۳، وسندہ حسن)

زید بن اسلم کے والد اسلم بیان کرتے ہیں:

(سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر عمل کرنے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سب سے آگے تھے۔

(ابن سعد ۱۵۰/۴ وسندہ صحیح)

سعید بن مصعب فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر اپنے والد عمر (رضی اللہ عنہما) کے بہت زیادہ مشابہ

تھے۔ (ابن سعد ۴/۱۴۵ وسند صحیح)

وَبَرہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا: اگر میں حج کا احرام باندھ لوں تو بیت اللہ کا طواف کروں؟ انھوں نے فرمایا: تجھے طواف سے کس نے روکا ہے۔ اُس نے کہا فلاں آدمی اسے ناپسند کرتا ہے۔ الخ

تو ابن عمر نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ پس اللہ اور اس کے رسول کی سنت پر عمل، فلانے کی تابعداری سے زیادہ بہتر ہے اگر تو اپنی بات میں سچا ہے۔ (صحیح مسلم ح ۱۲۳۳ ملخصاً)

ایک آدمی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: " ألا تغزو " آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: کلمہ شہادت، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے اور حجِ کعبہ۔

(صحیح مسلم: ۲۲/۱۶)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ تہتر (۷۳ھ) کو فوت ہوئے۔

(تاریخ بغداد ۱/۱۷۳)

حافظ ذہبی وغیرہ کے بقول آپ کی وفات چوہتر (۷۴ھ) کو ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل کا مقام، محدثینِ کرام کی نظر میں

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین، أمابعد:

اہلِ سنت کے مشہور امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی المروزی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کے بارے میں تمام محدثین وعلمائے اُمت کا اجماع واتفاق رہا ہے کہ آپ عادل، ضابط، ثقہ اور انتہائی قابلِ اعتماد امام تھے۔

اس مختصر وجامع مضمون میں محدثین کرام اور علمائے اُمت کے اقوال باحوالہ وتحقیق پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''صحیح بخاری'' میں درج ذیل مقامات پر امام احمد رحمہ اللہ سے روایت لی ہے یا ذکر کیا ہے:

(ح ۳۷۷، ۲۱۰۸، ۴۴۷۳، ۵۱۰۵، ۵۸۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک امام احمد ثقہ وصدوق تھے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اسماء الرجال میں امام احمد کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری (۸۰، ۱۱۰، ۲۴۰، ۲۶۰، ۳۵۵) والتاریخ الکبیر (۲۹۱/۷...)

۲۔ امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''صحیح مسلم'' میں درج ذیل مقامات پر امام احمد رحمہ اللہ سے روایت لی ہے:

(۱۲۶/۴۲۰، ۲۱۵/۵۱۹، ۵۰۲/۱۱۱۷، ۵۸۱/۱۳۱۳، ۷۱۰/۱۶۴۴، ۱۲۸۴/۳۰۹۵، ۱۲۹۸/۳۱۳۹، ۱۵۵۱/۳۹۶۲،

۱۶۷۶/۴۳۷۷، ۱۷۵۶/۴۵۷۴، ۱۸۱۴/۴۶۹۶، ۱۹۳۴/۴۹۹۶، ۲۰۸۱/۵۴۴۵، ۲۰۹۴/۵۴۷۹،

۲۱۳۹/۵۶۰۴، ۲۱۴۳/۵۲۱۰، ۲۳۰۹/۶۰۱۳، ۲۳۲۱/۶۲۵۶، ۲۳۴۹/۶۳۰۹)

معلوم ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک امام احمد رحمہ اللہ ثقہ وصدوق تھے۔

۳۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی "صحیح ابن خزیمہ" میں امام احمد کی روایت لائے ہیں۔ (ج ۱ ص ۵۹ ح ۱۱۲)

٤۔ امام محمد بن حبان البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) اپنی صحیح (مطبوع: الاحسان) میں امام احمد سے درج ذیل روایتیں لائے ہیں:

(۶، ۱۲۴۱/۱۲۴۴، ۱۵۰۳/۱۵۰۵، ۱۵۰۶/۱۵۰۸، ۲۷۳۸/۲۷۴۹، ۳۰۷۳/۳۰۸۴، ۳۵۷۰/۳۵۷۸، ۳۶۵۴/۳۶۶۲، ۳۶۵۶/۳۶۶۴، ۳۶۸۵/۳۶۹۳، ۳۷۷۸/۳۷۷۶، ۳۸۳۲/۳۸۴۶، ۳۸۷۲/۳۸۸۳، ۳۸۷۴/۳۸۸۵، ۳۹۳۸/۳۹۴۹، ۴۸۰۶/۴۸۲۶، ۵۲۲۴/۵۲۳۸، ۵۴۷۹/۵۵۰۳، ۵۴۹۱/۵۵۱۵، ۵۷۲۲/۵۷۵۲، ۵۷۸۹/۵۸۱۹، ۵۸۵۵/۵۸۸۵، ۵۸۶۴/۵۸۹۴، ۶۲۱۳/۶۲۴۶، ۷۰۲۶/۷۰۶۶)

معلوم ہوا کہ امام ابن حبان نے امام احمد سے بہت سی روایتیں (بواسطہ شیوخ) لی ہیں۔

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں:

"وكان حافظًا متقنًا ورعًا فقيهًا، لازمًا للورع الخفي، مواظبًا على العبادة الدائمة، به أغاث الله جل (و) علا أمة محمد ﷺ ، وذاك أنه ثبت في المحنة وبذل نفسه لله عزوجل حتى ضرب بالسياط للقتل فعصمه الله عن الكفر وجعله علمًا يقتدى (به) وملجأ يلتهي إليه"

وہ (امام احمد بن حنبل) ثقہ حافظ، نیک (اور) فقیہ تھے۔ خفیہ پرہیزگاری اور دائی عبادت کو لازم پکڑتے تھے۔ اُن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ (صلّی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم) کی مدد فرمائی۔ یہ اس طرح کہ وہ آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر دیا اور قتل (شہادت) کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کو کوڑے مارے گئے۔ اللہ نے آپ کو کفر سے بچا لیا اور قابلِ اقتدا نشان بنایا۔ آپ ایسی پناہ تھے کہ لوگ آپ کے پاس پناہ لیتے تھے۔

(الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۱۸، ۱۹)

۵۔ امام احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا:

''(ثقة) ثبت فی الحدیث ، نزه النفس، فقیه فی الحدیث ، متبع، یتبع الآثار، صاحب سنة خیر''

آپ (امام احمد) حدیث میں (ثقہ) ثبت تھے۔ پاکیزہ نفس والے اور حدیث میں فقیہ تھے۔ آثار (احادیث) کی اتباع کرنے والے متبع، صاحبِ سنت (سُنی اور نیک تھے۔ (الثقات للعجلی: ۹، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۵ وسندہ صحیح، والزیادۃ منہ)

۶۔ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۰ھ) نے کہا:

''وھو ثقة ثبت ، صدوق کثیر الحدیث'' اور وہ ثقہ ثبت، سچے (اور) بہت حدیثیں بیان کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۵۴)

۷۔ امام ابو حاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا:

''ھو إمام ، وھو حجة'' وہ امام اور (روایتِ حدیث میں) حجت تھے۔

(الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۷۰ وھو صحیح)

امام ابو حاتم نے فرمایا:

'' کان أحمد بن حنبل بارع الفھم لمعرفة الحدیث بصحیحه وسقیمه'' احمد بن حنبل صحیح اور ضعیف احادیث کی بہت اچھی معرفت رکھتے تھے۔

(الجرح والتعدیل ۱/ ۳۰۲ وسندہ صحیح)

امام ابو حاتم نے مزید فرمایا:

''إذا رأیتم الرجل یحب أحمد بن حنبل فاعلم أنه صاحب سنة''

جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ احمد بن حنبل سے محبت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ صاحبِ سنت (سُنی) ہے۔ (الجرح والتعدیل ۱/ ۳۰۸ وسندہ صحیح)

ابو حاتم نے احمد بن حنبل کو علی بن المدینی سے زیادہ فقیہ قرار دیا۔

(الجرح والتعدیل ۱/ ۲۹۴ وسندہ صحیح)

ابوحاتم الرازی نے امام احمد کے بارے میں ایک بہترین خواب بیان کیا۔

(مناقب احمد لابن الجوزی ص ۴۳۵ وسندہ صحیح)

تنبیہ: امام احمد خوابوں کے محتاج نہیں ہیں اور (صحابہ کے بعد) خواب شرعی حجت بھی نہیں ہوتا۔

۸۔ امام ابورجاء قتیبہ بن سعید الثقفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) نے فرمایا:

''أحمد بن حنبل إمام الدنیا'' احمد بن حنبل (حدیث میں) دنیا کے امام ہیں۔

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۵، ۲/۶۹ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا: احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ دنیا کے (حدیث میں) امام ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۱۷ وسندہ صحیح)

قتیبہ نے فرمایا:

''لو أدرك أحمد بن حنبل عصر الثوري ومالك والأوزاعي والليث بن سعد لكان هو المقدَّم ، قلت لقتيبة: يضم أحمد بن حنبل إلى التابعين؟ قال: إلى كبار التابعين'' اگر احمد بن حنبل نے (سفیان) ثوری، مالک، اوزاعی اور لیث بن سعد کا زمانہ پایا ہوتا تو وہی مُقدَّم ہوتے۔

(عبداللہ بن احمد بن شبویہ نے کہا:) میں نے قتیبہ سے پوچھا: احمد بن حنبل کو تابعین کے ساتھ ملایا جاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: بڑے تابعین کے ساتھ (ملایا جاتا ہے)۔

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۳، ۲/۶۹ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ نے امام احمد کو (امام) یحییٰ بن یحییٰ اور (امام) اسحاق بن راہویہ پر ترجیح دی۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل ۱/۲۹۳، ۲/۶۹ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ بن سعید نے فرمایا:

''إذا رأیت الرجل یحب أحمد بن حنبل فاعلم أنه صاحب سنة وجماعة'' جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ احمد بن حنبل سے محبت کرتا ہے تو جان لو کہ وہ

سنت اور جماعت پر (یعنی پکا سنی) ہے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۳۰۸ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ نے فرمایا: ''لولا أحمد بن حنبل لمات الورع''

اگر احمد بن حنبل نہ ہوتے تو پرہیز گاری ختم ہو جاتی۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۶۸ وسندہ صحیح)

امام قتیبہ نے مزید فرمایا:

''اگر ثوری نہ ہوتے تو پرہیز گاری ختم ہو جاتی اور اگر احمد نہ ہوتے تو لوگ دین میں بدعات شامل کر دیتے۔'' (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۷ وسندہ صحیح)

۹۔ ابو جعفر (عبداللہ بن محمد بن علی بن نفیل) النفیلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) نے فرمایا:

''کان أحمد بن حنبل من أعلام الدین'' احمد بن حنبل دین کے سرداروں میں سے تھے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۵، ۲/۶۹ وسندہ صحیح)

۱۰۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا:

''هذا أعلم الناس بحدیث الثوري'' یہ (احمد بن حنبل) لوگوں میں (میرے استاد سفیان) ثوری کی حدیث سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۲، ۲/۶۸ وسندہ صحیح)

۱۱۔ امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) نے فرمایا:

'' انتهی العلم إلٰی أربعة، إلی أحمد بن حنبل - وهو أفقههم فیه ...''

علم کی (ہمارے زمانے میں) انتہا چار آدمیوں (احمد، ابن المدینی، ابن معین اور ابو بکر بن ابی شیبہ) پر ہو گئی ہے۔ احمد بن حنبل پر جوان سب میں بڑے فقیہ ہیں......

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۱۲۔ ابو ثور ابراہیم بن خالد الفقیہ (متوفی ۲۴۰ھ) نے کہا:

'' أحمد بن حنبل أعلم أو أفقه من الثوري'' احمد بن حنبل (سفیان) ثوری سے زیادہ فقیہ یا (زیادہ) عالم ہیں۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۳ وسندہ صحیح)

۱۳۔ امام محمد بن مسلم بن وارہ الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۰ھ) نے امام احمد کے بارے

میں فرمایا:

''کان صاحب فقه وصاحب حفظ وصاحب معرفة''

وہ فقہ، حفظ اور معرفت والے تھے۔ (الجرح والتعدیل ۲۹۴/۱ وسندہ صحیح)

۱۴۔ امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) نے فرمایا:

''ماأعلم في أصحابنا أسود الرأس أفقه من أحمد بن حنبل''

میں اپنے ساتھیوں میں، جن کے سر کے بال کالے ہیں، احمد بن حنبل سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں جانتا۔ (الجرح والتعدیل ۲۹۴/۱ وسندہ صحیح)

انھوں نے امام احمد کو امام اسحاق بن راہویہ پر ترجیح دی اور ان سے زیادہ فقیہ (افقہ) قرار دیا۔ (الجرح والتعدیل ۶۹/۲ وسندہ صحیح)

امام ابوزرعہ نے فرمایا:

''لم أزل أسمع الناس يذكرون أحمد بن حنبل ويقدمونه على يحيى بن معين وعلى أبي خيثمة''

میں لوگوں سے یہی سنتا رہا ہوں کہ وہ احمد بن حنبل کو (خیر کے ساتھ) یاد کرتے اور انھیں یحییٰ بن معین اور ابوخیثمہ (زہیر بن حرب) پر ترجیح دیتے تھے۔

(الجرح والتعدیل ۶۹/۲ وسندہ صحیح)

نیز دیکھئے مناقب احمد (ص ۳۳۷ وسندہ صحیح) اس میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ (آزمائش کے بعد) آپ کا ذکر آفاق میں (چاروں طرف) پھیل گیا۔

امام ابوزرعہ نے فرمایا:

''مارأيت أحدًا أجمع من أحمد بن حنبل ومارأيت أكمل منه، اجتمع فيه زهد وفضل وفقه وأشياء كثيرة'' میں نے احمد بن حنبل سے زیادہ (صفات کا) جامع اور مکمل کوئی نہیں دیکھا۔ ان میں زُہد، فضیلت، فقہ اور بہت سی چیزیں (خوبیاں) جمع ہوگئی تھیں۔ (الجرح والتعدیل ۲۹۴/۱ وسندہ صحیح)

۱۵۔ امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) نے فرمایا:

"لیس في أصحابنا أحفظ من أبي عبداللّٰہ أحمد بن حنبل وبلغني أنه لا یحدث إلا من کتاب ولنا فیه أسوة (حسنة)"

ہمارے ساتھیوں میں ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے بڑا حافظ کوئی نہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ صرف کتاب سے ہی روایت بیان کرتے ہیں اور ہمارے لئے ان (کے طرزِ عمل) میں بہترین نمونہ ہے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۵، ۲/۶۹ وسندہ حسن)

امام ابن المدینی نے فرمایا:

"أحمد بن حنبل سیدنا" احمد بن حنبل ہمارے سردار ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ۹/۱۶۵، ۱۷۱ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۴/۴۱۷ وسندہ صحیح، مناقب احمد ص ۱۰۵ وسندہ صحیح)

۱۶۔ عمرو بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۲ھ) نے فرمایا:

"إذا وافقني أحمد بن حنبل علی حدیث فلا أبالي من خالفني"

اگر کسی حدیث (کی روایت) میں احمد بن حنبل میری موافقت کر دیں تو (پھر) مجھے کسی مخالفت کی پروا نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۶ وسندہ حسن)

۱۷۔ ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۲ھ) نے فرمایا:

"کنت أشبه أحمد بن حنبل بأرطاة بن المنذر"

میں احمد بن حنبل کو ارطاۃ بن المنذر سے تشبیہ دیتا تھا۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۷ وسندہ صحیح)

ارطاۃ بن المنذر الحمصی: ثقہ تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۹۸)

انھوں نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ (تہذیب الکمال ۱/۴۹۷)

ذہبی نے فرمایا: "ثقة إمام" (الکاشف ۱/۵۵ ت ۲۴۷)

۱۸۔ محدث کبیر امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

"ما رأیت یزید بن هارون لأحد أشد تعظیمًا منه لأحمد بن حنبل، وکان یقعده إلی جنبه إذا حدثنا، ومرض أحمد فرکب إلیه یزید بن

هــارون وعــاده " میں نے یزید بن ہارون کو احمد بن حنبل سے زیادہ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ حدیث بیان کرتے وقت انھیں (احمد کو) اپنے پاس بٹھاتے تھے اور جب احمد بیمار ہوئے تو یزید بن ہارون سوار ہو کر اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۷ وسندہ صحیح)

امام یزید بن ہارون الواسطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) امام احمد کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ (دیکھئے الجرح والتعدیل ۱/۲۹۷ وسندہ صحیح)

آپ امام احمد کی بڑی عزت کرتے تھے۔ دیکھئے مناقب احمد (ص ۶۸ وسندہ صحیح)

۱۹۔ اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

" أراد الناس أن أكون مثل أحمد بن حنبل ، لا والله ما أكون مثل أحمد أبدًا " لوگ چاہتے ہیں کہ میں بھی احمد بن حنبل جیسا ہو جاؤں، ہرگز نہیں، واللہ میں احمد جیسا کبھی نہیں ہو سکوں گا۔ (الجرح والتعدیل ۱/۲۹۸ وسندہ صحیح)

ابو العباس محمد بن الحسین بن عبدالرحمٰن الانماطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۳ھ) فرماتے ہیں:

" كنا في مجلس فيه يحيى بن معين وأبو خيثمة زهير بن حرب وجماعة من كبار العلماء ، فجعلوا يثنون علىٰ أحمد بن حنبل ، ويذكرون من فضائله۔ فقال رجل: لاتكثروا بعض هٰذا القول ، فقال يحيى بن معين : وكثرة الثناء علىٰ أحمد بن حنبل يستكثر؟ لو جالسنا مجالسنا بالثناء عليه ماذكرنا فضائله بكما لها "

ہم ایک مجلس میں تھے جس میں یحییٰ بن معین ، ابو خیثمہ زہیر بن حرب اور بڑے علماء کی ایک جماعت موجود تھی۔ وہ احمد بن حنبل کی تعریف اور فضائل بیان کر رہے تھے تو ایک آدمی نے کہا: ایسی باتیں زیادہ نہ کریں۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا: کیا احمد بن حنبل کی زیادہ تعریف زیادتی ہے؟ اگر ہم اپنی (ساری) مجلسوں میں ان کی تعریف بیان کرتے رہیں تو بھی اُن کے مکمل فضائل بیان نہیں کر سکتے۔

(حلیۃ الاولیاء ج۹ص ۱۶۹، ۱۷۰ وسندہ صحیح ،تاریخ بغداد ۴/ ۴۲۱ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

"مارأيت مثل أحمد بن حنبل ، صحبناه خمسين سنة، ما افتخر علينا بشيئٍ مما كان فيه من الصلاح والخير"

میں نے احمد بن حنبل جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ہم نے پچاس سال اُن کی مصاحبت (دوستی) اختیار کی ہے،ان میں جو نیکی اور خیر تھی اس کا انھوں نے ہم پر کبھی فخر نہیں کیا۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۸۱ وسندہ صحیح)

۲۰۔ محدث ابوجعفر محمد بن ہارون الخرمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۵ھ) نے فرمایا:

"إذا رأيت الرجل يقع في أحمد بن حنبل فاعلم أنه مبتدع ضال"

جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو احمد بن حنبل کو بُرا کہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ شخص بدعتی گمراہ ہے۔(الجرح والتعدیل ۱/ ۳۰۹ وسندہ صحیح)

۲۱۔ محدث احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا:

" في الجنة قصر لا يدخله إلا نبي أو صديق أو محكم في نفسه"

جنت میں ایک محل ہے جس میں صرف نبی،صدیق اور "محکم فی نفسہ" (جو اپنے نفس میں ثابت قدم رہے) ہی داخل ہوں گے۔

پوچھا گیا کہ: "المحكم في نفسه" کون ہے؟

تو انھوں نے فرمایا: "أحمد بن حنبل المحكم في نفسه" احمد بن حنبل "محكم في نفسه" تھے۔ (الجرح والتعدیل ۱/ ۳۱۰ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ احمد بن یونس رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل کو اپنے خیال میں جنتی سمجھتے تھے۔

یہ بہت بڑی توثیق ہے کیونکہ جنتی ہونا اعلیٰ درجے کی توثیق ہے۔

تنبیہ: وحی کے بغیر کسی کو جنتی کہنا ظن وقیاس اور ذاتی تحقیق پر مبنی ہے لیکن اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

۲۲۔ مشہور زاہد ابو نصر بشر بن الحارث الحافی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے احمد بن حنبل کے موقف کو ''مقام الانبیاء'' (نبیوں کی طرح ثابت قدم رہنے کا مقام) قرار دے کر فرمایا:

''حفظ اللّٰہ أحمد من بین یدیه و من خلفه '' اللہ نے احمد کو آگے اور پیچھے (ہر طرف) سے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ (الجرح والتعدیل ۱/۳۱۰ وسندہ صحیح)

بشر بن الحارث نے مزید فرمایا:

''ابن حنبل أدخل الکیر فخرج ذهبه أحمر '' (احمد) بن حنبل بھٹی میں داخل کیے گئے اور سونا بن کر نکلے۔ (تاریخ دمشق ۵/۳۰۷ وسندہ حسن)

۲۳۔ محدث علی بن حجر بن ایاس السعدی المروزی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۴ھ) نے امام احمد رحمہ اللہ کی وفات پر درج ذیل اشعار پڑھ کر اپنے غم کا اظہار کیا:

'' ۱: نعی لي إبراهیم أورع عالم	سمعت به من معدم ومخول
۲: إمامًا علٰی قصد السبیل وسنة النبي	أمیـن اللّٰـــه آخـر مـرسـل
۳: صبورًا علٰی مانابه متوکلاً	علٰی ربه في ذاك حق التوکل
۴: فقلت وفاض الدمع مني بأربع علی	النحر فیضًا کالجمان المفصل
۵: سلام عدید القطر والنجم والثری	علٰی أحمد البر التقي ابن حنبل
۶: ألا فتأهب للمنا یا فإنما البقاء	قلیل بعد ذلك یا علي
۷: کأنك قد وسدت کفك عاجلاً	وغودرت منسیًا باوحش منزل
۸: مقیمًا به یسفی علٰی قبرك الثری	عواصف ریح من جنوب وشمأل ''

۱: ابراہیم نے مجھے دنیا کے متقی ترین آدمی کی وفات کی خبر سنائی، جس سے بڑھ کر خاندانی شرافت والی شخصیت کا نام ہمارے کانوں تک نہیں پہنچا۔

۲: اللہ کے آخری رسول، نبی امین کی سنت اور سیدھے راستے پر چلنے والے امام تھے۔

۳: انھیں جو مصیبتیں پہنچیں ان پر صبر کرنے والے اور اپنے رب پر توکل کا حق ادا کرنے والے متوکل تھے۔

۴: میں نے کہا اور میرے آنسو چاروں طرف سے سینے پر بہنے لگے جیسے موتیوں کی ٹوٹی ہوئی لڑیاں ہیں۔

۵: نیک اور متقی احمد بن حنبل پر ریت کے ذروں، ستاروں اور بارش کے قطروں کے برابر سلام (ہی سلام) ہو۔

۶: ہوش کرو اور موت کی تیاری کرو کیونکہ یقیناً اس کے بعد اے علی (بن حجر) بقاء (بہت) تھوڑی ہے۔

۷: گویا تُو ہتھیلی کو تکیہ بنائے سویا ہوا ہے اور جلد ہی تجھے وحشت ناک مقام میں پہنچا کر بھلا دیا گیا ہے۔

۸: تو یہاں رہے گا اور جنوب وشمال کی تیز ہوائیں تیری قبر پر مٹی (گرد) اُڑائیں گی۔

(الجرح والتعدیل ج ا ص ۳۱۳ وسندہ صحیح)

۲۴۔ محدث ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن داود بن عامر الہمدانی الخریبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) نے فرمایا: ''اوزاعی اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے اور ان کے بعد ابو اسحاق الفزاری سب سے افضل تھے۔''

تو نصر بن علی بن نصر بن علی الجہضمی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۰ھ) نے فرمایا:

''وأنا أقول: كان أحمد بن حنبل أفضل أهل زمانه''

اور میں کہتا ہوں کہ احمد بن حنبل اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۶۷ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۴/ ۴۱۷ وسندہ صحیح)

۲۵۔ امام ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر الحربی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۵ھ) نے فرمایا:

''سعيد بن المسيب في زمانه وسفيان الثوري في زمانه وأحمد بن حنبل في زمانه'' سعید بن مسیب اپنے زمانے میں (امام) تھے اور سفیان ثوری اپنے زمانے میں (امام) تھے اور احمد بن حنبل اپنے زمانے میں (امام) تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۶۷ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۴/ ۴۱۷ وسندہ صحیح)

ابراہیم الحربی نے فرمایا:

" قد رأیت رجالات الدنیا ، لم أر مثل ثلاثة، رأیت أحمد بن حنبل- وتعجز النساء أن تلد مثله " إلخ

میں نے دنیا کے مرد دیکھے ہیں مگر تین آدمیوں جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے احمد بن حنبل کو دیکھا ہے اس جیسا (بچہ) جننے سے عورتیں عاجز ہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۷ص ۲۳ وسندہ صحیح ،ابوالحسن بن دلیل ھو علی بن الحسن بن دلیل)

۲۶۔ محدث اسماعیل بن خلیل الخزاز رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۵ھ) نے فرمایا:

" لو كان أحمد بن حنبل في بني إسرائیل لكان آیة "

اگر احمد بن حنبل بنی اسرائیل میں ہوتے تو نشانی ہوتے یعنی لوگ انھیں بڑی نشانی تسلیم کر لیتے۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۴۱۸ وسندہ صحیح)

۲۷۔ امام محمد بن یحییٰ النیسابوری الذہلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۸ھ) کو جب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا:

" ینبغي لكل أهل دار ببغداد أن یقیموا علٰی أحمد بن حنبل النیاحة في دورهم " تمام بغدادیوں کو چاہئے کہ اپنے محلوں (اور گھروں) میں (امام) احمد بن حنبل کا غم کریں۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۰ وسندہ صحیح)

یہاں غم سے مراد شیعوں والا ماتم نہیں بلکہ صرف اظہارِ غم اور افسوس ہے۔

۲۸۔ امام ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی الباہلی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا:

" ما بالمصرین - یعني بالبصرة والكوفة - أحد أحب إلي من أحمد بن حنبل " إلخ مجھے بصرہ اور کوفہ میں احمد بن حنبل سے زیادہ محبوب اور کوئی نہیں ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۱ وسندہ حسن، وتاریخ دمشق ۵/ ۲۹۹ وسندہ حسن)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوالولید نے (بصرہ میں) فرمایا:

"لو أن الذي نزل بأحمد بن حنبل كان في بني إسرائيل، كان أحدوثة" "احمد بن حنبل کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اگر یہ بنی اسرائیل میں ہوتا تو بڑا موضوعِ سخن ہوتا۔

(التاریخ الصغیر/ الاوسط للبخاری ج ۲ ص ۳۴۴ وسندہ صحیح، الکامل لابن عدی ۱/ ۱۲۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۱۰)

۲۹۔ محدث کبیر ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۲ھ) اپنے شاگرد احمد بن منصور سے فرماتے ہیں:

" اقرئ الرجل الصالح أحمد بن حنبل السلام " نیک انسان احمد بن حنبل کو (میرا) سلام کہنا۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۲ وسندہ صحیح)

۳۰۔ مشہور امام اور فقیہ ابو محمد اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی المروزی عرف اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) نے فرمایا:

" لولا أحمد بن حنبل وبذل نفسه لمابذ لها له لذهب الإسلام "
اگر احمد بن حنبل نہ ہوتے اور وہ جان کی بازی نہ لگاتے تو (میرے خیال میں) اسلام ختم ہو جاتا۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۱ وسندہ حسن)

۳۱۔ محدث ابو الحسن ادریس بن عبدالکریم الحداد المقرئی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۲ھ) نے فرمایا:

" رأيت علماء نا مثل الهيثم بن خارجة، ومصعب الزبيري، ويحيى بن معين ، وأبي بكر بن أبي شيبة، وعثمان بن أبي شيبة، وعبدالأعلى بن حماد النرسي، ومحمد بن عبدالملك بن أبي الشوارب، و علي بن المديني، وعبيد الله بن عمر القواريري، وأبي خيثمة زهير بن حرب، وأبي معمر القطيعي ، ومحمد بن جعفر الوركاني، وأحمد بن محمد بن أيوب صاحب المغازي، ومحمد بن بكاربن الريان، وعمرو بن محمد الناقد ويحيى بن أيوب

المقابري العابد، وشريح بن يونس، وخلف بن هشام البزار، وأبي الربيع الزاهراني، فيمن لاأحصيهم من أهل العلم والفقه، يعظمون أحمد بن حنبل ويجلونه ويوقرونه ويبجلون ويقصدونه للسلام عليه"

میں نے اپنے علماء دیکھے ہیں جیسے ہیثم بن خارجہ، مصعب الزبیری، یحییٰ بن معین، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، عبدالاعلیٰ بن حماد النرسی، محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب، علی بن المدینی، عبیداللہ بن عمر القواریری، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، ابومعمر القطیعی، محمد بن جعفر الورکانی، احمد بن محمد بن ایوب صاحب المغازی، محمد بن بکار بن الریان، عمرو بن محمد الناقد، یحییٰ بن ایوب المقابری العابد، سریج (صح) بن یونس، خلف بن ہشام البزار، ابوالربیع الزاہرانی اور لاتعداد اہلِ علم واہلِ فقہ کو (اس پر) پایا ہے۔ وہ (سب) احمد بن حنبل کی تعظیم کرتے تھے۔ انھیں جلیل القدر سمجھتے اور عزت کرتے تھے۔ ان کا احترام کرتے اور انھیں سلام کہنے یا بھیجنے کا قصد کرتے رہتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ۹/۱۷۰ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۶ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق ۵/۳۱۲)

۳۲۔ ابوعلی الحسن بن الربیع البجلی الکوفی البورانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۰ھ) نے کہا:

" ما شبهت أحمد بن حنبل إلا بابن المبارك في سمته وهيئته "

میں ہیئت اور صورت میں احمد بن حنبل کو (امام) ابن المبارک (رحمہ اللہ) سے ہی تشبیہ دیتا تھا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵ ص ۲۹۹ وسندہ حسن)

الحسن بن ربیع رحمہ اللہ امام احمد کو یاد کر کے خوش ہوتے تھے۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل ۱/۲۹۸ وسندہ صحیح)

۳۳۔ امام ابوالفضل عباس بن عبدالعظیم بن اسماعیل العنبری البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۰ھ) نے فرمایا:

" رأيت ثلاثة ، جعلتهم حجة لي فيما بيني و بين الله تعالىٰ: أحمد

بن حنبل وزيد بن المبارك وصدقة بن الفضل" میں نے تین ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جنھیں میں نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان (روایتِ حدیث میں) حجت بنالیا ہے: احمد بن حنبل، زید بن المبارک اور صدقہ بن الفضل۔

(سوالات البرقانی، قلمی، ورقہ ۱۴ [وسندہ صحیح] بحوالہ موسوعہ اقوال الدارقطنی ج ۱ ص ۸۳، ورواہ ابن عساکر ۳۰۱/۵ عن البرقانی بہ)

۳۴۔ ایک راویِ حدیث مہنا بن یحییٰ الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ما رأيت أحدًا أجمع لكل خير من أحمد بن حنبل ، ورأيت سفيان بن عيينة ووكيعًا وعبدالرزاق وبقية بن الوليد وضمرة بن ربيعة وكثيرًا من العلماء فما رأيت مثل أحمد بن حنبل ، في علمه وفقهه وزهده وورعه " میں نے احمد بن حنبل سے زیادہ ہر خیر کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے سفیان بن عیینہ، وکیع، عبدالرزاق، بقیہ بن الولید، ضمرہ بن ربیعہ اور بہت سے علماء کو دیکھا ہے مگر علم، فقہ، زہد اور پرہیزگاری میں احمد بن حنبل جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۶۵/۹، ۷۴ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق ۳۰۵/۵ وسندہ صحیح)

تنبیہ: مہنیٰ بن یحییٰ جمہور کے نزدیک موثق راوی ہیں لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ ان پر محمد بن الحسین الازدی (بذاتِ خود ضعیف و مجروح) کی جرح مردود ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے لسان المیزان (۱۰۸/۶، ۱۰۹)

۳۵۔ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن سعید البوشنجی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) نے فرمایا:

۱: " إن ابن حنبل إن سألت - إمامنا   وبه الأئمة في الأنام تمسكوا

۲: خلف النبي محمدًا بعد الأُلي   كانوا الخلائف بعده فاستهلكوا

۳: حذ والشراك على الشراك وإنما   يحذو المثال مثاله المتمسك "

۱: اگر تُو پوچھے تو بے شک (احمد) بن حنبل ہمارے امام ہیں۔ مخلوق میں اماموں نے (حدیث وفقہ میں) انھیں امام بنایا ہے۔

۲: نبی محمد (ﷺ) کے خلفاء کی وفات کے بعد آپ (ﷺ) کے وارث (امام احمد) ہوئے۔

۳: نقشِ قدم پر چلنے والے اور ان کی سیرت و کردار کی مکمل مثالی تصویر ہیں۔

(تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۳۱ وسندہ حسن)

۳۶۔ امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفارسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) نے فرمایا:

" كتبت عن ألف شيخ ، حجتي فيما بيني وبين اللّٰه رجلان...
حجتي أحمد بن حنبل و أحمد بن صالح المصري "

میں نے ایک ہزار استادوں سے احادیث لکھی ہیں، میرے اور اللہ کے درمیان (حدیث میں) حجت دو آدمی ہیں... میرے نزدیک احمد بن حنبل اور احمد بن صالح المصری (حدیث میں) حجت ہیں۔

(تاریخ بغداد ۱۹۹/۴، ۲۰۰ وسندہ صحیح، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ۱/۱۳۱ وسندہ صحیح)

۳۷۔ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

" كان أبو عمر عيسٰى بن محمد بن النحاس الرملي من عباد المسلمين ، فدخلت يومًا عليه فقال لي : كتبت عن أحمد بن حنبل شيئاً ؟ قلت : نعم، قال : فأمل علي، فأمليت عليه ما حفظت من حديث أحمد بن حنبل "

ابو عمر عیسیٰ بن محمد بن النحاس الرملی (رحمہ اللہ، متوفی ۲۵۶ھ) عبادت گزار مسلمانوں میں سے تھے۔ میں ایک دن اُن کے پاس گیا تو انھوں نے پوچھا: کیا تم نے احمد بن حنبل سے کچھ لکھا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انھوں نے فرمایا: مجھے (بھی) لکھاؤ۔ تو میں نے احمد بن حنبل کی حدیثیں انھیں لکھوائیں جو مجھے یاد تھیں۔

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۸ وسندہ صحیح)

تنبیہ: صحیح ابو عمیر ہے۔ دیکھئے مناقب الامام احمد لابن الجوزی (ص ۱۳۲) والحمد للہ

۳۸۔ محدث کبیر ابن محدث کبیر، امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۷ھ) نے فرمایا:

"ومن العلماء الجهابذة النقاد من الطبقة الثالثة من أهل بغداد ، أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني رحمه الله"

اہلِ بغداد کے تیسرے طبقے میں، کھرے کھوٹے کو پرکھنے والے علماء میں سے ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی رحمہ اللہ تھے۔

(الجرح والتعدیل ۱/۲۹۲)

امام ابن ابی حاتم نے امام احمد کے مناقب میں ایک کتاب "مناقب احمد" لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۱۱ ص ۱۷۸)

۳۹۔ امامِ اسماء الرجال ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا:

" ما قدم عليّ مثل هذين الرجلين :أحمد بن حنبل ويحيى بن معين "

ان دو آدمیوں: احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسا کوئی آدمی میرے پاس نہیں آیا۔

(حلیۃ الاولیاء ۹/۱۶۵ وسندہ حسن)

تنبیہ: محمد بن علی السمسار سے ایک جماعت نے روایت لی ہے اور ذہبی نے کہا کہ اسے دارقطنی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۲ ص ۲۸۱)

یحییٰ القطان نے فرمایا:

"ما قدم عليّ من بغداد أحد أحبّ إليّ من أحمد بن حنبل "

میرے پاس بغداد سے احمد بن حنبل سے زیادہ کوئی محبوب شخص نہیں آیا۔

(تاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۹۵ وسندہ حسن)

۴۰۔ محدث ابوسہل الہیثم بن جمیل البغدادی الانطاکی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۳ھ) نے فرمایا:

" وأظن إن عاش هذا الفتى أحمد بن حنبل سيكون حجة على

أهل زمانه" میرا خیال ہے کہ اگر یہ نوجوان احمد بن حنبل زندہ رہا تو اپنے زمانے والوں پر (حدیث میں) حجت ہوگا۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۶۷ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جوانی میں بھی اہلِ سنت کے بڑے اماموں میں سے تھے، اسی وجہ سے اُن کے اُستاذ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

۴۱۔ جلیل القدر امام ابوخیثمہ زہیر بن حرب بن شداد النسائی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام احمد رحمہ اللہ کی تعریف کرتے اور ان کے فضائل بیان کرتے تھے۔

دیکھئے: ۱۹، ۳۱

۴۲۔ محدث الہیثم بن خارجہ البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۳۔ انساب کے ماہر ابوعبداللہ مصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت الزبیری الاسدی المدنی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے مصنف امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۵۔ محدث عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۹ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۶۔ ابو یحییٰ عبدالاعلیٰ بن حماد بن نصر الباہلی البصری النرسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۷۔ امام مسلم کے استاذ محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۴ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۸۔ ابوسعید عبیداللہ بن عمر بن میسرہ القواریری البصری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے: ۳۱

۴۹۔ ابومعمر اسماعیل بن ابراہیم بن معمر بن الحسن الہذلی القطیعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۶ھ)

امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱
ابو معمر نے امام احمد کو خوش خبری دی۔ (دیکھئے حلیۃ الاولیاء ۹/۱۹۴ وسندہ صحیح)

۵۰۔ امام احمد سے پہلے فوت ہو جانے والے امام ابو عمران محمد بن جعفر بن زیاد الورکانی الخراسانی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۸ھ) امام احمد کی تعریف وثنا بیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۱۔ جمہور کے نزدیک موثق راوی ابو جعفر احمد بن محمد بن ایوب رحمہ اللہ، صاحب المغازی (متوفی ۲۲۸ھ) امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۲۔ ابو عبداللہ محمد بن بکار بن الریان الہاشمی البغدادی الرصافی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۳۔ یحییٰ بن ایوب المقابری البغدادی العابد رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام احمد بن حنبل کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۴۔ ابو الحارث سریج (صح) بن یونس بن ابراہیم البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۵۔ قاری خلف بن ہشام بن ثعلب البزار البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۹ھ) امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۶۔ ابو الربیع سلیمان بن داود الزہرانی العتکی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام احمد کی تعریف وثنابیان فرماتے تھے۔ دیکھئے:۳۱

۵۷۔ امام ابو محمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''المنتقی'' میں امام احمد سے روایت لی ہے۔ (دیکھئے منتقی ابن الجارود: ۴۹۵، ۸۷۹)
معلوم ہوا کہ ابن الجارود رحمہ اللہ، امام احمد کو ثقہ وصدوق سمجھتے تھے۔

۵۸۔ امام ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۵ھ) نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اسماء الرجال کے ائمہ جرح وتعدیل میں امام ابن المدینی اور امام ابن معین وغیرہما

سے پہلے ذکر کیا ہے اوران کی تعریف وثنا نقل کی ہے۔

دیکھئے الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ص ۱۲۷، ۱۲۸ دوسرا نسخہ ج ۱ص ۲۱۰ تا ۲۱۲)

۵۹۔ بہت سی کتابوں کے مصنف المحدث الصدوق امام ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۷ھ) نے فرمایا:

" حدثنا أحمد بن حنبل ، إمام الدنيا " ہمیں (ساری) دنیا کے (حدیث میں) امام احمد بن حنبل نے حدیث سنائی۔

(الکامل لابن عدی ج ۱ص ۱۲۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۱ص ۲۱۱)

۶۰۔ محدثِ صدوق ابوعمرو ہلال بن العلاء بن ہلال بن عمر الباہلی الرقی رحمہ اللہ (متوفی ۲۸۰ھ) نے فرمایا:

" منّ اللّٰه على هذه الأمة بأربعة ولولا هم لهلك الناس: منّ اللّٰه عليهم بالشافعي ، حتى بيّن المجمل من المفسر، والخاص من العام والناسخ من المنسوخ، ولولاه لهلك الناس، ومن اللّٰه عليهم بأحمد بن حنبل حتى صبر في المحنة والضرب فنظر غيره إليه فصبر ، ولم يقولوا بخلق القرآن، ولولاه لهلك الناس، ومنّ اللّٰه عليهم بيحيى بن معين حتى بيّن الضعفاء من الثقات ، ولولاه لهلك الناس، ومنّ اللّٰه عليهم بأبي عبيدحتى فسّر غريب حديث رسول اللّٰه ﷺ ولولاه لهلك الناس"

اللہ نے اس اُمت پر چار آدمیوں کے ذریعے سے (بڑا) احسان فرمایا ہے، اگر یہ نہ ہوتے تو لوگ ہلاک ہوجاتے۔ اللہ نے (امام محمد بن ادریس) الشافعی کے ذریعے سے احسان فرمایا: انھوں نے مجمل اور مفسر، خاص وعام اور ناسخ ومنسوخ واضح کردیئے، اگر وہ نہ ہوتے تو لوگ ہلاک ہوجاتے۔ اور اللہ نے (مسلمانوں پر) احمد بن حنبل کے ذریعے سے احسان فرمایا۔ وہ آزمائش اور (شدید) مار میں صبر

وتحمل سے ثابت قدم رہے تو دوسرے لوگ بھی انھیں دیکھ کر ثابت قدم بن گئے اور قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ اگر وہ (احمد بن حنبل) نہ ہوتے تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔ اور اللہ نے (مسلمانوں پر) یحییٰ بن معین کے ذریعے سے احسان فرمایا۔ انھوں نے ثقہ راویوں (کی جماعت) سے ضعیف راویوں کو علیحدہ کر کے بیان کر دیا۔ اگر وہ (یحییٰ بن معین) نہ ہوتے تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔ اور اللہ نے (مسلمانوں پر) ابو عبید (القاسم بن سلام) کے ذریعے سے احسان فرمایا: انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر بیان کر دی۔ اگر وہ (ابو عبید) نہ ہوتے تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔

(الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۱۲۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۱۲)

ہلال بن العلاء رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

" شيئان لولم يكونا في الدنيا لاحتاج الناس إليهما ، محنة أحمد بن حنبل ، لولاها لصار الناس جهمية، ومحمد بن إدريس الشافعي فإنه فتح للناس الأقفال " اگر دنیا میں دو چیزیں نہ ہوتیں تو لوگ ان کے (سخت) محتاج ہوتے۔ احمد بن حنبل کی آزمائش اگر نہ ہوتی تو سارے لوگ (اہلِ سنت کا مذہب چھوڑ کر) جہمی ہو جاتے۔ اور محمد بن ادریس الشافعی، انھوں نے لوگوں کے لئے (بند) تالے کھولے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۸۱ وسندہ صحیح)

۶۱۔ ثقہ فقیہ عابد، ابو عمران موسیٰ بن حزام الترمذی البلخی رحمہ اللہ (متوفی تقریباً ۲۵۱ھ) فرماتے ہیں:

" كنت اختلف إلى أبي سليمان الجوزجاني في كتب محمد بن الحسن فاستقبلني أحمد بن حنبل عند الجسر ، فقال لي: إلى أين ؟ فقلت :إلى أبي سليمان ـ فقال :العجب منكم ، تركتم إلى النبي ﷺ ثلاثة وأقبلتم على ثلاثة، إلى أبي حنيفة، فقلت :كيف يا أبا عبدالله؟

قال: يزيد بن هارون - بواسط - يقول: حدثنا حميد عن أنس قال قال رسول الله ﷺ، وهذا يقول: حدثنا محمد بن الحسن عن يعقوب عن أبي حنيفة، قال موسٰی بن حزام: فوقع في قلبي قوله، فاكتريت زورقًا من ساعتي فانحدرت إلٰی واسط فسمعت من يزيد بن هارون"

میں محمد بن الحسن (بن فرقد الشیبانی) کی کتابوں کے بارے میں ابوسلیمان (موسیٰ بن سلیمان) الجوزجانی (صح) کے پاس جایا کرتا تھا تو (ایک دن) احمد بن حنبل نے پل کے پاس مجھے دیکھا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: ابوسلیمان کے پاس، انھوں نے فرمایا: تم پر تعجب ہے! تم نے نبی ﷺ تک تین (راویوں) کو چھوڑ دیا ہے اور تین (دوسرے لوگوں) کے پیچھے پڑے ہوئے ہو جو تمھیں ابوحنیفہ تک پہنچاتے ہیں۔ میں نے کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے فرمایا: واسط (شہر) میں یزید بن ہارون کہہ رہے ہیں: ہمیں حمید (الطّویل) نے انس (بن مالک) سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور یہ (ابوسلیمان) کہتا ہے: ہمیں محمد بن الحسن (الشیبانی) نے یعقوب (قاضی ابویوسف) سے حدیث بیان کی وہ ابوحنیفہ سے بیان کرتے ہیں۔ موسیٰ بن حزام نے کہا: میرے دل میں آپ کی بات بیٹھ گئی تو میں نے ایک کشتی کرائے پر لی اور اسی وقت یزید بن ہارون سے (حدیثیں) سننے کے لئے واسط چلا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۸۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ موسیٰ بن حزام رحمہ اللہ کے نزدیک امام احمد رحمہ اللہ کی بہت عزت اور عظیم مقام تھا۔

۶۲۔ ابوالحسن عبدالوہاب بن عبدالحکم بن نافع الوراق البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۱ھ) نے فرمایا: "وكان أعلم أهل زمانه" اور (امام احمد بن حنبل) اپنے زمانے میں سب

سے بڑے عالم تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۴ص ۴۱۸، ۴۱۹ وسندہ حسن، خطاب بن بشر: محلّہ الصدق، ورواہ ابن الجوزی فی مناقب الامام احمد ص ۱۴۲)

عبدالوہاب الوراق نے مزید فرمایا:

" أبو عبدالله أمامنا وهو من الراسخين في العلم، إذا وقعت غدًا بيني يدي الله عزوجل فسألني بمن اقتديت؟ أقول :بأحمد ، وأي شيً ذهب علىٰ أبي عبدالله من أمر الإسلام وقد بلي عشرين سنة في هٰذا الأمر"

ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) ہمارے آگے ہیں اور وہ راسخین فی العلم (پختہ کار علماء) میں سے ہیں۔ اگر میں کل اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہوا اور (اگر) اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے کس کی اقتدا (بالدلیل) کی تھی؟ تو میں کہوں گا: احمد (بن حنبل) کی۔ اسلام کی کون سی چیز ہے جو ابو عبداللہ (احمد) سے مخفی رہی ہے وہ اس دین میں بیس سال (۲۰) آزمائے گئے ہیں۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۴۲ وسندہ حسن)

تنبیہ: اس روایت میں ابن الجوزی کا استاد ابوبکر محمد بن ابی طاہر عبدالباقی البزاز، قاضی المرستان صدوق حسن الحدیث ہیں، جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔

۶۳۔ امام احمد کے استاد اور صحیحین کے ثقہ فاضل راوی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۸ھ) کے بارے میں مہنا بن یحییٰ (تقدم: ۴۴) نے فرمایا:

" رأيت يعقوب بن إبراهيم بن سعد الزهري حين أخرج أحمد بن حنبل من الحبس وهو يقبل جبهة أحمد و وجهه"

میں نے دیکھا جب احمد بن حنبل جیل سے باہر آئے تو یعقوب بن ابراہیم بن سعد الزہری ان کی پیشانی اور چہرہ چومنے لگے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۹ص ۲۰۷ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ امام احمد کو کئی بار جیل میں رکھا گیا۔ مہنا کا بیان کردہ یہ واقعہ ۲۰۸ھ سے

پہلے یا ۲۰۸ھ کا ہے۔ نیز دیکھئے مناقب الامام احمد (ص ۲۱۵ وسندہ حسن)

٦٤۔ مہنا بن یحییٰ (صدوق تقدم: ۳۴) فرماتے ہیں:

" ورأيت سليمان بن داود الهاشمي يقبل جبهة أحمد ورأسه "

میں نے دیکھا کہ (ابوایوب) سلیمان بن داود (بن داود بن علی بن عبداللہ بن عباس) الہاشمی (البغدادی الفقیہ رحمہ اللہ متوفی ۲۱۹ھ) احمد کی پیشانی اور سر چوم رہے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۷۴ وسندہ حسن)

٦٥۔ محدث کبیر احمد بن ابراہیم بن کثیر بن زید الدورقی النکری البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۶ھ) نے مکہ میں (امام احمد) ابن حنبل کو دیکھا۔ آپ کا بدن انتہائی کمزور ولاغر تھا اور تکلیف ومشقت کے اثرات آپ پر واضح تھے تو انھوں نے کہا:

" يا أبا عبدالله! لقد شققت على نفسك في خروجك إلى عبدالرزاق " اے ابوعبداللہ! آپ نے (صنعاء یمن میں) عبدالرزاق کی طرف جا کر اپنے آپ کو بہت مشقت میں مبتلا کیا ہے۔ تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ہمیں عبدالرزاق سے جو (حدیثی) فائدے ملے ہیں۔ یہ مشقت ان کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/ ۱۸۴ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ محدث الدورقی، امام احمد کا بہت خیال رکھتے تھے۔

خطیب بغدادی نے احمد بن ابراہیم۔ الدورقی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

" من سمعتموه يذكر أحمد بن حنبل بسوء فاتهموه على الإسلام "

اگر تم کسی شخص سے (امام) احمد بن حنبل کی بُرائی سنو تو اس شخص کے اسلام (مسلمان ہونے) پر تہمت لگاؤ۔

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۲۰ وسندہ حسن غریب، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۴۹۴، ۴۹۵)

معلوم ہوا کہ احمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اس شخص کو پکا مسلمان نہیں سمجھتے تھے جو امام احمد کو بُرا کہتا تھا۔ وہ ایسے شخص کو بدعتی اور گمراہ سمجھتے تھے۔

تحقیق سند: ابوعبدالرحمٰن (صح) محمد بن یوسف النیسابوری صدوق تھے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۱۱)

محمد بن حمزہ الدمشقی ثقہ تھے اور تشیع کے قائل تھے۔ (تاریخ دمشق ۵۵/ ۳۸۱)

یوسف بن القاسم القاضی ثقہ تھے۔ (تاریخ دمشق ۶۹/ ۲۳۴)

ابویعلیٰ (احمد بن علی بن المثنی) التمیمی (الموصلی) مشہور ثقہ امام اور مسند ابی یعلیٰ کے مصنف ہیں۔ والحمدللہ

۶۶۔ المستدرک اور تاریخ نیشاپور کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ الحاکم رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے امام احمد بن حنبل کو (فقهاء الإسلام) فقہاءِ اسلام میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۷، طبعہ جدیدہ ص ۲۶۰)

حاکم نے مستدرک میں امام احمد سے تین سو سے زیادہ روایتیں لی ہیں۔ امام احمد کی سند سے بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: ''هٰذا حديث صحيح بهٰذا الإسناد'' یہ حدیث اس سند کے ساتھ صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۲۳۶ ح ۷۵۸۵، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۲۶۴)

۶۷۔ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس الشافعی المطلبی المکی المصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

" خرجت من بغداد وما خلفتُ بها أفقه ولا أزهد ولا أورع (ولا أعلم) من أحمد بن حنبل"

میں بغداد سے نکلا اور اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے زیادہ عالم، نیک، زاہد اور فقیہ دوسرا کوئی نہیں چھوڑا۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۷۲ ح ۱۴۰، دوسرا نسخہ ص ۲۶۰ وسندہ حسن، وتاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۹ وتاریخ دمشق ۵/ ۲۹۸ ومناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۰۷)

تنبیہ: اس روایت کے راوی یعقوب بن عبداللہ الخوارزمی کی حدیث کو حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المستدرک (۲/ ۶۰۵ ح ۴۱۹۲) لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔

فائدہ: امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) یعقوب بن عبداللہ کی اس روایت کو ثابت سمجھتے ہیں۔ دیکھئے تاریخ دمشق (۲۹۹/۵ وسندہ حسن)

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد سے فرمایا:

"يا أبا عبدالله! أنت أعلم بالأخبار الصحاح منا ، فإذا كان خبر صحيح فاعلمني حتىٰ أذهب إليه، كوفيًا كان أو بصريًا أو شاميًا"

اے ابو عبداللہ! تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر خبر صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوفی، بصری یا شامی ہو۔

(حلیۃ الاولیاء ۱۷۰/۹ وسندہ صحیح)

۶۸۔ ابو نصر الفتح بن شخرف بن داود بن مزاحم الکسی العابد رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ) نے فرمایا: "وابن حنبل في زمانه" اور (احمد) ابن حنبل اپنے زمانے (کے بڑے علماء) میں سے تھے۔

یہ سن کر زاہد مشہور ابو عبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۳ھ) نے فرمایا:

"أحمد بن حنبل نزل به مالم ينزل بسفيان الثوري والأوزاعي"

احمد بن حنبل پر وہ مصیبتیں آئیں جو سفیان ثوری اور اوزاعی پر نہیں آئیں۔

(حلیۃ الاولیاء ۱۶۷/۹ وسندہ حسن، مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۱ وسندہ حسن)

۶۹۔ الفتح بن شخرف الزاہد العابد رحمہ اللہ نے امام احمد کو اپنے زمانے کے بڑے علماء میں شمار کیا۔ دیکھئے: ۶۸

۷۰۔ حافظ ابو یعلیٰ الخلیل بن عبداللہ بن احمد بن الخلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے امام احمد کے بارے میں فرمایا: "وكان أفقه أقرانه وأورعهم"

وہ اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ پرہیز گار تھے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ج ۲ ص ۵۹۷ ت ۳۰۲)

۷۱۔ امام ابو داود سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد الازدی السجستانی رحمہ اللہ

(متوفی ۲۷۵ھ) نے امام احمد سے کئی روایتیں لی ہیں۔

(دیکھئے سنن ابی داود: ۳۸۵، ۵۱۷، ۱۴۲۸، ۱۸۳۷، ۱۹۰۷، ۱۹۵۱، ۲۰۱۶، ۲۳۷۰، ۲۳۷۴، ۴۰۰۰)

محدث ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک عرف ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۲۸ھ) فرماتے ہیں: ''وأبو داود لایروي إلا عن ثقة عنده''

اور ابوداود (عام طور پر) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے تھے۔

(بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۲۶۶ ح ۱۲۲۷ ونصب الرایہ ج ۱ ص ۱۹۹)

معلوم ہوا کہ امام ابوداود کے نزدیک امام احمد بن حنبل ثقہ تھے۔

تنبیہ: امام ابوداود نے امام احمد سے جو مسائل سنے تھے انھیں ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ یہ کتاب (۳۲۶ صفحات میں) کافی عرصہ پہلے سے مطبوع ہے۔

۷۲۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن اسحاق بن سالم الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۴ھ) نے فرمایا:

" قولنا الذي نقول به وديانتنا التي ندين بها التمسك بكتاب ربنا عزوجل وبسنة نبينا ﷺ وما روي عن الصحابة والتابعين وأئمة الحديث ونحن بذلك معتصمون. وبما كان يقول به أبو عبدالله أحمد بن محمد بن حنبل نضر الله وجهه ورفع درجته وأجزل مثوبته قائلون ولمن خالف قوله مجانبون لأنه الإمام الفاضل والرئيس الكامل الذي أبان الله به الحق ورفع به الضلال وأوضح به المنهاج وقمع به بدع المبتدعين وزيغ الزائغين وشك الشاكين فرحمة الله عليه من إمام مقدم وخليل معظم مفخم وعلى جميع أئمة المسلمين "

ہم جس قول اور عقیدے کے قائل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور جو کچھ صحابہ، تابعین اور ائمۂ حدیث سے (صحیح

سندوں کے ساتھ) مروی ہے ہم اسے مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔ اور ہم اس کے بھی قائل ہیں جو ابوعبداللہ احمد بن حنبل فرماتے تھے۔ اللہ ان کے چہرے کو تروتازہ رکھے، ان کے درجات بلند کرے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ جو شخص ان کے (اتفاقی) اقوال کا مخالف ہے تو ہم اس سے اجتناب کرتے ہیں کیونکہ وہ امام فاضل اور رئیسِ کامل تھے۔ ان کے ذریعے سے اللہ نے حق کو واضح اور گمراہی کو دُور کیا، لوگوں کے لئے راستہ صاف کر دیا اور بدعتیوں کی بدعات، گمراہوں کی گمراہیاں اور شک پرستوں کے شکوک نیست و نابود فرما دیئے۔ اس (سب پر) مقدم امام اور عظیم الشان دوست اور تمام ائمۂ مسلمین پر اللہ کی رحمت ہو۔

(الابانۃ عن اصول الدیانۃ ص ۸ باب فی ابانۃ قول اہل الحق والسنۃ)

۷۳۔ امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے امام احمد کو اس امت کے اولیاء میں ذکر فرما کر کئی صفحات پر ان کے مناقب لکھے اور فرمایا:

" الإمام المبجل والهمام المفضل أبو عبدالله أحمد بن حنبل، لزم الإقتداء وظفر بالإهتداء.. "

قابلِ احترام امام اور فضیلتوں والے اور صاحبِ عزم و ہمت ابوعبداللہ احمد بن حنبل، انھوں نے (کتاب و سنت و اجماع اور آثارِ سلف کی) اقتداء لازم پکڑی اور ہدایت یافتہ رہے۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۶۲)

اور فرمایا: "وكان رحمه الله عالمًا زاهدًا وعاملاً عابدًا "اور (احمد) رحمہ اللہ عالم زاہد اور عامل عابد تھے۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۷۴، نیز دیکھئے حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۲۱)

۷۴۔ حافظ امیر ابونصر علی بن ہبۃ اللہ عرف ابن ماکولا رحمہ اللہ (متوفی ۴۷۵ھ) نے فرمایا:

" إمام في النقل وعلم في الزهد والورع، وكان أعلم الناس بمذاهب الصحابة والتابعين "

وہ روایات (بیان کرنے) میں امام اور زہد و پرہیز گاری میں عظیم نشان تھے۔ وہ

صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کولوگوں میں سب سے زیادہ جانتے تھے۔

(الاکمال ج ۲ ص ۵۶۳، وتاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۸۷ وسندہ صحیح اِلیٰ ابن ماکولا)

۷۵۔ حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا: " **الإمام... وجمع حفظ الحديث و الفقه و الزهد و الورع** " آپ (احمد بن حنبل) امام تھے۔ آپ نے حدیث، فقہ، زہد اور پرہیز گاری (اپنے اندر) جمع کر رکھی تھی۔ (المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ج ۱۱ ص ۲۸۶)

حافظ ابن الجوزی نے امام احمد کے فضائل پر ایک بڑی کتاب "مناقب الامام احمد بن حنبل" لکھی ہے جو (بغیر تحقیق کے ۵۴۳ صفحات میں) مطبوع ہے اور ساری کتاب باسند ہے۔

۷۶۔ امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

" **إمام المحدثين ، الناصر للدين ، و المناضل عن السنة ، و الصابر في المحنة** " آپ (احمد) محدثین کے امام، دین کی مدد کرنے والے، سنت کا دفاع کرنے والے اور سخت آزمائش میں صبر کرنے والے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۱۲ ت ۲۳۱۷)

خطیب نے امام احمد کو مشہور ثقہ محدثین میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے الکفایۃ فی علم الروایہ ص ۸۷ باب فی المحدث المشہور بالعدالۃ والثقۃ)

۷۷۔ حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے اپنی مشہور کتاب "الاحادیث المختارۃ" میں امام احمد سے بہت سی روایتیں نقل کر کے ان کی زبردست توثیق کر دی ہے۔ (مثلاً دیکھئے المختارۃ ج ۱ ص ۷۴ ح ۲.....)

اور فرمایا: " **رواه الإمام أحمد** " اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ (ج ۱ ص ۷۸ ح ۵)

۷۸۔ حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ، ابن عساکر رحمہ اللہ (متوفی ۵۷۱ھ) نے فرمایا: " **أحد الأعلام من أئمة الإسلام** " (امام احمد) اسلام کے اماموں اور مشہور

(علماء) میں سے ایک تھے۔ (تاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۸۴)

۷۹۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی الخسر وجردی الخراسانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے امام احمد کی سیرت پر ایک جلد میں ایک کتاب "مناقب احمد" لکھی ہے۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۱۶۶)

۸۰۔ ذم الکلام نامی کتاب کے مصنف ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد بن علی بن مت الانصاری الہروی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۱ھ) نے "مناقب احمد" کے نام سے ایک کتاب لکھی، دیکھئے ذم الکلام للہروی (تحقیق عبداللہ بن محمد الانصاری ۲۹۵/۳ ح ۶۸۹) و سیر اعلام النبلاء (ج ۱۱ ص ۳۴۹) و مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۱۷۷/۶)

ابو اسماعیل الہروی نے امام احمد کی مدح میں کئی اشعار لکھے ہیں۔

(دیکھئے مناقب احمد ص ۳۳۳ و سندہ صحیح)

۸۱۔ قاضی ابو الحسین محمد بن ابی یعلیٰ محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن الفراء البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۶ھ) نے امام احمد کے بارے میں "إمام في الحدیث" کی تشریح و تائید میں لکھا:

" فهذا مالا خلاف فيه ولا نزاع، حصل به الوفاق والإجماع "

اس میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہے (کہ امام احمد امام فی الحدیث ہیں) اس پر اتفاق اور اجماع ہوا ہے۔ (طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۵)

قاضی ابن ابی یعلیٰ نے "فضائل احمد" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۹۱/۱۸)

۸۲۔ قاضی ابو محمد عبداللہ بن یوسف الجرجانی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۹ھ) نے مناقب احمد پر ایک کتاب لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۱۹ ص ۱۵۹)

۸۳۔ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن مطیر الطبرانی اللخمی الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) نے امام احمد کے مناقب پر ایک کتاب "مناقب احمد" لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء

(ج ١٦ص ١٢٨)

٨٤۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن ابی عمر وعبدالوہاب بن ابی عبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ العبدی الاصبہانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۴۱ھ) نے ''مناقب احمد'' نامی ایک کتاب لکھی۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۱۱ص ۲۹۸)

٨٥۔ اسماء الرجال کے مشہور امام، حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام احمد کے بارے میں فرمایا: ''**هو الإمام حقًا وشيخ الإسلام صدقًا**''

یہ حق ہے کہ وہ امام تھے اور یہ سچ ہے کہ وہ شیخ الاسلام تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۱۷۷)

انھوں نے امام احمد کے حالات ایک جلد میں لکھے ہیں۔ دیکھئے الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستہ (۱/۲۶ ت ۷۷)

٨٦۔ شیخ الاسلام الامام القدوہ ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد القرطبی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے امام احمد سے مسائل وفوائد بیان کئے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۶، نیز دیکھئے تہذیب الکمال ج ۱ص ۲۲۹)

بقی بن مخلد صرف (اپنے نزدیک) ثقہ سے ہی روایت کرتے تھے۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۲ ترجمہ: احمد بن جواس)

٨٧۔ حافظ ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف القاضی المزی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۲ھ) نے فرمایا:

"**مناقب هذا الإمام وفضائله كثيرة جدًا، لو ذهبنا نستقصيها لطال الكتاب وفيما ذكرنا كفاية**"

اس امام کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اگر ہم انھیں جمع کرنے لگیں تو کتاب (تہذیب الکمال) لمبی ہو جائے گی۔ ہم نے جو بیان کر دیا ہے وہی کافی ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۱ص ۲۵۳)

٨٨۔ امام ابومحمد جعفر بن احمد بن الحسن بن احمد السراج البغدادی القاری الادیب رحمہ اللہ

(متوفی ۵۰۰ھ) نے امام احمد کی وفات پر ایک لمبا مرثیہ لکھا جس میں وہ فرماتے ہیں:

"مناقبه إن لم تكن عالمًا بها

اگر تجھے ان (احمد) کے فضائل ومناقب کا علم نہیں ہے

فكشف طروس القوم عنهن واسأل

تو اہلِ علم کی کتابیں کھول کر دیکھ یا اُن سے پوچھ۔

لقد عاش في الدنيا حميدًا موفقًا

دنیا میں تعریفوں کے ساتھ زندہ رہے، آپ توفیق یافتہ رہے

وصار إلى الأخرى إلى خير منزل"

اور (پھر) آخرت کے بہترین ٹھکانے کی طرف تشریف لے گئے۔

(مناقب الامام احمد ص ۴۳۲ وسندہ صحیح)

۸۹۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا:

"أحمد بن محمد بن حنبل ... أحد الأئمة، ثقة حافظ فقيه حجة"

احمد بن محمد بن حنبل ... اماموں میں سے ایک، ثقہ حافظ فقیہ (اور حدیث میں) حجت ہیں۔

(تقریب التہذیب: ۹۶)

۹۰۔ حافظ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے "الإمام أحمد بن حنبل" کا باب باندھ کر کئی صفحات پر امام احمد کے مناقب وفضائل لکھے ہیں۔ دیکھئے البدایۃ والنہایۃ (ج ۱۰ ص ۳۴۰۔ ۳۵۸)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"والإمام أحمد من أئمة أهل العلم رحمه الله وأكرم مثواه"

امام احمد علماء کے اماموں میں سے ہیں۔ اللہ ان پر رحمت کرے اور عزت واحترام والا مقام عطا فرمائے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۵۱)

۹۱۔ حدیث کے مشہور امام ابوسفیان وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی رحمہ اللہ (متوفی

۱۹۷ھ) فرماتے ہیں: ''لست أحدث عنه، نهاني أحمد بن حنبل أن أحدث عنه''
میں اس (خارجہ بن مصعب) سے حدیث بیان نہیں کرتا، احمد بن حنبل نے مجھے اس سے حدیث بیان کرنے سے منع کر دیا ہے۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۷۱ وسندہ حسن)

۹۲۔ امام ابو اسحاق ابراہیم بن شماس السمر قندی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۱ھ) نے فرمایا:

''كنت أعرف أحمد بن حنبل وهو غلام، وهو يحي الليل''
میں احمد بن حنبل کو اس کے بچپن سے جانتا ہوں وہ شب بیدار تھے۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۸۸ وسندہ حسن)

۹۳۔ حافظ ابو الحسین احمد بن جعفر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی داود بن المنادی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۳۳۶ھ) نے ''فضائل احمد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔
دیکھئے مناقب الامام احمد لابن الجوزی (ص ۳۰۲)

۹۴۔ قاری ابو مزاحم خاقانی: موسیٰ بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۵ھ) نے امام احمد کی تعریف کرتے ہوئے ایک قصیدہ لکھا جس میں وہ فرماتے ہیں:

'' لقد صار في الآفاق أحمد محنة وأمر الورى فيها فليس بمشكل
دنیا میں (امام) احمد آزمائش بن چکے ہیں اور لوگوں کا معاملہ آپ کے بارے میں مشکل نہیں ہے۔

ترى ذا الهوى لأحمد مبغضًا وتعرف ذاالتقوى بحب ابن حنبل
تو دیکھے گا کہ احمد (بن حنبل) سے (ہر) بدعتی بغض رکھتا ہے اور تجھے معلوم ہوگا کہ (احمد) ابن حنبل سے (ہر) متقی محبت کرتا ہے۔ (مناقب الامام احمد ص ۴۳۱ وسندہ صحیح)

۹۵۔ شیخ الاسلام ابو بکر احمد بن محمد بن الحجاج المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) جب جہاد کے لئے چلے تو ان کے ساتھ پچاس ہزار آدمیوں نے بھی جہاد کے لئے مصاحبت اختیار کی۔ المروزی نے رو۔تے ہوئے فرمایا:

" ليس هذا العلم لي وإنما هذا علم أحمد بن حنبل "

یہ میرا علم نہیں بلکہ یہ احمد بن حنبل کا علم ہے (جو میں نے ان سے سیکھا ہے۔)

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۵۰۶، ۵۰۷ وسندہ صحیح)

۹۶۔ شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۳ھ) نے فرمایا:

"أحد أعلام الأمة وأزهد الأئمة "

وہ (احمد) اس اُمت کے بڑے علماء اور زاہد اماموں میں سے تھے۔

(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ج اص ۱۱۲ ت ۵۱۵)

نیز فرمایا: "شيخ الإسلام وأفضل الأعلام في عصره وشيخ السنة وصاحب المنة على الأمة " آپ شیخ الاسلام، اپنے زمانے کے بڑوں میں سب سے افضل، سنت کے امام اور اس امت پر احسان کرنے والوں میں سے تھے۔

(المصعد الاحمد فی ختم مسند الامام احمد، مع تحقیق احمد شاکر ۳۵/۱)

۹۷۔ امام حجاج بن ابی یعقوب یوسف بن حجاج الشاعر الثقفی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۹ھ) نے فرمایا: میں نے ایک دن احمد کے ماتھے کو چوما اور کہا: اے ابوعبداللہ! آپ تو سفیان اور مالک کے مرتبے تک پہنچ چکے ہیں... آپ تو امانت میں ان سے بھی بڑھ گئے۔

(مناقب احمد ص ۱۳۴ وسندہ صحیح)

۹۸۔ امام ابوجعفر احمد بن سعید بن صخر الدارمی السرخسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۳ھ) نے فرمایا:

" ما رأيت أسود الرأس أحفظ لحديث رسول الله ﷺ... من أبي عبدالله أحمد بن حنبل" میں نے کسی سیاہ بالوں والے کو ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے زیادہ، رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا یاد کرنے والا نہیں دیکھا۔

(تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۱۰ وسندہ حسن)

۹۹۔ امام احمد بن حنبل کے استاذ حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۱ھ) صاحب المصنف (مصنف عبدالرزاق) نے فرمایا:

"ماقدم علينا مثل أحمد بن حنبل "ہمارے پاس احمد بن حنبل جیسا کوئی نہیں آیا۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۶۹ وسندہ حسن، نیز دیکھئے مناقب احمد ص ۷۰ وسندہ صحیح)

۱۰۰۔ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۶ھ) بیان فرماتے ہیں:

"لم يزل أبي يصلي في مرضه قائمًا، أمسكه فيركع ويسجد، وأرفعه في ركوعه وسجوده ودخل عليه مجاهد بن موسىٰ فقال: ياأبا عبدالله! قد جاء تك البشرىٰ، هذا الخلق يشهدون لك، ماتبالي لووردت على الله عزوجل الساعة، وجعل يقبل يده ويبكي، وجعل يقول: أوصني يا أبا عبدالله!، فأشار إلى لسانه ."

میرے ابا اپنی (موت والی) بیماری میں حالتِ قیام میں نماز پڑھتے رہے۔ میں آپ کو پکڑتا تھا تو آپ رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔ آپ کے رکوع اور سجدوں سے میں آپ کو اُٹھاتا تھا۔ آپ کے پاس (ابوعلی) مجاہد بن موسیٰ (بن فروخ الخوارزمی البغدادی رحمہ اللہ، متوفی ۲۴۴ھ) تشریف لائے تو فرمایا: اے ابوعبداللہ! آپ کے لئے خوش خبری ہے، یہ سارے لوگ آپ کے بارے میں (اچھی) گواہی دے رہے ہیں۔ اگر آپ اس وقت اللہ کے پاس چلے جائیں تو آپ کے لئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ (مجاہد بن موسیٰ) آپ کا ہاتھ چوم رہے تھے اور رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: اے ابوعبداللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو آپ (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) نے ان کی زبان کی طرف اشارہ کیا (کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو)۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۴۰۷ وسندہ صحیح)

قارئین کرام! راقم الحروف نے آپ کے سامنے امامِ اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کی تعریف وتوثیق کے بارے میں مکمل ایک سو (۱۰۰) محدثین اور مشہور علماء کے اقوال وروایات صحیح لذاتہ وحسن لذاتہ سندوں اور مکمل حوالوں کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ بہت سے اقوال کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ مثلاً سوار القاضی رحمہ اللہ کا آپ کی

تعریف وثنا کرنا، دیکھئے مناقب الامام احمد لابن الجوزی (ص ۴۰۷ وسندہ صحیح)
بہت سے علماء مثلاً ابن تیمیہ، ابن القیم، عینی اور سیوطی وغیرہم کے حوالے بھی طوالت کے خوف سے چھوڑ دیئے ہیں۔

جو اقوال صحیح وحسن لذاتہ سند سے ثابت نہیں تھے۔ میں نے جان بوجھ کر انھیں چھوڑ دیا ہے کیونکہ ضعیف روایات میں کوئی حجت نہیں ہوتی اور نہ ان سے استدلال کرنا صحیح ہوتا ہے۔
مثلاً حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ عبدالکریم بن احمد بن شعیب النسائی سے نقل کیا کہ میرے والد (امام نسائی رحمہ اللہ) نے فرمایا: ''**أبو عبدالله أحمد بن حنبل، الثقة المأمون، أحد الأئمة**'' (تاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۹۱)

لیکن عبدالکریم بن النسائی کی توثیق نامعلوم ہے۔ عبدالکریم کا ذکر بغیر توثیق کے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

الانساب للسمعانی (۴۸۴/۵) وتاریخ الاسلام للذہبی (۲۹۹/۲۹) [توفی سنۃ ۳۴۴ھ]

لہٰذا یہ سند عبدالکریم کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ بلیغ: امام نسائی نے امام احمد کو فقہاءِ خراسان میں ذکر کیا ہے۔

(آخر کتاب الضعفاء ص ۲۷۲، دوسرا نسخہ ص ۳۱۲)

میں نے ان راویوں کے حوالے بھی قصداً ترک کر دیئے ہیں جن سے امام احمد رحمہ اللہ کی توثیق وتعریف ثابت ہے مگر وہ راوی بذاتِ خود ضعیف تھے مثلاً:

سفیان بن وکیع بن الجراح (متوفی ۲۴۷ھ) نے کہا:

''**أحمد عندنا محنة، من عاب أحمد فهو عندنا فاسق**'' ہمارے نزدیک احمد آزمائش ہیں، جس نے احمد کو بُرا کہا تو وہ شخص ہمارے نزدیک فاسق ہے۔

(تاریخ بغداد ۴۲۰/۴ وسندہ صحیح)

یہ قول سفیان بن وکیع بن الجراح سے تو باسند صحیح ثابت ہے لیکن سفیان بن وکیع بذاتِ خود اپنے وراق کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے التاریخ الصغیر للامام البخاری (۳۵۵/۲)

وتقریب التھذیب (۲۴۵۶) وغیرہما

امام احمد کی مدح پر تمام علماء کا اجماع ہے جیسا کہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "مناقب الامام احمد" میں لکھا ہے۔ (دیکھئے ص ۱۳۷)

تنبیہ بلیغ: ابو حاتم الرازی نے امام احمد کو علمِ حدیث میں ان کے استاذ امام شافعی پر ترجیح دی ہے۔ (دیکھئے مناقب احمد ص ۵۰۰ وسندہ صحیح)

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

"ولما وقع الغرق ببغداد في سنة أربع وخمسين وخمس مائة، وغرقت كتبي، سلم لي مجلد فيه ورقتان بخط الإمام أحمد"

جب بغداد (۵۵۴ھ) میں سیلاب سے غرقابی ہوئی تو میری کتابیں بھی پانی میں ڈوب گئیں سوائے اس کتاب کے جس میں دو ورقے امام احمد کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔ (مناقب احمد ص ۲۹۷)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو ورقوں کو پانی میں غرق ہونے سے بچالیا۔

واللّٰہ علیٰ کل شيءٍ قدیر.

فہرست اسمائے محدثین

اس مضمون میں جن محدثینِ کرام اور علمائے عظام سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی توثیق وتعریف نقل کی گئی ہے، ان کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہیں:

تنبیہ: اس مضمون میں اشعار کے ترجمے میں اُستاذِ محترم حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

امام احمد کا زُہد

۱۔ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۶ھ) فرماتے ہیں:

"كان أبي ربما أخذ القدوم وخرج إلى السكان يعمل الشيء بيده، وربما خرج إلى البقال فيشتري الجرزة الحطب والشيء فيحمله بيده"

میرے ابا بعض اوقات تیشہ لے کر، اپنے ہاتھ سے کام کرنے کے لئے آبادی تشریف لے جاتے۔ اور وہ بعض اوقات دکاندار سے لکڑیوں کا گٹھا اور کوئی چیز خرید کر خود اُٹھا کر (گھر) لاتے تھے۔ (مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۲۷۴ وسندہ صحیح)

۲۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں سرحدوں کی طرف (جہاد کے دوران میں لکڑیاں جمع کرنے کے لئے) پیدل چل

کر جاتا تھا پھر ہم (لکڑیاں) اکٹھی کرتے تھے۔ میں نے (بعض) لوگوں کو دیکھا کہ وہ لوگوں کے کھیت (فصل) خراب کر رہے ہیں۔ کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے کھیت (فصل) میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو۔

(مناقب الامام احمد ص ۲۲۵ وسندہ صحیح)

۳۔ صالح بن احمد بن حنبل نے فرمایا:

''میں نے دیکھا کہ بعض اوقات میرے ابا (روٹی کا خشک) ٹکڑا (زمین سے) اُٹھاتے، پھر اس سے غبار صاف کرتے، پھر اسے پیالے میں رکھ دیتے، پھر اس پر پانی ڈال کر اسے بھگوتے پھر اسے نمک کے ساتھ کھا لیتے۔ میں نے آپ کو کبھی انار، سفرجل (ناشپاتی نما پھل) اور دوسرے پھل خریدتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے اس کے کہ وہ ہندوانہ (تربوز) خرید کر اسے روٹی، انگور یا کھجور کے ساتھ کھاتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے آپ کو کوئی (ایسی) چیز خریدتے ہوئے نہیں دیکھا....''

(مناقب احمد ص ۲۵۱ وسندہ صحیح)

۴۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) فرماتے ہیں:

''میرے ابا صرف مسجد، نمازِ جنازہ اور مریض کی بیمار پرسی میں ہی نظر آتے تھے۔ آپ بازاروں میں چلنا پھرنا پسند نہیں کرتے تھے۔'' (مناقب الامام احمد ص ۲۷۹، ۲۸۰ وسندہ صحیح)

۵۔ عبداللہ بن احمد سے دوسری روایت میں آیا ہے:

میرے ابا، لوگوں میں سب سے زیادہ تنہائی پر صبر کرنے والے تھے۔ وہ صرف مسجد، جنازہ اور مریض کی بیمار پرسی میں ہی نظر آتے۔ وہ بازاروں میں چلنا ناپسند کرتے تھے۔ (مناقب احمد ص ۲۸۰ وسندہ صحیح)

۶۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں:

''جب میرے ابا بڑی عمر کے اور بوڑھے ہو گئے تو قراءتِ قرآن اور ظہر و عصر کے درمیان کثرتِ نوافل میں (اور زیادہ) مصروف ہو گئے۔ میں جب اُن کے پاس

جاتا تو نماز سے رُکتے، کبھی بات کرتے اور کبھی خاموش رہتے۔ یہ دیکھ کر جب میں باہر جاتا تو دوبارہ نماز شروع کر دیتے تھے۔ میں دیکھتا کہ وہ کثرت سے خفیہ طور پر قراءتِ قرآن میں لگے رہتے تھے۔'' (مناقب الامام احمد ص ۲۸۸ وسندہ صحیح)

۷۔ ابوبکر المروذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں تقریباً چار مہینے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) کے ساتھ معسکر (جہادی چھاؤنی) میں رہا ہوں۔ آپ رات کا قیام اور دن کی قراءت کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ آپ ختمِ قرآن کب کرتے تھے مجھے اس کا پتا نہیں چلتا تھا کیونکہ آپ اسے خفیہ رکھتے تھے۔'' (مناقب احمد ص ۱۹۸ وسندہ صحیح)

۸۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میرے ابا روزانہ دن رات میں تین سو (۳۰۰) نوافل پڑھتے تھے۔ جب کوڑے لگنے کے بعد بیمار ہو کر کمزور ہو گئے تو روزانہ دن رات میں ایک سو پچاس رکعتیں پڑھتے۔ آپ اسّی (سال کی عمر) کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ روزانہ قرآنِ مجید کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے، ہر ساتویں دن تکمیلِ قرآن کرتے۔ ہر ہفتے آپ کا ایک ختم مکمل ہو جاتا تھا۔ آپ عشاء کی نماز کے بعد تھوڑا سا سوتے پھر صبح تک نماز اور دعا میں مصروف رہتے۔'' (مناقب احمد ص ۲۸۶ وسندہ صحیح)

آپ بچپن سے ہی شب بیدار تھے۔ دیکھئے کلماتِ توثیق: ۹۲

۹۔ آپ بہت ہی تھوڑا کھانا کھاتے تھے جیسا کہ (آپ کے شاگرد) ابوبکر المروذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ دیکھئے مناقب احمد (ص ۳۷۳ وسندہ صحیح)

۱۰۔ امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(عباسی خلیفہ) متوکل نے آپ (احمد بن حنبل) کو بلایا۔ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو اس (متوکل) نے حکم دیا کہ محل خالی کر کے آپ (احمد) کے لئے بچھونے (قالین) بچھا دیئے جائیں۔ روزانہ اس کے دسترخوان پر طرح طرح کی چیزیں ہوتی تھیں۔ اُس نے مطالبہ کیا

کہ میرے بچوں (شہزادوں) کو حدیث سنائیں لیکن امام احمد نے انکار کر دیا۔ آپ اس کے قالینوں پر نہیں بیٹھے اور نہ اس کے دستر خوان کی طرف (کبھی) نظر اُٹھا کر دیکھا۔ آپ روزے سے رہتے تھے۔ جب افطاری کا وقت آتا تو اپنے (شاگرد) ساتھی کو کہتے کہ میرے لئے لوبیے کا شوربا خرید کر لے آ۔ آپ اس سے روزہ افطار کرتے تھے۔ کئی دنوں تک آپ اسی حال میں رہے۔ اہلِ سنت میں سے علی بن الجہم [نامی ایک شخص] (امام) احمد کے بارے میں اچھی رائے رکھتا تھا۔ اس نے امیر المومنین (متوکل) سے کہا: یہ زاہد آدمی ہیں، انھیں (ان چیزوں کا) کوئی فائدہ نہیں ہے۔ امیر المومنین (متوکل) نے آپ کو واپس جانے کی اجازت دے دی تو احمد (بن حنبل) اپنے گھر لوٹ آئے۔'' (مناقب الامام احمد ص ۴۷۳ وسندہ صحیح)

۱۱۔ امام احمد رحمہ اللہ دنیا کے فتنوں سے بہت پریشان رہتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''میں (کوڑوں کی سزا والے دنوں میں) موت کی تمنا کرتا تھا اور (اب) یہ معاملہ اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ دین کا فتنہ تھا۔ میں مار اور قید برداشت کر لیتا تھا (لیکن اب) یہ دنیا کا فتنہ ہے۔'' (مناقب احمد ص ۴۷۷ وسندہ صحیح)

۱۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

" لما حملت إلى الدار مكثت يومين لم أطعم ، فلما ضربت جاؤني بسويق فلم أشرب و أتممت صومي"

جب مجھے (جیل والے) گھر لے جایا گیا تو دو دن میں نے کچھ نہیں کھایا۔ پھر جب مجھے کوڑے مارے گئے تو وہ میرے پاس ستو کا شربت لائے لیکن میں نے نہیں پیا اور اپنا روزہ مکمل کیا۔ (مناقب الامام احمد ص ۴۳۵ وسندہ صحیح)

۱۳۔ صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''ایک شخص جو کوڑوں وغیرہ کی مار کا علاج کرتا تھا، اس نے میرے والد (احمد بن حنبل) کو دیکھا تو کہا: میں نے وہ آدمی بھی دیکھا ہے جسے ہزار کوڑے لگائے گئے تھے مگر میں نے ایسی مار نہیں دیکھی۔ پشت اور سینے پر مار کے نشانات تھے۔ پھر اس

نے سلائی لے کر بعض زخموں میں داخل کی اور کہا کہ یہ سلائی زخم کے منہ تک نہیں پہنچی۔ وہ آکر آپ کا علاج کرتا تھا۔ آپ (امام احمد) کے چہرے پر بھی کئی ضربیں لگی تھیں۔ جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ منہ کے بل (زمین پر) پڑے رہے۔ پھر فرمایا: یہ ایک چیز (زخم کی پھٹی ہوئی کھال) ہے جسے میں کاٹنا چاہتا ہوں۔ وہ طبیب چمٹے سے کھال پکڑتا اور چھری سے کاٹتا تھا۔ آپ (امام احمد) اس پر صابر وشاکر تھے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کر رہے تھے۔ پھر اللہ نے آپ کو شفا دی مگر کئی مقامات پر زخموں کا درد باقی رہا، آپ کی پشت پر وفات تک کوڑوں کی ضرب کا اثر باقی رہا۔ رحمہ اللہ آپ فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے اپنی پوری کوشش کر لی، میں چاہتا ہوں کہ میں عذاب سے بچ جاؤں اور میرا معاملہ برابر سرابر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔" (مناقب احمد ص ۳۴۶، ۳۴۷ وسندہ صحیح)

ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"امام احمد کو کوڑے لگنے کے تقریباً تین سال بعد میں آپ کے پاس گیا اور پوچھا: کیا ضربوں کے اثرات زائل ہو گئے ہیں؟ تو انھوں نے بایاں ہاتھ نکال کر بتایا کہ یہ شل ہو چکا ہے اور اس کا درد ابھی تک محسوس ہو رہا ہے۔" (مناقب احمد ص ۳۴۷ وسندہ صحیح)

تنبیہ: امام اہلِ سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خلقِ قرآن کے مسئلے پر ظالموں نے کوڑے لگائے تھے جن کا مذہبی سردار احمد بن ابی دواد نامی ایک شیطان تھا۔

امام احمد اور تمام اہلِ سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ جبکہ ابن ابی دواد معتزلی یہ کہتا پھرتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ (معاذ اللہ)

اس خبیث معتزلی نے بے وقوف حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر جہمی بنا لیا تھا۔

۱۴۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا تھا جنھوں نے بادشاہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے انھیں کوڑے لگائے تھے۔ (دیکھئے مناقب الامام احمد ص ۳۴۴ وسندہ صحیح)

۱۵۔ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(امام) احمد ہمارے پاس تقریباً دو سال رہے۔ میں نے انھیں دینار (یعنی بہت زیادہ دولت) دینے کی کوشش کی مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

''أنا بخیر'' میں خیریت سے ہوں۔ (مناقب احمد ص ۲۲۶ وسندہ حسن)

۱۶۔ امام احمد اپنے جیل کے ساتھی محمد بن نوح (رحمہ اللہ) کا ذکرِ خیر کرتے تھے جس نے آپ کو قید کی حالت میں نصیحتیں کی تھیں کہ ثابت قدم رہیں، آپ میرے جیسے نہیں ہیں۔ تمام لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ۲۱۸ھ میں محمد بن نوح رحمہ اللہ فوت ہو گئے تو امام احمد نے جیل میں ہی ان کا جنازہ پڑھا۔

(دیکھئے مناقب احمد ص ۳۱۵، ۳۱۶ وسندہ صحیح، و تاریخ بغداد ۳/ ۳۲۳ وسندہ صحیح)

۱۷۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر (عباسیوں کے مقرر کردہ ایک حکمران) نے امام احمد سے ملاقات کی کوشش کی مگر آپ نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ (دیکھئے مناقب احمد ص ۳۷۹ وسندہ صحیح)
آپ حکمرانوں اور دولت سے بہت دور بھاگتے تھے۔ رحمہ اللہ

سیرت احمد

۱۔ امام احمد اپنے سر اور داڑھی کو تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں بھی مہندی لگاتے تھے۔
دیکھئے حلیۃ الاولیاء (ج ۹ ص ۱۶۲ وسندہ صحیح) ومناقب احمد (ص ۲۰۸ وسندہ صحیح)

۲۔ نوح بن حبیب رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں:

''میں نے ۱۹۸ (ہجری) میں دیکھا (امام) ابو عبداللہ احمد بن حنبل (رحمہ اللہ) مسجد خیف (منیٰ، مکہ) میں، ایک ستون سے ٹیک لگائے اصحاب الحدیث کو فقہ اور حدیث کا درس دے رہے تھے۔ آپ حج کے مسائل میں فتویٰ بھی دیتے تھے۔''

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۶۴ وسندہ صحیح)

۳۔ صالح بن احمد بیان کرتے ہیں:

''میرے ابا کی ایک ٹوپی تھی جسے انھوں نے اپنے ہاتھ سے سیا تھا، اس (ٹوپی) میں رُوئی تھی۔ جب آپ رات کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اسے پہن لیتے

تھے۔آپ کثرت سے سورۂ کہف کی تلاوت فرماتے تھے۔'' (مناقب احمد ص ۲۸۷ وسندہ صحیح)

۴۔ امام احمد ہر جمعے کو تلاوتِ قرآن مکمل کرتے تھے۔اس کے بعد آپ دعا کرتے اور آپ کے بچے وغیرہ آمین کہتے تھے۔(دیکھئے مناقب احمد ص ۳۶۹ وسندہ صحیح)

وفات حسرت آیات

۱۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''فما سمع أبي يئن في مرضه ذلك إلى أن توفي رحمه الله'' میرے ابا کی بیماری میں اُن کی وفات تک کسی نے بھی کراہنے اور آہ بھرنے کی آواز نہیں سُنی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۸۳ وسندہ صحیح، مناقب الامام احمد ص ۴۰۸)

۲۔ ابوالنضر اسماعیل بن عبداللہ بن میمون بن عبدالحمید العجلی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۰ھ) فرماتے ہیں: میں ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) کے پاس آپ کے آخری زمانے میں ملاقات کے لئے آیا۔آپ باہر نکل کر دہلیز پر بیٹھ گئے تو میں نے پوچھا: اے ابوعبداللہ! آپ بعض فقہی مسائل میں توقف کرتے تھے، کیا اب آپ نے ان میں کوئی موقف اختیار کرلیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ''اے ابوالنضر یہ (دنیا سے) روانگی کا وقت ہے، یہ عمل کا زمانہ ہے۔'' آپ اس قسم کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ ہم اُٹھ کھڑے ہوئے۔

(مناقب الامام احمد ص ۲۸۸ وسندہ حسن)

۳۔ ابوبکر المروذی فرماتے ہیں:

''ابوعبداللہ (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) ۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ بدھ کی رات کو بیمار ہوئے اور نو (۹) دن بیمار رہے۔'' (مناقب احمد ص ۴۰۴ وسندہ صحیح)

عیادت کرنے والے لوگ گروہ در گروہ آکر آپ کو سلام کرتے تو آپ ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتے تھے۔ابن طاہر (حاکم) اور قاضیوں نے عیادت کی اجازت مانگی مگر امام احمد نے انھیں اجازت نہیں دی۔آپ نے اپنی آخری بیماری میں چھوٹے معصوم بچوں کو بُلا کر پیار سے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا۔آپ بیٹھ کر اور لیٹ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حالت میں بھی رکوع سے پہلے رفع یدین کرتے تھے۔

(مروذی فرماتے ہیں:) جمعرات کے دن میں نے آپ کو وضو کرایا تو آپ نے فرمایا کہ (میری) انگلیوں کا خلال کرو۔ جمعہ کے دن آپ لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے اور اپنا چہرہ مبارک قبلہ کی طرف پھیر رکھا تھا۔ دوپہر سے پہلے آپ کی روح جسم سے نکل گئی اور لوگوں نے (گلی کوچوں میں) رونا شروع کر دیا گویا کہ ساری دنیا تباہ ہوگئی ہے۔

(مناقب احمد ص ۴۰۶ وسندہ صحیح)

۴۔ صالح بن احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"جعل أبي يحرك لسانه إلى أن توفي "میرے ابا (وفات کے وقت) اپنی زبان ہلاتے رہے حتیٰ کہ فوت ہوگئے [یعنی (کلمۂ طیبہ) کا ذکر کر رہے تھے۔]

(مناقب احمد ص ۴۰۹ وسندہ صحیح)

۵۔ ابوالحسن علی بن عبید اللہ بن نصر بن عبید اللہ بن سہل بن الزاغونی البغدادی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۷ھ) فرماتے ہیں:

" كشف قبر إمامنا أحمد بن حنبل حين دفن الشريف أبو جعفر إلى جانبه، وجثته لم تتغير وكفنه صحيح لم يبل "

جب شریف ابوجعفر کو (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کی قبر کے پاس دفن کیا گیا تو ہمارے امام احمد بن حنبل کی قبر کھل گئی۔ آپ کا جسم تبدیل نہیں ہوا تھا (صحیح و سالم تھا) اور کفن بھی خراب نہیں ہوا تھا۔ (مناقب الامام احمد ص ۴۸۳ وسندہ صحیح)

۶۔ محمد بن مہران الجمال، ابوجعفر الرازی رحمہ اللہ، ثقہ حافظ (متوفی ۲۳۹ھ) نے امام احمد کی وفات پر آپ کے بارے میں ایک بہترین خواب دیکھا تھا جسے یہاں ذکر کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ (دیکھئے مناقب الامام احمد ص ۴۳۵ وسندہ صحیح)

۷۔ امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ نے ۲۲۸ھ میں امام احمد کے بارے میں ایک بشارت والا خواب دیکھا تھا۔ (دیکھئے مناقب احمد ص ۴۶۹ وسندہ صحیح)

اس خواب اور دوسرے خوابوں کے یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی خاص فائدہ ہے۔ دین کا دارومدار خوابوں پر نہیں بلکہ دلائل پر ہے۔ والحمدللہ

امام احمد کی کتابیں

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جو کتابیں لکھی یا لکھوائی ہیں ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مسند الامام احمد (چھ جلدوں میں کافی عرصے سے مطبوع و معروف ہے۔ اب حال ہی میں تحقیق و تخریج کے ساتھ پچاس جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔)

۲۔ کتاب فضائل الصحابہ (دو جلدوں میں الشیخ الصالح الامام وصی اللہ بن محمد عباس الہندی المدنی المکی حفظہ اللہ کی تحقیق سے مطبوع ہے)

۳۔ کتاب الزہد (ایک جلد میں مطبوع ہے)

۴۔ کتاب الاشربہ (ایک جلد میں مطبوع ہے)

۵۔ احکام النساء (ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو چھپا ہوا ہے)

۶۔ کتاب الایمان (؟)

۷۔ کتاب النوادر (؟)

بعض الناس نے بغیر کسی دلیل کے ''کتاب فضائل الصحابہ'' کو امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد کی طرف منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم

۸۔ کتاب العلل و معرفۃ الرجال (دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ شیخ وصی اللہ المکی کی تحقیق سے بھی چھپ چکی ہے۔)

تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بعض کتابیں اور رسالے منسوب ہیں جو کہ تحقیقی میدان میں قطعاً ثابت نہیں ہیں مثلاً: ''کتاب الصلوٰۃ'' موضوع ہے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۳۰، کتب حذّر منها العلماء ۲/ ۲۹۸) ''رسالة المسيئ في صلاته'' باطل ہے۔

(دیکھئے النبلاء ۱۱/ ۲۸۷)

''الرد على الجهمية'' موضوع ہے۔(النبلاء ۲۸۶/۱۱)''رسالة الاصطخري'' ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے النبلاء (۲۸۶/۱۱/ وطبقات الحنابلہ بتعلیقی ۲۴/۱۔۳۶)
مسدد کے نام، امام احمد کا خط بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے طبقات الحنابلہ ۳۴۱/۱۔۳۴۵)

مسند امام احمد کے متعلق شبہات کا ازالہ

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

امام اہلِ سنت شیخ الاسلام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کی کتاب ''المسند'' مسندِ امام احمد محدثینِ کرام کے مابین ہمیشہ مشہور و معروف رہی ہے۔ اس مسند کی خصوصیتوں پر حافظ ابوموسیٰ المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۱ھ) نے ''خصائص المسند'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جو مسند احمد (تحقیق احمد محمد شاکر ج ۱ ص ۲۰ تا ۲۷) کے ساتھ مطبوع و معروف ہے۔ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمہ اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی کہتے ہیں:

" الإمام العلّامة، الحافظ الكبير، الثقة، شيخ المحدثين ..."

(سیر اعلام النبلاء ۱۵۲/۲۱)

چونکہ چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں بعض منکرینِ حدیث نے مسند الامام احمد کے بارے میں خود ساختہ شکوک و شبہات تراشنے کی کوشش کی ہے لہٰذا اس مختصر و جامع مضمون میں مسند احمد کا تحقیقی ثبوت اسماء الرجال، کتبِ حدیث اور نا قابلِ تردید دلائل سے پیشِ خدمت ہے:

مسند احمد کا ثبوت بیرونی دلائل سے

۱۔ امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) فرماتے ہیں:

" سألت أبي عن عبدالعزيز بن أبان ، قال: لم أخرج عنه في المسند شيئاً "
میں نے اپنے ابا (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے عبدالعزیز بن ابان (ایک متروک راوی) کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے اس سے ''المسند''

میں کوئی روایت درج نہیں کی۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۲۵۷ فقرہ: ۱۸۵۸ دوسرا نسخہ: ۵۳۲۶، کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱۶/۳ وسندہ صحیح، الکامل لابن عدی ۱۹۲۶/۵، دوسرا نسخہ ۵۰۳/۶، تاریخ بغداد ۴۳۵/۱۰)

۲۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں:

" وضرب أبي على حديث كثير بن عبدالله بن عمرو بن عوف ولم يحدثنا بها في المسند" اور میرے ابا (احمد بن حنبل) نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف (ایک سخت ضعیف راوی) کی (بیان کردہ) حدیثوں کو کاٹ دیا اور ہمیں یہ حدیثیں "المسند" میں نہ سنائیں۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲۱۱/۲ فقرہ: ۱۴۹۵)

۳۔ حنبل بن اسحاق بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۳ھ) نے کہا:

" جَمَعَنا أحمد بن حنبل :أنا وصالح وعبدالله وقرأ علينا المسند وما سمعه منه غيرنا " ہمیں احمد بن حنبل نے جمع کیا: مجھے، صالح (بن احمد بن حنبل) اور عبداللہ (بن احمد) کو اور ہمیں "المسند" سنائی، آپ سے ہمارے سوا کسی نے یہ مسند نہیں سُنی۔

(مناقب الامام احمد لابن الجوزی ص ۱۹۱ وسندہ حسن، خصائص المسند لابی موسیٰ المدینی ص ۲۱)

۴۔ ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری (متوفی ۴۰۵ھ) نے کہا:

" هذا الحديث في المسند لأبي عبدالله أحمد بن حنبل هكذا "

یہ حدیث ابوعبداللہ احمد بن حنبل کی مسند میں اسی طرح ہے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۵۷ ح ۴۷۴۵)

۵۔ ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان العکبری الحنفی (متوفی ۴۵۶ھ) نے کہا:

" وله كتاب غريب الحديث، صنفه على مسند أحمد بن حنبل"

اور اس (ابوعمر محمد بن عبدالواحد النحوی الزاہد متوفی ۳۴۵ھ) نے مسند

احمد بن حنبل (کی لغوی شرح) پر "غریب الحدیث" کتاب لکھی۔

(تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۵۸، ۳۵۹ ت ۸۶۵ وسندہ صحیح)

۶۔ محدث کبیر شیخ الاسلام ابوموسیٰ المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۵۸۱ھ) نے مسند احمد کی خصوصیتوں پر رسالہ "خصائص المسند" لکھا اور کہا:

"وھذا الکتاب أصل کبیر ومرجع وثیق لأصحاب الحدیث"

اور یہ کتاب اصحاب الحدیث کا قابلِ اعتماد مرجع اور اصلِ کبیر ہے۔

(خصائص المسند ص ۲۱)

۷۔ ابوالحسن محمد بن احمد بن علی بن محمد بن جعفر بن ہارون عرف ابن ابی الشیخ فرماتے ہیں:

"وسمعت من ابن مالك القطیعي جمیع مسند أحمد بن حنبل"

اور میں نے (احمد بن جعفر) ابن مالک القطیعی سے ساری مسند احمد بن حنبل سنی ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۴۴ ت ۲۲۵ وسندہ صحیح)

۸۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابن المذہب کے بارے میں کہا:

"وکان یروي عن ابن مالك القطیعي مسند أحمد بن حنبل بأسرہ"

وہ ابن مالک القطیعی سے پوری مسند احمد بن حنبل روایت کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد ۷/ ۳۹۰ ت ۳۹۲۷)

۹۔ ابویعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے کہا:

"سمع ببغداد مسند أحمد بن حنبل من القطیعي"

اس نے بغداد میں قطیعی سے مسند احمد بن حنبل سنی۔

(الارشاد فی معرفۃ علوم الحدیث ۲/ ۶۴۰)

۱۰۔ الضیاء المقدسی رحمہ اللہ (متوفی ۶۴۳ھ) نے ایک روایت کے بارے میں کہا:

"ولم أر ھذا الحدیث في مسند أحمد"

اور میں نے یہ حدیث مسند احمد میں نہیں دیکھی۔ (الاحادیث المختارہ ۸/ ۳۸۲ ح ۴۷۲)

۱۱۔ ابن نقطہ البغدادی (متوفی ۶۲۹ھ) نے کہا:

"سمعت منه مسند أحمد و كان شيخًا صالحًا"

میں نے اس سے مسند احمد سنی اور وہ نیک شیخ تھے۔ (التقیید ص ۲۶۶ ت ۶۲۷)

۱۲۔ یاقوت بن عبداللہ الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی کے بارے میں کہا: "وبطريقه يروى مسند أحمد بن حنبل"

اور اس کی سند سے مسند احمد بن حنبل مروی ہے۔

(معجم البلدان ۴/۳۷۷، نیز دیکھئے معجم البلدان ج ۲ ص ۸۱)

اسی طرح ابن الجوزی، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم اور حافظ ابن حجر وغیرہم نے مسند احمد کو امام احمد بن حنبل سے بطورِ جزم منسوب کیا ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الذب الأحمد عن مسند الإمام أحمد" میں بیس (۲۰) سے زیادہ علماء کے اقوال باحوالہ پیش کئے ہیں جو مسند احمد کو امام احمد کی تصنیف مانتے ہیں۔

یہ چند بیرونی و ناقابلِ تردید دلائل ہیں کہ مسند احمد امام احمد کی واقعی تصنیف ہے اور یہ عظیم کتاب متقدمین و متاخرین میں مشہور و متداول رہی ہے۔ حاکم نیشاپوری نے اپنی مشہور کتاب "المستدرک" میں امام احمد سے تین سو سے زیادہ روایات لی ہیں۔ مثلاً دیکھئے المستدرک (۱/۳۰ ح ۴۴۷) والمسند (۵/۲۷۷)

مسند احمد کی سند کی تحقیق

مسند احمد کی سند درج ذیل ہے:

" أخبرنا الشيخ أبو القاسم هبة الله بن محمد بن عبدالواحد بن أحمد بن الحصين الشيباني قراءة عليه وأنا أسمع فأقربه، قال: أخبرنا أبو علي الحسن بن علي بن محمد التميمي الواعظ ويعرف

بابن المذهب قراء ة عليه من أصل كتابه، قال: أخبرنا أبو بكر أحمد ابن جعفر بن حمدان بن مالك القطيعي قراء ة عليه قال: حدثنا أبو عبدالرحمٰن عبدالله بن أحمد بن محمد بن حنبل قال: حدثني أبي أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد من كتابه قال...... "

(ج ۱ ص ۲ قبل ح: ۱)

مسند احمد کے نچلے راوی سے لے کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تک سند صحیح و حسن لذاتہ ہے۔

مسند احمد کے راویوں کا مختصر تذکرہ علی الترتیب درج ذیل ہے:

① مسند احمد کے پہلے راوی: عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۰ھ) ہیں۔

ابن ابی حاتم الرازی نے کہا: "وكان صدوقًا ثقة" اور وہ ثقہ صدوق تھے۔

(الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۷)

خطیب بغدادی نے کہا: "وكان ثقة ثبتًا فهمًا" (تاریخ بغداد ۹/۳۷۵)

ابن الجوزی نے کہا: "وكان حافظًا ثقة ثبتًا" (المنتظم ۱۳/۱۷)

حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة" (تقریب التہذیب: ۳۲۰۵)

حافظ ذہبی نے کہا: "كان صينًا دينًا صادقًا صاحبَ حديثٍ واتباع وبصر بالرجال" (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۲۴)

حافظ ابن کثیر نے کہا: "كان إمامًا حافظًا ثبتًا" (البدایہ والنہایہ ۱۱/۱۰۳)

ابن الجزری نے کہا: "الثقة الشهير ابن الإمام الكبير"

(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/۴۰۸)

حافظ ذہبی نے کہا: (ابو الحسین احمد بن جعفر) ابن المنادی نے اپنی تاریخ میں کہا:

"لم يكن أحد روى في الدنيا عن أبيه منه عن أبيه، لأنه سمع منه المسند وهو ثلاثون ألفًا...... وما زلنا نرى أكابر شيوخنا يشهدون له بمعرفة الرجال وعلل الحديث والأسماء والمواظبة على الطلب ..."

(تاریخ الاسلام ۲۱/۱۹۹ واللفظ لہ، سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۲۱ وعنده: " أروى " وهو الصواب)

ابن العماد نے کہا: "وكان ثبتاً فهمًا ثقة" (شذرات الذہب ۲/۲۰۳)

حاکم نیشاپوری نے عبداللہ بن احمد کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں کہا:

"هذا حديث صحيح بهذا الإسناد"

(المستدرک ۴/۲۳۶ ح ۷۵۸۵، دوسرا نسخہ ۴/۲۶۴)

② مسند احمد کا دوسرا راوی: ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی (متوفی ۳۶۸ھ) ہے۔

ابو بکر البرقانی نے طویل کلام کے بعد بالآخر کہا: "وإلا فهو ثقة" ورنہ وہ ثقہ ہے۔

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۷۴ ت ۱۶۹۷ وسندہ صحیح)

اور کہا: "حتى ثبت عندي أنه صدوق لايشك في سماعه"

حتیٰ کہ میرے نزدیک ثابت ہوگیا کہ وہ سچا ہے، اس کے (احادیث) سننے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (ایضاً ص ۷۴ وسندہ صحیح)

ابن الجوزی نے کہا: "وكان كثير الحديث ثقة" (المنتظم ۱۴/۲۶۱)

حاکم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔ (المستدرک ۴/۲۳۶)

اور اس شخص پر انکار کیا جو احمد بن جعفر پر جرح کرتا تھا۔ حاکم اُس (احمد بن جعفر) کے حال کو اچھا سمجھتے تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۷۴ وسندہ صحیح)

ابن الجزری نے کہا: "ثقة مشهور مسند" (غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱/۴۳ ت ۱۷۹)

ذہبی نے کہا: "الشيخ العالم المحدّث" (سیر اعلام النبلاء ۱۶/۲۱۰)

اور کہا: "وكان شيخًا صالحًا" (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۸)

اور کہا: "صح...... صدوق في نفسه مقبول ، تغيّر قليلًا"

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۸۷)

فائدہ: حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں جس راوی کے ساتھ " صح " کی علامت لکھیں

تو وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۲/۱۰۹، ۷/۱۶۷) اور البدر المنیر لابن الملقن (۱/۶۰۸)

ابن کثیر نے کہا: ''وكان ثقة كثير الحديث'' (البدایہ والنہایہ ۱۱/۳۱۲)

الضیاء المقدسی نے المختارہ میں احمد بن جعفر القطیعی سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

مثلاً دیکھئے (۱/۸۳ ح ۸)

ابونعیم الاصبہانی نے ''المستخرج علیٰ صحیح مسلم'' میں احمد بن جعفر سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

مثلاً دیکھئے (۱/۷۵ ح ۵۰۲)

اس زبردست توثیق کے مقابلے میں اب جرح اور اس پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

خطیب نے کہا:

''حدثت عن أبي الحسن بن الفرات قال: كان ابن مالك القطيعي مستوراً صاحب سنة كثير السماع [سمع] من عبدالله بن أحمد وغيره إلا أنه خلط في آخر عمره وكف بعده وخرف حتٰى كان لايعرف شيئاً مما يقرأ عليه'' (تاریخ بغداد ۴/۷۴)

اس قول میں خطیب کا استاد نامعلوم ومجہول ہے۔ ابوالحسن محمد بن العباس بن احمد بن محمد بن الفرات البغدادی رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں فوت ہوئے جبکہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: ابو الفتح محمد بن احمد بن محمد بن فارس بن ابی الفوارس البغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۱۲ھ) نے کہا:

''أبو بكر بن مالك كان مستوراً صاحب سنة، ولم يكن في الحديث بذاك، له في بعض المسند أصول فيها نظر ذكر أنه كتبها بعد الغرق''

ابوبکر بن مالک مستور صاحبِ سنت تھا اور وہ حدیث میں قوی نہیں تھا۔ اس کے

مسند احمد کے بعض اصول میں نظر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے انھیں غرق (سیلاب) کے بعد لکھا تھا۔ (تاریخ بغداد ۴/۷۳)

حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب اور اصولِ حدیث کے علاوہ متاخرین کی اصطلاح میں ثقہ اور نیک آدمی کو مستور بھی کہتے ہیں۔ یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے۔

اول: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

دوم: اس کا تعلق اختلاط سے ہے اور اختلاط کا جواب آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

۲: خطیب بغدادی نے کہا:

''اور وہ بہت حدیثیں بیان کرنے والا تھا۔ اس نے عبداللہ بن احمد سے مسند، کتاب الزہد، التاریخ اور المسائل وغیرہ بیان کیے۔ اس کی بعض کتابیں ڈوب گئی تھیں تو اس نے وہ نسخے لے کر نقل کر لئے جن میں اس کا سماع نہیں تھا، اس وجہ سے لوگوں نے اس پر کلام کیا لیکن ہم نے یہی دیکھا ہے کہ کوئی بھی اس سے روایت اور حجت پکڑنے میں نہیں رکا۔ متقدمین میں سے دارقطنی اور ابن شاہین نے اس سے روایت کی ہے۔'' (تاریخ بغداد ۴/۷۳)

یہ جرح بھی دو وجہ سے مردود ہے:

اول: جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

دوم: اس کا تعلق اختلاط سے ہے۔

۳: ابن اللبان الفرضی (ثقہ امام) نے احمد بن جعفر کے بارے میں کہا:

''لا تذهبوا إليه فإنه قد ضعف واختل''

ان کے پاس (حدیث سننے کے لئے) نہ جاؤ کیونکہ وہ کمزور ہو چکے ہیں اور اختلاط کا شکار ہو گئے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۷۴)

اس جرح کا تعلق اختلاط سے ہے۔

حافظ ابن الجوزی، حافظ ذہبی اور علامہ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی وغیرہم نے جارحین

کی جرح کو رد کر کے جمہور کی توثیق کو ہی ترجیح دی ہے۔ مثلاً دیکھئے التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل (۱/۱۰۱۔۱۰۳ ات ۱۲)

ابن الصلاح الشہر زوری نے جب احمد بن جعفر پر اختلاط کی جرح کی تو حافظ ابوالفضل بن الحسین العراقی نے بتایا: دارقطنی، ابن شاہین، حاکم، برقانی، ابونعیم اصبہانی اور ابوعلی بن المذہب نے احمد بن جعفر کی حالتِ صحت میں اس سے حدیثیں سنی ہیں۔

دیکھئے التقیید والایضاح (ص ۴۶۵)

حافظ ابن حجر نے کہا:

"كان سماع أبي علي بن المذهب منه لمسند الإمام أحمد قبل إختلاطه، أفاده شيخنا الحافظ أبو الفضل بن الحسين"

ابوعلی بن المذہب کا اس سے مسند احمد کا سماع اس کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔ یہ بات ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل بن الحسین (العراقی) نے بتائی ہے۔

(لسان المیزان ۱/۱۴۵، ۱۴۶)

معلوم ہوا کہ مسند احمد کی سند میں اختلاط کا اعتراض مردود ہے۔

۳۔ مسند احمد کا تیسرا راوی ابوعلی الحسن بن علی بن محمد التمیمی عرف ابن المذہب (متوفی ۴۴۴ھ) ہے۔

الضیاء المقدسی نے المختارہ میں ابن المذہب سے روایت درج کر کے اپنے نزدیک اس کی توثیق کردی۔ مثلاً دیکھئے (ج ا ص ۸۳ ح ۸) یعنی وہ الضیاء المقدسی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

ابن الجوزی نے کہا: "ولا يعرف فيه إلا الخير و الدين" اس میں صرف خیر اور دین ہی معروف ہے۔ (المنتظم ۱۵/۳۳۷)

ابن کثیر نے کہا: "و كان دينا خيرًا" وہ دیندار نیک آدمی تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۲/۶۸)

ذہبی نے کہا: "الإمام العالم، مسند العراق" (سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۴۰)

حافظ ذہبی نے ابن المذہب کے ساتھ "صــح" کی علامت لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ

اُن کے نزدیک ثقہ ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۵۱۱/۱)

ہبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد الشیبانی نے کہا: ''أخبر نا الشیخ المحدّث العالم''

(المصعد الاحمد لشمس الدین ابن الجزری ص ۲۹)

اس کے مقابلے میں خطیب بغدادی، ابو طاہر السّلفی اور شجاع الذہلی نے ابن المذہب پر جرح کی ہے۔ خطیب کی جرح ان کی اپنی توثیق سے معارض ہے۔ خطیب نے ابن المذہب سے ایک روایت بیان کرنے کے بعد کہا:

''ورجال إسناده كلهم ثقات'' اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۶ ح ۷۳۸)

معلوم ہوا کہ خطیب نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہے لہٰذا ان کی جرح منسوخ ہے۔

السّلفی اور شجاع الذہلی کی جرح جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ابن المذہب حسن الحدیث راوی ہیں۔

۴۔ مسند احمد بیان کرنے والا چوتھا راوی ھبۃ اللہ بن محمد بن عبدالواحد الشیبانی (متوفی ۵۲۵ھ) ہے۔

ابن الجوزی نے کہا:

''وكان ثقة صحيح السماع، وسمعت منه مسند الإمام أحمد جميعه'' وہ ثقہ (اور) صحیح السماع تھے، میں نے ان سے ساری مسند امام احمد سنی ہے۔ (المنتظم ۲۶۸/۱۷)

ابن النجار نے کہا: ''وكان شيخًا حسنًا متيقظًا صدوقًا صحيح السماع''

(المستفاد من ذیل تاریخ بغداد لابن الدمیاطی ۲۵۱/۱۹)

ذہبی نے کہا: ''وكان ديّنا صحيح السماع'' (العبر ۴۲۷/۲)

اور کہا: ''الشيخ الجليل، المسند الصدوق، مسند الآفاق.'' (سیر اعلام النبلاء ۵۳۶/۱۹)

ابن کثیر نے کہا: ''وكان ثقة ثبتًا صحيح السماع'' (البدایہ والنہایہ ۲۱۸/۱۲)

ابن العماد نے کہا: ''وكان ديناً صحيح السماع'' (شذرات الذہب ۴/ ۷۷)

ہبۃ اللہ بن محمد کے بارے میں اس کے شاگرد ابو علی حنبل بن عبداللہ بن الفرج البغدادی الرصافی نے کہا:

''أخبرنا الشيخ الصدر العالم الصالح المعمر، رئيس العراق، المسند...'' (المصعد الاحمد ص ۲۹)

اس زبردست توثیق کے مقابلے میں ہبۃ اللہ بن محمد پر کوئی جرح نہیں ہے۔

تنبیہ: ہبۃ اللہ بن محمد سے مسند احمد کا راوی حنبل بن عبداللہ بن الفرج (متوفی ۶۰۴ھ) ہے۔ دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیہ (۱/ ۱۶۱)

حنبل کے بارے میں ابن نقطہ نے کہا: ''وكان سماعه صحيحًا'' اور اس کا سماع صحیح تھا۔ (التقیید ص ۲۵۹ ت ۳۲۰، نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۲۱/ ۴۳۱)

شمس الدین احمد بن عبدالواحد السعدی المقدسی نے کہا:

''أخبرنا به الشيخ الصالح الثقة المسند أبوعلي حنبل بن عبدالله...'' (المصعد الاحمد ص ۲۹)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مسند احمد کی سند حسن لذاتہ اور ثابت ہے اور بیرونی دلائل سے معلوم ہوا کہ مسند احمد صحیح و ثابت ہے لہٰذا منکرینِ حدیث کا اس پر حملہ مردود ہے۔ والحمدللہ

تنبیہ: مسند احمد کی اسانید اور متون دوسری کتابوں میں بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً مسند احمد کی پہلی روایت عبداللہ بن نمیر سے مروی ہے۔ اور یہی روایت عبداللہ بن نمیر کی سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵/ ۱۷۴، ۵۰۱۷۱ ح ۳۷۵۷۲) وسنن ابن ماجہ (۴۰۰۵) اور مسند ابی بکر الصدیق للمروزی (۸۸) میں موجود ہے۔ ابن نمیر کے علاوہ دوسری سندوں کے لئے دیکھئے سنن ابی داود (۴۳۳۸) ومسند الحمیدی بتحقیقی (۳) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۰۴) ومسند ابی یعلیٰ (۱۳۲)

یہ روایت صحیح ہے۔ وقال الترمذی (۳۰۵۷): ''هذا حديث حسن صحيح''

متعدد علماء مثلاً عبداللہ بن احمد، حنبل بن اسحاق، ابن الجوزی، ابوموسیٰ المدینی، خطیب بغدادی، ذہبی، ابن حجر، ابن کثیر، حاکم اور السبکی (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱/۲۰۱) وغیرہم نے مسند احمد کو امام احمد ہی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مسند احمد کا ثبوت بیرونی دلائل سے، فقرہ:۱۲) ہمارے علم میں ایسا کوئی ایک محدث بھی نہیں ہے جس نے مسند احمد کا امام احمد کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہو لہٰذا اس پر تمام محدثین کا اجماع ہے کہ مسند احمد امام احمد ہی کی تصنیف ہے۔ والحمد للّٰہ رب العالمین، وما علینا إلا البلاغ

(۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ)

امام احمد اور صحابۂ کرام

۱۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں:

" قلت لأبي: من الرافضي؟ قال: الذي يشتم أبا بكر و عمر ـ قال وسألت أبي عن رجل يشتم رجلاً من أصحاب رسول الله ﷺ ؟ قال: ما أراه على الإسلام"

میں نے اپنے ابا سے پوچھا: رافضی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو شخص ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دے (وہ رافضی ہے)۔ میں نے پوچھا: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالیاں دے (وہ کیسا ہے)؟ آپ نے فرمایا: میں ایسے شخص کو اسلام پر (یعنی مسلمان) نہیں سمجھتا۔ (مناقب الامام احمد ص ۱۶۵ وسندہ صحیح)

۲۔ عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی فرماتے ہیں کہ (امام) احمد بن حنبل نے فرمایا:

" إذا رأيت رجلاً يذكر أحدًا من أصحاب رسول الله ﷺ بسوء فاتهمه على الإسلام"

جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو برا کہتا ہے تو اس کے اسلام پر تہمت لگاؤ۔ (مناقب احمد ص ۱۶۰ وسندہ صحیح)

۳۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) جنتی ہیں۔

(مسائل عبداللہ بن احمد ج ۳ ص ۱۳۲۰ ات ۱۸۳۴ مناقب احمد ص ۱۶۰ وسندہ صحیح)

۴۔ محمد بن عوف رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا:

"... ومن قدّم علياً علىٰ عثمان فقد طعن علىٰ رسول اللّٰه وأبي بكر و عمر وعلى المهاجرين ولاأحسب يصلح له عمل"

اور جو شخص علی (رضی اللہ عنہ) کو عثمان (رضی اللہ عنہ) پر ترجیح دے تو اس شخص نے رسول اللہ، ابوبکر، عمر اور مہاجرین پر طعن کیا اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کوئی عمل قبول ہوتا ہے۔

(مناقب احمد ص ۱۶۲ وسندہ صحیح)

۵۔ مسئلۂ فضیلت میں سیدنا امام احمد رحمہ اللہ کا موقف وعقیدہ یہ تھا کہ (نبی ﷺ کے بعد اس اُمت میں) سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر ہیں اور پھر عثمان ہیں۔ پھر آپ سکوت فرماتے تھے۔ (مسائل عبداللہ بن احمد ج ۳ ص ۱۳۱۸ فقرہ: ۱۸۳۱)

۶۔ خلفائے راشدین کے بارے میں امام احمد کا یہ عقیدہ تھا کہ ابوبکر وعمر وعثمان اور علی خلفاء (یعنی خلفائے راشدین) میں سے ہیں۔

(مسائل عبداللہ بن احمد ج ۳ ص ۱۳۱۹ فقرہ: ۱۸۳۲ مسائل ابی داود ص ۲۷۷)

اس مسئلے میں آپ سفینہ صحابی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے قائل تھے۔ یہ حدیث مسند احمد (۲۲۱/۵) وسنن ابی داود (۴۶۴۶) وسنن ترمذی (۲۲۲۶) وغیرہ میں حسن سند کے ساتھ موجود ہے۔

۷۔ ابن ہانئ سے روایت ہے کہ امام احمد سے پوچھا گیا:

ایک آدمی (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دیتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اس کی کوئی عزت نہیں ہے۔

(سوالات ابن ہانی: ۲۹۶)

۸۔ جو لوگ کہتے تھے کہ ہم (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو "خال المومنین" مومنوں کا ماموں،

نہیں کہتے تو امام احمد ان پر سخت ناراض ہوتے۔ (دیکھئے السنۃ للخلال: ۶۵۸ وسندہ صحیح)

ایک آدمی نے امام احمد سے اس آدمی کے بارے میں مسئلہ پوچھا جو کہتا تھا کہ ''میں معاویہ کو کاتبِ وحی نہیں مانتا اور نہ انھیں خال المومنین کہتا ہوں۔ اس نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا'' تو امام احمد نے جواب دیا:

''ھذا قول سوء ردئ، یجانبون ھؤلاء القوم (لا) یجالسون ونبین أمرھم للناس''

یہ بُرا اردی قول ہے۔ ان لوگوں سے بائیکاٹ کرنا چاہئے، ان کے پاس بیٹھنا نہیں چاہئے۔ اور لوگوں کو ان کے بارے میں بتا دینا چاہئے۔ (السنۃ للخلال: ۶۵۹ وسندہ صحیح)

۹۔ ابوبکر المروذی نے امام احمد سے پوچھا کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) افضل تھے یا عمر بن عبدالعزیز افضل تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: معاویہ افضل ہیں۔ ہم صحابۂ کرام کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ (السنۃ للخلال: ۶۶۰ وسندہ صحیح)

امام احمد کے (بعض) زریں اقوال وافعال

۱۔ حنبل بن اسحاق فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) اپنی رائے یا فتوے کا لکھا جانا ناپسند کرتے تھے۔

(مناقب احمد ص ۱۹۳ وسندہ صحیح)

۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''من رد حدیث رسول اللہ ﷺ فھو علیٰ شفا ھلکۃ''

جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر ہے۔

(مناقب احمد ص ۱۸۲ وسندہ حسن، طبقات الحنابلۃ ۲/۱۵)

۳۔ امام ابوداود فرماتے ہیں:

میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ اہلِ سنت کا ایک آدمی کسی بدعتی

کے ساتھ ہے تو کیا میں اس (سنی) کا بائیکاٹ کر دوں؟

آپ نے فرمایا: نہیں۔ اسے سکھاؤ کہ تمھارا ساتھی بدعتی ہے (اس سے بچ جاؤ) پھر اگر وہ اس بدعتی سے بات چیت ختم کر دے تو فبہا ورنہ اسے اسی کے ساتھ ملا دو۔

(مناقب احمد ص۱۸۲، ۱۸۳ وسندہ صحیح)

یعنی اقامتِ حجت کے بعد اس سُنی کا بھی وہی حکم ہے جو بدعتی کا حکم ہے۔

۴۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے کچھ لوگ قیامت تک مدد یافتہ رہیں گے۔'' اس کی تشریح میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

" إن لم تكن هذه الطائفة المنصورة أصحاب الحديث فلا أدري من هم"

اگر یہ طائفۂ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ ہیں۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۲ ح ۲ وسندہ حسن، طبعہ جدیدہ ص۱۰۷ وقال الحافظ ابن حجر: ''وأخرج الحاكم في علوم الحديث بسند صحيح عن أحمد: إن لم يكونوا أهل الحديث فلاأدري من هم'' / فتح الباری ۱۳/۲۹۳ تحت ح: ۷۳۱۱)

۵۔ ابن ابی قتیلہ نام کا ایک بُرا شخص تھا۔ اس نے اصحاب الحدیث کا ذکر برائی کے ساتھ کیا تو امام احمد نے فرمایا: ''زندیق زندیق زندیق'' یہ زندیق ہے (سخت گمراہ و ملحد، بے دین ہے) زندیق ہے زندیق ہے۔ یہ فرما کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص۴ ح ۵ وسندہ حسن، نسخہ جدیدہ ص۱۱۰، مناقب احمد ص۱۸۰، شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۴۷ عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث للصابونی: ۱۶۴ وطبقات الحنابلۃ لابن ابی یعلیٰ ۱/۳۸، ۲۸۰ ذم الکلام للہروی: ۲۴۱ دوسرا نسخہ: ۲۳۳)

۶۔ امام احمد نے فرمایا:

" من مات على الإسلام والسنة مات على الخير كله"

جو شخص اسلام اور سنت پر فوت ہوا تو اس کا خاتمہ کامل خیر پر ہوا۔ (مناقب احمد ص۱۸۰ وسندہ صحیح)

۷۔ محدثینِ کرام فقہ الحدیث اور فہمِ حدیث میں امام احمد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ دیکھئے تاریخ بغداد (ج ۴ ص ۴۱۹ وسندہ صحیح)

امام احمد فرماتے ہیں: ''أهل الرأي لا يروى عنهم الحديث''

اہل الرائے سے حدیث کی روایت (بطورِ حجت واستدلال) نہ کی جائے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد ج۱ ص ۲۷۲ فقرہ: ۱۶۲۳)

۸۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''من مات وليس له إمام مات ميتة جاهلية'' جو شخص فوت ہوجائے اور اس کی گردن میں امام (خلیفہ) کی بیعت نہ ہوتو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اس کی تشریح میں امام احمد فرماتے ہیں:

'' تدري ما الإمام؟ الذي يجتمع المسلمون عليه، كلهم يقول: هذا إمام، فهذا معناه '' تجھے پتا ہے کہ (اس حدیث میں) امام کسے کہتے ہیں؟ جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہوجائے۔ ہر آدمی یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے۔ پس اس حدیث کا یہ معنی ہے۔

(سوالات ابن ہانی ص ۱۸۵ فقرہ: ۲۰۱۱، السنۃ للخلال ص ۸۱ فقرہ: ۱۰، المسند من مسائل الامام احمد، ق: ۱، بحوالہ الامامۃ العظمیٰ عند اہل السنۃ والجماعۃ ص ۲۱۷)

۹۔ امام احمد سے (تعویذ کے طور پر) قرآن مجید لٹکانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''التعليق كلها مكروه'' ہر قسم کے تعویذ لٹکانے مکروہ ہیں۔

(مسائل الامام احمد واسحاق، روایۃ اسحٰق بن منصور الکوسج ۱/۱۹۳ فقرہ: ۳۸۲)

۱۰۔ ابن ہانی سے مروی ہے کہ احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: جو شخص (امیر) معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گالیاں دے کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے؟ انھوں نے فرمایا: اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس شخص کی کوئی عزت نہیں ہے۔ (سوالات ابن ہانی: ۲۹۶ نیز دیکھئے ص ۲۷ فقرہ: ۷)

امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ

امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الیمانی ابوبکر الصنعانی رحمہ اللہ ۱۲۶ ہجری زمانۂ خیرالقرون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن المبارک، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، فضیل بن عیاض، مالک بن انس، معمر بن راشد اور جعفر بن سلیمان بہت مشہور ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں احمد بن صالح المصری، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، زہیر بن حرب، علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی اور یحییٰ بن معین جیسے جلیل القدر ائمہ تھے۔

جمہور محدثین نے امام عبدالرزاق کو ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔ آپ کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن الجارود، صحیح ابن حبان، صحیح ابی عوانہ اور المستدرک للحاکم وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی ثقاہت

درج ذیل محدثینِ کرام سے امام عبدالرزاق کی توثیق ثابت ہے:

۱: یحییٰ بن معین (قال): ثقة لابأس به

(الکامل لابن عدی ۵/۱۹۴۸ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۶/۵۳۹) (قال: ثقة/ سوالات ابن الجنید: ۲۳۴)

۲: العجلی (قال): ثقة یکنی أبابکر و کان یتشیع (تاریخ العجلی: ۱۰۰۰)

۳: البخاری = انھوں نے عبدالرزاق سے صحیح بخاری میں سو (۱۰۰) سے زیادہ روایتیں لی ہیں۔

تنبیہ: امام بخاری نے فرمایا: ''ماحدّث من کتابه فهو أصح'' انھوں نے جو حدیثیں اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ زیادہ صحیح ہیں۔ (التاریخ الکبیر ۶/۱۳۰) یہ کوئی جرح نہیں ہے۔

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل الکبیر میں لکھا ہوا ہے کہ (امام بخاری نے فرمایا:)

"وعبدالرزاق يهم في بعض ما يحدّث به"

اورعبدالرزاق کوبعض حدیثوں میں وہم ہوجاتا ہے۔ (ج اص ۵۳۵، ۵۳۶)

یہ جرح دووجہ سے مردود ہے:

اول: جمہور محدثین کی توثیق کے بعد، بعض روایتوں میں وہم ثابت ہوجانے سے راوی ضعیف نہیں ہوتا بلکہ وہ ثقہ وصدوق ہی رہتا ہے اور صرف وہم ثابت ہوجانے والی روایت کو رد کردیا جاتا ہے۔

دوم: العلل الکبیر کا بنیادی راوی ابوحامد التاجر ہے۔ (العلل الکبیر ج اص ۷۵) یہ مجہول الحال ہے۔ العلل الکبیر کے محقق کو بھی اس کے حالات نہیں ملے۔ (دیکھئے مقدمۃ العلل الکبیر ج اص ۵۸)

۴: مسلم= امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں امام عبدالرزاق سے بکثرت روایتیں لی ہیں۔

۵: یعقوب بن شیبہ (قال:) ثقة ثبت (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/ ۱۱۷ وسندہ صحیح)

۶: ہشام بن یوسف (قال:) كان عبدالرزاق أعلمنا و أحفظنا

(تاریخ دمشق ۳۸/ ۱۱۷ وسندہ صحیح)

۷: احمد بن حنبل= امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے زیادہ بہتر حدیث بیان کرنے والا کوئی دیکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/ ۱۲۶ وسندہ صحیح)

امام احمد نے ابن جریج سے روایت میں عبدالرزاق کو سب سے زیادہ ثبت (ثقہ) قرار دیا ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۵۹ وسندہ صحیح)

۸: ابوزرعۃ الدمشقی (قال:) عبدالرزاق أحد من قد ثبت حديثه

(تاریخ دمشق ابن عساکر ۳۸/ ۱۲۶ وسندہ صحیح)

۹: ابن حبان= ذکرہ فی الثقات (۸/ ۴۱۲) وقال: "وكان ممن جمع وصنف وحفظ وذاكر وكان ممن يخطئ إذا حدّث من حفظه على تشيع فيه."

جمہور کی توثیق کے بعد تخطی وغیرہ جرحیں مردود ہوجاتی ہیں، خود حافظ ابن حبان نے اپنی

مشہور کتاب التقاسیم والانواع (صحیح ابن حبان) میں عبدالرزاق سے بکثرت روایتیں لی ہیں۔ تشیع کا جواب آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

۱۰: ابن عدی = ابن عدی نے طویل کلام کے بعد آخر میں کہا: "وأما في باب الصدق فأرجو أنه لا بأس به إلا أنه قد سبق منه أحاديث في فضائل أهل البيت ومثالب آخرين مناكير" (الکامل ۱۹۵۲/۵ دوسرا نسخہ ۵۴۵/۶)

یاد رہے کہ جمہور محدثین کی توثیق کے بعد احادیثِ فضائل ومثالب کو مناکیر قرار دینا صحیح نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اگر مناکیر کو جرح پر ہی محمول کیا جائے تو ان کا تعلق بعد از اختلاط اور مدلّس روایتوں سے ہی ہے۔

۱۱: ابن شاہین = ذکرہ فی کتاب الثقات (۱۰۹۲)

۱۲: ابن خزیمہ = امام ابن خزیمہ نے عبدالرزاق سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۱۳: ابن الجارود = ابن الجارود نے اپنی کتاب المنتقیٰ (صحیح ابن الجارود) میں عبدالرزاق سے روایتیں لی ہیں۔

۱۴: ترمذی = امام ترمذی نے عبدالرزاق سے ایک روایت نقل کر کے فرمایا:

"هذا حديث حسن صحيح" (سنن الترمذی:۳۱)

لہٰذا وہ امام ترمذی کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

۱۵: دارقطنی = دارقطنی نے عبدالرزاق کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا: "إسناد صحيح" (سنن دارقطنی ۵۳/۱ ح ۱۳۷) دوسری جگہ راویوں (جن میں عبدالرزاق بھی ہیں) کے بارے میں فرمایا: كلهم ثقات (سنن دارقطنی ۳۱۱/۱ ح ۱۱۷۴)

یعنی وہ دارقطنی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۶: حاکم = حاکم نے اپنی کتاب المستدرک میں عبدالرزاق کی بیان کردہ بہت سی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۳۶ ح ۱۰۴)

حاکم نے کہا: عبدالرزاق اہلِ یمن کے امام ہیں اور جس راوی کی وہ تعدیل کریں، حجت ہے۔ (المستدرک ۱/۱۶۶ ح ۳۹۹)

۱۷: الضیاء المقدسی = انھوں نے اپنی کتاب المختارہ میں عبدالرزاق سے بہت سی حدیثیں لی ہیں۔ مثلاً دیکھئے ج ۳ ص ۲۱۸ ح ۱۰۲۱ و ج ۲ ص ۲۹۶ ح ۶۷۷ وغیرہ۔

۱۸: ابن عساکر (قال:) أحد الثقات المشهورين. (تاریخ دمشق ۳۸/۱۱۰)

۱۹: ذہبی (قال:) الثقة الشيعي (سیر اعلام النبلاء ۹/۵۶۴)

۲۰: ابن حجر العسقلانی (قال:) ثقة حافظ مصنف شهير ،عمي في آخر عمره فتغير و كان يتشيع. (تقریب التہذیب: ۴۰۶۴)

آخری عمر کے اختلاط اور تشیع کی بحث آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

۲۱: بزار (قال:) وعبدالرزاق عندي ثقة (مسند البزار بحوالہ البدر المنیر لابن الملقن ۷/۳۸۴)

۲۲: ابن الجوزی (قال:) ثقة (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۶۲ ح ۱۰۴۹)

۲۳: ابن الملقن (قال:) وعبدالرزاق ثقة حجة. (البدر المنیر ۹/۶۶۵)

معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ امام بیہقی کا کلام ہے جسے ابن الملقن نے الخلافیات سے نقل کیا ہے اور کوئی تردید نہیں کی۔

۲۴: البیہقی (قال:) وعبدالرزاق ثقه حجة. (مختصر الخلافیات للبیہقی ۴/۳۳۵)

۲۵: ابن حزم = ابن حزم نے عبدالرزاق وغیرہ کے بارے میں کہا:

ورواته كلهم ثقات مشاهير. (المحلّی ۷/۳۶۷ مسألة: ۹۷۵)

۲۶: ابوعوانہ الاسفرائنی = ابوعوانہ نے اپنی کتاب المستخرج علیٰ صحیح مسلم (مسند ابی عوانہ/صحیح ابی عوانہ) میں عبدالرزاق سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۲۷: ابونعیم الاصبہانی = ابونعیم نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں عبدالرزاق سے بہت سی روایتیں لی ہیں۔

۲۸: احمد بن ابی بکر البوصیری (قال:) ثقة (زوائد سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۳)

۲۹: ابوزرعہ الرازی (قال:) وحسن الحدیث (کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ص ۴۵۰)

عبدالرزاق پر امام ابوزرعہ کی جرح، عبدالرزاق کی حالتِ اختلاط (کے دور) پر محمول ہے۔

۳۰: بغوی = محیی السنۃ حسین بن مسعود البغوی نے عبدالرزاق کی بیان کردہ حدیث کو "ھٰذا حدیث صحیح" کہا ہے۔ (شرح السنۃ ۱/۱۸۱ ح ۴۱)

امام عبدالرزاق پر جرح

ان موثقین کے مقابلے میں عبدالرزاق پر درج ذیل جرح ملتی ہے:

① اختلاط ② تدلیس ③ تشیع ④ روایت پر جرح

① اختلاط: اختلاط کا الزام ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ہم عبدالرزاق کے پاس دوسو (ہجری) سے پہلے گئے تھے اور ان کی نظر صحیح تھی، جس نے اُن کے نابینا ہونے کے بعد سُنا تو اس کا سماع ضعیف ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۶۰، وسندہ صحیح)

امام نسائی نے کہا: "فیہ نظر لمن کتب عنہ بآخرۃٍ"

جس نے اُن سے آخری دور میں لکھا ہے اُس میں نظر ہے۔ (کتاب الضعفاء: ۳۷۹)

اختلاط کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جس ثقہ وصدوق راوی کی روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہوں تو وہ صحیح ہوتی ہیں۔ درج ذیل راویوں نے عبدالرزاق کے اختلاط سے پہلے سُنا ہے:

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین اور وکیع بن الجراح وغیرہم. (الکواکب النیرات ص ۲۷۶) اسی طرح اسحاق بن منصور، محمود بن غیلان، اسحاق بن ابراہیم السعدی، عبداللہ بن محمد المسندی، محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی، یحییٰ بن جعفر البیکندی، یحییٰ بن موسیٰ البلخی، احمد بن یوسف السلمی، حجاج بن یوسف الشاعر، الحسن بن علی الخلال، سلمہ بن شبیب، عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم، عبد بن حمید، عمرو بن محمد الناقد، محمد بن رافع اور محمد بن مہران الجمال (وغیرہم) کا عبدالرزاق سے سماع اختلاط سے پہلے ہے لہٰذا عبدالرزاق کی مطلق روایات پر اختلاط کی جرح کوئی جرح ہی نہیں ہے۔ والحمدللہ

② تدلیس: تدلیس کا الزام ثابت ہے۔

(دیکھئے الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳/ ۱۱۰، ۱۱۱ وسندہ صحیح، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۴۵)

تدلیس کے بارے میں اصول یہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت (معتبر متابعت یا معتبر شاہد کے بغیر) ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے کتب اصول حدیث اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۳ ص ۵۴، ۵۵ لہٰذا ثقہ راوی کی مصرح بالسماع روایت پر تدلیس کی جرح کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

③ تشیع: تشیع کے سلسلے میں عرض ہے کہ عبدالرزاق کا اثنا عشری جعفری شیعہ یا رافضی ہونا قطعاً ثابت نہیں بلکہ ان کا تشیع بعض اہلِ سنت کا تشیع ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے اور تمام صحابہ سے محبت کرتے تھے۔ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عبدالرزاق تشیع میں افراط کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے اس سلسلے میں اُن (عبدالرزاق) سے کوئی بات نہیں سُنی۔ الخ (الضعفاء للعقیلی ۳/ ۱۱۰، وسندہ صحیح)

عبدالرزاق بن ہمام فرماتے ہیں: میں شیخین (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی فضیلت کا قائل ہوں کیونکہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے آپ پر فضیلت دی ہے۔ الخ

(الکامل لابن عدی ۵/ ۱۹۴۹، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۶/ ۵۴۰)

امام عبدالرزاق نے فرمایا:

"واللّٰہ! ما انشرح صدري قط أن أفضّل علیاً علٰی أبي بکر وعمر، رحم اللّٰہ أبابکر ورحم اللّٰہ عمر، ورحم اللّٰہ عثمان ورحم اللّٰہ علیاً ومن لم یحبھم فما ھو بمؤمن فإن أوثق عملي حبي إیاھم رضوان اللّٰہ علیھم ورحمتہ أجمعین"

اللہ کی قسم! میرے دل میں کبھی علی کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دینے پر اطمینان نہیں ہوا، اللہ ابوبکر پر رحم کرے، اللہ عمر پر رحم کرے، اللہ عثمان پر رحم کرے، اللہ علی پر رحم کرے اور جو اِن سب سے محبت نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے۔ میرا سب سے مضبوط عمل یہ

ہے کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اللہ ان سے راضی ہو اور ان سب پر اللہ کی رحمت ہو۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۱۳۰، وسندہ صحیح، کتاب العلل و معرفۃ الرجال لعبداللہ بن احمد بن حنبل ۱/۲۵۶ ح ۱۴۶۵، وسندہ صحیح)

اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ امام عبدالرزاق شیعہ نہیں تھے بلکہ انھوں نے تشیع یسیر سے بھی رجوع کر لیا تھا کیونکہ اس قول میں وہ چاروں خلفائے راشدین کی ترتیب اور اُن سے محبت کے قائل ہیں۔ جو شخص اس سنہری قول کے باوجود عبدالرزاق کو شیعہ شیعہ کہنے کی رَٹ لگاتا ہے اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال سے کرانا چاہئے۔

تنبیہ (۱): تشیع یسیر سے بھی عبدالرزاق کا رجوع ثابت ہے۔ ابو مسلم البغدادی الحافظ (ابراہیم بن عبداللہ الکجی البصری) نے امام احمد سے نقل کیا کہ عبدالرزاق نے تشیع سے رجوع کر لیا تھا۔ دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۸/۲۹ وسندہ حسن)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا:

''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۹ ح ۵۵۳۴ دوسرا نسخہ: ۵۵۵۱)

انھوں نے ایک حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا: ''وبہ نأخذ'' اور ہم اسی کو لیتے ہیں یعنی اسی کے قائل ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۷۹ ح ۲۳۹۳ [۲۴۲۰])

سیدنا معاویہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ احادیث پر عمل کرنے والا شیعہ (!) ساری دنیا میں کہیں نہیں ملے گا، چاہے چراغ کے بجائے آفتاب کے ذریعے سے ہی تلاش کیا جائے۔

تنبیہ (۲): جن روایات میں عبدالرزاق کا شدید تشیع مروی ہے اُن میں سے ایک بھی ثابت نہیں ہے۔ مثلاً ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرزاق سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ دیکھئے تارِیخ بغداد للخطیب (۱۴/۴۲۷ ت ۷۷۸۸ و تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۸/۱۲۹)

اس کا راوی ابوالفرج محمد بن جعفر صاحب المصلی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تاریخ بغداد ۲/۱۵۵، ۱۵۶)
اور ابوزکریا غلام احمد بن ابی خیثمہ مجہول الحال ہے۔
ایک روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں "انظروا إلى الأنوك" آیا ہے۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۱۰)
اس میں علی بن عبداللہ بن المبارک الصنعانی نامعلوم ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حکایت کی سند میں ارسال یعنی انقطاع ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۶۱۱) اور منقطع روایت مردود ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عبدالرزاق نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا: ہماری مجلس کو ابوسفیان کے بیٹے کے ذکر سے خراب نہ کرو۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹)
اس کی سند میں احمد بن زکیر الحضرمی اور محمد بن اسحاق بن یزید البصری دونوں نامعلوم ہیں۔
ایک روایت میں آیا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ نے عبدالرزاق کو ﴿الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا﴾ میں سے قرار دیا۔ (الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹)
اس کی سند میں احمد بن محمود الہروی نامعلوم ہے۔ مختصر یہ کہ یہ سب روایات مردود اور بشرطِ صحت منسوخ ہیں۔

④ روایت پر جرح: روایت پر جرح دو طرح سے ہے:
اول: ابوحاتم الرازی نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کو کثیر الخطاء کہا۔
(علل الحدیث ۲/۱۴۴ ح ۱۹۳۱)
یہ جرح جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم نے کہا: يكتب حديثه ولا يحتج به (الجرح والتعدیل ۶/۳۹) اس جرح کا سقوط مخالفتِ جمہور سے ظاہر ہے۔
دوم: ایک روایت میں آیا ہے کہ عباس بن عبدالعظیم نے عبدالرزاق کو کذاب کہا۔
(الضعفاء للعقیلی ۳/۱۰۹، الکامل لابن عدی ۵/۱۹۴۸ [۶/۵۳۸])
اس روایت کا راوی محمد بن احمد بن حماد الدولابی بذاتِ خود ضعیف ہے۔
(دیکھئے میزان الاعتدال ۳/۴۵۹) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔
ایک روایت میں آیا ہے کہ زید بن المبارک نے کہا: "عبدالرزاق كذاب يسرق"

(تاریخ دمشق ۳۸/۱۳۰)

اس روایت میں ابن عساکر کا استاد ابوعبداللہ البلخی (الحسین بن محمد بن خسرو) ضعیف اور معتزلی تھا۔ (دیکھئے لسان المیزان ۲/۳۱۲، دوسرا نسخہ ۲/۵۷۷، ۵۷۸) لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

۱: اس روایت میں (بشرطِ صحت) عبدالرزاق سے مراد عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی نہیں بلکہ کوئی دوسرا عبدالرزاق ہے مثلاً عبدالرزاق بن عمر الثقفی الدمشقی وغیرہ۔

۲: یہ (غیر ثابت) جرح امام ابن معین اور امام احمد وغیرہما کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

خلاصۃ التحقیق: امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی الیمنی رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق یعنی صحیح الحدیث وحسن الحدیث راوی ہیں بشرطیکہ وہ سماع کی تصریح کریں اور روایت اختلاط سے پہلے کی ہو۔

امام عبدالرزاق پر بے جا اعتراضات اور ان کے جوابات

آخر میں امام عبدالرزاق پر حبیب الرحمٰن کاندھلوی تقلیدی کی جرح اور اس کا رد پیشِ خدمت ہے جسے جاوید احمد غامدی نے ''اشراق'' (مارچ ۲۰۰۷ء) میں نقطۂ نظر کے باب میں اس اعلان کے ساتھ شائع کیا کہ ''اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔'' !

کاندھلوی تقلیدی صاحب لکھتے ہیں: ''اس کے علاوہ خود عبدالرزاق کی ذات مشکوک ہے۔[۱] محدثین کا بیشتر طبقہ انھیں رافضی قرار دیتا ہے۔[۲] بلکہ بعض تو انھیں کذاب بھی کہتے ہیں۔[۳] اور جو لوگ ان کی روایات قبول کرتے ہیں، وہ بھی چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں:[۴]

۱: چونکہ یہ شیعہ ہیں، لہٰذا فضائل ومناقب اور صحابہ کی مذمت میں جو روایات ہیں، وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔[۵]

۲: ۲۱۰ھ میں ان کا دماغ جواب دے گیا تھا اور جو شخص بھی چاہتا، وہ ان سے حدیث کے نام سے جو چاہتا کہلوا لیتا۔ لہٰذا ۲۱۰ھ کے بعد سے ان کی تمام روایات ناقابلِ قبول ہیں۔[۶]

۳: ان سے ان کا بھانجا جو روایات نقل کرتا ہے، وہ سب منکر ہوتی ہیں۔[۷]

۴: یہ معمر سے روایات غلط بیان کرنے میں مشہور ہے، اور اس کی عام روایات معمر سے ہوتی ہیں۔[۸]

۵۔ ان عیوب سے پاک ہونے کے بعد اس روایت کے راوی تمام ثقہ ہوں اور سند متصل ہو تو پھر وہ روایت قابل قبول ہوگی، ورنہ نہیں ۔ یہ تمام شرائط ان حضرات کے نزدیک ہیں جو اس کی روایت قبول کرتے ہیں، ورنہ محدثین کا ایک گروہ اس کے رافضی ہونے کے باعث اس کی روایت ہی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ (۹) بلکہ زید بن المبارک تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ واقدی سے زیادہ جھوٹا ہے۔ (۱۰) تفصیل کے لئے کتب رجال ملاحظہ کیجئے۔" (۱۱)

(ماہنامہ اشراق لاہور جلد ۱۹ شمارہ: ۳ ص ۲۸، مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت از کاندھلوی ج ۱ ص ۶۹)

الجواب: اس عبارت پر ہمارے لگائے ہوئے نمبروں کے تحت جوابات درج ذیل ہیں:

(۱) ہمارے اس مضمون میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ جمہور محدثینِ کرام کے نزدیک عبدالرزاق بن ہمام ثقہ وصدوق ہیں اور ان پر تدلیس واختلاط کے علاوہ جرح مردود ہے لہٰذا عبدالرزاق کی ذات مشکوک نہیں بلکہ حبیب الرحمٰن کاندھلوی صدیقی تقلیدی بذاتِ خود مشکوک ہے مثلاً:

فاتحہ خلف الامام کے خلاف کتاب میں کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"۱۲۔ امام بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من ادرك الركوع مع الامام فقد ادرك الركعة** جس نے امام کے ساتھ رکوع پایا اس نے رکعت پالی۔ (سنن الکبری ج ۲ ص ۹۰)" (فاتحہ خلف الامام ص ۱۰، ۱۱)

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب، ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہ تو امام بیہقی کی السنن الکبریٰ کے محولہ صفحے یا کسی دوسرے صفحے پر موجود ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں یہ روایت موجود ہے لہٰذا کاندھلوی صاحب نے اس عبارت میں رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام بیہقی تینوں پر جھوٹ بولا ہے۔

مثال دوم: حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام محمد بن عبداللہ بن نمیر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں کہا:

"رُمي بالقدر وكان أَبْعَدَ الناس منه" (ج ۳ ص ۴۶۹)

اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں: "محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے

اس پر قدری ہونے کا الزام ہے۔ اسی لئے لوگ اس سے دور بھاگتے تھے" (مذہبی داستانیں حصہ اول ص ۹۳)

یہ ترجمہ غلط ہے اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس پر قدری ہونے کا الزام ہے اور وہ اس (الزام) سے لوگوں میں سب سے زیادہ دور تھے، محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ابن اسحاق کے بارے میں فرمایا: اگر وہ مشہور لوگوں سے روایت کریں جن سے انھوں نے سُنا ہے تو حسن الحدیث صدوق ہیں۔ الخ (الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۲۰ و تاریخ بغداد للخطیب ج ۱ ص ۲۲۷ وسندہ صحیح)

رہا مجہولین سے احادیثِ باطلہ بیان کرنا تو ان میں جرح مجہولین پر ہے۔ دیکھئے عیون الاثر لابن سید الناس (ج ۱ ص ۱۴)

معلوم ہوا کہ درج بالا عبارت میں کاندھلوی نے امام ابن نمیر پر جھوٹ بولا ہے اور عربیت میں اپنی جہالت کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کاندھلوی صاحب کی اپنی ذات مشکوک ہے اور پُرانے ضعیف و متروک راویوں کی طرح وہ بذاتِ خود ضعیف و متروک شخصیت ہیں۔

(۲) ہمارے علم کے مطابق کسی ایک محدث نے بھی عبدالرزاق کو رافضی نہیں کہا، رہا مسئلہ معمولی تشیع کا تو یہ موثق عندالجمہور راوی کے بارے میں چنداں مضر نہیں ہے۔ خود کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں: "گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں" (مذہبی داستانیں ج ۱ ص ۲۶۳)

دوسرے یہ کہ تشیع سے عبدالرزاق کا رجوع بھی ثابت ہے جیسا کہ اسی مضمون میں باحوالہ گزر چکا ہے۔

(۳) عبدالرزاق پر کذاب والی جرح کسی محدث سے ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو امام احمد، امام ابن معین اور امام بخاری وغیرہم کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

(۴) یہ شرائط کاندھلوی صاحب کی خود ساختہ ہیں۔

(۵) جو راوی ثقہ و صدوق ہو تو اس پر شیعہ وغیرہ کی جرح کر کے اس کی روایات کو نا قابلِ قبول سمجھنا غلط ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے کہ وہ سچا راوی جس پر بدعتی ہونے کا الزام ہے، کی روایت قابلِ قبول ہوتی ہے، چاہے وہ اس کی بدعت کی تقویت میں ہو یا نہ ہو بشرطیکہ بدعت مکفّرہ نہ ہو۔

دیکھئے التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل (ج ۱ ص ۴۲ تا ۵۲)

دیوبندی حلقے کے مشہور مصنف سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:
''اور اصول حدیث کے رُو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجیٔ وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا'' (احسن الکلام طبع دوم ج ا ص ۳۰)

(۶) یہ مسلّم ہے کہ اختلاط سے پہلے عبدالرزاق کی ساری (صحیح) روایات صحیح ہیں جیسا کہ اس مضمون میں اختلاط کی بحث کے تحت گزر چکا ہے، رہی اختلاط کے بعد والی روایتیں تو وہ یقیناً ناقابل قبول ہیں۔

(۷) عبدالرزاق کا بھانجا احمد بن داود مشہور کذاب تھا لہٰذا اس کا عبدالرزاق سے منکر روایتیں بیان کرنا خود اس کی اپنی وجہ سے تھا، عبدالرزاق کی وجہ سے نہیں تھا لہٰذا اس جرح سے عبدالرزاق بری ہیں۔

(۸) بعض محدثین نے عبدالرزاق کی معمر سے روایتوں پر جرح کی ہے مثلاً دارقطنی نے فرمایا: ''ثقة يخطئ على معمر في أحاديث لم تكن في الكتاب''

(سوالات ابن بکیر: ۲۰ ص ۳۵)

ان بعض کے مقابلے میں جمہور محدثین نے عبدالرزاق کو معمر سے روایت میں قوی اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: جب معمر کے شاگردوں میں معمر کی حدیث کے بارے میں اختلاف ہو تو عبدالرزاق کی حدیث (ہی راجح) حدیث ہوگی۔

(الثقات لابن شاہین: ۱۰۹۲ وسندہ صحیح)

ابن معین نے کہا کہ معمر کی حدیث میں عبدالرزاق ہشام بن یوسف سے زیادہ ثقہ تھے۔

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۵۳۸)

بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبدالرزاق کی معمر سے روایات بکثرت لکھی ہیں اور دوسرے محدثین مثلاً ترمذی وغیرہ نے عبدالرزاق کی معمر سے روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۹) رافضیت کا الزام ثابت نہیں ہے۔

(۱۰) زید بن المبارک کی طرف منسوب یہ قول ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو جمہور

محدثین کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

(۱۱) ہم نے بحمداللہ کتب رجال کا ملاحظہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام عبدالرزاق جمہور محدثینِ کرام و کبار علمائے اہل سنت کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ آپ ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ (۱۰/ مارچ ۲۰۰۷ء)

اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل

ابوعبداللہ مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری نزیل مکہ کے بارے میں مفصل تحقیق درج ذیل ہے، کتب ستہ میں مؤمل کی درج ذیل روایتیں موجود ہیں:

صحيح البخاري = (ح ۲۷۰۰، اور بقول راجح ح ۷۰۸۳، تعلیقاً)

سنن الترمذي = (ح ۴۱۵، ۶۷۲، ۱۸۲۲، ۱۹۴۸، ۲۱۴۵، ۳۲۶۶، ۳۵۲۵، ۳۹۰۶، ۳۹۴۹)

سنن النسائي: الصغریٰ = (ح ۴۰۹۷، ۴۵۸۹)

سنن ابن ماجه = (ح ۲۰۱۳، ۲۹۱۹، ۳۰۱۷)

مؤمل مذکور پر جرح درج ذیل ہے:

۱: ابوحاتم الرازی:

" صدوق ، شديد في السنة ، كثير الخطأ ، يكتب حديثه "

وہ سچے (اور) سنت میں سخت تھے۔ بہت غلطیاں کرتے تھے، ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۳۷۴/۸)

☆ زکریا بن یحییٰ الساجی:

" صدوق ، كثير الخطأ وله أوهام يطول ذكرها " (تہذیب التہذیب ۳۸۱/۱۰)

صاحب تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر) سے امام الساجی (متوفی ۳۰۷ھ کما فی لسان المیزان ۴۸۸/۲) تک سند موجود نہیں لہٰذا یہ قول بلاسند ہونے کی وجہ سے اصلاً مردود ہے۔

☆ محمد بن نصر المروزی:

" المؤمل إذا انفرد بحديث وجب أن يتوقف ويثبت فيه لأنه كان سئ

الحفظ كثير الخطأ " (تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)

یہ قول بھی بلاسند ہے اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲: یعقوب بن سفیان الفارسی:

" سُني شيخ جليل ، سمعت سليمان بن حرب يحسن الثناء عليه يقول : كان مشيختنا يعرفون له ويوصون به إلا أن حديثه لايشبه حديث أصحابه، حتى ربما قال : كان لا يسعه أن يحدث وقد يجب على أهل العلم أن يقفوا (عن) حديثه ويتخففوا من الرواية عنه فإنه منكر يروى المناكير عن ثقات شيوخنا وهذا أشد فلو كانت هذه المناكير عن ضعاف لكنا نجعل له عذراً "

جلیل القدر سنی شیخ تھے، میں نے سلیمان بن حرب کو ان کی تعریف کرتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے: ہمارے استاد ان (کے حق) کی پہچان رکھتے تھے اور ان کے پاس جانے کا حکم دیتے تھے۔ الا یہ کہ ان کی حدیث ان کے ساتھیوں کی حدیث سے مشابہ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض اوقات انھوں نے کہا: اس کے لئے حدیث بیان کرنا جائز نہیں تھا، اہلِ علم پر واجب ہے کہ وہ اس کی حدیث سے توقف کریں اور اس سے روایتیں کم لیں کیونکہ وہ ہمارے ثقہ استادوں سے منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ شدید ترین بات ہے، اگر یہ منکر روایتیں ضعیف لوگوں سے ہوتیں تو ہم انھیں معذور سمجھتے۔ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۵۲)

اگر یہ طویل جرح سلیمان بن حرب کی ہے تو یعقوب الفارسی مؤمل کے موثقین میں سے ہیں اور اگر یہ جرح یعقوب کی ہے تو سلیمان بن حرب مؤمل کے موثقین میں سے ہیں۔

یہ جرح جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ ابوزرعہ الرازی: "في حديثه خطأ كثير " (میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸ ت ۸۹۴۹)

یہ قول بھی بلاسند ہے۔

☆ البخاری: " منكر الحديث "

(تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۶، میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۸، تہذیب التہذیب ۱۰/۳۸۱)

تینوں مُحَوَّلہ کتابوں میں یہ قول بلا سند و بلا حوالہ درج ہے جبکہ اس کے برعکس امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۴۹ ت ۲۱۰۷) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں مؤمل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مؤمل کی روایتیں موجود ہیں۔ (دیکھئے ح ۲۷۰۰، ۷۰۸۳ مع فتح الباری)

حافظ مزی فرماتے ہیں: "استشهد به البخاري"

ان سے بخاری نے بطور استشہاد روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

"بل استشهد به في مواضع ليبين أنه ثقة"

بلکہ انھوں (بخاری) نے کئی جگہ اس سے بطور استشہاد روایت لی ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہیں۔ (شروط الائمۃ الستہ ص ۱۸)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہیں نہ کہ منکر الحدیث!!

۳: ابن سعد: "ثقة كثير الغلط" (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۵/ ۵۰۱)

٤: دارقطنی: "صدوق كثير الخطأ" (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۹۲)

یہ قول امام دارقطنی کی توثیق سے متعارض ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ امام دارقطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں مؤمل کا تذکرہ موجود نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔

☆ عبدالباقی بن قانع البغدادی: "صالح يخطئ" (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۳۸۱)

یہ قول بلا سند ہے اور خود عبدالباقی بن قانع پر اختلاط کا الزام ہے۔ بعض نے توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۵۳۲، ۵۳۳)

۵: حافظ ابن حجر العسقلانی: "صدوق سيئ الحفظ" (تقریب التہذیب: ۷۰۲۹)

٦: احمد بن حنبل: "مؤمل كان يخطئ"

(سوالات المروذی: ۵۳ و موسوعۃ اقوال الامام احمد ۳/ ۴۱۹)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ثقہ راویوں کو بھی (بعض اوقات) خطا لگ جاتی ہے لہٰذا ایسا راوی اگر موثق عند الجمہور ہو تو اس کی ثابت شدہ خطا کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور باقی روایتوں میں وہ حسن الحدیث، صحیح الحدیث ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۷۵)

۷: ابن الترکمانی الحنفی والی جرح "قیل" کی وجہ سے مردود ہے۔
دیکھئے الجوہر النقی (۲/۳۰)

اس جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق ثابت یا مروی ہے:

۱: یحییٰ بن معین: "ثقة" (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۲۳۵ والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/۳۷۴)

کتاب الجرح والتعدیل میں امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے لکھا ہے کہ

"أنا يعقوب بن إسحاق فيما كتب إلي قال: نا عثمان بن سعيد قال قلت ليحيى بن معين: أي شيئٍ حال المؤمل في سفيان؟ فقال: هو ثقة، قلت: هو أحب إليك أو عبيدالله؟ فلم يفضل أحدًا على الآخر" (۸/۳۷۴)

یعقوب بن اسحاق الہروی کا ذکر حافظ ذہبی کی تاریخ الاسلام میں ہے۔

(۲۵/۸۴ وفیات سنہ ۳۳۲ھ)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

" أبو الفضل الهروي الحافظ، سمع عثمان بن سعيد الدارمي ومن بعده وصنف جزءًا في الرد على اللفظية، روى عنه عبدالرحمٰن ابن أبي حاتم بالإجازة وهو أكبر منه، وأهل بلده" (تاریخ الاسلام ۲۵/۸۴)

ابن رجب الحنبلی نے شرح علل الترمذی میں یہ قول عثمان بن سعید الدارمی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے ۲/۵۴۱ وفی نسخۃ اخریٰ ص ۳۸۴، ۳۸۵)

تنبیہ: سوالات عثمان بن سعید الدارمی کا مطبوعہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔

۲: ابن حبان: ذكره في كتاب الثقات (۹/۱۸۷) وقال: "ربما أخطأ"

ایسا راوی ابن حبان کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتا، حافظ ابن حبان مؤمل کی حدیثیں اپنی صحیح ابن حبان میں لائے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۲۵۳ ح ٦٦٨١)

ابن حبان نے کہا:

" أخبرنا أحمد بن علي بن المثنى قال: حدثنا أبو عبيدة بن فضيل ابن عياض قال: حدثنا مؤمل بن إسماعيل قال: حدثنا سفيان قال: حدثنا علقمة بن يزيد ....." إلخ (الاحسان ۹/۲۷۶ ح ۷۴۱۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام ابن حبان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں، حسن الحدیث راوی پر " ربما أخطأ " والی جرح کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۳: امام بخاری: " استشهد به في صحيحه "

امام بخاری سے منسوب جرح کے تحت یہ گزر چکا ہے کہ امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل سے اپنی صحیح بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقہ وصدوق) ہیں۔

٤: سلیمان بن حرب: "يحسن الثناء عليه"

یعقوب بن سفیان الفارسی کی جرح کے تحت اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

☆ اسحاق بن راہویہ: "ثقة" (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱؛ الجامع للخطیب: ۹۳۹، دوسرا نسخہ: ۹۴٦ وسندہ صحیح والحمدللہ)

۵: ترمذی: صحح له (۴۱۵، ٦۷۲، ۱۹۴۸) وحسن له (۲۱۴٦، [۳۲٦٦])

تنبیہ: بریکٹ [ ] کے بغیر والی روایتیں مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ ترمذی کے نزدیک مؤمل صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔

٦: ابن خزیمہ: " صحح له " (مثلاً دیکھئے صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۴۳ ح ۴۷۹)

مؤمل عن سفیان الثوری، امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

۷: الدارقطنی: صحح له في سننه (۲/۱۸٦ ح ۲۲٦۱)

دارقطنی نے "مؤمل: ثنا سفيان" کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ "إسناده صحيح"

یعنی وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث عن سفیان (الثوری) ہیں۔

۸: الحاکم : صحح له في المستدرك علىٰ شرط الشيخين ووافقه الذهبي (۳۸۴/۱ ح۱۴۱۸)

یہ روایت مؤمل عن سفیان (الثوری) کی سند سے ہے لہٰذا مؤمل مذکور حاکم اور ذہبی دونوں کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

۹: حافظ ذہبی: کان من ثقات [البصریین] (العبر فی خبر من غبر ۲۷۴/۱ وفیات ۲۰۶ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ ذہبی کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے کیونکہ وہ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۰: احمد بن حنبل: "روی عنه"

امام احمد بن حنبل مؤمل سے اپنی المسند میں روایت بیان کرتے ہیں۔

مثلاً دیکھئے (۱۶۰/۱ ح ۹۷ وشیوخ احمد فی مقدمۃ مسند الامام احمد ۴۹/۱)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے: "و کذا شیوخ أحمد کلھم ثقات"

اور اسی طرح احمد کے تمام استاد ثقہ ہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۳، اعلاء السنن ج۱۹ ص ۲۱۸)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "روی عنه أحمد وشیوخه ثقات"

اس سے احمد نے روایت لی ہے اور ان کے استاد ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸۰/۱)

یعنی عام طور پر بعض راویوں کے استثنا کے ساتھ امام احمد کے سارے استاد (جمہور کے نزدیک) ثقہ ہیں۔

۱۱: علی بن المدینی : رویٰ عنه کما في تهذيب الكمال (۵۲۶/۱۸) وتهذيب التهذيب (۳۸۰/۱۰) وغيرهما وانظر الجرح والتعديل (۳۷۴/۸)

ابو العرب القیروانی سے منقول ہے:

إن أحمد وعلي بن المديني لا يرويان إلا عن مقبول ۔ (تہذیب التہذیب ۱۱۴/۹ ت ۱۵۵)

یقیناً احمد اور علی بن المدینی (عام طور پر) صرف مقبول (راوی) سے ہی روایت کرتے ہیں۔

۱۲: ابن کثیر الدمشقی: قال في حديث "مؤمل عن سفيان (الثوري)" إلخ:

"وهٰذا إسناد جيد" (تفسیر ابن کثیر۴/۴۲۳ سورۃ المعارج) وكذلك جوّ دله في مسند الفاروق (۱/ ۳٦۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور حافظ ابن کثیر کے نزدیک جید الحدیث یعنی ثقہ وصدوق ہیں۔

۱۴: الضیاء المقدسی: أورد حديثه في المختارة (۱/۳۴۵ ح ۲۳۷)

معلوم ہوا کہ مؤمل حافظ ضیاء کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

☆ امام ابوداود:

قال أبو عبيد الآجري :سألت أباداود عن مؤمل بن إسماعيل فعظمه ورفع من شانه إلا أنه يهم في الشئي. (تہذیب الکمال ۱۸/ ۵۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوداود سے مروی قول کے مطابق ان کے نزدیک مؤمل حسن الحدیث ہیں لیکن ابوعبید الآجری کی توثیق معلوم نہیں لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

۱۵: حافظ الہیثمی: " ثقة وفيه ضعف " (مجمع الزوائد ۸/۱۸۳)

یعنی حافظ ہیثمی کے نزدیک مؤمل حسن الحدیث ہیں۔

۱٦: امام النسائی: " روى له في سننه المجتبىٰ " (۴۰۹۷، ۴۵۸۹، السلفیہ)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے کہا:" وكذا كل من حدث عنه النسائي فهو ثقة "

(قواعد علوم الحدیث ص ۲۲۲)

یعنی السنن الصغریٰ کے جس راوی پر امام نسائی جرح نہ کریں وہ (عام طور پر) ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔

۱۷: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (ص ۲۳۲ ت ۱۴۱٦)

۱۸: الاسماعیلی:

" روى له في مستخرجه (على صحيح البخاري)" (انظر فتح الباری ۱۳/۳۳ تحت ح ۷۰۸۳)

☆ ابن حجر العسقلانی:

" ذكر حديث ابن خزيمة (وفيه مؤمل بن إسماعيل) في فتح الباري

(۲/۲۲۴تحت ح ۷۰۴۰) ولم يتكلم فيه"

ظفر احمد تھانوی نے کہا:

" ما ذكره الحافظ من الأحاديث الزائدة في فتح الباري فهو صحيح عنده أوحسن عنده كما صرح به في مقدمته ......" (قواعد فی علوم الحدیث ص۸۹)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے بقول حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤمل مذکور صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں گویا انھوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کرلیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل ثقہ وصدوق یا صحیح الحدیث، حسن الحدیث ہیں لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ جارحین میں سے امام بخاری وغیرہ کی جرح ثابت ہی نہیں ہے۔

امام ترمذی اور جمہور محدثین کے نزدیک مؤمل اگر سفیان ثوری سے روایت کریں تو ثقہ وصحیح الحدیث ہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کا قول:

" في حديثه عن الثوري ضعف" (فتح الباری ۹/۲۳۹تحت ح ۵۱۷۲)

جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ مؤمل عن سفیان: صحیح الحدیث ہیں تو بعض محدثین کی جرح کو غیر سفیان پر محمول کیا جائے گا۔ آخر میں بطور خلاصہ فیصلہ کن نتیجہ یہ ہے:

مؤمل عن سفیان الثوری: صحیح الحدیث اور عن غیر سفیان الثوری: حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب نے مؤمل عن سفیان کی ایک سند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

" رجاله ثقات " اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۳۳ تحت ح ۸۶۵)

نیز تھانوی صاحب مؤمل کی ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" فالسند حسن " پس سند حسن ہے۔ (اعلاء السنن ۳/۱۱۸ تحت ح ۸۵۰)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک بھی مؤمل ثقہ ہیں۔

کل جارحین = ۷

کل معدلین = ۱۸(۲۲) دیکھئے ص: ۴۲۷۔

زمانۂ تدوین حدیث کے محدثین کرام نے ضعیف و مجروح راویوں پر کتابیں لکھی ہیں، مثلاً:

۱: كتاب الضعفاء للإمام البخاري

۲: كتاب الضعفاء للإمام النسائي

۳: كتاب الضعفاء للإمام أبي زرعة الرازي

۴: كتاب الضعفاء لإبن شاهين

۵: كتاب المجروحين لإبن حبان

۶: كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي

۷: كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني

۸: الكامل لإبن عدي الجرجاني

۹: أحوال الرجال للجوزجاني

یہ سب کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں (والحمدللہ) اور ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کا تذکرہ نہیں ہے۔ گویا ان مذکورین کے نزدیک مؤمل پر جرح مردود ہے یا سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ابن الجوزی نے کتاب الضعفاء والمتروکین (ج ۳ ص ۳۱، ۳۲) میں بھی مؤمل بن اسماعیل کا ذکر تک نہیں کیا!!

☆ موجودہ زمانے میں بعض دیوبندی و بریلوی حضرات مؤمل بن اسماعیل المکی پر جرح کرتے ہیں اور امام بخاری سے منسوب غلط اور غیر ثابت جرح "منكر الحديث" کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث میں مؤمل کا ذکر آ گیا ہے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۴۳ ح ۴۷۹، والطحاوی فی احکام القرآن ۱/ ۱۸۶ ح ۳۲۹ مؤمل: نا سفیان (الثوری) عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر]

اس سند میں عاصم بن کلیب اور ان کے والد کلیب دونوں جمہور محدثین کے نزدیک

ثقہ وصدوق ہیں، سفیان الثوری ثقہ مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ مدلس راوی کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔

روایت مذکورہ کا قوی شاہد: مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزی (۲۸۳/۱ ح ۴۷۷) وفی نسخۃ اخریٰ (۳۳۸/۱ ح ۴۳۴) میں "**یحییٰ بن سعید (القطان) عن سفیان (الثوري) :حدثني سماك (بن حرب) عن قبیصه بن هلب عن أبیه**" کی سند سے موجود ہے۔

ہلب الطائی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ ہیں، سفیان ثوری نے سماع کی تصریح کر دی ہے، قبیصہ بن ہلب کے بارے میں درج ذیل تحقیق میسر ہے:

حافظ مزی نے بغیر کسی سند کے علی بن المدینی اور نسائی سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا:

"**مجهول**" (تہذیب الکمال ۲۲۱/۱۵)

یہ کلام کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: بلا سند ہے۔

۲: علی بن المدینی کی کتاب العلل اور نسائی کی کتاب الضعفاء میں یہ کلام موجود نہیں ہے۔

۳: جس راوی کی توثیق ثابت ہو جائے اس پر مجہول، لایعرف وغیرہ کا کلام مردود ہوتا ہے۔

۴: یہ کلام جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

قبیصہ بن ہلب کی توثیق درج ذیل ہے:

(۱) امام معتدل العجلی نے کہا: "**كو في تابعي ثقة**" (تاریخ الثقات: ۱۳۷۹)

(۲) ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۳۱۹/۵)

(۳) ترمذی نے ان کی بیان کردہ ایک حدیث کو "حسن" کہا (ح ۲۵۲)

(۴) بغوی نے ان کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (شرح السنۃ ۳۱/۳ ح ۵۷۰)

(۵) نووی نے ان کی ایک حدیث کو "باسناد صحیح" کہا۔

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۹۰ سطر ۱۵)

(٦) ابن عبدالبر نے اس کی ایک حدیث کو "حدیث صحیح" کہا :

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب المطبوع مع الاصابۃ ج ۳ ص ٦١٥)

ان چھ (٦) محدثین کے مقابلے میں کسی ایک محدث سے صراحتاً قبیصہ بن ہلب پر کوئی جرح ثابت نہیں ہے، حافظ ابن حجر کے نزدیک یہ راوی متابعت کی صورت میں "مقبول" ہیں (تقریب التہذیب: ٥٥١٦) ورنہ ان کے نزدیک وہ لین الحدیث ہے۔ مؤمل عن سفیان ثوری الخ والی روایت کی صورت میں قبیصہ مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک مقبول (مقبول الحدیث) ہیں۔ فتح الباری کے سکوت (٢/٢٢٤) کی روشنی میں دیوبندیوں کے نزدیک یہ راوی حافظ ابن حجر کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔ نیز دیکھئے تعدیل نمبر: ٢٠ حافظ ابن حجر کے کلام پر یہ بحث بطورِ الزام ذکر کی گئی ہے ورنہ قبیصہ مذکور بذاتِ خود حسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

....

مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کے مزید حوالے:

١٩: اسحاق بن راہویہ (دیکھئے ص ٤٢١)

٢٠: ابوعوانہ (روی لہ فی المستخرج ٣/١٤٤ ح ٢٢٩٣)

٢١: البغوی (شرح السنہ ١/٤٤٣ ح ٢٢٨ وقال فی حدیثہ: "ھذا حدیث حسن")

٢٢: ابن القطان الفاسی (قال: "رجل معروف صدوق/ بیان الوہم والایہام ٥/٨٤ ح ٢٣٢٧) وحسن حدیثہ (نصب الرایہ ٣/١٨٠)

٢٣: ابن الملقن (قال: "صدوق وقد تکلم فیہ خ" / البدر المنیر ٤/٦٥٢)

٢٤: بوصیری

(قال فی حدیثہ: "ھذا اسناد حسن" / اتحاف الخیرۃ المھرۃ ٨/٢٧٤ ح ٨٤٢٥)

نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب

سماک بن حرب کتب ستہ کے راوی اور اوساط تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان کی درج ذیل روایتیں ہیں:

صحیح البخاری: (ح ۶۷۲۲ قال: ''تابعه یونس وسماک بن عطیة وسماک بن حرب.....'' الخ)

صحیح مسلم: (۲۲۴، ۴۳۶/۱۲۸، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۹۹، ۶۰۶، ۶۱۸، ۶۴۳ (۶۷۰) ۷۳۴، ۸۶۲، ۸۶۶، ۹۶۵، ۹۷۸، ۱۰۷۵/۱۷۳، ۱۳۸۵، ۱۵۰۴/۱۱ ۱۶۲۸/۶، ۱۶۵۱/۱۸، ۱۶۷۱/۱۳، ۱۶۸۰، (۱۶۹۲)، ۱۶۹۳، ۱۷۴۸، ۱۸۲۱/۶، ۱۸۴۶۷، ۱۹۲۲، ۱۹۸۴، ۲۰۵۳، ۲۱۳۵، ۲۲۴۸، ۲۲۷۷، ۲۳۰۵/۴۴، ۲۳۲۲، ۲۳۲۹، ۲۳۳۹، ۲۳۴۴، ۲۳۶۱، ۲۷۴۵، ۲۷۶۳/۴۲، ۴۳، ۲۹۱۹/۷۸، ۲۹۲۳، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸)

فواد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق یہ پینتالیس (۴۵) روایتیں ہیں۔ ان میں سے بعض روایتیں دو دو دفعہ ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں سماک کی پینتالیس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن النسائی میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں۔

اب سماک بن حرب پر جرح اور اس کی تحقیق پڑھ لیں:

جارحین اور ان کی جرح

☆ شعبہ: **قال یحیی بن معین: "سماك بن حرب ثقة وكان شعبة يضعفه" ...إلخ** (تاریخ بغداد ۹/۲۱۵ ت ۴۷۹۲)

ابن معین ۱۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۱: سفیان الثوری: "کان یضعفه بعض الضعف"

امام العجلی (مولود ۱۸۲ھ متوفی ۲۶۱ھ) نے کہا:

"جائز الحدیث ......وکان فصیحًا إلا أنه کان في حدیث عکرمة ربما وصل عن ابن عباس......وکان سفیان الثوري یضعفه بعض الضعف"

(تاریخ الثقات: ۶۲۱ و تاریخ بغداد ۲۱۶/۹)

سفیان الثوری ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے تھے لہٰذا یہ سند بھی منقطع ہے۔ اس کے برعکس شعبہ اور سفیان دونوں سے ثابت ہے کہ وہ سماک بن حرب سے روایتیں بیان کرتے تھے لہٰذا اگر یہ جرح ثابت بھی ہو تو العجلی کے قول کی روشنی میں اسے "سماك عن عکرمة عن ابن عباس" کی سند پر محمول کیا جائے گا۔ ابن عدی نے احمد بن الحسین الصوفی (؟) ثنا محمد بن خلف بن عبدالحمید کی سند کے ساتھ سفیان سے نقل کیا کہ سماک ضعیف ہے (الکامل ۱۲۹۹/۳) محمد بن خلف مذکور کے حالات نامعلوم ہیں لہٰذا یہ قول ثابت نہیں ہے۔

۲: احمد بن حنبل: "مضطرب الحدیث" (الجرح والتعدیل ۲۷۹/۴)

اس قول کے ایک راوی محمد بن حمویہ بن الحسن کی توثیق نامعلوم ہے لیکن کتاب المعرفة والتاریخ لیعقوب الفارسی (۶۳۸/۲) میں اس کا ایک شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی موجود ہے۔ کتاب العلل ومعرفة الرجال (۱۵۴/۱، رقم: ۷۷۵) میں امام احمد کے قول: "سماك یر فعهما عن عکرمة عن ابن عباس" سے معلوم ہوتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی جرح کا تعلق صرف "سماك عن عکرمة عن ابن عباس" کی سند سے ہے۔

نیز دیکھئے اقوال تعدیل: ۷

۳: محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی:

"یقولون إنه کان یغلط ویختلفون في حدیثه" (تاریخ بغداد ۲۱۶/۹ وسندہ صحیح)

اس میں یقولون کا فاعل نامعلوم ہے۔

☆ صالح بن محمد البغدادی: "یضعف" (تاریخ بغداد ۲۱۶/۹)

اس قول کا راوی محمد بن علی المقرئ ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔ ابو مسلم عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن مہران بن سلمہ الثقہ الصالح کے شاگردوں میں خطیب بغدادی کا استاد قاضی ابو العلاء الواسطی ہے (تاریخ بغداد ۱۰/۲۹۹) یہ ابو العلاء محمد بن علی (القاری) ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/۹۵) المقرئ اور قاری (قرأ علیه القرآن بقراء ت جماعة) ایک ہی شخص کے مختلف القاب ہوتے ہیں، ابو العلاء المقرئ کے حالات (معرفۃ القراء الکبار للذہبی ۱/۳۹۱ ت ۳۲۸) وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ شخص مجروح ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۳/۶۵۴ ت ۷۹۷۱) وغیرہ لہٰذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

☆ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش: ''في حدیثه لین'' (تاریخ بغداد ۹/۲۱۶)

ابن خراش کے شاگرد محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالاتِ توثیق مطلوب ہیں اور ابن خراش بذاتِ خود جمہور کے نزدیک مجروح ہے، دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۶۰۰ ت ۵۰۰۹)

۴: ابن حبان: ذکرہ فی الثقات (۴/۳۳۹) وقال:

''یخطئ کثیرًا .... روی عنه الثوري وشعبة''

یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:

① اگر ابن حبان کے نزدیک سماک ''یخطئ کثیرًا'' ہے تو ثقہ نہیں ہے لہٰذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کیوں کیا؟ اور اگر ثقہ ہے تو ''یخطئ کثیرًا'' نہیں ہے۔

مشہور محدث شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ ایک راوی پر حافظ ابن حبان البستی کی جرح ''کان یخطئ کثیرًا'' نقل کر کے لکھتے ہیں:

''وهذا من أفراده وتناقضه ، إذلو کان یخطئ کثیرًا لم یکن ثقة''

یہ ان کی منفرد باتوں اور تناقضات میں سے ہے کیونکہ اگر وہ غلطیاں زیادہ کرتے تھے تو ثقہ نہیں تھے۔! (الضعیفۃ ۲/۳۳۳ ح ۹۳۰)

② حافظ ابن حبان نے خود اپنی صحیح میں سماک بن حرب سے بہت سی روایتیں لی ہیں، مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (۱/۱۴۳ ح ۶۶ ص ۱۴۴ ح ۶۸، ۶۹)

اور اتحاف المہرۃ (۶۵،۶۴،۶۳/۳)

لہٰذا ابن حبان کے نزدیک اس جرح کا تعلق حدیث سے نہیں ہے اسی لئے تو وہ سماک کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

④ حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب ''مشاهير علماء الأمصار'' میں سماک بن حرب کو ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی (ص ۱۱۰ ت ۸۴۰) یعنی خود ابن حبان کے نزدیک بھی ان پر جرح باطل و مردود ہے۔

۵: العقیلی: ذكره في كتاب الضعفاء الكبير (۱۷۹،۱۷۸/۲)

۶: جریر بن عبدالحمید: انھوں نے سماک بن حرب کو دیکھا کہ وہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے لہٰذا جریر نے ان سے روایت ترک کر دی۔

(الضعفاء للعقیلی ۱۷۹/۲، والکامل لابن عدی ۱۲۹۹/۳)

یہ کوئی جرح نہیں کیونکہ موطأ امام مالک میں باسند صحیح ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے (۶۵/۱ ح ۱۴۰ تحقیقی) بریکٹ میں عذر کا اضافہ دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۷: النسائی: ''ليس بالقوي و كان يقبل التلقين''

(السنن المجتبیٰ ۳۱۹/۸ ح ۵۶۸۰ تحقیقی)

تہذیب التہذیب میں امام نسائی والا قول: ''فإذا انفرد بأصل لم يكن حجة'' تحفۃ الاشراف للمزی (۱۳۸،۱۳۷/۵ ح ۶۱۰۴) میں مذکور ہے۔

☆ ابن المبارک: ''سماك ضعيف في الحديث''

(تہذیب الکمال ۱۳۱/۸، تہذیب التہذیب ۲۰۴/۴)

یہ روایت بلا سند ہے۔ کامل ابن عدی (۱۲۹۹/۳) میں ضعیف سند کے ساتھ یہی جرح ''عن ابن المبارك عن سفيان الثوري'' مختصراً مروی ہے جیسا کہ نمبر ۱ کے تحت گزر چکا ہے۔

☆ البزار: ”كان رجلاً مشهورًا لا أعلم أحدًا تركه وكان قد تغير قبل موته“

(تہذیب التہذیب ۴/۲۰۵ بلا سند)

اس کا تعلق اختلاط سے ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے۔

☆ یعقوب بن شیبہ: ”وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من المتثبتين ومن سمع من سماك قديمًا مثل شعبة و سفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قال ابن المبارك إنما يرى أنه فيمن سمع منه بأخرة“ (تہذیب الکمال ۸/۱۳۱)

اس قول کا تعلق سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) اور اختلاط سے ہے، ابن المبارک کا قول باسند نہیں ملا اور باقی سب توثیق ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ (دیکھئے اقوال تعدیل: ۲۷)

معدلین اور ان کی تعدیل

ان جارحین کی جرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے تعدیل مروی ہے:

۱: مسلم: احتج به في صحيحه (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۲۳۳)

شروع میں سماک کی بہت سی روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہیں لہٰذا سماک مذکور امام مسلم کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔

۲: البخاری: شروع میں گزر چکا ہے کہ امام البخاری نے صحیح بخاری میں سماک سے روایت لی ہے (۶۷۲۲) حافظ ذہبی نے اجتناب بخاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”وقد علق له البخاري استشهادًا به“ (سیر اعلام النبلاء ۵/۲۴۸)

اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل (اقوال جرح نمبر ۶) کے تحت گزر چکا ہے کہ امام بخاری جس راوی سے بطور استشہاد روایت کریں وہ (عام طور پر) امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ (دیکھئے ص ۴۱۹۔۴۲۱)

۳: شعبہ: ”روى عنه“ (صحیح مسلم: ۲۲۴)

شعبہ کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے

روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۴، ۵) وقواعد فی علوم الحدیث للتھانوی الدیوبندی (ص ۲۱۷)

٤: سفیان الثوری: "ما یسقط لسماك بن حرب حدیث"

سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ حسن لذاتہ)

اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تہذیب التہذیب ۴/۲۰۵) عجیب وغریب ہے۔ یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں ہے۔

۵: یحییٰ بن معین: "ثقة" (الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹، وتاریخ بغداد ۹/۲۱۵ وسندہ صحیح)

٦: ابوحاتم الرازی: "صدوق ثقة" (الجرح والتعدیل ۴/۲۸۰)

۷: احمد بن حنبل: "سماك أصلح حديثاً من عبدالملك بن عمير"

(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۹، ۲۸۰ وسندہ صحیح)

۸: ابواسحاق السبیعی: "خذوا العلم من سماك بن حرب"

(الجرح والتعدیل ۴/۲۷۵ وسندہ حسن)

۹: العجلی: "جائز الحديث" (دیکھئے اقوالِ جرح: ۱) ذكره في تاريخ الثقات

۱۰: ابن عدی: "وأحاديثه حسان عن من روى عنه وهو صدوق لابأس به"

(الکامل ۳/۱۳۰۰)

۱۱: ترمذی: انھوں نے سماک کی بہت سی حدیثوں کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے ح ۶۵، ۲۰۲، ۲۲۷) بلکہ امام ترمذی نے سنن کا آغاز سماک کی حدیث سے کیا ہے۔ (ح ۱)

۱۲: ابن شاہین: ذكره في كتاب الثقات (۵۰۵)

۱۳: الحاکم: صحح له فی المستدرك (۱/۲۹۷)

۱٤: الذہبی: صحح له في تلخيص المستدرك (۱/۲۹۷)

وقال الذہبی: "صدوق جليل" (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۴۹)

وقال: ''الحافظ الإمام الكبير'' (سیر اعلام النبلاء ۵/۲۴۵)

وقال: ''وكان من حملة الحجة ببلده'' (ایضاً ص ۲۴۶)

۱۵: ابن حبان: احتج به في صحيحه (دیکھئے اقوال الجرح: ۴/۲)

۱۶: ابن خزیمہ: صحح له في صحيحه (۸/۱ ح ۸)

۱۷: البغوی: قال: ''هٰذا حديث حسن'' (شرح السنۃ ۳/۳۱ ح ۵۷۰)

۱۸: نووی: حسن له في المجموع شرح المهذب (۴۹۰/۳)

۱۹: ابن عبدالبر: صحح له في الإستيعاب (۶۱۵/۳)

۲۰: ابن الجارود: ذكر حديثه في المنتقىٰ (ح ۲۵)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''وأورد هٰذا الحديث ابن الجارود في المنتقىٰ فهو صحيح عنده''

(بوادر النوادر ص ۱۳۵ نویں حکمت حرمت سجدہ تحیہ)

۲۱: الضیاء المقدسی: احتج به في المختارة (۱۲/۱۱۔۹۸ ح ۱۔۱۱۵)

۲۲: المنذری: حسن له حديثه الذي رواه الترمذي (۲۶۵۷) برمزه ''عن''

(دیکھئے الترغیب والترہیب ۱/۱۰۸ ح ۱۵۰)

۲۳: ابن حجر العسقلانی: ''صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بآخره فكان ربما يلقن'' (تقریب التہذیب: ۲۶۲۴)

یعنی سماک بن حرب حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق (حسن الحدیث) ہیں اور جرح کا تعلق عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے ہے اختلاط کا جواب آگے آرہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا۔ (۲۲۴/۲ تحت ح ۷۴۰)

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''ایسی روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے۔'' [لہٰذا یہ راوی ان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہیں۔]

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث: ص ۸۹)

۲۴: ابوعوانہ: احتج به في صحيحه المستخرج علٰی صحيح مسلم(۲۲۴/۱)

۲۵: ابونعیم الاصبہانی: احتج به في صحيحه المستخرج علٰی صحيح مسلم (۲۸۹/۱، ۲۹۰ح ۵۳۵)

۲۶: ابن سیدالناس: صحح حديثه في شرح الترمذي ، قاله شيخنا الإمام أبو محمد بديع الدين الراشدي السندي

(دیکھئے: نماز میں خشوع اور عاجزی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا ص۱۰ ح ۳)

☆ یعقوب بن شیبہ: کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سفیان ثوری کی سماک سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب مذکور کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہٰذا ان پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ بعض علماء نے اس جرح کو اختلاط پر محمول کیا ہے یعنی اختلاط سے پہلے والی روایتوں پر کوئی جرح نہیں ہے۔

اختلاط کی بحث

بعض علماء کے مطابق سماک بن حرب کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ تغیر بآخرہ، دیکھئے الکواکب النیرات لابن الکیال (ص ۴۵) اورالاغتباط بمن رمی بالاختلاط (ص ۱۵۹ ت ۴۸)

ابن الصلاح الشہر زوری نے کہا: ''واعلم أن من كان من هذا القبيل محتجًا بروايته في الصحيحين أو أحدهما فإنا نعرف على الجملة أن ذلك مما تميز و كان ماخوذًا عنه قبل الإختلاط والله أعلم''

(علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص ۴۶۶ نوع ۶۲)

یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطورِ حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں، یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم میں سماک بن حرب کے درج ذیل شاگرد ہیں:

۱: ابوعوانہ (۲۲۴) ۲: شعبہ (۲۲۴)

۳: زائدہ (۲۲۴) ۴: اسرائیل (۲۲۴)

۵: ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ (۴۳۶) ۶: ابوالاحوص (۴۳۶)

۷: عمر بن عبید الطنافسی (۴۹۹/۲۴۲)

۸: سفیان الثوری (۶۷۰، ۲۸۷) تحفۃ الاشراف للمزی (۲/۱۵۴ ح ۲۱۶۴)

۹: زکریا بن ابی زائدہ (۶۷۰/ ۲۸۷) ۱۰: حسن بن صالح (۳۴۷)

۱۱: مالک بن مغول (۹۶۵) ۱۲: ابویونس حاتم بن ابی صغیرہ (۱۶۸۰)

۱۳: حماد بن سلمہ (۱۸۲۱/ ۷) ۱۴: ادریس بن یزید الاودی (۲۱۳۵)

۱۵: ابراہیم بن طہمان (۲۲۷۷) ۱۶: زیاد بن خیثمہ (۲۳۰۵/۴۴)

۱۷: اسباط بن نصر (۲۳۲۹)

معلوم ہوا کہ ان سب شاگردوں کی ان سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا ''سفیان الثوري: حدثني سماك'' والی روایت پر اختلاط کی جرح کرنا مردود ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''علی صدرہ'' کے الفاظ سماک بن حرب سے صرف سفیان ثوری نے نقل کئے ہیں اسے ابوالاحوص، شریک القاضی نے بیان نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ ہیں اور سماع کی تصریح کر رہے ہیں لہٰذا دوسرے راویوں کا ''علی صدرہ'' کے الفاظ ذکر نہ کرنا کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ عدم ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوا کرتا اور عدم مخالفت صریحہ کی صورت میں ثقہ وصدوق کی زیادت ہمیشہ مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس خاص روایت میں بتصریحات محدثین کرام وہم وخطا ثابت نہ ہو۔ نیموی حنفی نے بھی ایک ثقہ راوی (امام حمیدی) کی زیادت کو زبردست طور پر مقبول قرار دیا ہے، دیکھئے آثار السنن (ص ۱۷ ح ۳۶ حاشیہ: ۲۷)

موطأ امام مالک (۲/۹۸۵، ۹۸۶ ح ۱۹۱۵) میں عبداللہ بن دینار عن أبي صالح السمان عن أبي هريرة قال: '' إن الرجل ليتكلم با لكلمة.....'' إلخ ایک قول ہے۔

امام مالک ثقہ حافظ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار: "صدوق یخطئ" (حسن الحدیث) نے یہی قول:

"عن عبداللہ بن دینار عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: إن العبد ليتكلم بالكلمة ...." إلخ

مرفوعاً بیان کیا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ح ۶۴۷۸)

معلوم ہوا کہ مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں اور امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق کی زیادت معتبر ہوتی ہے۔ والحمدللہ

☆ بعض لوگ مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) کے الفاظ "یضع هذه علیٰ صدره" کے بارے میں تاویلات کے دفاتر کھول بیٹھتے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ مسند احمد والی روایت میں "یضع هذه علیٰ هذه علیٰ صدره" کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (التحقیق ۳۳۸/۱ ح ۴۷۷ و نسخہ اخریٰ ۲۸۳/۱)

ابن عبدالہادی نے "التنقیح" میں بھی "یضع هذه علیٰ هذه علیٰ صدره" کے الفاظ لکھے ہیں (۲۸۴/۱) اس سے مؤولین کی تمام تاویلات ھباءً منثورا ہو جاتی ہیں اور "علیٰ صدره" کے الفاظ صحیح اور محفوظ ثابت ہو جاتے ہیں۔

☆ جب یہ ثابت ہے کہ ثقہ وصدوق کی زیادت صحیح وحسن اور معتبر ہوتی ہے تو وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی کا سفیان الثوری سے "علیٰ صدره" کے الفاظ بیان نہ کرنا چنداں مضر نہیں ہے کیونکہ یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ حافظ ہیں ان کا یہ الفاظ بیان کر دینا عاملین بالحدیث کے لئے کافی ہے۔

☆ یاد رہے کہ سفیان ثوری سے باسند صحیح وحسن ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔

☆ راوی اگر ثقہ یا صدوق ہو تو اس کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس روایت میں "فی الصلوٰۃ" کی صراحت نہیں ہے۔ عرض ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ مسند احمد ہی میں اس روایت کے بعد دوسری

روایت میں ''فی الصلوٰۃ '' کی صراحت موجود ہے۔

(احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۴ من طریق سفیان عن سماک بن حرب)

تنبیہ(۱): سماک بن حرب (تابعی) رحمہ اللہ کے بارے میں ثابت کردیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ان پر اختلاط والی جرح کا مفصل و مدلل جواب دے دیا گیا ہے کہ سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہما کی اُن سے روایت قبل از اختلاط ہے لہٰذا ان روایتوں پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ(۲): سماک بن حرب اگر عکرمہ سے روایت کریں تو یہ خاص سلسلہ سند ضعیف ہے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۴۸/۵) وتقریب التہذیب (۲۶۲۴، اَشار اِلیہ) اگر وہ عکرمہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے،اختلاط سے پہلے روایت کریں تو وہ صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ(۳): محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے کہ ''اس کا ایک راوی یعنی سماک بن حرب___ مدلس ہے اور یہ روایت اس نے عن سے کی ہے اور بالاتفاق محدثین مردود ہوتا ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ نیز دیکھئے ص ۱۲۹، ۱۳۴)

رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''سماک بن حرب مدلس ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا اور نہ کتبِ مدلسین میں سماک کا ذکر موجود ہے۔یاد رہے کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۸ شعبان ۱۴۲۷ھ)

محدّثِ ہرات: امام عثمان بن سعید الدارمی

ہرات افغانستان (سابقہ خراسان) کا مشہور شہر ہے۔ یہ شہر بے شمار باغات اور میٹھے پانیوں کے ساتھ جنت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ اسلام کے سنہری دور میں عظیم الشان ائمۂ دین اور علمائے حق کا مسکن رہا ہے۔ امام حسین بن ادریس الانصاری الہروی رحمہ اللہ (متوفی ۳۰۱ھ) مشہور ثقہ حافظ اور متعدد کتابوں کے مصنف، اسی شہر کے باسی تھے۔ ذم الکلام جیسی لازوال کتاب کے مصنف شیخ الاسلام ابو اسماعیل الہروی رحمہ اللہ (متوفی ۴۸۱ھ) کا جائے مسکن بھی یہی شہر ہے۔

امام عثمان بن سعید بن خالد، ابو سعید الدارمی الہروی رحمہ اللہ کے علوم و برکات اسی شہر میں نور افشاں رہے۔ آپ ۲۰۰ھ سے کچھ پہلے پیدا ہوئے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۳۱۹)

آپ نے مسلسل اسلامی دنیا کے کونے کونے گھومتے ہوئے علم وحکمت کے سمندروں میں غوطہ زنی جاری رکھی۔ حرمین، حجاز، شام، مصر، عراق اور بلادِ عجم میں حدیث اور دیگر علوم کے مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

علمِ حدیث میں آپ کے چند مشہور اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

ابو الیمان الحکم بن نافع، سعید بن ابی مریم، مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، ابو سلمہ التبوذکی، نعیم بن حماد الصدوق، عبداللہ بن صالح کاتب اللیث، مسدد، ابو توبہ الحلبی، ابو جعفر النفیلی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ اور ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

مشہور لغوی امام اور محدث ابو سعید بن الاعرابی سے اَدَب (علمِ لغت وغیرہ) اور فقیہ امام ابو یعقوب البویطی سے فقہ الحدیث سیکھا۔

آپ کے شاگردوں میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

ابوعمرو احمد بن محمد الحیری، مؤمل بن الحسن الماسرجسی، محمد بن یوسف الہروی الفقیہ، احمد بن محمد بن عبدوس الطرائفی، شیخ الاسلام ابوالنضر محمد بن محمد الطوسی الفقیہ، حامد بن محمد بن عبداللہ الرفاء، محمد بن عثمان بن سعید الداری اور ابوالفضل یعقوب بن اسحاق القراب وغیرہم، رحمہم اللہ اجمعین

علمائے اہلِ سنت کے نزدیک آپ کا علمی مقام

تمام محدثین اور علمائے حق کا آپ کی توثیق وتعریف پر اجماع ہے۔

۱: حافظ ابن حبان نے انھیں ''کتاب الثقات'' میں ذکر کیا اور فرمایا:

''أحد أئمة الدنیا، یروي عن أبی الولید وأهل العراق، حدثنا عنه ابنه محمد بن عثمان بن سعید'' یعنی آپ دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے۔ (کتاب الثقات ۸/۴۵۵)

۲: ابوالفضل یعقوب بن اسحاق القراب (متوفی ۴۲۹ھ) نے کہا:

" مارأینا مثل عثمان بن سعید، ولارأی عثمان مثل نفسه، أخذالأدب عن ابن الأعرابي، والفقه (عن) أبي یعقوب البویطي، والحدیث عن یحي بن معین وعلي بن المدیني، وتقدم في هذه العلوم ۔رحمة الله علیه" ہم نے عثمان بن سعید (الدارمی) جیسا کوئی نہیں دیکھا اور نہ انھوں نے اپنے جیسا کوئی دیکھا ہے انھوں نے ابن الاعرابی سے علمِ ادب، بویطی سے فقہ اور یحییٰ بن معین وابن المدینی سے حدیث کا علم سیکھا۔ وہ ان علوم میں سبقت لے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۰/۲۶۵ وسندہ صحیح، علوم الحدیث للحاکم ص ۸۰ ح ۱۷۴ و بعض الاصلاح منہ)

۳: حاکم نیشاپوری نے عثمان الدارمی کی بیان کردہ حدیث کو ''صحیح علی شرط الشیخین'' کہا ہے۔ (المستدرک ۱/۴۶ ح ۱۴۳ و وافقہ الذہبی)

امام حاکم نے ایک سند کے سارے راویوں کو ثقہ کہا، اس سند میں عثمان بن سعید بھی ہیں۔
(دیکھئے المستدرک ۱/۱۵۱ ح ۱۶۵)

۴: ابن الجوزی نے کہا: ''إمام عصره بهراة'' (المنتظم ۱۱/۱۱۲)

۵: حافظ ذہبی نے کہا: ''الإمام العلامة الحافظ الناقد'' (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۳۱۹)

اور کہا: ''الحافظ الإمام الحجة'' (تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۲۱ ت ۶۴۸)

اور فرمایا: ''وکان لهجًا بالسنة، بصیرًا بالمناظرة'' وہ سنت کے دلدادہ تھے (اور) مناظرے کی بصیرت رکھتے تھے۔ (النبلاء ۱۳/۳۲۰)

اور فرمایا: '' وکان جذعًا في أعین المبتدعة، قیّمًا بالسنة'' آپ بدعتیوں کی آنکھوں میں شہتیر تھے اور سنت کے نگران تھے۔ (العبر فی خبر من غبر ۱/۴۰۳)

۶: الصفدی نے کہا: ''وکان جذعًا في أعین المبتدعین'' اور وہ بدعتیوں کی آنکھوں میں شہتیر تھے۔ (الوافی بالوفیات ۱۹/۳۲۰)

۷: عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے کہا: ''محدث هراة وأحد الأعلام الثقات''
وہ ہرات کے محدث اور ثقہ مشہور علماء میں سے ایک تھے۔ (طبقات الشافعیۃ ۲/۵۳)

۸: العبادی نے الطبقات میں کہا: ''الإمام فی الحدیث والفقه'' وہ حدیث وفقہ میں امام تھے۔ (طبقات الشافعیۃ ۲/۵۳)

''وهو الذي قام علی محمد بن کرام الذي تنسب إلیه الکرامیة وطردوه عن هراة''

انھوں نے (فرقہ مجسمہ کے سربراہ) محمد بن کرام، جس کی طرف فرقہ کرامیہ منسوب ہے، کی سرکوبی کی اور اسے ہرات سے بھگا دیا۔ (ایضاً ص ۵۳)

۹: ابن العماد نے کہا: ''وکان .. ثقة حجة ثبتًا''
اور وہ.. ثقہ حجت (اور) ثبت (پختہ کار) تھے۔ (شذرات الذہب ۲/۱۷۶)

۱۰: الاسنوی نے کہا:

''ھو أحد الحفاظ الأعلام ، تفقه علی البویطي وطاف الآفاق في طلب الحدیث وصنف المسند الکبیر '' وہ مشہور حفاظِ حدیث میں سے ایک تھے، انھوں نے بویطی سے فقہ سیکھی اور حدیث جمع کرنے کے لئے چاروں طرف پھرے، انھوں نے مسند کبیر کے نام سے حدیث کی ایک کتاب تصنیف کی۔

(شذرات الذہب ۲/۱۷۶)

☆ امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے انھیں کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا (۶/۱۵۳) اور کوئی جرح وتعدیل نہیں لکھی۔

یہاں یہ بات عجیب وغریب ہے کہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''سکوت ابن أبي حاتم أو البخاري عن الجرح فی الراوي: توثیق له''
ابن ابی حاتم اور بخاری کا (تاریخ کبیر اور الجرح والتعدیل میں) راوی پر جرح سے سکوت کرنا، راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۳۵۸ وقواعد فی علوم الحدیث ص ۳۵۸)

یہ قول اگرچہ باطل ہے لیکن دیوبندیوں اور فرقۂ کوثریہ پر حجت ہے۔ کوثری پارٹی میں ظفر احمد صاحب کا بہت بڑا مقام ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام عثمان بن سعید الدارمی کی توثیق، امامت اور جلالت پر اجماع ہے۔ فرقۂ کوثریہ کے بانی محمد زاہد الکوثری صاحب کی نیش زنی کا جواب آگے آرہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

امام عثمان الدارمی کی تصانیف

آپ کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱: المسند الکبیر (غیر مطبوع)

۲: تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن یحییٰ بن معین (مطبوع) اس کتاب کا کچھ حصہ طباعت سے رہ گیا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ دوسری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

۳: کتاب الرد علی الجہمیہ (مطبوع) یہ کتاب شیخ بدر البدر کی تحقیق سے چھپی ہے۔

۴: رد الإمام عثمان الدارمی علی بشر المریسی العنید (مطبوع)

اس کتاب میں امام عثمان الدارمی رحمہ اللہ نے فرقہ مریسیہ جہمیہ کے بانی و پیشوا بشر بن غیاث المریسی کا مدلل و بہترین رد کیا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں ناشر نے امام ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب ''اجتماع الجیوش الاسلامیۃ'' سے نقل کیا ہے:

''كتابا الدارمي – النقض على بشر المريسي ، والرد على الجهمية – من أجلّ الكتب المصنفة في السنة وأنفعها، وينبغي لكل طالب سنة، مراده الوقوف على ما كان عليه الصحابة والتابعون والأئمة أن يقرأ كتابيه.وكان شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله يوصي بهما أشدالوصية، ويعظّمهما جدًا، وفيهمامن تقرير التوحيد والأسماء والصفات بالعقل والنقل ماليس في غيرهما''

دارمی کی دونوں کتابیں ۔ الرد علی بشر المریسی اور الرد علی الجہمیہ ، سنت پر لکھی ہوئی بہترین اور نفع بخش کتابوں میں سے ہیں۔ حدیث وسنت کا ہر طالب علم جو صحابہ، تابعین اور ائمۂ دین سے محبت رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ یہ دونوں کتابیں ضرور پڑھے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ دونوں کتابیں پڑھنے کی زبردست وصیت فرماتے تھے اور ان کتابوں کی بے انتہا عزت کرتے تھے۔ ان دونوں کتابوں میں توحید اور اسماء وصفات کا ثبوت عقل ونقل دونوں سے پیش کیا گیا ہے، یہ برتری دوسری کسی کتاب کو (ان مسائل میں) حاصل نہیں ہے۔

(اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۹۰ وہامش الرد علی الجہمیہ ص ۵)

امام ابو سعید الدارمی رحمہ اللہ ۲۸۰ ہجری میں ہرات میں فوت ہوئے۔

بشر بن غیاث المریسی کا تعارف

فرقہ جہمیہ مریسیہ کے پیشوا بشر بن غیاث کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

۱: • امام معتدل عجلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"رأيت بشر المريسي ، عليه لعنة الله -- مرة واحدة شيخ قصير دميم المنظر وسخ الثياب وافر الشعر ، أشبه شيً باليهود وكان أبوه يهوديًا صباغًا بالكوفة في سوق المراضع (ثم قال) :لايرحمه الله ، فلقد كان فاسقًا "بشر المریسی پر اللہ کی لعنت ہو، میں نے اسے صرف ایک دفعہ دیکھا ہے۔ پست قد، بدشکل، گندے کپڑوں اور لمبے بالوں والا، وہ یہودیوں سے مشابہ تھا۔ اس کا باپ کوفہ کے مراضع بازار میں یہودی رنگ ساز تھا (پھر فرمایا): اللہ اس پر رحم نہ کرے، وہ یقیناً فاسق تھا۔ (تاریخ العجلی: ۱۵۹، دوسرا نسخہ: ۱۵۳)

۲: ابوزرعہ الرازی نے کہا: "المريسي زنديق "بشر المریسی زندیق (لادین وگمراہ وبدعقیدہ) ہے۔ (کتاب الضعفاء لأبي زرعة الرازي ۲/ ۵۶۴)

۳: ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی نے کہا: "لعن الله بشرًا المريسي الكافر" بشر مریسی کافر پر اللہ کی لعنت ہو۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد ۱/ ۱۰۷ ح ۱۹۸ ب ۳ وسندہ حسن)

۴: شبابہ بن سوار (ثقہ حافظ) نے کہا:

"اجتمع رأيي ورأي أبي النضر هاشم بن القاسم وجماعة من الفقهاء على أن المريسي كافر جاحد ، نرى أن يستتاب فإن تاب وإلا ضربت عنقه" میری، ابوالنضر ہاشم بن القاسم (ثقہ امام) اور فقہاء کی ایک جماعت کی تحقیق میں بشر المریسی کافر منکر ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسے توبہ کرائی جائے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

(کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۵۷، ۱۹۴ وإسنادہ صحیح، تاریخ بغداد ۷/ ۶۳ ت ۳۵۱۶ بسند آخر وسندہ حسن لذاتہ، فیہ الحسین بن احمد بن صدقۃ: ثقۃ کما في تاریخ بغداد ۷/ ۶۳)

۵: بشر بن الحارث الحافی (الزاہد الجلیل: ثقہ قدوہ) نے بشر بن غیاث کی موت پر فرمایا:

"والحمدلله الذي أماته" اور اللہ کا شکر ہے جس نے بشر بن غیاث کو موت

دی ہے۔ (تاریخ بغداد ۷/ ۶۷ وسندہ صحیح)

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ بشر حافی رحمہ اللہ اس مریسی کی موت پر سجدہ شکر کرنا چاہتے تھے مگر شہرت کے خوف سے باز رہے۔

۶: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے بشر المریسی کے بارے میں فرمایا:

''قاتله الله، دُويبة'' اس ذلیل جانور (مریسی) کو اللہ قتل کرے۔

(تاریخ بغداد ۷/ ۶۵ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۷/ ۲۹۶)

۷: یزید بن ہارون نے فرمایا:

''المريسي حلال الدم، يقتل'' مریسی کا خون بہانا حلال ہے، اسے قتل کر دینا چاہئے۔ (تاریخ بغداد ۷/ ۶۳ وسندہ حسن، نفطویہ حسن الحدیث وباقی السند صحیح)

۸: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''مبتدع ضال'' بشر المریسی بدعتی (اور) گمراہ ہے۔

(میزان الاعتدال ۱/ ۳۲۲)

۹: حافظ ابن کثیر نے کہا:

''وكان مرجئًا'' اور وہ مرجی (اہلِ سنت سے خارج، بدعتی) تھا۔

(البدایہ والنہایہ ۱۰/ ۲۹۴)

۱۰: محمد بن عبید نے اسے ''الخبيث'' خبیث کہا۔ (خلق افعال العباد ص ۱۱ رقم: ۳۸ وسندہ صحیح)

☆ عبدالقادر القرشی (حنفی) نے کہا:

''المعتزلی المتكلم'' یہ معتزلی (منکرِ حدیث) متکلم (باطل علمِ کلام والا) تھا۔

(الجواہر المضیہ ۱/ ۱۶۴)

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس متفقہ مجروح شخص پر بادلائل رد کرتے ہوئے اسے ''المضل... الجهمي'' بشر بن غیاث گمراہ کرنے والا... جہمی ہے، قرار دیا ہے۔

(رد الدارمی علی بشر المریسی العنید ص ۳)

امام دارمی کے خلاف زاہد الکوثری کی نیش زنی

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ امام عثمان بن سعید الدارمی اہلِ سنت کے جلیل القدر امام اور بالاجماع ثقہ تھے۔ زمانۂ تدوینِ حدیث میں کسی ثقہ وصدوق عالم نے ان پر کوئی جرح نہیں کی مگر چودھویں صدی ہجری میں فرقہ کوثریہ جہمیہ کے بانی محمد زاہد بن الحسن الکوثری الجرکسی صاحب لکھتے ہیں:

''هو صاحب النقض مجسم مكشوف الأمر يعادي أئمة التنزيه ويصرح بإثبات القيام والقعود والحركة والثقل والإستقرار المكاني والحد ونحو ذلك له تعالىٰ! ومثله يكون جاهلاً بالله سبحانه بعيدًا عن أن تقبل روايته''

''نیز اس کی سند میں جو عثمان بن سعید ہے، وہ بھی قابل اعتراض ہے۔ مجسم ہے (اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت کا قائل ہے) اور اس کی بے گناہ ائمہ کے ساتھ دشمنی کھلا معاملہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اٹھنا بیٹھنا اور حرکت کرنا اور اس کا بوجھل ہونا اور اس کے لئے استقرار مکانی (کہ ایک جگہ میں اس کا قرار ہے) اور اس کی حد بندی وغیرہ کھلے لفظوں میں ثابت کرتا ہے اور اس جیسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاہل ہے، وہ اس لائق نہیں کہ اس کی روایت قبول کی جائے۔''

(تانیب الخطیب ص ۱۶، ۱۷، ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع از عبدالقدوس قارن دیوبندی ص ۸۷)

امام دارمی نے اپنی کتاب میں آسمان دنیا پر نزول باری تعالیٰ، عرش باری تعالیٰ اور علوِ باری تعالیٰ علی العرش ثابت کیا ہے (دیکھئے فہرس نقض الدارمی علی المریسی ص ۱) جسے کوثری جرکسی صاحب قیام، قعود، حرکت، ثقل، استقرار مکانی اور حد وغیرہ قرار دے رہے ہیں اور سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب کے ''خلف رشید'' عبدالقدوس قارن صاحب اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عادلانہ دفاع باور کرانا چاہتے ہیں۔!

امام دارمی کے خلاف کوثری جرکسی کے مزید افتراءات واکاذیب کے لئے دیکھئے مقالات الکوثری (ص ۲۸۲۔۲۸۹، ۲۹۰، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۰۸، ۵۷۳) والماتریدیہ للامام شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ (۳۸۰/۱)

کوثری جرکسی کا تعارف

امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر الاصبہانی رحمہ اللہ کے بارے میں کوثری صاحب لکھتے ہیں: ''وقد ضعفه بلديه الحافظ العسال بحق'' ''اور اس کو اس کے ہم وطن الحافظ العسال نے ضعیف کہا ہے۔''

(تانیب الکوثری ص ۴۹ واللفظ لہ، ص ۶۹، ۱۴۱، ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع ص ۱۵۳)

امام ابوالشیخ پر حافظ العسال کی جرح کا ثبوت کسی کتاب میں نہیں ہے، اسے کوثری نے بذاتِ خود گھڑا ہے۔ ہم تمام کوثری پارٹی اور عبدالقدوس قارن وغیرہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے ''امام'' کوثری کو کذب وافترا سے بچانے کے لئے اس جرح کا مستند حوالہ پیش کریں ورنہ یاد رکھیں کہ جھوٹوں کا حشر جھوٹوں کے ساتھ ہی ہوگا، المرء مع من أحب.

مکتبۃ الحرم المکی کے مدیر اور مکہ مکرمہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن سلیمان الصنیع نے بذاتِ خود کوثری مذکور سے مصر میں اس کے گھر میں ملاقات کی اور ابوالشیخ پر عسال کی جرح کے حوالے کا بار بار مطالبہ کیا مگر کوثری نے مذکورہ حوالہ بالکل پیش نہیں کیا۔ شیخ سلیمان الصنیع فرماتے ہیں: '' والذي يظهر لي أن الرجل يرتجل الكذب '' إلخ اور میرے سامنے یہی ظاہر ہے کہ یہ آدمی (کوثری) فی البدیہ جھوٹ بولتا ہے۔ (حاشیہ طلیعۃ التنکیل ص ۳۴)

جھوٹ اور افترا والے کوثری کے بارے میں محمد یوسف بنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''هو محتاط متثبت في النقل'' وہ محتاط ہے (اور) نقل میں ثبت (ثقہ) ہے (مقدمہ مقالات الکوثری ص ز) سبحان اللہ!

قارن صاحب کے والد محترم سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب بار بار '' شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ'' لکھتے ہیں، مثلاً دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۶۸) طائفہ منصورہ (ص ۱۳۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں کوثری صاحب لکھتے ہیں:

"ومع هذا كله إن كان هو لا يزال يعد شيخ الإسلام فعلى الإسلام السلام" اوراس سارے کے باوجوداگر وہ (ابن تیمیہ) شیخ الاسلام قرار دیئے جاتے رہیں تو ایسے اسلام پر سلام ہے۔ (الاشفاق علی احکام الطلاق للکوثری ص ۸۹ سطر ۵)

معلوم ہوا کہ کوثری صاحب کو سرفراز خان صفدر صاحب کا اسلام منظور نہیں ہے۔!

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہم پر کوثری جرکسی کی جرح کے لئے دیکھئے تانیب الکوثری، التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل اور الماتریدیہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ کوثری کے قلم سے بڑے بڑے ائمۂ دین اور صحابہ کرام نہیں بچے ہیں لہٰذا ثقہ بالاجماع امام عثمان الدارمی رحمہ اللہ پر اس کی جرح، چودھویں صدی کی بدعت اور باطل ومردود ہے۔ [انتھی]

امام نعیم بن حماد الخزاعی المروزی

(ارشاد العباد فی ترجمة نعیم بن حماد)

نام ونسب: ابو عبداللہ نعیم بن حماد بن معاویہ بن الحارث بن ہمام بن سلمہ بن مالک الخزاعی، المروزی الفارض رحمہ اللہ

شیوخ واساتذہ: آپ نے الحسین بن واقد رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۹ھ) کو دیکھا ہے اور ہشیم بن بشیر الواسطی، عبداللہ بن المبارک المروزی، قاضی فضیل بن عیاض اور ابوداود طیالسی وغیرہم سے روایات بیان کی ہیں۔

تلامذہ: آپ سے امام بخاری (مقروناً / دوسرے راویوں کے ساتھ ملاکر) ابوداود، دارمی، الذہلی، الجوزجانی، یحییٰ بن معین، ابوحاتم رازی، یعقوب بن سفیان الفارسی وغیرہ اماموں نے احادیث بیان کی ہیں۔ ان اماموں میں سے درج ذیل ائمہ اپنے نزدیک صرف ثقہ (یعنی قابل اعتماد راوی) سے ہی روایت بیان کرتے تھے۔

۱: بخاری (قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۲۲۲ و یکھئے: ۳)

۲: ابوداود (نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۹۹، تہذیب التہذیب ۲/ ۲۹۸ ترجمہ: الحسین بن علی بن الاسود، ۳/ ۱۵۶ ترجمہ: داود بن امیہ)

۳: یحییٰ بن معین (اعلاء السنن ج ۱۹ و قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی ص ۲۱۸)

۴: یعقوب بن سفیان الفارسی (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۳۹، طلیعۃ التنکیل ص ۲۴ ملخصاً)

اس مسئلہ میں راقم الحروف نے ایک رسالہ "جزء في أسماء من كان لا يروي إلا عن ثقة عنده" لکھا ہے۔ یہ رسالہ میری کتاب "تخریج النہایۃ فی الفتن والملاحم" میں درج ہے۔ (ص ۳۸۹، ۳۹۰ ح ۱۲۶۹) **یسر اللہ لنا طبعه**

علمی خدمات

عباس بن مصعب (بن بشر المروزی) سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ”وضع (نعیم بن حماد الفارضي) كتب الرد على أبي حنيفة وناقض محمد بن الحسن ووضع ثلاثة عشر كتاباً في الرد على الجهمية وكان من أعلم الناس بالفرائض.... “ نعیم بن حماد الفارضی نے ابوحنیفہ کے رد میں کتابیں لکھیں اور محمد بن الحسن (الشیبانی کے اصول وغیرہ) کو توڑا اور جہمیوں کے رد میں تیرہ (۱۳) کتابیں تصنیف کیں اور وہ لوگوں میں علم الفرائض کے سب سے زیادہ عالم تھے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۲۳/۶۵، وسندہ ضعیف، یہ روایت الکامل لابن عدی [۲۴۸۲/۷، دوسرا نسخہ ۲۵۲/۸] میں محرف سند کے ساتھ مذکور ہے۔)

اس قول کے بعد نعیم بن حماد کے بعض فقہی تفردات پر امام ابن المبارک کی تنقید مذکور ہے لیکن یادرہے کہ یہ سارا قول عباس بن مصعب سے ثابت ہی نہیں ہے۔ ابن عدی نے اسے محمد بن عیسیٰ بن محمد المروزی (نامعلوم) سے، اس نے اپنے والد عیسیٰ بن محمد المروزی (نامعلوم) سے بیان کررکھا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے رد میں امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ایک کتاب لکھی ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مطبوع ہے۔ کوثری وغیرہ مبتدعین نے رُدودِ ابن ابی شیبہ کے غلط سلط اور گنجینہء مغالطات واباطیل جوابات دینے کی کوشش کی ہے جن کی علمی میدان میں چنداں حیثیت نہیں ہے۔ نعیم بن حماد کی کتابوں میں سے کتاب الفتن اور زوائد الزہد مطبوع ہیں۔

نعیم اور کتبِ ستہ

نعیم بن حماد کی احادیث صحیح بخاری، مقدمہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ (سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی وسنن ابن ماجہ) وغیرہ میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ کی (میرے علم کے مطابق) کل روایات درج ذیل ہیں:

۱: ج ۱ ص ۳۸ آخر كتاب الوضوء باب دفع السواك إلى الأكبر/متابعةً ح ۲۴۶

۲: ج ۱ ص ۵۶۔ کتاب الصلوۃ، باب فضل استقبال القبلۃ/ متابعۃً ح ۳۹۲

۳: ج ۱ ص ۵۲۹: کتاب المناقب، باب ذکر أسامۃ بن زید /متابعۃً ح ۳۷۳۶

۴: ج ۱ ص ۵۴۳: کتاب مناقب الأنصار، باب القسامۃ فی الجاھلیۃ/
جنات کے بارے میں ایک غیر مرفوع اثر ہے۔ ح ۳۸۴۹

۵: ج ۲ ص ۶۲۲: کتاب المغازی، باب بعث النبي صلی اللہ علیہ و سلم خالد بن الولید /متابعۃً ح ۴۳۳۹

۶: ج ۲ ص ۱۰۵۷: کتاب الأحکام، باب الأمراء من قریش/ متابعۃً ح ۷۱۳۹

۷: ج ۲ ص ۱۰۶۶: کتاب الأحکام ، باب إذا قضی الحاکم إلخ/ متابعۃً ح ۷۱۸۹

یہ تمام روایات (سوائے اثر نمبر ۴ کے) متابعات میں ہیں۔ انھیں نعیم کے علاوہ دوسرے راویوں نے بھی بیان کیا ہے۔ صحیحین میں جن راویوں کی روایات بطور استشہاد، تائید و متابعات ذکر کی گئی ہیں وہ راوی صحیحین کے مصنفین کے نزدیک ثقہ وصدوق، حسن الحدیث اور لاباً س بہ ہیں۔ محمد بن طاہر المقدسی (متوفی ۵۰۷ھ) "شروط الأئمۃ الستّۃ" میں حماد بن سلمہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "بل استشھد بہ في مواضع لیبیّن أنہ ثقۃ"
بلکہ (امام بخاری نے) اس (حماد بن سلمہ) سے بعض مقامات پر استشہاد کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ وہ (حماد بلحاظ عدالت) ثقہ ہیں۔ (ص ۲۰ وفی نسخۃ ص ۱۸)

یہاں یہ بات بھی یادر ہے کہ صحیحین کے مصنفین کے نزدیک ثقہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ راوی تمام محدثین کے نزدیک بھی ثقہ ہیں، بلکہ حق یہی ہے کہ اختلاف کی صورت میں جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے گی اور ضعیف عندالجمہور راویوں کی صحیحین میں روایت کو متابعات وشواہد پر محمول کر کے صحیح وحسن ہی سمجھا جائے گا۔ غیر صحیحین میں ایسے راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے جسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو۔

ائمہ جرح وتعدیل اور نعیم بن حماد

نعیم بن حماد کے بارے میں اسماء الرجال کے ماہرین وائمہ مسلمین کا اختلاف ہے۔

بعض اس پر جرح کرتے ہیں اور جمہور توثیق کرتے ہیں۔ جارحین میں سے بعض سے جرح کا ثبوت ہی محلِ نظر ہے اور معدلین میں سے بعض نے تعدیلِ مفسر کر رکھی ہے۔

جارحین اور ان کی جروح کا جائزہ

☆ امام ابوداود: آجری نے ابوداود سے نقل کیا ہے کہ نعیم نے بیس کے قریب ایسی مرفوع احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۴۱۱ ج ۱۰)

اس جرح کا ناقل ابوعبید آجری بلحاظ عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ سوالات کے محقق محمد علی قاسم العمری نے شدید افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں ابوعبید الآجری کا ترجمہ یعنی حالات نہیں ملے۔ (ص ۳۸)

اگر بفرضِ محال یہ جرح ثابت بھی ہو تو نعیم کو بری الذّمہ قرار دینا آسان ہے کیونکہ کسی محدّث کا بے اصل روایات بیان کرنا اس محدث کے مجروح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ابن ماجہ، خطیب بغدادی، ابونعیم اصبہانی وغیرہم نے متعدد بے اصل بلکہ موضوع روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات میں جرح دوسرے راویوں پر ہوتی ہے نہ کہ ان محدثین پر لہٰذا نعیم کی بیان کردہ بے اصل روایات کے بے اصل ہونے کی وجہ اوپر کے راوی ہیں نہ کہ نعیم۔

فليتنبه فإنه مهم

☆ یحییٰ بن معین: بکر بن سہل (ضعیف) نے عبدالخالق بن منصور (نامعلوم؟) سے نقل کیا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نعیم مذکور پر جرح کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۱۱ ملخصاً)

اس روایت کا سقوط ظاہر ہے اور امام ابن معین سے یہ ثابت ہے کہ وہ نعیم کی توثیق کرتے تھے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

☆ نامعلوم جارح: دولابی نے کسی ''غیر'' (نامعلوم) شخص سے نقل کیا: ''**كان يضع الحديث في تقوية السّنّة وحكايات عن العلماء في ثلب أبي حنيفة مزورة كذب**''

وہ (نعیم بن حماد) سنّت کی تقویت میں احادیث گھڑتا تھا اور مثالب ابی حنیفہ میں علماء سے

جھوٹی، خانہ ساز روایات بیان کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۲)

دولابی بذاتِ خود قولِ راجح میں ضعیف ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۴۵۹/۳) ولسان المیزان (۴۱/۵، ۹۴۲)

امام ابن عدی نے (دولابی ضعیف کا یہ قول ردّ کرتے ہوئے) کہا: ''وابن حماد متهم فيما يقول ـــ يعني ـــ في نعيم لصلابته في أهل الرأي'' ابن حماد (دولابی) نعیم کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے متہم ہے۔ کیونکہ وہ (دولابی) اہل الرائے میں بہت پکا (یعنی اہلِ سنت کا سخت مخالف) تھا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۵/۵۴ وسندہ صحیح)

اس قول کے باطل وساقط ہونے کی تیسری دلیل جارح کا مجہول ہونا ہے۔ جس شخص کا اپنا اتا پتا معلوم نہیں اس کی جرح کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟

(۱) الدولابی: دولابی نے نعیم پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۳ ج ۷)

یہ الزام دو وجہ سے مردود ہے:

۱: دولابی بذات خود ضعیف ہے۔ کما تقدم

۲: اس کا شیخ ''غیـــرہ'' مجہول اور متہم ہے لہٰذا مجہول و متہم شیخ سے جرح لے کر اُسے اندھا دھند مؤثر قرار دینا انتہائی غلط بات ہے۔

(۲) الازدی: ازدی نے کہا: قالوا: ''كان يضع الحديث'' إلخ

انھوں نے کہا کہ وہ (نعیم) حدیث گھڑتا تھا۔ الخ (تہذیب التہذیب ۴۱۲/۱۰)

یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

۱: قالوا کے فاعلین نامعلوم و مجہول ہیں۔

۲: ازدی بذات خود ضعیف ہے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۲۴۴/۲ ت ۷۰۹) اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۵۲۳)

(۳) ابو احمد الحاکم نے کہا: ''ربما يخالف في بعض حديثه'' بعض اوقات اس کی بعض احادیث میں مخالفت کی جاتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۴۶۹/۱۰)

ممکن ہے کہ یہ قول ابواحمد الحاکم الکبیر کی کتاب الکنیٰ میں ہو۔ واللہ اعلم

(۴) ابوعروبہ: ابوعروبہ نے کہا: ''كان نعيم بن حماد مظلم الأمر''

نعیم بن حماد کا معاملہ اندھیرے میں تھا۔ (الکامل لابن عدی ۲۴۸۲/۷ دوسرا نسخہ ۳۵۱/۸)

(۵) الدارقطنی: امام دارقطنی نے کہا: ''إمام في السنة ، كثير الوهم''

وہ سنت کے امام ہیں (اور) کثرت سے وہم (غلطیاں) کرنے والے ہیں۔

(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۵۰۳)

(۶) مسلمہ بن القاسم: مسلمہ نے کہا:

''كان صدوقًا وهو كثير الخطأ و له أحاديث منكرة في الملاحم، انفرد بها وله مذهب سوء في القرآن....'' إلخ

(تہذیب التہذیب ۴۶۸/۱۰)

(اگر یہ جرح مسلمہ سے ثابت ہوتو) اس جرح کا جارح مسلمہ بن القاسم بذات خود ضعیف اور مشبہہ (خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا) تھا۔ (دیکھئے لسان المیزان ۳۵/۶، دوسرا نسخہ ۲۱۶/۶)

فرقۂ مشبہہ کے ساقط العدالت شخص کی جرح اور خاص طور پر اہل السنہ پر جرح اصلاً مردود ہے۔

(۷) ابن یونس مصری نے کہا:

''و كان يفهم الحديث فروى أحاديث مناكير عن الثقات''

نعیم بن حماد حدیث کا فہم رکھتے تھے پھر انھوں نے ثقہ راویوں سے منکر روایات بیان کی ہیں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۲۳/۶۵)

(۸) النسائی نے کہا: ''ضعيف مروزي'' (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۸۹)

(۹) دحیم نے نعیم کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں کہا: ''لا أصل له'' اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۷۸۳، میزان الاعتدال ۲۶۹/۴)

یاد رہے کہ اس روایت میں ولید بن مسلم (مدلس) کا عنعنہ ہے۔

دیکھئے کتاب التوحید لابن خزیمہ (ص ۱۴۴، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۴۸ ح ۲۰۶)
یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن بعض الفاظ کے صحیح بخاری (۴۸۰۰) وغیرہ میں شواہد موجود ہیں۔ واللہ اعلم

☆ ابوزرعہ الدمشقی نے کہا: ''یصل أحادیث یو قفها الناس''
وہ ایسی احادیث کو موصولاً (مرفوعاً) بیان کرتے تھے جنھیں لوگ موقوف بیان کرتے ہیں۔

(تہذیب الکمال ۷/ ۳۵۱، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۶/ ۴۲۶)

اس قول کی امام ابوزرعۃ الدمشقی تک صحیح سند نا معلوم ہے۔

☆ صالح جزرہ سے مروی ہے کہ ''کان نعیم یحدث من حفظه و عنده منا کیر کثیرة لا یتا بع علیها'' نعیم اپنے حافظے سے احادیث بیان کرتا تھا اور اس کے پاس بہت سی منکر روایات ہیں جن میں اسکی متابعت نہیں کی جاتی ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۱۲ ج ۱۳)
اس قول کا راوی ابوالفضل یعقوب بن اسحاق بن محمود الفقیہ الحافظ ہے جس کے حالات مطلوب ہیں۔ اسی طرح محمد بن العباس العصمی کا تذکرہ بھی مطلوب ہے۔ واللہ أعلم

☆ حافظ ذہبی نے متعدد کتب میں نعیم پر جرح کی اور کہا:

''لایجوز لأحد أن یحتج به'' إلخ

اس کے ساتھ حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ الخ (سیر اعلام النبلاء ص ۶۰۹ ج ۱۰)

اس کے برخلاف حافظ ذہبی سے نعیم کی توثیق بھی ثابت ہے۔ کما سیأتي (اقوالِ تعدیل: ۱۱)
لہٰذا ان کے دونوں اقوال باہم متعارض ہو کر ساقط ہو گئے ہیں۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۵۵۲ ترجمہ عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

ان تجریحی اقوال کا مختصر جائزہ یہ ہے کہ بعض جارحین بذات خود ضعیف اور ساقط العدالت ہیں، بعض سے جرح کا ثبوت مشکوک ہے اور بعض کا کلام باہم متعارض و متناقض ہے، باقی بچے نو (۹) محدثین...... ان محدثین کی جروح کے مقابلے میں جمہور محدثین کی تعدیل و توثیق درج ذیل ہے:

معدلین اوران کی توثیق

(۱) البخاری: امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الجامع الصحیح میں نعیم سے روایت بیان کی ہے۔کما تقدم

(۲) ابوداود نے نعیم سے روایت بیان کی ہےاور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔کما تقدم

(۳) یعقوب بن سفیان الفارسی۔کما تقدم

(۴) یحییٰ بن معین: امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة (سوالات ابن الجنید ص ۳۹۸ ت ۵۲۸)

اور کہا: ''كان رفيقي في البصرة'' وہ بصرہ میں میرے ساتھی تھے۔(ایضاً ۵۲۹ ص ۳۹۹)

امام ابن معین سے یہ دونوں روایتیں صحیح ثابت ہیں اور دوسری تعدیلی روایات کے لئے تاریخ بغداد اور تہذیب الکمال وغیرہما کا مطالعہ کریں۔

(۵) الترمذی: امام ترمذی نے نعیم بن حماد کی ایک حدیث کو ''صحیح غریب'' کہا ہے۔

(جامع الترمذی مع التحفہ ج ۳ ص ۱۷، آخر ابواب فضائل الجهاد، ح ۱۶۶۳، والنسخہ الباکستانیۃ مع العرف الشذی ج ۱ ص ۲۹۵)

محدثین کا کسی روایت یا سند کی تصحیح کرنا اس روایت یا سند کے تمام راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔دیکھئے نصب الرایۃ للزیلعی (ج ۳ ص ۲۶۴ و ج ۱ ص ۱۴۹) اور الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۵۵) وغیرہما.

(۶) الامام المعتدل احمد العجلی: امام عجلی نے کہا: مروزي ثقة... إلخ

(تاریخ الثقات للعجلی ص ۴۵۱ ت ۱۶۹۵)

بعض لوگوں نے کسی غلط فہمی کی وجہ سے چودھویں صدی میں امام عجلی کو متساہل لکھ دیا ہے۔ حالانکہ عجلی کو متساہل کہنا کئی لحاظ سے غلط ہے:

۱: اس ثقہ بالاتفاق امام کو امام عباس بن محمد الدوری نے امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کے مثل (برابر) قرار دیا ہے۔(تاریخ بغداد ۴/۲۱۴ ت ۱۹۰۶، وسندہ صحیح)

۲: امام یحییٰ بن معین نے عجلی کے بارے میں کہا: ''هو ثقة ابن ثقة ابن ثقة '' وہ ثقہ ہیں، ان کے والد ثقہ ہیں، ان کے دادا ثقہ ہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۱۵ وسندہ صحیح)

۳: ثقہ امام ولید بن بکر الاندلسی نے عجلی کو امام ابن معین جیسا حافظ (نظیره فی الحفظ) قرار دیا۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۱۵، وسندہ صحیح)

اور انھیں متقن (ثقہ) حفاظِ کرام میں شمار کیا۔ (ایضاً ص ۲۱۴ وسندہ صحیح)

۴: متقدمین میں سے کسی محدث نے العجلی پر تساہل کا الزام نہیں لگایا۔

۵: محدثین نے اسماء الرجال کے علم میں العجلی پر اعتماد کیا ہے۔ جس پر تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب وغیرہما شاہد ہیں۔ اس مسئلے پر کچھ تفصیل راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''القنابل الذرية فی ابطال أصول الفرقة المسعودية'' میں لکھی ہے۔ (مخطوط ص ۱۴)

یہ رسالہ ایک شخص..... کے جواب میں ۵/ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لکھا گیا تھا۔

(۷) مسلم: امام مسلم نے اپنی مشہور کتاب الصحیح کے مقدمہ میں نعیم کی روایت سے استدلال کیا۔ (ج ۱ ص ۱۷، ترقیم دار السلام: ۶۶)

(۸) ابو حاتم الرازی: آپ نے ان کے بارے میں محلّہ الصدق کہا ہے۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۴۶۴)

(۹) ابن حبان: آپ نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا: ''روى عنه أبو حاتم الرازي، ربما أخطأ و وهم، مات سنة ثمان و عشرين و مائتين''

ان سے ابو حاتم رازی نے حدیث بیان کی، انھیں کبھی کبھار خطاء اور وہم ہوا ہے، ان کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ (الثقات ج ۹ ص ۲۱۹)

حافظ ابن حبان نے نعیم بن حماد سے صحیح ابن حبان میں بطورِ حجت روایت لی ہے۔

(دیکھئے الاحسان: ۳۴۱)

(۱۰) الحاکم النیسابوری: آپ نے ان کی ایک روایت کو صحیح کہا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۱۴۵ ح ۷۲۳۱)

(۱۱) حافظ الذہبی: ذہبی نے اپنی جروح کے خلاف انھیں ''معرفة الرواة المتكلم فيهم

بما لا یوجب الرد " میں ذکر کیا، بلکہ تلخیص المستدرک (ج ۴ص ۱۴۵ ح ۷۲۳۱) میں ان کی ایک (منفرد) روایت کو صحیح کہا ہے۔

(۱۲) نورالدین الہیثمی نے کہا: ثقة (مجمع الزوائد ج ۹ص ۳۴۷)

☆ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ انھوں نے نعیم کو ثقہ کہا۔

(الکامل لابن عدی ص ۲۴۸۲ ج ۷، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۹۷، تہذیب التہذیب، تہذیب الکمال، بحر الدم فیمن تکلم فیہ الامام احمد بمدح وذم لابن عبدالہادی ص ۴۳۲)

اس قول کی صحت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

امام احمد نے فرمایا: "كنا نسميه نعيمًا الفارض " ہم انھیں نعیم الفارض (علمِ فرائض کا ماہر) کہتے تھے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/ ۴۳۷ فقرہ: ۵۸۶۰)

اورفرمایا: "وكان من أعلم الناس بالفرائض " اور وہ (نعیم) لوگوں میں علمِ فرائض (علمِ میراث) کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۰۷ وسندہ صحیح)

(۱۳) ابن عدی نے ان کی چند احادیث ذکر کر کے کہا: "وعامة ما انكر عليه هو هذا الذي ذكرته وأرجو أن يكون باقي حديثه مستقيمًا " اور ان (نعیم) کی عموماً جن روایات کا انکار کیا گیا ہے وہ یہی ہیں جو میں نے ذکر کر دی ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ ان کی باقی (ساری) حدیث مستقیم (یعنی صحیح ومحفوظ) ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۹ ج ۸)

محققین نے اس قول کو اعدل الاقوال قرار دیا ہے اور ہماری تحقیق میں بھی یہی قول اعدل الاقوال اور قولِ فیصل ہے۔ ان روایات منتقدہ (جن پر تنقید کی گئی ہے) کا ذکر آ گے آ رہا ہے جن پر امام ابن عدی وغیرہ نے تنقید کی ہے۔

☆ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں انھیں "صدوق يخطئ كثيرًا" کہتے ہوئے ابن عدی کے قول کو ملخصاً ذکر کیا ہے اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ

"وأما نعيم فقد ثبتت عدالته و صدقه و لكن في حديثه أوهام معروفة..و قدمضى أن ابن عدي يتتبع ما وهم فيه فهذا فصل

القول فیہ'' مگر نعیم کی عدالت اور سچا ہونا ثابت ہے لیکن ان کی حدیث میں (بعض) اوہام ہیں جو معروف ہیں.. اور یہ گزر چکا ہے کہ ابن عدی نے ان کے اوہام جمع کئے ہیں۔ پس (ابن عدی کا) یہی قول ان کے بارے میں قولِ فیصل ہے۔ (ص ۴۱۲، ۴۱۳ ج ۱۰)

(۱۴) الخزرجی نے'' خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال '' میں نعیم کو ذکر کیا ہے (ص ۴۰۳) احمد، ابن معین اور عجلی سے ان کی توثیق نقل کی ہے۔ ان پر ابن عدی کا قول ذکر کیا اور کوئی جرح نقل نہیں کی لہٰذا نعیم مذکور الخزرجی کے نزدیک (الکامل کی روایات منتقدہ کے علاوہ) ثقہ وصدوق ہیں۔

(۱۵) کرمانی نے صحیح بخاری کی شرح میں نعیم بن حماد کے بارے میں امام احمد کی توثیق نقل کی اور جرح سے مکمل اعراض کیا۔ (دیکھئے ج ۳ ص ۱۰۶)

لہٰذا وہ کرمانی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

(۱۶) عینی حنفی نے بھی نعیم پر امام احمد کی تعریف نقل کی اور جرح کے ذکر سے اعراض کیا۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۶)

(۱۷) علامہ نووی نے ان کی ایک حدیث ((لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعًا لما جئت به)) کی تصحیح کی ہے (الاربعین النوویہ: ۴۱) اور یہ توثیق ہے۔

☆ انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے نعیم بن حماد کی سند کو قوی کہا۔ (نیل الفرقدین ص ۶۰ طبع ۱۳۵۰ھ)

☆ ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے نعیم کو ''من رجال الصحيحين'' لکھ کر حجت پکڑی اور ان پر جرح نہیں کی۔ (دیکھئے اعلاء السنن ج ۳ ص ۷۰ وفی نسخہ ص ۵۶)

یہ تھانوی صاحب وہی ہیں جو دیوبندی مذہب کی اندھا دھند حمایت کے لئے تصحیح وتضعیف اور جرح وتعدیل میں شعبدہ بازی سے کام لیتے تھے۔ مشہور عربی محقق عداب محمود الحمش تھانوی صاحب کی کتاب اعلاء السنن کے بارے میں لکھتے ہیں: ''و في هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة'' اس کتاب میں مصیبتیں اور رسوا کن تباہیاں ہیں۔ (رواۃ الحدیث ص ۲۷)

☆ عبدالقادر القرشی حنفی نے کہا: ''الإمام الکبیر... قال أحمد : کان من الثقات'' إلخ

(الجواہر المضیہ ۲/۲۰۲)

(۱۸) ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن عبدالرحمٰن السرخسی القراب (متوفی ۴۲۹ھ) نے نعیم بن حماد وغیرہ کے بارے میں کہا: '' کلھم صدوق ، لھم غرائب ''

(ذم الکلام للھروی: ۱۰۲، دوسرا نسخہ: ۹۸ب)

یعنی ابو یعقوب القراب کے نزدیک نعیم بن حماد صدوق ہیں، ان کی غریب روایتیں ہیں۔

(۱۹) ابن خزیمہ نے نعیم بن حماد سے بطورِ حجت صحیح ابن خزیمہ میں روایت لی ہے۔

دیکھئے ج ۳ ص ۳۵۰ ح ۲۲۳۶

(۲۰) ابن الجارود نے المنتقیٰ (صحیح ابن الجارود) میں نعیم کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

دیکھئے منتقیٰ ابن الجارود (۳۷۱)

(۲۱) ابو عوانہ نے نعیم سے صحیح ابی عوانہ میں روایت لی ہے۔ (مسند ابی عوانہ ۱/۴۱۷ ح ۳۲۸)

(۲۲) الضیاء المقدسی نے المختارہ میں نعیم سے روایت لی۔ (الاحادیث المختارہ ۸/۲۶۶ ح ۳۲۴)

(۲۳) طحاوی نے شرح معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار میں نعیم سے بہت سی روایتیں لی ہیں اور کوئی جرح نہیں کی بلکہ ان کی ایک روایت کو باب میں سب سے بہتر (أحسن ما ذکرناہ في ھذا الباب) قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار طبع قدیم ۳/۲۲۶)

(۲۴) بیہقی نے نعیم بن حماد کی بیان کردہ ایک موقوف روایت کے بارے میں کہا:

''و ھذا موقوف حسن في ھذا الباب . '' (السنن الکبریٰ ۳/۴۱۰)

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک نعیم بن حماد ثقہ و صدوق ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ والحمد للہ

روایات منتقدة (جن پر تنقید کی گئی ہے) اور ان کا جائزہ

اب الامام المعتدل ابو احمد بن عدی کے قول کی روشنی میں ان روایات کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ جن کے بارے میں امام نعیم بن حماد پر تنقید کی گئی ہے۔

(۱) نعیم بن حماد نے کہا:

”ثنا عیسی بن یونس عن حریز بن عثمان عن عبدالرحمٰن بن جبیر ابن نفیر عن أبیه عن عوف بن مالك رضی اللّٰه عنه قال قال رسو ل اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: ((ستفترق أمتي علی بضع و سبعین فرقة أعظمها فرقة قوم یقیسون الأمور برأیهم فیحرمون الحلال ویحللون الحرام)) میری اُمت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سب سے بڑا (ضرر رساں) فرقہ وہ قوم ہوگی جو اپنی رائے سے قیاس کر کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردیں گے۔

(المستدرک ج ۴ ص ۴۳۰ ح ۸۳۲۵، وقال: ”ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین“ والکامل ج ۷ ص ۲۴۸۳)

اس روایت میں سوید بن سعید الحدثانی (ضعیف في غیر صحیح مسلم) عبداللہ بن جعفر الرقی (ثقة تغیر) اور الحکم بن المبارک (صدوق ربما وھم) تینوں نے نعیم کی متابعت کر رکھی ہے۔ (التنکیل ج ۱ ص ۴۹۷) نیز دیکھئے میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۶۸
اس حدیث کے بعض معنوی شواہد بھی موجود ہیں، مثلاً صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۰۸۶ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب ما یذکر من ذم الرأی)

(۲) نعیم بن حماد نے کہا:

”ثنا الولید بن مسلم عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن ابن أبي زکریا عن رجاء بن حیوۃ عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ((إذا أراد اللّٰه أن یوحی با لأمر...)) إلخ بطوله

(کتاب التوحید لابن خزیمہ ص ۱۴۴، ۱۴۵، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۴۸، ۳۴۹ ح ۲۰۶، التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ج ۱ ص ۴۹۷، ۴۹۸)

اس متن کے بعض شواہد صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہیں (حوالہ مذکورہ) دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت ضعیف ہے تو ولید بن مسلم کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ولید مذکور مشہور مدلس

ہیں اور اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ مدلس کی معنعن روایات، عدمِ تصریحِ سماع وعدمِ متابعت کی صورت میں (غیر صحیحین میں) حجت نہیں ہوتیں۔

(۳) نعیم نے کہا:

" ثنا ابن وهب :حدثنا عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن مروان بن عثمان عن عمارة بن عامر عن أم الطفيل امرأة أبي أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يذكر أنه رأى ربه تعالى في المنام " إلخ

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۱۱ بحوالہ التنکیل ص ۴۹۸، ومیزان الاعتدال ص ۲۶۹ ج ۴)

اسے یحییٰ بن سلیمان الجعفی (صدوق يخطئ) احمد بن صالح (ثقة إمام) اور ایک جماعت نے عبداللہ بن وہب سے بیان کیا ہے اور اس کے متعدد شواہد بھی ہیں۔

(۴) نعیم نے کہا:

" ثنا سفيان بن عيينة عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((إنكم في زمان من ترك منكم عشر ما أمر به هلك)) " إلخ

(سنن ترمذی: ۲۲۶۷ وقال: غریب، الکامل لابن عدی ص ۲۴۸۳ ج ۷، تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۲ ص ۴۱۸ ت ۴۲۴ وقال: "منكر لا أصل له من حديث رسول الله ﷺ ولا شاهد ولم يأت به عن سفيان سوى نعيم وهو مع إمامته منكر الحديث")

سفیان بن عیینہ کے عنعنہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ اس روایت کے کئی شواہد ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو السلسلۃ الصحیحہ میں ذکر کیا ہے (۶/۴۰ ح ۲۵۱۰) شواہد میں سے بعض کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱: مرسل (علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۲ ص ۴۲۹ ح ۲۷۶۴، النکت الظراف لابن حجر ۱۰/۲۷۱ ح ۱۳۷۲۱)

۲: الفتن للداني (ج ۳ ص ۵۴۱ ح ۲۲۹)

۴: حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ

(مسند الامام احمد ج ۵ ص ۱۵۵، ذم الکلام للہروی ح ۱۰۰ و فی نسخۃ الشبل: ۹۷ والتاریخ الکبیر للبخاری ۲/۲/۳۷ ح ۲۸۱۹ مختصراً)

اس روایت کی سند ''رجل'' نامعلوم کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا درج بالا بحث کی روشنی میں نعیم پر اعتراض صحیح نہیں ہے۔

حافظ ذہبی کو اس میں وہم ہوا ہے کہ اس روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ واللہ أعلم

(۵) نعیم نے ابن المبارک اور عبدہ سے عن عبیداللہ عن نافع عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں بارہ (۱۲) تکبیریں کہتے تھے۔ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ۔ (الکامل ص ۲۴۸۴ والمیزان ص ۲۶۹ ج ۴ والتنکیل ص ۴۹۹، ۵۰۰)

نافع سے یہ روایت موقوفاً ثابت ہے۔ دیکھئے موطأ امام مالک (۱/۱۸۰ ح ۴۳۵ وسندہ صحیح)

مرفوع روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جسے ابوداود (۱۱۵۱) نے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور بخاری وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

(۶، ۷) نعیم نے کہا:

''ثنا بقیۃ عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن واثلۃ بن الأسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ((المتعبد بلا فقه کالحمار في الطاحونة))

وبه قال صلی اللہ علیہ وسلم: ((تغطية الرأس بالنهار رفقة وبالليل زينة))''

(الکامل ص ۲۴۸۴، میزان الاعتدال ص ۲۶۹)

نعیم والی ان دو روایتوں کا راوی محمد بن الحسین بن شہریار مجروح ہے امام دارقطنی نے کہا: ''لیس به بأس'' ابن ناجیہ نے کہا: ''یکذب'' ابن شہریار جھوٹ بولتا ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۲)

ابن ناجیہ نے اپنی جرح کی دلیل بھی بیان کی ہے۔ لسان المیزان میں بھی ابن شہریار پر جرح موجود ہے لہٰذا نعیم سے ان دونوں روایتوں کا انتساب مشکوک ہے۔ بقیہ صدوق مدلس ہیں، یہ روایت اگر بقیہ تک صحیح بھی ہوتی تو پھر بھی اُن کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۸) نعیم نے کہا:

”ثنا الدراوردي عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: ((لاتقل أهريق الماء ولكن قل: أبول))“

(الکامل ص ۲۴۸۴، میزان الاعتدال ۲۶۹/۴)

اس روایت کی سند کا ایک راوی عبدالمالک ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔

حافظ ذہبی نے موقوف کو صواب (صحیح) قرار دیا ہے۔ یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ اس روایت کے بارے میں ابوالاحوص (العکبری) کا قول مذکور ہے کہ ”رفع نعیم هذا الحديث“ نعیم نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ (الکامل ۲۴۸۴/۷)

اور یہ قول سیر اعلام النبلاء میں غلطی سے ” وضع نعيم هذاالحديث“ چھپ گیا ہے۔

(ج ۱۰ ص ۶۰۸)

حافظ ذہبی نے سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے اس کی صراحت کی ہے کہ نعیم نے اس حدیث کے مرفوع بیان کرنے سے رجوع کر لیا تھا۔ (لہٰذا نعیم پر اعتراض ہر لحاظ سے مردود ہے)

(۹) نعیم نے کہا:

”ثنا الفضل بن موسى: ثنا أبو بكر الهذلي عن شهر بن حوشب عن ابن عباس قال: خيّر النبي ﷺ بين أزواجه فاخترنه و لم يكن ذاك طلاقاً“ (الکامل ص ۲۴۸۵ ج ۷) اس کا پہلا راوی عبدالملک نامعلوم التعین ہے کما تقدم اور ابوبکر الہذلی اَخباری متروک الحدیث ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۰۰۲)

اس روایت کے معنوی شواہد صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے الصحیح للبخاری (کتاب الطلاق باب ۵ ح ۵۲۶۲، ۵۲۶۳ ص ۱۱۴۱ طبع دارالسلام ریاض)

(۱۰) نعیم نے کہا:

”ثنا رشدين بن سعد عن عقيل عن ابن شهاب عن أبيه عن

أبي هريرة عن النبي ﷺ: ((لو كان ينبغي لأحد أن يسجد لأحد دون الله عزوجل لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها)) "(الکامل ۲۴۸۴/۷)

اس میں رشدین بن سعد ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱۹۴۲) لہٰذا نعیم پر اعتراض مردود ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ متن دوسری قوی اسانید سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے کتبِ سنن، صحیح ابن حبان اور المستدرک (ج ۴ ص ۱۷۲) وغیرہ، بعض کو حاکم وذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

(۱۱) نعیم بن حماد نے کہا:

"ثنا معتمر عن أبيه عن أنس عن أبي بكر الصديق عن النبی ﷺ قال: ((فی خمسة من الإبل شاة، فذكر صدقة الإبل)) "

(الکامل ۲۴۸۴/۷)

یہ روایت امام بخاری وغیرہ نے نعیم سے موقوفاً بیان کی ہے (ایضاً) لہٰذا عین ممکن ہے کہ احمد بن آدم (شاگرد نعیم) یا عبدالرحمٰن بن عبدالمومن کو وہم ہو گیا ہو۔ پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ کا ثبوت صحیح بخاری میں بھی ہے۔

دیکھئے الجامع الصحیح للبخاری (کتاب الزکوٰۃ ب ۳۸ زکوۃ الغنم ح ۱۴۵۴ ص ۲۸۹ ط دارالسلام)

(۱۲) نعیم نے کہا:

"ثنا ابن المبارك عن معمر عن الزهري عن أنس أن رسول الله ﷺ كان إذا جاء شهر رمضان قال للناس :((قد جاء شهر مطهر تفتح به أبواب الجنة))" إلخ (الکامل ۲۴۸۴/۷)

اس روایت کے معنوی شواہد صحیحین وغیرہما اور الامالی للشجری (ج ۱ ص ۲۸۶، ۲۸۷ ج ۲ ص ۲، ۳) وغیرہ میں موجود ہیں۔ خود حافظ ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہی روایت معمر نے "عن الزهري عن ابن أبي أنس عن أبيه عن أبی هريرة" کی سند سے بیان کی ہے۔ (لہٰذا متن شاذ نہیں ہے)

(۱۳) ابن عدی نے عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن زہیر (؟) سے نقل کیا ہے کہ "ثنا محمد

ابن حیوۃ :ثنانعیم بن حماد :ثنا بقیة عن عبداللّٰہ مولٰی عثمان" إلخ

(الکامل ۷/۲۴۸۳)

اس روایت میں ہے کہ عصبیت (قبیلہ پرستی وغیرہ) پر لڑنے والا جہنم میں جائے گا۔ بقیہ کی تدلیس اور عبدالرحمٰن کے حال سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عرض ہے کہ محمد بن حیوہ متہم بالکذب ہے۔ (قالہ الذہبی/لسان المیزان ج ۵ص ۱۷۱)

خطیب وغیرہ نے بھی اس پر جرح کی ہے لہٰذا نعیم پر اعتراض باطل ہے۔ متن حدیث کے شواہد بھی ہیں۔ یہ ہیں وہ کل روایات جن پر حافظ ابن عدی، حافظ ذہبی وغیرہما نے تنقید کی ہے۔ نعیم بن حماد کے بارے میں شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی لکھتے ہیں:

"وقضية ذلك أنها أشد ما انتقد عليه،ومن تدبر ذلك و علم كثرة حديث نعيم وشيوخه وأنه كان يحدث من حفظه وكان قدطالع كتب العلل جزم بأن نعيمًا مظلوم وأن حقه أن يحتج به ولو انفرد ، إلا أنه يجب التوقف عماينكر مما ينفردبه :فإن غيره من الثقات المتفق عليهم قد تفردوا وغلطوا" إلخ

اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایات وہ ہیں جن کی وجہ سے ان (نعیم) پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ اور جو شخص غور کرے اور نعیم اور ان کے اساتذہ کی کثرت حدیث سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ وہ (نعیم) حافظہ سے حدیث بیان کرتے تھے اور اس شخص نے کتبِ علل کا مطالعہ بھی کیا ہو تو بالجزم کہے گا کہ نعیم مظلوم ہیں اور ان کا یہ مقام ہے کہ جس روایت میں وہ منفرد ہوں اس سے حجت پکڑی جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جن روایات میں ان کے تفرد کی وجہ سے انکار کیا گیا ہے ان میں توقف کیا جائے۔ بے شک ان کے علاوہ دوسرے بالاتفاق ثقہ راویوں نے بھی بعض روایات میں تفرد کیا ہے اور انھیں غلطیاں بھی لگی ہیں۔ (التنکیل ج ا ص ۵۰۰)

نعیم کے ذِکر (حالات) کے شروع میں شیخ المعلمی لکھتے ہیں:

"نعيم من أخيار الأمة وأعلام الأئمة وشهداء السنة،ما كفى الجهمية الحنفية أن اضطهدوه في حياته إذحا ولوا اكراهه على أن يعترف بخلق القرآن فأبى فخلدوه في السجن مثقلاً بالحديد حتى مات فجر بحديده فألقي في حفرة ولم يكفن ولم يصل عليه __ صلت عليه الملائكة __ حتى تتبعوه بعد موته بالتضليل و التكذيب على أنه لم يجرؤ منهم على تكذيبه أحد قبل الأستاذ"

نعیم اُمت مسلمہ کے چیدہ اشخاص میں سے، بڑے اماموں اور (اہل) سنت کے شہداء میں سے ہیں۔ جہمی حنفیوں (ابن ابی دواد وغیرہ) نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ اسے اس کی زندگی میں مجبور کیا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہو جائیں۔ انھوں (نعیم) نے انکار کیا تو انھوں نے ان کو زنجیروں کے ساتھ باندھ کر جیل میں بند کیا۔ جب وہ شہید ہو گئے تو انھیں گھسیٹ کر گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ نہ (ان ظالموں نے) انھیں کفن پہنایا اور نہ نماز جنازہ پڑھی (ہمارے خیال میں) فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ حتیٰ کہ ان کی شہادت کے بعد انھوں نے انھیں گمراہ اور جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔ باوجود اسکے کہ نعیم کی (اتنی صریح) تکذیب کی استاد (کوثری) سے پہلے کسی نے جرأت نہیں کی۔ (التنکیل ص ۴۹۳ ج ۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ نعیم بن حماد جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق، حسن الحدیث تھے۔ آپ کی صرف تیرہ (۱۳) احادیث پر تنقید کی گئی ہے۔ جن کا جواب آسان ہے۔ کما تقدم
ان کے علاوہ نعیم نے اپنے حافظے سے جو ہزاروں روایتیں بیان کی ہیں ان پر کسی قابل اعتماد محدث کی جرح ثابت نہیں ہے۔ بعض جدید محققین و متحققین کا ازدی (کذاب) اور دولابی (ضعیف) کی اندھا دھند پیروی میں نعیم پر جرح کرنا صحیح نہیں ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

(۲۹ رمضان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۸ء)

نور البصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر

مشہور راویٔ حدیث عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع الانصاری سے روایت ہے:

''أخبرني محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ...'' إلخ

مجھے محمد بن عمرو بن عطاء (القرشی العامری المدنی) نے حدیث سنائی، کہا: میں نے (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) کو (سیدنا) رسول اللہ ﷺ کے دس صحابۂ کرام میں بشمول (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہوئے سنا......الخ

مفہوم: اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، الترمذی: ۳۰۴ وقال: ''حسن صحیح'' ابن خزیمہ: ۵۸۷، ۵۸۸ ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۴ وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین: ۱۰۲، وابن تیمیہ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع فتاویٰ ۲۲/۴۵۳ وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود ۲/۴۱۶ والخطابی فی معالم السنن ۱/۱۹۴)

اس حدیث کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) الترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) البخاری (۵) ابن تیمیہ (۶) ابن القیم (۷) الخطابی رحمہم اللہ اجمعین

اس حدیث کے راویوں کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

① عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ

ا۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶۳، ۶۱۰)

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: ثقة ليس به بأس .

(تہذیب الکمال ۱۱/۴۱ وکتاب الجرح والتعدیل ۶/۱۰ وسندہ صحیح)

۳۔ ابن سعد نے کہا: و كان ثقة كثير الحديث .

(الطبقات الکبریٰ ج ۱۰ ص ۴۰۰ وتہذیب الکمال ۱۱/۴۲)

۴۔ ساجی نے کہا: ثقة صدوق . (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ثقة . (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۵۸)

۶۔ ابن شاہین نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۵۹، فقرہ: ۹۱۰)

۷۔ علی بن المدینی نے کہا: و كان عندنا ثقة ... إلخ

(سوالات محمد بن عثمان بن أبی شیبہ: ۱۰۵)

۸۔ ان کے علاوہ مسلم بن الحجاج (صحیح مسلم: ۲۵/۵۳۳ الخ)

۹۔ ترمذی ، ۱۰۔ ابن خزیمہ اور ۱۱۔ بخاری نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُن کی توثیق کی ہے۔

۱۲۔ ذہبی نے کہا: الإمام المحدث الثقة. (سیر اعلام النبلاء ۷/۲۰، ۲۱)

۱۳۔ ابن نمیر نے انھیں ثقہ کہا۔ (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان انھیں ثقہ کہتے تھے۔ الخ (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

۱۵۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: محله الصدق .

۱۶۔ ابن عدی نے کہا: أرجو أنه لا بأس به وهو يكتب حديثه . (ایضاً ۶/۱۱۲)

۱۷۔ ابن حبان نے کہا: أحد الثقات المتقنين. إلخ

(صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، نسخہ محققہ ج ۵ ص ۱۸۴ قبل ح ۱۸۶۵)

۱۸۔ ابن القطان الفاسی نے کہا: وعبدالحميد ثقة. إلخ

(بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۱۴ ح ۱۲۸۷)

۱۹۔ عبدالحق الاشبیلی نے عبدالحمید بن جعفر کی اس حدیث کو ”صحیح متصل“ قرار دیا ہے۔

(بیان الوہم والایہام ۲/۶۲۴ ح ۶۲۲)

۲۰۔ حاکم نیشاپوری نے ان کی حدیث کو صحیح کہا۔ (المستدرک ۱/۵۰۰ ح ۱۸۴۲)

۲۱۔ بوصیری نے ان کی حدیث کو ھذا اسناد صحیح کہا۔ (زوائد ابن ماجہ: ۱۴۳۴)

۲۲۔ ابن تیمیہ ۲۳۔ خطابی اور ۲۴۔ ابن القیم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

۲۵۔ بیہقی نے عبدالحمید بن جعفر پر طحاوی کی جرح کو مردود کہا ہے۔

(معرفۃ السنن والآ ثار ۱/ ۵۵۸ تحت ح ۷۸۶)

۲۶۔ ابن الجارود نے منتقیٰ میں روایت کر کے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (المنتقیٰ: ۱۹۲)

۲۷۔ زیلعی حنفی نے کہا: ولکن وثقه أکثر العلماءِ، لیکن اکثر علماء نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

(نصب الرایہ ۱/۳۴۴، اس کے بعد زیلعی کا "إنه غلط في هذا الحدیث" لکھنا جمہور کے مقابلے میں مردود ہے)

۲۸۔ الضیاء المقدسی نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (دیکھئے المختارۃ ۱/۵۱۶ ح ۳۸۴)

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی

۳۰۔ اور ابوعوانہ الاسفرائنی نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے المسند المستخرج علیٰ صحیح مسلم لابی نعیم ۲/۱۳۴ ح ۱۱۷۵، مسند ابی عوانہ ۱/۳۹۱)

۳۱۔ نسائی نے کہا: لیس به بأس (تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲)

اس جمِ غفیر کی توثیق کے مقابلے میں ۱۔ سفیان ثوری، ۲۔ طحاوی، ۳۔ یحییٰ بن سعید القطان، ۴۔ نسائی اور ۵۔ ابو حاتم الرازی کی جرح ہے جو جمہور کی تعدیل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سفیان ثوری کی جرح کا سبب مسئلۂ قدر ہے، اس کی تردید ذہبی نے مسکت انداز میں کر دی ہے۔ (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱)

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ القطان، نسائی اور ابوحاتم الرازی کی جرح اُن کی تعدیل سے معارض ہے۔ طحاوی کی جرح کو بیہقی نے رد کر دیا ہے۔ نسائی کے قول "لیس به بأس" کے لیے دیکھئے تہذیب الکمال (۱۱/۴۱) و سیر اعلام النبلاء (۷/۲۱) و تاریخ الاسلام للذہبی (۹/۶۷۴)

خلاصۃ التحقیق: عبدالحمید بن جعفر ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

حافظ ابن القیم نے عبدالحمید بن جعفر پر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔

(تہذیب السنن مع عون المعبود ۲/۴۲۱)

عبدالحمید مذکور پر طحاوی کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم کی جرح باسند صحیح نہیں ملی اور اگر مل بھی جائے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (نیز دیکھئے توثیق کرنے والے:۱۵)

محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری المدنی کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے:

(۱) ابوزرعہ الرازی نے کہا: ثقة . (الجرح والتعدیل ۲۹/۸ وسندہ صحیح)

(۲) ابوحاتم الرازی نے کہا: ثقة صالح الحديث. (الجرح والتعدیل ۲۹/۸)

(۳) ابن سعد نے کہا: و كان ثقة له أحاديث . (الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم ص ۱۲۳، ۱۲۴)

(۴) ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۳۶۸/۵)

(۵) بخاری (۶) مسلم (۷) الترمذی (۸) ابن خزیمہ (۹) خطابی (۱۰) ابن تیمیہ

(۱۱) ابن الجارود (المنتقیٰ: ۱۹۲)

(۱۲) ابن القیم نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: "فإنه من كبار التابعين المشهورين بالصدق و الأمانة و الثقة" (تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲)

(۱۳) ذہبی نے کہا: أحد الثقات (سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۵)

(۱۴) ابن حجر العسقلانی نے کہا:

ثقة ..... ووهم من قال: إن القطان تكلم فيه ، أو إنه خرج مع محمد ابن عبدالله بن حسن فإن ذاك هو ابن عمرو بن علقمة الآتي

(تقریب التہذیب: ۶۱۸۷)

(۱۵) [کہا جاتا ہے کہ] نسائی نے کہا: ثقة (تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷)

(۱۶) ابوعوانہ الاسفرائنی (مسند ابی عوانہ ۲۶۹/۱)

(۱۷) ابونعیم الاصبہانی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (المستخرج علی صحیح مسلم ۳۹۶/۱ ح ۷۹۳)

(۱۸) الضیاء المقدسی نے ان کی حدیث کو المختارہ میں روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

(المختارہ ۶۳/۱۳ ح ۹۶)

(۱۹) حاکم نے ان کی حدیث کو ''صحیح علٰی شرط الشیخین'' کہا۔

(المستدرک ۳۸۱/۱ ح ۱۴۰۶)

(۲۰) ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی نے کہا: ''و کان امرئ صدق''

(تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷)

(۲۱) ابن القطان الفاسی نے کہا: ''أحد الثقات''

(نصب الرایہ ۳۷۱/۲، بیان الوہم والایہام ۳۶۷/۵ ح ۲۵۴۰)

(۲۲) ابو محمد (عبدالحق الاشبیلی) ان کی احادیث کو صحیح کہتے ہیں۔

(بیان الوہم والایہام ۳۶۸/۵)

(۲۳) زیلعی حنفی نے ابن القطان کی توثیق نقل کر کے تردید نہیں کی۔ (نصب الرایہ ۳۷۱/۲)

(۲۴) محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے عینی حنفی نے حجت پکڑی ہے۔

(دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ج ۵ ص ۱۷۷ ح ۱۲۵۶)

(۲۵) نووی نے محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے حجت پکڑی اور انھیں صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے خلاصۃ الاحکام ۳۴۴/۱ ح ۱۰۴۱-۱۰۴۴ و ص ۳۹۴ ح ۱۲۲۵)

(۲۶) حسین بن مسعود البغوی نے ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (شرح السنۃ ۱۵/۱۳ ح ۵۵۷)

اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابن القطان الفاسی نے محمد بن عمرو پر یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان ثوری کی جرح نقل کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳۷۴/۹)

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

۱: یہ جمہور کے خلاف ہے۔

۲: اس جرح کا تعلق محمد بن عمرو بن عطاء سے نہیں بلکہ محمد بن عمرو بن علقمۃ اللیثی سے ہے۔
دیکھئے تہذیب التہذیب (۳۷۴/۹، دوسرا نسخہ ۳۳۲/۹)

تنبیہ: محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی پر بھی جرح مردود ہے، وہ قولِ راجح میں صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی بالاجماع یا عند الجمہور ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔

تنبیہ: احمد یار نعیمی بریلوی رضا خانی نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''محمد بن عمرو ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے اُن سے سُنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول ورجہ کی مدلس ہے۔'' (جاء الحق حصہ دوم ص ۶۵ چھٹا باب رفع یدین کرنا منع ہے، دوسری فصل)

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی رحمہ اللہ کو کسی محدث نے بھی جھوٹا نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ احمد یار نعیمی بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ یہ احمد یار نعیمی وہی شخص ہے جس نے لکھا ہے: ''قرآن کریم فرماتا ہے: وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَلَى الْهُدٰى۔ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ''

(جاء الحق حصہ دوم ص ۳۹ چوتھا باب، امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے، دوسری فصل)

حالانکہ قرآن کریم میں احمد یار کی بیان کردہ آیت موجود نہیں ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتے نہیں شرماتا وہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ثقہ راویوں کے خلاف جھوٹ لکھنے سے کب شرماتا ہے؟

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ایک مظلوم محدّث

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین :أما بعد

اس مختصر اور جامع مضمون میں محدث ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ العبسی الکوفی البغدادی رحمہ اللہ کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق یعنی حسن الحدیث راوی ہیں۔ والحمد للہ

اساتذہ: محمد بن عثمان العبسی نے جن اساتذہ سے علمِ حدیث لیا ہے ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

عثمان بن ابی شیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، قاسم بن ابی شیبہ، احمد بن یونس، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور منجاب بن الحارث وغیرہم۔

تلامذہ: محمد بن عثمان کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

محمد بن محمد الباغندی (صاحب مسند عمر بن عبدالعزیز)، یحییٰ بن محمد بن صاعد، قاضی حسین بن اسماعیل المحاملی، محمد بن مخلد، ابو عمرو بن السماک، ابوبکر بن النجاد، اسماعیل بن علی الخطبی، جعفر بن محمد بن نصر الخلدی، عقیلی، اسماعیلی، طبرانی اور محمد بن احمد بن الحسن الصواف وغیرہم۔

تصانیف: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

سوالات علی بن المدینی (مطبوع)، کتاب العرش (مطبوع) المسائل (مطبوع / راقم الحروف نے بھی اس کتاب کے مخطوطے کی تحقیق وتخریج کی ہے لیکن تاحال غیر مطبوع ہے۔) کتاب التاریخ (غیر مطبوع) وغیرہ

جرح: محمد بن عثمان پر اسماء الرجال کی کتابوں میں درج ذیل جرح ملتی ہے:

ا: محمد بن عبداللہ الحضرمی مطین (رحمہ اللہ) اس کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے اور

کہتے تھے: وہ موسیٰ (علیہ السلام) کی لاٹھی ہے جو ہر چیز کو کھا جاتی ہے۔ (الکامل لابن عدی ۶/۲۲۹۷)

ابن عدی نے اس جرح کے بارے میں کہا کہ "وابتلي مطين بالبلدية لأنهما كوفيان جميعًا" اور مطین علاقائی تعصب کا شکار ہوئے ہیں کیونکہ یہ دونوں (ایک ہی علاقے) کوفے کے رہنے والے تھے۔ (الکامل ص ۲۲۹۷)

معلوم ہوا کہ محمد بن عبداللہ الحضرمی کی یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جرح تعصب پر مبنی ہے۔

دوم: یہ جرح جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

☆ ابونعیم الاصبہانی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی سند سے ایک حدیث بیان کر کے کہا: "يقال تفرد به محمد بن عثمان موصولاً مجوّدًا" کہا جاتا ہے کہ اس روایت کے ساتھ محمد بن عثمان منفرد ہیں جنھوں نے اسے بہترین سند سے متصل بیان کیا ہے۔

(تاریخ بغداد ۳/۴۲ ت ۹۷۹)

یہ کلام کئی وجہ سے قابلِ سماعت نہیں ہے:

اول: ثقہ وصدوق راوی کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

دوم: یہ جرح نہیں ہے۔

سوم: یہی روایت اسی متن کے ساتھ صحیح مسلم (۱۵۲۳) والمجتبیٰ للنسائی (۷/۲۵۲ ح ۴۴۹۸) میں یونس بن عبید اور صحیح بخاری (۱۲۶۱) میں معاذ بن معاذ كلاهما عن محمد بن سيرين عن أنس بن مالك رضي الله عنه کی سند سے موجود ہے۔

انس بن سیرین اور محمد بن سیرین دونوں ثقہ بھائی ہیں۔

چہارم: یقال کا فاعل نامعلوم ہے۔

☆ ابونعیم عبدالملک بن محمد بن عدی الجرجانی کی طرف منسوب ایک طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی (مطین) اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ دونوں کے درمیان دشمنی تھی اور دونوں ایک دوسرے پر جرح کرتے تھے.... پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ

ان دونوں کی ایک دوسرے پر جرح کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور میں نے دیکھا کہ موسیٰ بن اسحاق الانصاری مطین کی طرف مائل تھے اور اُن کی تعریف کرتے تھے لیکن محمد بن عثمان پر طعن نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ۴۴/۳۔۴۵)

اس روایت کا ابونعیم الجرجانی سے راوی محمد بن عمران الطلقی (الجرجانی) غیر موثق، مجہول الحال ہے لہٰذا یہ روایت ثابت ہی نہیں اور اگر ثابت بھی ہوتی تو محمد بن عثمان کی توثیق پر مبنی ہوتی کیونکہ تعصب والی جرح مردود ہوتی ہے۔

☆ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ (الرافضی) نے درج ذیل محدثین وغیر ہم سے نقل کیا ہے کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کذاب ہے۔ ونحوالمعنیٰ:

(۱) عبداللہ بن اسامہ الکلبی (۲) ابراہیم بن اسحاق الصواف (۳) داود بن یحییٰ

(۴) عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش [الرافضی] (۵) محمد بن عبداللہ الحضرمی

(۶) عبداللہ بن احمد بن حنبل (۷) جعفر بن محمد بن ابی عثمان الطیالسی

(۸) عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہ (۹) محمد بن احمد العدوی (۱۰) اور جعفر بن ہذیل

(دیکھئے تاریخ بغداد ۴۵/۳، ۴۶)

یہ ساری جرح ان محدثین وغیر محدثین سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ابن عقدہ (رافضی) کا مختصر تذکرہ: اس ساری جرح کا راوی صرف ابن عقدہ رافضی ہے جس کی امام دارقطنی سمیت بعض اہلِ علم نے تعریف کی ہے لیکن توثیق کسی ایک سے بھی ثابت نہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ امام دارقطنی نے ابن عقدہ کے بارے میں فرمایا:

''کان رجل سوء '' وہ گندا آدمی تھا، آپ اس کے رافضی ہونے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ (دیکھئے تاریخ بغداد ۲۲/۵ ولسان المیزان ۲۶۳/۱ ت ۸۱۷)

برقانی نے امام دارقطنی سے ابن عقدہ کے بارے میں پوچھا: آپ کے دل میں اس کے بارے میں سب بڑی بات کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: منکر روایتیں کثرت سے بیان کرتا ہے۔

(تاریخ بغداد ۲۲/۵ وسندہ صحیح)

حمزہ بن یوسف السہمی نے فرمایا:

"سمعت أبا عمر بن حيويه يقول: كان أحمد بن محمد بن سعيد بن عقدة في جامع براثا يملي مثالب أصحاب رسول الله ﷺ أوقال: الشيخين يعني أبا بكر و عمر، فتركت حديثه ولا أحدث عنه بعد ذلك شيئاً" میں نے ابوعمر (محمد بن العباس بن محمد بن زکریا البغدادی الخزاز) ابن حیویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ جامع براثا (بغداد) میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا (سیدنا) ابوبکر اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہما) کی بُرائیاں اور سب وشتم لکھواتا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور اس کے بعد میں اس سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرتا ہوں۔

(سؤالات حمزہ السہمی: ۱۶۶ وسندہ صحیح)

حافظ ابن عدی الجرجانی نے کہا:

"وسمعت ابن مكرم يقول: كان ابن عقدة معنا عند ابن لعثمان بن سعيد المري بالكوفة في بيت، ووضع بين أيدينا كتباً كثيرة، فنزع ابن عقدة سرا ويله وملاءه من كتب الشيخ سرًا منه و منا فلما خرجنا قلنا له: ما هذا الذي معك، لم حملته؟ فقال: دعونا من ورعكم هذا."

اور میں نے (محمد بن الحسین) بن مکرم (البغدادی نزیل البصرہ) کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن عقدہ ہمارے ساتھ کوفہ میں عثمان بن سعید المری کے بیٹے کے گھر میں تھا۔ عثمان بن سعید کے بیٹے نے ہمارے سامنے (اپنے باپ کی) بہت سی کتابیں رکھیں تو ابن عقدہ نے اپنی شلوار کھینچ کر اسے ہم سے اور اس لڑکے سے خفیہ طور پر شیخ (عثمان بن سعید المری) کی کتابوں سے بھر لیا۔ پھر جب ہم باہر نکلے تو ہم نے (کتابیں دیکھ کر) ابن عقدہ سے کہا: تیرے پاس یہ کیا ہے؟ تُو یہ کتابیں کیوں اُٹھا لایا ہے؟ تو اس نے (پوری بے حیائی سے) جواب دیا: مجھے چھوڑو، اپنی پرہیزگاری اپنے پاس

ہی رکھو۔ (الکامل فی الضعفاء ۱/۲۰۹ وسندہ صحیح)

اس صحیح روایت اور سچی گواہی سے معلوم ہوا کہ ابن عقدہ چور تھا جو لوگوں کے گھروں سے کتابیں چُرا لاتا تھا اور اس کبیرہ گناہ پر وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوتا تھا لہٰذا ابن عقدہ ساقط العدالت ہے۔ امام دارقطنی کا اس کی طرف سے دفاع کرنا منسوخ ہے یا پھر اس جرح مفسر کے مقابلے میں مردود ہے۔

حمزہ بن یوسف السہمی فرماتے ہیں:

''سألت أبا بكر بن عبدان عن ابن عقدة إذا حكى حكاية عن غيره من الشيوخ في الجرح ، هل يقبل قوله ؟ قال : لا يقبل ''میں نے ابوبکر (احمد) بن عبدان (الحافظ) سے پوچھا کہ اگر ابن عقدہ اپنے استادوں سے جرح والی کوئی حکایت بیان کرے تو یہ حکایت قبول کی جائے گی؟ انھوں نے فرمایا: قبول نہیں کی جائے گی۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۲۷ وسندہ صحیح، سوالات حمزہ السہمی: ۱۶۶)

خطیب بغدادی نے کہا:

''وفي الجرح بما يحكيه أبو العباس بن سعيد نظر ''

اور ابو العباس بن سعید (ابن عقدہ رافضی) جرح کی جو حکایت نقل کرتا ہے اُس میں نظر ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عقدہ رافضی کی نقل کردہ یہ ساری جروح باطل اور مردود ہیں۔

عصر حاضر میں اسماء الرجال کے بہت بڑے ماہر اور ذہبیٔ عصر امام عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے بھی ابن عقدہ کی نقل کردہ جرح کو رد کر دیا ہے۔

دیکھئے التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل (۱/۴۶۱ ت ۲۱۹)

۲: امام دارقطنی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں کہا:

'' كان يقال أخذ كتاب أبي أنس و كتب منه فحدّث ''کہا جاتا ہے کہ اس نے ابوانس اور دوسروں کی کتابیں لیں پھر ان میں سے لکھا اور بیان کیا۔

(سوالات حمزہ السہمی: ۴۷ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۳/ ۴۶ وسندہ صحیح)

اس جرح میں ''کان یقال'' کا فاعل نامعلوم ہے لہٰذا یہ جرح بھی ساقط ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا: ''ضعیف'' محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ضعیف ہے۔

(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۲۷۱ وسندہ صحیح)

یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

۳: محدث برقانی نے ابن ابی شیبہ کے بارے میں کہا: میں استادوں سے مسلسل یہی سنتا آیا ہوں کہ وہ مجروح ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۶ وسندہ صحیح)

اس جرح میں استاد نامعلوم ہیں۔

☆ احمد بن جعفر بن ابی جعفر محمد بن عبیداللہ بن ابی داود بن المنادی نے کہا: ابوجعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: لوگوں کے اضطراب کے ساتھ اس سے کثرت سے روایتیں لیں... میں نے اہلِ حدیث کے استادوں اور بوڑھوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوفہ کی حدیث موسیٰ بن اسحاق، محمد بن عثمان، ابوجعفر الحضرمی (مطین) اور عبید بن غنام کی موت کے ساتھ مرگئی، یہ چاروں ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۶، ۴۷ وسندہ صحیح)

یہ کوئی قابلِ ذکر جرح نہیں ہے بلکہ اس میں مجہول شیوخ سے محمد بن عثمان کی توثیق کی طرف اشارہ ہے۔

تعدیل: اس کے بعد محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ابن حبان (ذکرہ فی کتاب الثقات ۹/ ۱۵۵)

۲: ابن عدی، قال: ''لا بأس به ... ولم أرله حدیثًا منکرًا فأذکرہ''

اس کے ساتھ کچھ حرج نہیں ہے... اور میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی جسے میں ذکر کروں۔ (الکامل فی الضعفاء ۶/ ۲۲۹۷)

۳: عبدان نے کہا: لا بأس به (الکامل ۶/ ۲۲۹۷)

۴: خطیب بغدادی نے کہا:

''وكان كثير الحديث واسع الرواية ذامعرفة وفهم وله تاريخ كبير''
اور وہ کثیر حدیثیں اور وسیع روایتیں بیان کرنے والے تھے، معرفت اور فہم رکھتے تھے اور آپ نے تاریخ کبیر لکھی ہے۔ (تاریخ بغداد ۴۲/۳)

☆ ابوعلی صالح بن محمد البغدادی (جزرہ) سے مروی ہے کہ انھوں نے محمد بن عثمان کے بارے میں کہا: ثقة (تاریخ بغداد ۴۲/۳ وسندہ ضعیف)

یہ سند محمد بن علی المقرئ کے عدم تعین کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مسلمہ بن قاسم سے مروی ہے کہ ''لا بأس به ، كتب الناس عنه ، ولا أعلم أحدًا تركه ''اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے، لوگوں نے اس سے (حدیثیں) لکھی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اسے ترک کیا ہے۔ (لسان المیزان ۳۱۸/۵ ت ۷۷۵۰)

یہ توثیق دو وجہ سے ناقابلِ التفات ہے:

اول: مسلمہ بن قاسم بذاتِ خود مشبہ ضعیف ہے۔

دوم: مسلمہ تک صحیح متصل سند موجود نہیں ہے۔

۵: ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی بیان کردہ حدیث کو ''صحيح الإسناد'' کہا ہے۔ دیکھئے المستدرک (ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۲۷۹۴)

۶: حافظ ذہبی نے اسی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ حوالہ سابقہ (ح ۲۷۹۴)

تنبیہ: اس کے برعکس حافظ ذہبی نے محمد بن عثمان کے بارے میں یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ ''وثقه صالح جزرة و ضعفه الجمهور'' اسے صالح جزرہ نے ثقہ اور جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (العبر ۴۲/۱ وفیات ۲۹۷ھ) !!

عرض ہے کہ نہ تو صالح جزرہ کی توثیق ثابت ہے اور نہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا ذہبی کا یہ قول خود ان کی اپنی توثیق کے مقابلے میں مردود یا منسوخ ہے۔

۷: ضیاء الدین المقدسی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو اپنی مشہور کتاب المختارة میں درج کیا ہے۔ (ج ۱۰ ص ۳۴ ح ۲۷)

۸: حافظ ہیثمی نے کہا: ''وهو ثقة و قد ضعفه غير واحد''
اور وہ ثقہ ہیں اور انھیں کئی نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱/۱۵۰، باب کتابۃ العلم)

۹: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں فرمایا:
''حافظ الكوفة في طبقه البخاري و نحوه'' وہ بخاری وغیرہ کے طبقے میں کوفہ کے حافظ ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ ۵/۱۸۹)
یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک وہ امام بخاری کے طبقے میں سے ہیں۔ سبحان اللہ!

۱۰: حافظ ابن کثیر نے محمد بن عثمان کی بیان کردہ ایک ضعیف روایت کے بارے میں کہا:
''إسناده جيد حسن'' اس کی سند اچھی حسن ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۲۲۴)
معلوم ہوا کہ وہ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔

۱۱: حافظ منذری نے ''رواه الطبراني و رواته ثقات'' کہہ کر محمد بن عثمان کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے الترغیب والترہیب (۳/۲۱۱ ح ۳۳۶۴) و حلیۃ الاولیاء (۴/۳۷۸) والسلسلۃ الصحیحۃ (۵/۲۶۶ ح ۲۳۵۲)

☆ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے شاگردوں مثلاً عقیلی اور اسماعیلی وغیرہما نے ان پر کوئی جرح نہیں کی۔

☆ عصرِ حاضر میں اسماء الرجال کے ماہر شیخ معلّمی یمانی رحمہ اللہ نے محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور جرح پر جرح کی ہے۔ دیکھئے التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل (ج ۱ ص ۴۶۰۔۴۶۲ ترجمہ ۲۱۹)

☆ محمد بن عثمان کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے مختلف متناقض تحقیقات پیش کرنے کے باوجود اعلان کیا کہ ''و هذا إسناد حسن رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير محمد بن عثمان بن أبي شيبة و فيه كلام لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن إن شاء الله كما بينته في مقدمة '' مسائل ابن أبي شيبة شيوخه '' تأليف محمد بن عثمان هذا .'' (الصحیحۃ ۴/۱۵۶ ح ۱۶۲۱)

یعنی شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک محمد بن عثمان ان شاء اللہ حسن الحدیث ہیں۔

(۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء)

شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

اس مختصر مضمون میں شیخ العرب والعجم امام حافظ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ کے بارے میں بعض معلومات پیشِ خدمت ہیں:

نام ونسب: ابو محمد بدیع الدین شاہ بن سید احسان اللہ شاہ راشدی بن سید ابو تراب رشد اللہ شاہ بن پیر رشید الدین شاہ بن پیر محمد یٰسین شاہ پیر جھنڈو اول بن پیر محمد راشد شاہ الراشدی الحسینی السندھی رحمہ اللہ

ولادت: آپ ۱۰ جولائی ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۳۴۲ھ بمقام گوٹھ فضل اللہ شاہ (سابق گوٹھ پیر جھنڈا) نزد نیو سعید آباد تحصیل ہالا ضلع حیدر آباد سندھ میں پیدا ہوئے۔

رموزِ راشدیہ (ص ۱۱) میں پیدائش ۱۰ جولائی ۱۹۲۵ء مذکور ہے اور محمد اسحاق بھٹی صاحب نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔ دیکھئے برصغیر کے اہلِ حدیث خدامِ قرآن (ص ۱۰۲) لیکن شاہ صاحب کے صاحبزادے نور اللہ الراشدی نے ۱۳۹۸/۳/۲ھ میں آپ کی پیدائش ۱۲ مئی ۱۹۲۶ء لکھی ہے۔ (دیکھئے ترجمۃ المؤلف / توحید خالص ص ۳) پروفیسر محمد یوسف سجاد صاحب نے اسی تاریخ پر اعتماد کیا ہے۔ (دیکھئے تذکرہ علماءِ اہلِ حدیث ج ۲ ص ۱۵۶)

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی صاحب نے تاریخ پیدائش ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ ۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء لکھی ہے۔ (اصحابِ علم وفضل ص ۴۴)

اس سلسلے میں شاہ صاحب کے پوتے محترم نصرت اللہ شاہ صاحب سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ ۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء بمطابق ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات تقریباً تین بجے پیدا ہوئے تھے۔

اساتذۂ کرام: آپ کے چند مشہور اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

ابو محمد عبدالحق بن عبدالواحد الہاشمی بہاولپوری مہاجر مکی ، فاتح قادیان ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری، حافظ عبداللہ روپڑی، ابواسحاق نیک محمد امرتسری، ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی اور بیہقی زماں ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہم اللہ .

تصانیف: سید ابو محمد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کی عظیم الشان تصانیف میں سے بعض کا ذکر و تعارف درج ذیل ہے:

عربی تصانیف:

١: الطوام المرعشة في بيان تحريفات أهل الرأى المدهشة.

اس کتاب میں شاہ صاحب نے تقلیدی حضرات کی تحریفات اور اکاذیب کا پردہ چاک کیا ہے تاکہ عامۃ المسلمین ان لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں ۔ یہ کتاب عظیم محقق مولانا صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ کی تحقیق سے کویت سے چھپ چکی ہے۔ میرے پاس اس کتاب کا قلمی مصور نسخہ بھی موجود ہے۔ والحمدللہ

٢: عين الشين بترك رفع اليدين.

یہ کتاب ۱۱۲ سے زیادہ صفحات پر مطبوع ہے جس میں ہاشم ٹھٹھوی تقلیدی کا بہترین رد کیا گیا ہے۔

٣: جلاء العينين بتخريج روايات البخاري في جزء رفع اليدين .

۱۹۲ سے زیادہ صفحات والی یہ کتاب کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب مولانا ارشاد الحق اثری کے حواشی اور استاذ محترم مولانا فیض الرحمٰن ثوری رحمہ اللہ کے افادات کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ شاہ صاحب نے اس جلیل القدر کتاب میں امام بخاری کی مشہور و ثابت کتاب جزء رفع الیدین کی تحقیق و تخریج کرکے منکرینِ رفع الیدین کو شکست فاش دی ہے۔

٤: التعليق المنصور على فتح الغفور في تحقيق و ضع اليدين على الصدور.

یہ شیخ محمد حیات السندھی رحمہ اللہ کے رسالے کی تحقیق و تخریج ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا

ہے کہ نماز میں (مردوں اور عورتوں کو) سینے پر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔
۱۳۶ صفحات میں اس کی کمپوزنگ ہو چکی ہے جسے برادرِ محترم ذوالفقار بن ابراہیم الاثری حفظہ اللہ نے مدینہ طیبہ سے راقم الحروف کے پاس مراجعت کے لئے بھیجا ہے۔ میرے پاس برادرِ محترم عبدالعزیز السّلفی (کاتب) کے لکھے ہوئے قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ بھی موجود ہے جس کے ۶۸ صفحات ہیں۔

۵: السمط الإبريز حاشية مسند عمر بن عبدالعزيز تاليف ابن الباغندي.

یہ کتاب مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۶۶ھ) کے حاشیے کے ساتھ قدیم خطی انداز میں ۴۷ صفحات پر مطبوع ہے۔ اس کتاب میں محدث ابن الباغندی البغدادی نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی مرویات کو اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا ہے۔ یہ کتاب ایک متروک و مبتدع محمد عوامہ کی تخریج و تعلیق سے بھی مطبوع ہے۔ دونوں کتابوں کے موازنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوامہ مذکور نے شاہ صاحب کی تحقیقات و تعلیقات کو جا بجا چرایا ہے۔ مثلاً:
عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ الحلبی نے "**ثنا أبي عن مبشر بن إسماعيل عن نوفل**" کی سند سے رفع یدین کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ (مسند عمر بن عبدالعزیز: ۱۰، ۱۱، نسخہ محمد عوامہ: ۱۱، ۱۲، معجم شیوخ ابن الاعرابی ۲/۳۵۰ ح ۶۷۰، شعار اصحاب الحدیث لابی احمد الحاکم: ۵۱، الارشاد للخلیلی ۲/۴۸۰)
عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ الحلبی سے طبرانی، دولابی، ابوعوانہ الاسفرائنی، ابن ابی حاتم، ابن صاعد اور ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم وغیرہ متاخرین نے روایت بیان کی ہے۔
تاریخ دمشق لابن عساکر (۳۴/۱۱۵، ۱۱۶) الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی (۲/۴۸۰) اور تاریخ الاسلام للذہبی (۲۱/۲۰۹ وفیات ۲۸۱ھ تا ۲۹۰ھ) میں اس کے حالات موجود ہیں۔
محدث خلیلی نے کہا:
"صاحب غرائب، روى عنه ابن صاعد و أقرانه وأبو نعيم الجرجاني و آخر من روى عنه الطبراني وهو ثقة" صاحب غرائب ہے، اس سے ابن صاعد، ان کے

معاصرین اور ابونعیم الجرجانی نے روایت بیان کی ہے اور سب سے آخر میں اس سے روایت کرنے والے طبرانی تھے اور وہ ثقہ ہیں۔ (الارشاد ۲/۴۸۰)

ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت بیان کی۔ (المسند المستخرج طبعہ جدیدۃ ۴/۶۱ ح ۵۸۶۰)

حاکم نے اس کی ایک حدیث کو صحیح کہا۔ (المستدرک ۳/۳۲۳ ح ۵۴۰۵)

معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے یہ راوی کم از کم صدوق وحسن الحدیث ہیں۔

تنبیہ: کتاب الجرح والتعدیل میں ایک راوی عبداللہ بن اسامہ ابواسامہ الحلبی کا ذکر موجود ہے جس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے کہا:

''کتبت عنه مع أبي وهو ثقة صدوق'' (۵/۱۰ ت ۴۶) واللہ اعلم۔

شیخ بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ نے ابن ابی اسامہ الحلبی کے بارے میں حافظ ابن حبان کی کتاب المجروحین (۲/۵۰) سے جرح نقل کی کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور (امام) بخاری اس پر شدید جرح کرتے تھے۔ (السمط الابریز ص ۱۸)

حالانکہ یہ مجروح راوی الحلبی نہیں بلکہ الاسامی ہے اور الحلبی کے مقابلے میں متقدمین میں سے ہے، یہ دو علیحدہ علیحدہ راوی ہیں۔

ابن ابی اسامہ کا والد محمد بن (بہلول) ابی اسامہ الحلبی بھی موثق ہے۔ اس سے ابوزرعۃ الدمشقی، یعقوب بن سفیان الفارسی (المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۶۴) اور محمد بن عوف الحمصی وغیرہ نے روایت بیان کی ہے اور ابوحاتم الرازی نے کہا: **لیس به بأس** (الجرح والتعدیل ۷/۲۰۹)

معلوم ہوا کہ یہ راوی ثقہ وصدوق ہیں لیکن شاہ صاحب نے محمد بن اسامہ (مدنی) کے بارے میں میزان الاعتدال سے نقل کیا کہ ''لا أعرفه'' (السمط الابریز ص ۱۸)

حالانکہ یہ راوی اور ہے اور مدنی اور ہے۔ مدنی اور حلبی دو مختلف راوی ہیں۔ محمد عوامہ تقلیدی نے شاہ صاحب کی تقلید کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد بن ابی اسامہ الحلبی پر جرح کر دی ہے اور محمد بن ابی اسامہ کے بارے میں لکھا ہے: ''ینظر القول فیه'' (مسند عمر بن عبدالعزیز ص ۵۵)

۶: انماء الزكن في تنقيد انهاء السكن .

اس کتاب میں شاہ صاحب نے ظفر احمد تھانوی دیوبندی کی کتاب ''انہاء السکن'' کا رد کیا ہے اور یہ کتاب کویت سے ''نقض قواعد فی علوم الحدیث'' کے نام سے ۴۷۸ صفحات میں مطبوع ہے لیکن مطبوعہ میں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطیاں کثرت سے ہیں جن سے شاہ صاحب بری ہیں۔

۷: زيادة الخشوع بوضع اليدين في القيام بعد الركوع.

رکوع کے بعد قیام میں ہاتھ باندھنے چاہئیں؟ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور دونوں طرح عمل جائز ہے اگرچہ ہاتھ چھوڑنا بہتر ہے۔ شاہ صاحب نے اس رسالے میں اول الذکر کو ترجیح دی ہے جبکہ آپ کے بڑے بھائی مولانا محبّ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ ثانی الذکر کو ترجیح دیتے تھے۔

اس رسالے کا جواب مبلّغ اہلِ حدیث مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۱ء) کی طرف سے ''مايجوز في القيام بعد الركوع وضع اليدين أم ارسال اليدين'' کے نام سے مطبوع ہے۔

۸: منجد المستجيز لرواية السنة والكتاب العزيز .

یہ رسالہ شاہ صاحب کی اسانید کا مجموعہ ہے جو آپ اپنے شاگردوں اور مستجیزین کو مرحمت فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے دستخطوں اور مہر کے ساتھ ۱۴۰۶/۷/۸ھ کو یہ اجازت نامہ مجھے بھی عطا فرمایا تھا۔ اس میں ایک مقام پر آپ نے اپنی صحیح بخاری کی سند درج ذیل الفاظ میں رقم کی:

'' فأخبرني الشيخ عبدالحق الهاشمي قال: أخبرنا أحمد بن عبدالله بن سالم البغدادي عن عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالوهاب عن جده شيخ الإسلام عن عبدالله بن إبراهيم المدني عن عبدالقادر التغلبي عن عبدالباقي عن أحمد الوفائي عن موسى الحجاوي عن أحمد الشويكي عن العسكري عن الحافظ شمس الدين

ابن القيم عن شيخ الإسلام الحافظ تقي الدين أبي العباس ابن تيمية عن الفخر ابن البخاري عن أبي ذرالهروي عن شيوخه الثلاثة السرخسي والمستملي والكشميهني عن محمد بن يوسف الفربري عن إمام الدنيا أبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري .''

(منجد المستجیز ص ۱۰، ۱۱)

اس سند میں نہ شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں اور نہ شاہ عبدالعزیز و محمد اسحاق۔!

۹: القنديل المشعول في تحقيق حديث ((اقتلوا الفاعل والمفعول))

میرے علم کے مطابق یہ غیر مطبوع ہے۔ان کے علاوہ شاہ صاحب کی اور بھی بہت سی عربی کتابیں ہیں مثلاً وصول الالهام لاصول الاسلام (یہ ساری کتاب غیر منقوط ہے یعنی اس میں نقطوں والا کوئی حرف استعمال نہیں ہوا)

جزء منظوم فی أسماء المدلسین (یہ الفتح المبین کے آخر میں میری مراجعت سے مطبوع ہے) توفیق الباری بترتیب جزء رفع الیدین للبخاری (اس کے آخر میں شاہ صاحب نے لکھا ہے: العبد ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی المکی) مخطوطے کے کل صفحات ۲۱ ہیں۔

۱۰: العجوز لهداية العجوز (بڑی عجیب وغریب کتاب ہے)

۱۱: اظهار البراءة عن حديث من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد کی کتاب تذکرہ علماء اہل حدیث (ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۵) میں ہے۔

اردو تصانیف

۱: توحید خالص

اپنے موضوع پر یہ عظیم الشان کتاب ہے، جو تقریباً ۶۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ عقیدے پر معلومات کا بہترین خزانہ ہے۔

۲: امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے۔

۳: تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد وتقلید

۲۱۴ صفحات کی یہ لاجواب ومفید ترین کتاب محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی تقلیدی کے جواب میں لکھی گئی جس کے جواب الجواب سے (میرے علم کے مطابق) آلِ تقلید عاجز ہیں۔

٤: تواتر عملی یا حیلہ جدلی

یہ مسعود احمد بی ایس سی (تکفیری) کارد ہے۔

۵: الٰہی عتاب بر سیاہ خضاب

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں دیکھئے تذکرہ علماءِ اہل حدیث (ج ۲ص ۲۱۶، ۲۱۷)

سندھی تصانیف

۱: بدیع التفاسیر

سندھی زبان میں شاہ صاحب نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے بدیع التفاسیر آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ افسوس! کہ یہ تفسیر صرف چودہ (۱۴) پاروں تک لکھی جاسکی اور آپ فوت ہوگئے۔

۲: تمييز الطيّب من الخبيث بجواب رسالة تحفة الحديث .

سندھی زبان میں بڑے سائز اور باریک خط پر ۵۶۶ صفحات کی یہ کتاب مسلکِ اہلِ حدیث کی فتح اور آلِ تقلید کی تباہی کی روشن دلیل ہے۔ اگر اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو جائے تو اردو دان طبقہ کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہوگی۔

۳: التنقيد المضبوط في تسويد تحرير الملبوط (فقه وحديث)

اس کتاب کا کچھ حصہ اردو میں چھپ گیا ہے۔

٤: الأربعين في الجهر بالتأمين .

۵: تقریر دلپذیر بنام براءت اہل حدیث

٦: المبسوط المغبوط في جواب المخطوط المهبوط

یہ سندھی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اسی کتاب

میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''نواب وحید الزمان اهل حدیث نه هو.''
یعنی نواب وحید الزمان اہل حدیث نہیں تھے۔ (ص ۹۲)
آپ نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتبِ مفیدہ تصنیف فرمائی ہیں ۔مثلاً الفتاویٰ البدیعیہ وغیرہ

شاہ صاحب کے تلامذہ: آپ کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱: شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ السندھی المدنی رحمہ اللہ

میری ملاقات شیخ عبدالقادر سے مدینہ منورہ میں آپ کے گھر میں ہوئی تھی۔نحیف جسم کے انتہائی علم دوست عالم تھے۔آپ نے عربی زبان میں بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں۔

۲: حافظ فتحی محمد رحمہ اللہ

۳: حمدی عبدالمجید السّلفی العراقی

۴: بشار عواد معروف

۵: شیخ مقبل بن ہادی الوادعی الیمنی رحمہ اللہ

۶: ابوسعید الیربوزی الترکی

۷: الشیخ الصالح عاصم بن عبداللہ القریوتی

۸: الشیخ الصالح الامام وصی اللہ بن عباس المدنی المکی حفظہ اللہ

۹: ربیع بن ہادی المدخلی

۱۰: شیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ

۱۱: حافظ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

ان کے علاوہ شاہ صاحب کے بے شمار تلامیذ تھے اور ہیں جن میں سے مولانا ابوخزیمہ محمد حسین ظاہری اور راقم الحروف کو بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے۔پروفیسر میاں محمد یوسف صاحب نے شاہ صاحب کے بہت سے مناظروں کا بھی تفصیلی ذکر لکھا ہے۔

شاہ صاحب علمائے حق کی نظر میں

التعلیقات السّلفیہ کے مصنف مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''ہماری جماعت کے فاضل محقق اور سندھ کے نامور راشدی خاندان کے گلِ سرسبد''

(تصدیر تنقید سدید ص ۷، ۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۸۲ء)

شاہ صاحب کی تعریف و توثیق پر تمام علمائے حق کا اتفاق ہے اور آپ فی الحقیقت ثقہ امام متقن تھے۔ مولانا محبّ اللہ شاہ راشدی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ''ثقة''
مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھوی نے فرمایا: ''عالم محقق'' میں نے مدینہ میں محمد بن ہادی المدخلی سے ان کے گھر میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ما نسمع عنه إلا خيرًا'' ہم ان کے بارے میں خیر ہی سنتے ہیں۔ فالح بن نافع الحربی المدنی نے کہا: ''صاحب سنة من أهل الحديث و نفع الله به'' آپ اہلِ حدیث میں سے، صاحبِ سنت تھے اور اللہ نے آپ کے ذریعے سے (لوگوں کو) نفع پہنچایا ہے۔ (انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل ص ۲۶)

چند یادداشتیں: شاہ صاحب تصنیف و تالیف (بطورِ خاص تفسیرِ قرآن) میں مصروفیت کے باوجود طالب علموں کے لئے وقت نکالتے تھے۔ جو کتاب بھی پڑھاتے ایسا معلوم ہوتا کہ زبردست تیاری کے بعد پڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ آپ کے حافظے کا کمال تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا تھا۔ مشکل سے مشکل عبارات آپ کی زبان پر موم ہو جاتی تھیں اور کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا تھا۔ آپ خوارج و تکفیریوں کے سخت مخالف تھے اور مسلکِ اہلِ سنت (اہلِ حدیث) پر مضبوطی سے گامزن تھے۔ شاہ صاحب کی ہر نماز انتہائی خشوع و خضوع والی ہوتی تھی، یہی محسوس ہوتا تھا کہ یہ آپ کی آخری نماز ہے۔

راقم الحروف سے آپ کا رویہ شفقت سے لبریز تھا۔ ایک دفعہ آپ ایک پروگرام کے سلسلے میں راولپنڈی تشریف لائے تو کافی دیر تک مجھے سینے سے لگائے رکھا۔

آپ بدیع التفاسیر لکھاتے وقت کاتبوں کو فی البدیہ کہتے کہ فلاں کتاب لاؤ اور فلاں جگہ سے نے کر فلاں جگہ تک والا حوالہ لکھو۔ عربیت کے تو آپ امام تھے جس کا ایک واضح

ثبوت آپ کی احکام والی کتاب وصول الالہام ہے۔

وفات : آپ ۸ جنوری ۱۹۹۶ء بمطابق ۱۶ شعبان ۱۴۱۶ھ بروز منگل رات تقریباً ۹ بجے مسجد راشدی کے قریب کراچی میں ۷۱ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور (پیر جھنڈا) نیو سعید آباد میں دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ آمین (۲۷/اپریل ۲۰۰۷ء)

سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

ا: استاذ محترم مولانا ابوالقاسم محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات ان کی لائبریری ''مکتبہ راشدیہ'' میں ہوئی تھی، میرے ساتھ کچھ اور طالب علم بھی تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ انتہائی محبت وشفقت سے اپنی لائبریری کا تعارف فرما رہے تھے۔
محدثین کا قدیم زمانے سے یہ طریقہ رہا ہے کہ باہمی ملاقاتوں میں ایک دوسرے کو احادیث اور اہم حوالے بتاتے رہتے ہیں، آپ بھی مہمانوں کو اہم حوالے اور نایاب کتابیں خود نکال کر پیش کرتے تھے۔ آپ کی نظر کمزور تھی لہٰذا بعض عبارتوں کو پڑھنے کے لئے آلہ مکبر الحروف استعمال کرتے تھے جس سے حروف موٹے دکھائی دیتے ہیں۔

۲: آپ انتہائی خشوع وخضوع اور سکون واطمینان کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ہمیں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے میں انتہائی سکون واطمینان حاصل ہوتا، گویا یہ سمجھ لیں کہ آپ کی ہر نماز آخری نماز ہوتی تھی، یہی سکون واطمینان ہمیں شیخ العرب والعجم مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ) کے پیچھے نماز پڑھنے میں حاصل ہوتا تھا۔

شیخنا بدیع الدین رحمہ اللہ آپ کے چھوٹے بھائی تھے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵) کے بارے میں لکھا ہے کہ '' وكان فريد عصره وقريع دهره ونسيج وحده وإمام وقته ......'' إلخ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۴)
آپ دونوں بھائی اسی کے مصداق اور یگانہ روزگار تھے۔

۳: شیخنا ابوالقاسم رحمہ اللہ انتہائی تواضع اور سادگی کا نمونہ تھے، کسی حوالے کی اگر ضرورت ہوتی تو شاگردوں کو حکم دینے کے بجائے خود اٹھ کر کتاب نکال لیتے تھے۔

۴: آپ صوم داودی پر عمل پیرا تھے، ایک دن روزہ ہوتا اور ایک دن افطار فرماتے تھے۔

۵: آپ توحید وسنت کی دعوت میں ننگی تلوار تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک سندھی آدمی نے آپ کو جھک کر سلام کیا تو آپ نے اس عمل کا سختی سے رد کیا اور اسے دلائل سے سمجھایا کہ جھک کر سلام کرنے کے بجائے سیدھے کھڑے ہو کر سلام کرنا چاہیے، جبکہ آج کل بہت سے لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ انھیں جھک کر ملیں، بلکہ بعض مریدین غلو کرتے ہوئے اپنے پیر کو ملنے کے لئے رکوع سے لیکر سجدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اہلِ علم کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا رد کریں اور انھیں سمجھائیں کہ تعظیم میں اس طرح کا غلو، اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

۶: احادیثِ صحیحہ میں تصاویر کی شدید مذمت وارد ہے، بلکہ بعض صحیح احادیث میں مصوروں پر لعنت بھیجی گئی ہے، ان احادیث کی وجہ سے شیخ محترم کو تصاویر سے ازحد نفرت تھی، آپ کے مکتبہ میں میرے علم کے مطابق جتنی کتابیں تھیں ان کی تصاویر مٹا دی گئی تھیں، حتی کہ تازہ اخبار کی تصاویر کو مٹا کر ہی آپ کے مکتبہ میں لایا جاتا تھا، آپ کا یہی حکم تھا۔

۷: امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے عذاب قبر کے مسئلے پر ایک کتاب " اثبات عذاب القبر " لکھی ہے جس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے شیخ امام فقیہ محدث مفسر بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، راقم الحروف نے اس خطی نسخے کی تحقیق وتخریجِ احادیث کی تھی، مجھے جب بعض راویوں کے حالات نہ ملتے تو شیخ محترم محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتا، آپ اپنے بے مثال حافظے سے ان راویوں کے حالات کتابوں سے نکال کر مجھے بتا دیتے تھے، اس کتاب کا مقدمہ آپ نے لکھا ہے، فرماتے ہیں:

" تقدمة لكتاب " اثبات عذاب القبر " للامام البيهقي رحمه الله،

الحمد لله الذى يثبت الذين آمنوا بالقول الثابت فى الحيوة الدنيا وفى الآخرة ويؤمنهم من هول المطلع ما يونسهم في وحشة القبر ويلقنهم محجة الإيمان عند السؤال ويسبغ عليهم نعمه الباطنة

والظاهرة ....

أما بعد :فإن تنعم القبور أوتالمه وثوابه وعذابه قد ثبت من الكتاب والسنة وأجمع عليه المسلمون من لدن عهد الصحابة رضي اللّٰه عنهم إلى يومنا هذا "

یعنی عقیدہ عذاب قبر، قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ نے لکھا :

" ولعل اللّٰه سبحانه وتعالیٰ قدر أن يبرز هذا السفر الجليل على يد حبي في اللّٰه وأخي في الإسلام فضيلة الشيخ زبير علي زئي المقيم في بلدة حضرو من مضافات أتك من باكستان وقد وجد فضيلة الشيخ النسخة الخطية لهذا الكتاب في مكتبة الشيخ السيد بديع الدين شاہؒ الراشدي ...... وأنا أحقر العباد محب اللّٰه شاه الراشدي عفا اللّٰه عنه" (۱۹۸۹-۱۰-۸)

جب میں ریاض، سعودی عرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی توفیق عطا فرمائی، اب یہ کتاب مراجعت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے۔ **يسر اللّٰه لنا طبعه**

شیخ حمدی عبدالمجید السّلفی کئی کتابوں کے محقق ومخرج ہیں، ان کی محققہ کتابوں میں "المعجم الکبیر للطبرانی" بہت مشہور ہے وہ اس کتاب میں ہمارے شیخ رحمہ اللہ سے بہت استفادہ کرتے ہیں مثلاً المعجم الکبیر (ج ا ص ۲۰۹) کے حاشیے پر ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ" **فهو مجهول على قاعدته كما قال شيخنا محب اللّٰه شاه** "

۸: سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے اور آپ ہاتھ چھوڑنے : ارسال الیدین کے قائل تھے ان دنوں میں راقم الحروف کی تحقیق بھی ہاتھ باندھنے (وضع الیدین) کی تھی، اس کے باوجود آپ نے اپنی کتاب "**نيل الأماني وحصول الآمال**" بھیجی تا کہ میں اس پر تبصرہ لکھوں، تاہم بعض وجوہ کی بنا پر یہ تبصرہ نہ لکھا جا سکا، بعد میں راقم الحروف کی تحقیق بدل گئی اور اب میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے کو راجح سمجھتا ہوں اور

اسی پر عمل ہے۔ سنن ابی داود (کتاب الصلوٰۃ، باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ ح ۷۵۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۳۰/۲) میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''صف القدمین و وضع الید علی الید :من السنة''

(قیام میں) قدموں کو صف بنانا (یعنی برابر کرنا) اور ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

(شرح سنن ابی داود للعینی ج ۳ ص ۳۵۳، ۳۵۴)

اس روایت کی سند حسن ہے اسے ضیاء المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ) نے المختارہ (ج ۹ ص ۳۰۱ ح ۲۵۷) میں ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک راوی زرعۃ ہے، اس سے دو ثقہ روایت کرتے ہیں، ابن حبان (الثقات: ۲۶۸/۴) ذہبی (الکاشف ۲۵۱/۱) اور ضیاء المقدسی (بتصحیح حدیثہ) اس کی توثیق کرتے ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث سے کم درجے کے راوی نہیں، اس دور کے مشہور محقق امام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بغیر کسی قوی دلیل کے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ضعیف سنن ابی داود ص ۷۴)

مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۳۹۱ ح ۳۹۵۰) وطبقات المحدثین باصبہان لابی الشیخ الاصبہانی (۲۰۰/۱، ۲۰۱، ترجمۃ عبداللہ بن الزبیر بن العوام) میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز میں کھڑے ہوتے تو ارسالِ یدین کرتے، ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ اس قیام کو رکوع کے بعد پر محمول کیا جائے ورنہ صحابی کے قول و عمل میں تعارض ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم

۹: مدلسین کے بارے میں راقم الحروف کی یہ تحقیق ہے کہ جس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس ہے اس کی غیر صحیحین میں عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے الا یہ کہ دوسری سند میں سماع کی تصریح، متابعت یا شاہد (موید روایت) ثابت ہو جائے۔ اس اصول کی رو سے میرے نزدیک وہ حدیث ضعیف ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے، اس پر میرا ایک مضمون الاعتصام رسالے میں چھپا تھا جس کا استاذ محترم نے ''تسکین القلب المشوش باعطاء التحقیق في

تدليس الثوري والأعمش "کے نام سے چوہتر (۷۴) صفحات میں جواب لکھا جو "الاعتصام لاہور "میں کئی قسطوں میں چھپا تھا جس کا جواب الجواب راقم الحروف نے شیخ صاحب کی زندگی میں ہی انھیں بھیج دیا تھا مگر شائع اس لئے نہ کروایا کہ میں نے اپنا موقف تدلیس کے بارے میں واضح کر دیا ہے، میرا رسالہ " التأسيس في مسألة التدليس" ماہنامہ محدث لاہور، شعبان ۱۴۱۶ ھ بمطابق جنوری ۱۹۹۶ء جلد نمبر ۲۷ عدد نمبر ۴ ص ۹ تا ۳۹ میں شائع ہو چکا ہے۔

تنبیہ: یہ مضمون تصحیح اور اضافات کے ساتھ مقالات کی اسی جلد میں چھپ چکا ہے۔

۱۰: راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے، اس سلسلے میں "انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل" نامی کتاب لکھ رہا ہوں جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے، میں نے بہت سے شیوخ سے جرح وتعدیل کے سوالات کئے تھے جن میں مولانا محب اللہ شاہ رحمہ اللہ برسرِ عنوان ہیں، آپ اسماء الرجال کے بہت ماہر اور عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنے والے تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ رحمہ اللہ: آپ نے ان کے بارے میں فرمایا:

" عالم محقق ثقة أمين "

الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا:

" محقق لا يشك في كونه ثقة " وہ محقق ہیں، ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا: " شيخنا ثقة من الثقات أستاذ، مثله قليل في هذا الزمان "شیخنا عطاء اللہ بھوجیانی صاحب التعلیقات السلفیہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے الشیخ الصالح عاصم بن عبداللہ القریوتی کی کتاب "كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى" (ص ۳۹-۶۱)

كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى مجھے شیخ عاصم نے بطورِ مناولہ دی ہے، اس پر شیخ عاصم القریوتی نے لکھا ہے کہ " بسم الله الرحمٰن الرحيم، هدية رمزاً

للمحبة إلي أخي في اللّٰہ الشيخ المحقق زبير علي زئي وفقنا اللّٰہ وإياه لكل خير ورزقنا وإياه الإخلاص في القول والعمل ، كتبه عاصم بن عبداللّٰہ القريوتي ۔١٩ ذي القعدة ١٤٢٣ھ "

شیخنا بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا: "هو ثقة"

زاہد الکوثری: آپ نے فرمایا: " متعصب ، من الحنفية " اس طرح کے دوسرے اقوال میری کتاب ''انوار السبیل'' میں درج ہیں۔ مدینہ کے جلیل القدر سلفی شیخ عبدالاول بن حماد الانصاری نے اپنے والد شیخ امام حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ (متوفی ١٤١٨ھ) کے حالات پر تقریباً آٹھ سو نوے (٨٩٠) صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں ایک کتاب ''المجموع'' لکھی ہے اس کتاب میں شیخ عبدالاول نے معاصرین کے بارے میں شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ کے وہ اقوال جمع کر دیئے ہیں جن میں انھوں نے بعض معاصرین پر جرح یا ان کی تعدیل کر رکھی ہے۔ (قال الوالد قولہ فی الذین عاصرہم / المجموع ج ٢ ص ٥٩١-٦٣٨)

١١: بعض تکفیری حضرات نے جماعت المسلمین کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ ابوایوب ممدوح بن فتحی نور البرقوی اور ابوعثمان مازن الفلسطینی اس کے سرکردہ و محرک تھے انھوں نے ابوہمام عرف ابوعبداللہ محمد بن احمد بن خلیفہ کو خلیفہ و امیر المؤمنین بنا لیا، ان لوگوں کی تردید میں استاذ محترم نے مجھے بارہ (١٢) صفحوں کا ایک خط لکھا تھا جس میں فرماتے ہیں:

'' میرے ناقص خیال میں پہلا فتنہ اس قسم کا جماعت المسلمین والوں نے پھیلایا اب دوسرے فتنے کا آغاز ان حضرات نے کیا ہے، ان کا مقرر کردہ امیر المؤمنین یقینی طور پر ہاشمی ہو یا نہ ہو لیکن جہاں تک کتاب وسنت کا تھوڑا سا علم اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو عطا فرمایا ہے اس کی روشنی میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا طریقہ کار اور سارا معاملہ غلط ہے''

(ص ١) یہ خط ١٤١٤/٥/٢٠ھ بمطابق ١٩٩٣/١١/٦م کا لکھا ہوا ہے اور آخر میں " والسلام أحقر العباد أخوكم أبو القاسم محب اللّٰہ شاه عفاء اللّٰہ عنه " درج ہے۔

''الحدیث'' حضرو کے شمارے (١/١، جون ٢٠٠٤ء) میں یہ خط مکمل شائع ہو چکا ہے۔ والحمد للہ

جماعت المسلمین سے مراد یہاں مسعود احمد بی ایس سی تکفیری کی جماعت المسلمین ہے جس کی پہلی بنیاد ۱۳۸۵ھ اور دوسری بنیاد ۱۳۹۵ھ میں رکھی گئی تھی، راقم الحروف نے ان تکفیریوں کے رد میں کئی رسائل لکھے ہیں جن میں گیارہ (۱۱) صفحات کا رسالہ "فرقۂ مسعودیہ اور اہل حدیث" جناب ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی مشہور کتاب "الفرقۃ الجدیدہ" کے شروع میں بطور مقدمہ چھپا تھا۔

ایک دفعہ حضرو کے چند ساتھی، جناب نثار احمد صاحب، جناب حافظ محمد فردوس اور جناب سعید احمد ولد تسلیم خان صاحب وغیرہم مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی بنائی ہوئی "جماعت المسلمین رجسٹرڈ" میں شامل ہو گئے تھے، ان کے امیر جناب نثار احمد صاحب تھے۔ ان ساتھیوں نے مسعود احمد بی ایس سی سے میری ملاقات بسلسلہ سوالات کا پروگرام بنایا۔ ان دنوں سعید احمد صاحب نے جذبات میں آکر مسعود احمد کو میرے خلاف ایک خط لکھا تھا جو کہ تکفیریوں کے رسالے "المسلم" سلسلہ اشاعت: ۱۰، رمضان ۱۴۱۶ھ میں "ناقابل فراموش" کے عنوان سے تین صفحوں پر شائع ہوا۔ ہم اسلام آباد میں مسعود صاحب کے بیٹے سلیمان کے گھر پہنچ گئے، گھر پر ٹیلی ویژن (T.V) کا انٹینا لگا ہوا تھا، اور سلیمان صاحب نے کالا خضاب لگا رکھا تھا۔ مجلس میں انجینئر عبدالقدوس سلفی صاحب بھی تھے، مسعود صاحب سے تدلیس کے مسئلہ پر بات ہوئی تو وہ لاجواب ہو گئے۔ اس کے بعد حضرو کے تمام ساتھیوں نے بیعت توڑ دی تھی۔ سعید احمد خان نے ۱۳ مئی ۱۹۹۶ء کو مسعود احمد صاحب اور ان کے فرقۂ مسعودیہ کے نام خط لکھا "میں سعید احمد آف حضرو حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے آپ کو اپنے بھائی جناب زبیر علی زئی کے بارے میں جو خط لکھا تھا وہ میری غلط فہمی پر مبنی تھا، اللہ تعالیٰ میری یہ لغزش معاف فرمائے ...... میں اہل حدیث ہوں اور اہل حدیث جماعت کو اہل حق سمجھتا ہوں...... اب حضرو میں فرقۂ مسعودیہ کا کوئی وجود نہیں ہے...... سعید احمد ولد تسلیم خان محلہ عظیم خان حضرو ضلع اٹک"

نثار صاحب نے لکھا کہ "میں نثار احمد حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں اور میرے اور ساتھی

سعید احمد صاحب اور حافظ محمد فردوس صاحب غلط فہمی کی بناء پر آپکی رجسٹرڈ جماعت میں شامل ہو گئے تھے، جب دیکھا کہ آپ کی جماعت عام مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہے تو آپ سے متنفر ہو کر میں نے بیعت توڑ دی اور ہم تینوں ساتھی آپ کی رجسٹرڈ جماعت سے نکل گئے اب الحمدللہ ہم (مسلمین) مسلمان بھی ہیں اور اہل سنت اور اہل حدیث بھی اور تمام اہل حق سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ کتاب وسنت پر فرمائے۔ بقلم خود نثار احمد سابقہ امیر جماعت المسلمین رجسٹرڈ حضرو'' (۱۹۹۶-۵-۱۷)

حافظ فردوس صاحب نے لکھا کہ ''میں حافظ فردوس اعلان کرتا ہوں کہ ہم تین ساتھی ''جماعت المسلمین'' مسعود احمد صاحب کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے، تقریباً دو تین ماہ بعد جب ہمیں معلوم ہوا کہ مسعود صاحب اور انکی جماعت، مسلمین کی تکفیر کرتی ہے جس کے ہم گواہ ہیں تو ہم نے اس جماعت کو چھوڑ دیا۔ حافظ محمد فردوس'' (۱۹۹۶-۴-۱۳)

سعید صاحب کے مراسلے کا کچھ حصہ بعد میں ''المسلم'' میں ''ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ (یہ خط وکتابت ہمارے پاس موجود ہے۔)

راقم الحروف نے جماعت المسلمین کے سرکاری مبلغ عبد الطیف التکفیری کے مراسلے کا جواب " القنابل الذرية في ابطال أصول الفرقة المسعودية " کے نام سے سولہ (۱۶) صفحات پر لکھا تھا۔

۱۲: ہمارے جلیل القدر شیخ مولانا الامام فیض الرحمٰن ابو الفضل الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) بہت بڑے محقق اور عظیم محدث تھے، ابن الترکمانی کی ''الجوہر النقی'' کا انھوں نے نہایت بہترین رد لکھا، وہ شیخ محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے تھے: ''عالم کبیر'' میں کہتا ہوں کہ دونوں بہت بڑے عالم اور اعلیٰ درجے کے ثقہ متقی اور زاہد تھے۔ رحمہما اللہ

۱۳: استاذ محترم سے جب میں نے آخری الوداعی ملاقات کی تو راقم الحروف سے فرطِ محبت کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں بھی فرطِ غم کی وجہ سے رو رہا تھا۔

آہ اگر باز بینم روئے (شیخ) را | تا قیامت شکر بگویم کردگار خویش را

۱۴: شیخ صاحب نے مجھے جو سندِ حدیث عنائیت فرمائی تھی اس کا عکس اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵: اب آپ کی تصانیف کا تعارف پیشِ خدمت ہے:

عربی تصانیف

(۱) التعلیق النجیح علی جامع الصحیح

(۲) تراجم الرواۃ لکتاب القراءۃ خلف الامام

(۳) کشف اللثام عن تراجم الرواۃ الاعلام

(۴) طریق السداد وفصل المقال في تراجم الرجال الثقات النبال

(۵) ثقات الرجال الملتقطة من تاریخ جرجان

(۶) عون اللّٰہ القدوس السلام

(۷) تحصیل المعلاۃ ببیان حکم الجهر بالبسملة في الصلوۃ

(۸) الهام الرحیم الودود وتنقید فتح المعبود

(۹) تعلیق المحب الحسیني علی التقریب للحافظ العسقلاني

(۱۰) التعلیقات علی صحیح ابن حبان

(۱۱) ازالة الاکنة عن بعض المواضع في تمام المنة في التعلیق علی فقه السنة

اردو تصانیف

(۱) حیاز الصلوۃ من بیان أدعیة الصلوۃ

(۲) صدق المقال وسداد الاتجاه فی بیان سوانح حیات محب اللّٰہ

(۳) سوانح حیات سید إحسان اللّٰہ شاہ الراشدی

(۴) السعی الأثیت في تحقیق التلقب باهل الحدیث

(۵) الصواعق المرسلة

(٦) تنبیه الفطن الداری

(٧) المنهج السوی في الملاحظات على تفسير الغزنوي

(٨) الرد على الرسالة لنور اللّٰہ شاہ الراشدی

(٩) تایید عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال

(١٠) نیل الامانی وحصول الآمال

(١١) ازالة نقاب التزوير عن من وجه مسئلة التصوير

(١٢) جودة التنقيح في مسئلة ركعات التراويح

(١٣) التحقيق المستحلى في ثبوت الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

(١٤) القطوف الدانية في أجوبة السؤالات الثمانية

(١٥) گزارشات ہماری برجواب انسانی اعضاء کی پیوند کاری

(١٦) انعام ذی الجلال والاکرام

(١٧) حقیقت پسندانہ مشغلہ برائے جائزہ قبلہ رخ پاؤں کرنے کا مسئلہ

(١٨) امام محمد بن عبدالوھاب: ایک مجدد

(١٩) البرھان القاطع

(٢٠) اتحاف السادۃ الکرام

(٢١) احضارؒ اللمعة لتحقيق الاذان العثمانی یوم الجمعة

(٢٢) خطبہ صدارت کانفرنس لاھور

(٢٣) ایضاح المرام واستیفاء الکلام

(٢٤) تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق في تدليس الثوري و الأعمش

(٢٥) داڑھی کتنی رکھنی چاہیے

(٢٦) گزارش بندہ حقیر پر تقصیر مخلصانہ نصیحت

(٢٧) الرد التحقیق علی کتاب پیغام خدا

سندھی تصانیف

(۱) المنهج الاقوم في تفسير سورة مريم
(۲) فتاویٰ راشدیہ
(۳) بذل اقصیٰ الوسع في اجوبة ، السؤلات التسع
(۴) سفر نامہ استنبول
(۵) سفر نامہ حجاز
(۶) سفر نامہ حجاز ویورپ
(۷) سفر نامہ اسلام آباد کانفرنس، اہل فکر ودانش
(۸) القواطع الرحمانية (رد قاديانيت)
(۹) التنقيدالسنى على فلتات المولوى عبدالغنى
(۱۰) اظہار الغوایۃ الواقعۃ فی کتاب پیغام ہدایت
(۱۱) التحقيق الجليل في ان الارسال بعد من حيث الدليل
(۱۲) انيس الفراغ في بيان حقائق علوم البلاغ
(۱۳) عون اولى الحميد في رد على عبدالوحيد
(۱۴) اللّٰه سبحانه وتعالىٰ جو احسان سندس منت براء جائزه
(۱۵) البيان الانبل في شرح المفصل
(۱۶) شعر وشاعرى
(۱۷) افصح التبيان واوضح البرهان
(۱۸) ملاحظات بركتات مقام مصطفىٰ

۱۶: آپ کے چند فقہی مسائل اور اجتہادات درج ذیل ہیں:

آپ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل تھے اس موضوع پر آپ نے کافی رسالے اور کتابیں لکھی ہیں۔آپ تشہد اول میں درود ابراہیمی پڑھنے کے قائل تھے۔آپ

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، آپ کی یہ تحقیق تھی کہ ہمیشہ بیٹھ کر ہی جوتے پہننے چاہئیں، ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ حافظ صاحب پاکستان کے کبار علماء میں سے ہیں۔ محب اللہ شاہ صاحب فرض نماز کے بعد کبھی کبھار، التزام ولزوم کے بغیر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے بھی قائل تھے ،اس مسئلہ پر آپ کا ایک رسالہ مطبوع ہے۔

میری تحقیق میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنا راجح اور ہاتھ باندھنا جائز ہے، تشہد اول میں درود پڑھنا مستحب وافضل ہے۔ نماز سر ڈھانپ کر پڑھنا افضل ہے۔ چاہے کھڑے ہو کر جوتے پہنیں یا بیٹھ کر، دونوں طرح جائز ہے، فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا صریح ثبوت نہیں ہے، اگر التزام ولزوم نہ ہو تو بعض اوقات یہ دعا جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ انفرادی اور مسنون دعا مانگی جائے۔

۱۷: اگر مجھے رکن ومقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محب اللہ شاہ سے زیادہ نیک، زاہد اور افضل، اور شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم وفقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا رحمہما اللہ۔ آپ ۹ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱ جنوری 1995ء کو فوت ہوئے۔ رحمه الله رحمة واسعة ، وكان ثقة إمامًا متقنًا ، صاحب سنة والورع ، ما رأيت مثله ،

(۲۳-اپریل ۲۰۰۳ء)

مجھے فضیلۃ الشیخ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے جو سندِ حدیث عنایت فرمائی تھی، یہ اس کا عکس ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

علامہ مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ

ولادت: ۱۹۲۰ء بستی بلوچاں واندی، اوچ شریف (اوچہ/اوش) قوم: بلوچ قیصرانی

نام ونسب: ابوالفضل فیض الرحمٰن بن غلام محمد (گھمنڑ) بن دلاور خان بن جلال خان بن حسن خان

تعلیم: آپ نے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ گمانی میں اور درسِ نظامی کی تکمیل دارالحدیث محمدیہ جلالپور میں ۱۹۴۷ء سے پہلے کر لی تھی بعد میں مدرسہ زبیدیہ محلہ نواب گنج دہلی میں بھی پڑھتے رہے ہیں۔

اساتذہ: آپ کے بعض اساتذہ کے نام یہ ہیں: عبدالحق محدث بہاولپوری، محمد حیات، عبدالحق ملتانی، سلطان محمود محدث جلالپوری، عبدالمجید پنجابی اور احمد اللہ وغیرہم۔ رحمہم اللہ اجمعین

درس وتدریس: ریاست بہاولپور کے مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

تصنیفی خدمات: آپ کی چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) الرد التقی علی الجوہر النقی [غیر مطبوع] ابن الترکمانی حنفی کی کتاب الجوہر النقی کا مکمل رد ہے۔ (۲) تخریج ما قال الترمذی: وفی الباب [غیر مطبوع] (۳) رش السحاب فیما ترک الشیخ (عبدالرحمٰن المبارکفوری) فی الباب [مطبوع] (۴) تخریج وتعلیق علی کتاب القراءۃ للبیہقی [غیر مطبوع] (۵) المعجم الصغیر لابی یعلی الموصلی، تخریج وتعلیق [غیر مطبوع] (۶) فہرس الاصحاب الذین ذکرھم الترمذی تحت قولہ: وفی الباب [مطبوع] (۷) رجال کتب القراءۃ للبیہقی [غیر مطبوع] (۸) تعلیق جزء رفع الیدین للبخاری [مطبوع] (۹) تعلیق جزء القراءۃ للبخاری [مطبوع] (۱۰) تعلیق فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور

[مطبوع] تفصیل کے لئے دیکھئے ''مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری'' (ص۲۱۶ تا ۲۲۱)

وفات: آپ نے اپنے شیخ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد چھہتر (۷۶) سال کی عمر میں اپنے آبائی گاؤں بستی بلوچاں داندی میں ۲۴ رجب ۱۴۱۷ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۹۶ء کو وفات پائی۔ آپ کی نمازِ جنازہ مشہور جلیل القدر سلفی عالم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ نے پڑھائی تھی۔

تحدیثِ نعمت: راقم الحروف کو آپ سے استفادے کا موقع استاذ محترم شیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے مکتبہ راشدیہ، نیو سعید آباد میں ملا۔ آپ نے مجھے سندِ حدیث اور اس کی اجازت اپنے دستخط کے ساتھ ۱۳ صفر ۱۴۰۸ھ کو مرحمت فرمائی۔ آپ مولانا ابوتراب عبدالتواب الملتانی رحمہ اللہ سے اور وہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمهم الله أجمعين

مبلغِ اسلام: حاجی اللہ دتہ صاحب رحمہ اللہ

جن شیوخ سے میں نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، حاجی اللہ دتہ صاحب ان میں سے سرفہرست ہیں۔ راقم الحروف نے سنن ابی داود پر: ۱۰۸۹ صفحات پہ مشتمل "نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داود" کے نام سے عربی زبان میں حاشیہ لکھا ہے جس میں تخریج و تحقیق کے ساتھ ساتھ فقہی فوائد ولغوی تشریحات بھی ہیں۔

اس حاشیہ میں ایک جگہ راقم الحروف نے لکھا ہے:

" ويدل هذا الحديث ...... على ترك الصلوة ، خلف المبتدع والفاسق ونحوهما وكذا استدل به شيخنا الإمام المتقن أبو الرجال الله دته بن كرم إلٰهي بن أحمد دين تهمن السوهد روي رحمه الله "

(نیل المقصود ج اص ۱۷۳، حدیث ۴۸۱)

گوناگوں مصروفیات کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اب موقع عطا فرمایا ہے کہ شیخ محترم رحمہ اللہ کے حالات تحریر کیے جائیں۔

پہلی ملاقات

ایک عرصہ پاکستان سے باہر رہنے کے بعد، ۱۹۸۰ عیسوی کے آخر میں جب پاکستان آیا تو کچھ دوستوں نے بتایا کہ، حاجی اللہ دتہ صاحب، کامرہ ائیر بیس (Air Base) سے آکر ہر جمعہ حضرو شہر میں درس دیتے ہیں، اہل حدیث عالم ہیں، ان کا درس انتہائی مفید اور معلوماتی ہوتا ہے۔

چنانچہ جمعہ کے دن درس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ انتہائی پر وقار سفید گندمی چہرہ، موتیوں جیسے دانت، گھنی سیاہ لمبی داڑھی مونچھیں استرے سے مونڈی ہوئیں، دراز قد ورزشی جسم، صاف

ستھرا سفید لباس زیب تن کئے ہوئے، سر کے گھنے بالوں پر سرخ سعودی رومال، یہ تھے حاجی اللہ دتہ صاحب رحمہ اللہ اور ان سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

[توضیح: امام احمد بن زہیر بن حرب رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

" حدثنا عبیداللّٰه بن عمر قال :خرج ابن عیینة یومًا وقد حلق شاربه ، فضحك ثم قال :رأیت في المنام كأن أسناني كلها وقعت فأولت أن أبنائي یموتون و أبقی"

(اخبار المکیین من کتاب التاریخ الکبیر: ص ۳۷۸، ۳۷۹ ح ۳۸۷ سندہ صحیح، عبید اللہ ھو ابن عمر بن میسرۃ القواریری رحمہ اللہ)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) اپنی مونچھیں استرے سے منڈاتے تھے۔]

ولادت باسعادت

حاجی ابو فہد (ابو الرجال) اللہ دتہ بن کرم الٰہی بن احمد دین، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ عیسوی، سوہدرہ، وزیر آباد پنجاب کے ایک بریلوی خاندان میں پیدا ہوئے اسلامی مہینوں میں رمضان کا مہینہ تھا۔

آپ کے بیٹے عبدالقدیر کی روایت ہے کہ بچپن میں آپ نے قرآن مجید ایک بریلوی مولوی صاحب سے پڑھا، ایک دن اس مولوی صاحب نے کہا: " بیٹا! قرآن مجید کا ترجمہ نہ پڑھنا ورنہ وہابی ہو جاؤ گے" حاجی اللہ دتہ صاحب کو یہ بات ایسی ناگوار گزری کہ انھوں نے اس مولوی صاحب کا درس چھوڑ کر یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ میں قرآن مجید کا ترجمہ ضرور پڑھوں گا۔ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے اس کا ترجمہ ہمیں ضرور معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم اپنی زندگی اپنے رب کے احکامات کے مطابق گزار سکیں، یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنے سے آدمی وہابی ہو جاتا ہے۔؟

اصل بات یہ ہے کہ اگر خلوصِ دل سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جائے تو شرک و بدعت کے

اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور اللہ ورسول کی اطاعت، توحید وسنت کا اعلیٰ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی انتہائی تعجب انگیز ہے کہ اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ "عوام کے لئے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا مضر ہے۔" (اشرف الجواب ص ۱۸۵، فقرہ:۴۶)

خوشحال بابا

خوشحال بابا حاجی اللہ دتہ صاحب سے بے پناہ محبت کرتے تھے وہ بوٹا گاؤں ضلع اٹک کے رہنے والے، بالکل کورے ان پڑھ تھے مگر قرآن مجید کا ترجمہ سن رکھا تھا، انتہائی دلیر، مجاہد اور زبردست موحد تھے رحمہ اللہ، ایک دفعہ انھوں نے ایک مولوی کو وعظ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ما کان وما یکون کا سارا علم غیب جانتے ہیں۔ خوشحال بابا (متوفی ۲۰۰۳ء) نے اس مولوی صاحب سے کہا کہ قرآن سے ابراہیم علیہ السلام اور فرشتوں والا واقعہ پڑھ کر لوگوں کو سنا دو، مولوی صاحب نے یہ واقعہ تو نہیں سنایا، مگر خوشحال بابا نے زبانی سنا دیا کہ جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے تو انھوں نے بچھڑا ذبح کر کے ان کے سامنے پیش کر دیا تھا، فرشتوں نے کھانا نہ کھایا تو ابراہیم علیہ السلام کو خوف (دامن گیر) ہوا۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ الذاریات: ۲۴۔۳۱)

بابا خوشحال نے اس مجلسِ وعظ میں کہا تھا کہ اس قرآنی قصے سے تین باتیں ثابت ہیں:

۱: انبیاء کرام (کلی، سارا، ما کان وما یکون والا) غیب نہیں جانتے ورنہ ابراہیم علیہ السلام کبھی فرشتوں کے لئے گوشت پکا کر نہ لاتے، البتہ جو اللہ نے وحی کے ذریعے سے بتا دیا وہ ضرور جانتے ہیں۔

۲: فرشتے غیب نہیں جانتے ورنہ وہ ابراہیم علیہ السلام کو بچھڑا ذبح کرنے سے منع کر دیتے۔

۳: اولیاء غیب نہیں جانتے ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی ولیہ بیوی، بچھڑا ذبح کرنے سے انھیں روک دیتی۔

مولوی صاحب نے چپ رہتے ہوئے راہِ فرار اختیار کر لی۔

خوشحال بابا ۴/ اگست ۲۰۰۳ء کو فوت ہوئے اور بوٹا گاؤں ضلع اٹک میں مدفون ہیں۔ رحمہ اللہ

تعلیم

ترجمہ پڑھتے ہی حاجی اللہ دتہ صاحب نے کتاب وسنت کا راستہ یعنی مسلک اہلِ حدیث اختیار کیا، آپ نے ابتدائی تعلیم سوہدرہ تحصیل وزیرآباد سے حاصل کی، سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ''جامعہ اصحابِ صفہ'' سوہدرہ تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ آپ جامعہ میں چار سال تک پڑھتے رہے ترجمہ قرآن، صرف ونحو، تفسیر اور مشکوٰۃ میں زبردست کامیابی حاصل کی، اور ساتھ ساتھ میٹرک کا امتحان ''سکاٹ مشن ہائی سکول وزیرآباد'' سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی، حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ اور مولانا ابوالسلام محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھوی انتہائی قابل ذکر ہیں۔ آپ نے اپنے شوق کی خاطر ''پاکستان ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ سٹیشن صدر'' کراچی سے ریفریجریشن اور ائیر کنڈیشن میں بھی فرسٹ ڈویژن میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ سرگودھا میں آپ نے مولانا ابوالسلام محمد صدیق کی شاگردی اختیار کی اور ان سے فنِ حدیث، جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کا علم بخوبی سیکھا۔ مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ اسماء الرجال کے زبردست ماہر تھے، میں نے اپنی کتاب میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ " شيخ الحديث ، ثقة ، حجة إمام ، فقيه أصولي ، محدث مدرس من كبار علماء الجرح والتعديل ، كلامه كالمسمار في الحجر ، وكان لا يخضب رحمه الله ، ترجمته في ''تذكرة علماء أهل حديث '' ج ۲ ص ۳۴۱، ۳۴۴ ''

(انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل ص ۱۰۱)

مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ، علمِ فرائض (میراث) کے بہت ماہر تھے۔ حاجی صاحب نے علمِ میراث ان ہی سے سیکھا تھا۔

مولانا محمد صدیق صاحب کی وفات ۱۶۔ اپریل ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔

ملازمت

۱۹۵۷ء میں حاجی صاحب پاکستان ائیر فورس میں ملازم ہوئے ، آپ ملیر کراچی، سرگودھا، اور کامرہ رہے، عبدالقدیر بن اللہ دتہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ آپ نے اٹامک انرجی کمیشن میں امتحان دیا تو اول پوزیشن حاصل کی، انٹرویو میں کہا گیا کہ آپ جیسے لوگوں کی پاکستان کو بہت ضرورت ہے، لیکن آپ کو داڑھی منڈوانا ہوگی، تنخواہ بھی بہت اچھی تھی مگر آپ نے کہا: ''مجھے ایسی سروس منظور نہیں ، میں داڑھی نہیں کٹوا سکتا، ہاں نوکری چھوڑ سکتا ہوں'' لہٰذا انھوں نے یہ نوکری ٹھکرا دی۔ حاجی صاحب داڑھی کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت کے قائل نہیں تھے، جس شخص کی داڑھی مونڈی ہوئی ہوتی آپ اس کا نکاح خود نہیں پڑھاتے تھے اور کہہ دیتے کہ کسی اور شخص سے پڑھوالو۔

۱۹۷۴ء میں آپ سعودی عرب میں رہے اس دوران عربی میں کافی مہارت حاصل کی۔ آپ اہلِ زبان کی طرح عربی بولتے تھے، وہاں پر حج اور عمروں کے دوران میں آپ کی دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، آپ حق بیان کرنے والی بے نیام تلوار تھے، کسی کا خوف آپ کے قریب بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ حاجی صاحب انگریزی زبان بولنے کے بھی بہت ماہر تھے، ایک دفعہ میراج فیکٹری کامرہ میں اردن اور ابوظہبی کے کچھ عرب ساتھی ٹریننگ کے لئے آئے ہوئے تھے، حاجی صاحب نے انھیں انگلش میں پڑھانا شروع کر دیا، انھیں جب معلوم ہوا کہ حاجی صاحب عربی جانتے ہیں تو یہ مطالبہ کیا کہ ہمیں عربی میں پڑھائیں، اس کے بعد ان عرب ساتھیوں کو حاجی صاحب عربی زبان میں پڑھاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی عربی عالم ہیں جو درس دے رہے ہیں، آپ دورانِ درس عربی میں فی البدیہ بہترین لطائف بیان کرتے جن سے وہ بڑے محظوظ ہوتے تھے۔ ۱۹۷۹ء میں آپ وارنٹ آفیسر کے عہدہ کے ساتھ کامرہ میراج فیکٹری پہنچے اور یہیں ۱۹۸۵ء میں ماسٹر وارنٹ کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کی تبلیغ کا مرکز کامرہ، حضرو، اٹک اور واہ کینٹ رہا۔ آپ ضلع اٹک کے تمام اہل حدیث کے سرپرست اعلیٰ تھے اور آپ کی جلالت وشان پر سب کا اجماع تھا۔

نمازِ جمعہ کا آغاز

۱۹۸۰ء کے اواخر سے میں نے باقاعدہ حاجی صاحب کے دروس اور پروگراموں میں شامل ہونا، مختلف دینی امور پر بار بار سوال کر کے ان سے کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا شروع کیا، چونکہ ہمارے گاؤں میں (جو کہ اب حضرو شہر کا ایک محلّہ ہے) نماز جمعہ نہیں ہوتی تھی، ہم نے مشورہ کیا اور والد محترم حاجی مجدد صاحب کی اجازت سے ۱۹۸۲ء میں نماز جمعہ کا آغاز اس مسجد میں کیا جو والد صاحب نے تعمیر کی تھی، محلّہ پیرواد شہر حضرو ضلع اٹک میں یہی مسجد بعد میں مسجد اہل الحدیث کے نام سے ضلع اٹک میں سلفی اہلِ حدیث دعوت کی بنیاد بنی، پہلی نماز جمعہ میں درج ذیل اشخاص حاضر ہوئے۔ ۱: حاجی اللہ دتہ صاحب ۲: حافظ زبیر علی زئی ۳: نذیر صاحب (گوجرانوالہ) ۴: بابا شریف صاحب (گوجرانوالہ) ۵: ایک ساتھی۔

رفتہ رفتہ چاروں طرف سلفی دعوت پھیل گئی، اب اس علاقے میں اہل حدیث کی درج ذیل مساجد موجود ہیں:

۱: مسجد اہل حدیث اٹک شہر ۲: مسجد اہل حدیث محمدی، بوٹا۔اٹک ۳: مسجد اہل حدیث مرزا، اٹک ۴: مسجد اہل حدیث نجوال، اٹک ۵: مسجد اہل حدیث کامرہ ۶: محمدی مسجد اہل حدیث ہٹیاں ۷: مسجد ابو ہریرہ حضرو ۸: مسجد اہل حدیث پیرداد ۹: مسجد انس بن مالک لنڈی (اعوان آباد) گوندل اٹک ۱۰: مسجد محمدی اہل حدیث للکوڑی
۱۱: مسجد اہل حدیث داماں ۱۲: مسجد اہل حدیث خالو غازی

یہ سب مساجد اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم اور حاجی اللہ دتہ صاحب کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہیں۔

خطیب ومناظر

حاجی صاحب بہترین خطیب اور کامیاب مناظر تھے، آپ کا خطبہ لوگ بڑے شوق سے سنتے تھے، خطبے کو قرآن وحدیث کے حوالوں کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کے اشعار سے بھی مزین کرتے۔ آپ کا خطبہ اردو زبان میں ہوتا تھا، قراءت انتہائی عمدہ، تجوید کے اصولوں کے مطابق اور مخارج الحروف کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔

''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' نامی جماعت کے بانی مسعود احمد بی ایس سی سے آپ کا مناظرہ ہوا تو مسعود صاحب مناظرہ ادھورا چھوڑ کر ہی فرار ہو گئے تھے، بعض اہل بدعت آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے خلاف ایم ڈی تک شکائتیں کرتے مگر آپ کبھی نہ گھبراتے اور حق بات کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے، آپ ایم ڈی صاحب کو بھی قرآن و حدیث کی دعوت سنا آتے تھے۔ایک دفعہ آپ نے ایم ڈی صاحب سے کہا: ''کیا آپ قرآن و حدیث کو نہیں مانتے؟'' انھوں نے کہا: ''میں مانتا ہوں'' تو آپ نے فرمایا: ''پھر تو آپ بھی اہل حدیث ہوئے'' کیونکہ اہل حدیث وہی ہوتا ہے جو قرآن و حدیث کو مانتا ہے، ایم ڈی صاحب لاجواب ہو گئے۔

جتیال گاؤں میں ایک دفعہ عزیز الاسلام کے گھر، درس قرآن کے دوران میں شرپسندوں نے آپ پر حملہ کر دیا مگر آپ ثابت قدم رہے، اللہ نے شرپسندوں کو ذلیل کیا، اس واقعے میں شرپسندوں نے موٹر سائیکل اور سائیکلوں کو بھی بہت نقصان پہنچایا تھا۔ عبدالبصیر صاحب، عزیز الاسلام صاحب اور ان کے ساتھی آپ کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے تھے۔

شرپسندوں کے اس حملے کے بعد محترم عزیز الاسلام کے سارے بھائی اہل حدیث ہو گئے اور تمام فسادی و شرپسند حضرات ذلیل و رسوا ہوئے۔ایک دفعہ بہادر خان گاؤں، ضلع اٹک میں بریلوی اور دیوبندیوں کے درمیان جنازے کے بعد دعا پر مناظرہ تھا، اس مناظرے میں حاجی اللہ دتہ صاحب بھی موجود تھے، بریلویوں نے ''المبسوط للسرخسی'' سے ایک روایت پیش کر کے دیوبندیوں کو پریشان کر دیا تھا، حاجی صاحب نے مناظر سے اجازت لے کر روایتِ مذکورہ کی سند طلب کی اور کہا کہ حدیث وہی قابل قبول ہوتی ہے جس کی سند موجود ہو اور اصول حدیث کی رو سے صحیح ہو۔

بریلوی حضرات روایتِ مذکورہ کی سند پیش نہ کر سکے اور شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ شخص حزب اللہ والا اور اہل حدیث ہے اسے مجلس سے نکال دو۔حاجی صاحب اہل حدیث تو

ضرور تھے مگر کراچی والی حزب اللہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔اس ''حزب اللہ'' کی بنیاد ڈاکٹر مسعود عثمانی صاحب نے رکھی تھی۔

ہمارے گاؤں (حال: محلّہ حضرو) کے ایک ''تبلیغی بھائی'' اہل حدیث کے سخت خلاف تھے، ایک دفعہ وہ حاجی صاحب سے بحث کرنے لگے، حاجی صاحب نے تبلیغی نصاب کا حوالہ دیا۔اس شخص نے انکار کر دیا حاجی صاحب نے مجھے کہا کہ تبلیغی نصاب لے آؤ، بہت پرانا واقعہ ہے لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں دوڑتے ہوئے تبلیغی نصاب لے آیا تو حاجی صاحب نے فوراً ''فضائل درود'' میں سے حوالہ نکال کر اس شخص کے سامنے پیش کر دیا، وہ شخص سخت شرمندہ ہوا اور فوراً راہِ فرار اختیار کی۔

ایک دفعہ دیوبندی مدرسہ ''اشاعت القرآن حضرو'' کے مولوی امتیاز صاحب نے واہ کینٹ میں اہل حدیث کو مناظرے کا چیلنج کیا تو حاجی صاحب اور میں واہ کینٹ پہنچ گئے، وہاں مولوی صاحب نے گھبرا کر اس کاغذ پر دستخط کر دیئے تھے جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ

''۱: تقلید شخصی کتاب وسنت کے خلاف ہے ۲: مقتدی کی نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی۔

حاجی صاحب نے مولوی امتیاز صاحب سے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہمارا اور آپ کا جھگڑا ختم ہو گیا ہے، آپ نے اس دعویٰ پر دستخط کر دیئے ہیں جس پر میں نے دستخط کئے ہیں، معلوم ہوا کہ ہمارا اور آپ کا دعویٰ ایک ہی ہے، مولوی امتیاز صاحب شرمندہ ہو کر بھاگ گئے۔اصل تحریر درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
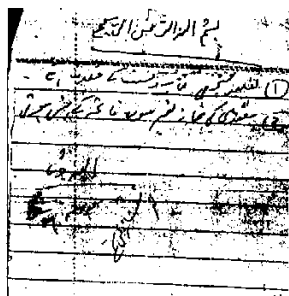
قوت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوتِ حافظہ بخشی تھی، آپ اور میں جب کسی مناظرے یا پروگرام میں جاتے تو واپسی پر آپ دوسرے دوستوں کو اس مناظرے یا پروگرام کی باریک باریک تفاصیل من وعن بیان کر دیتے تھے، مثلاً کہتے تھے کہ: وہاں مجھے پیاس لگی، فلاں شخص گلاس میں پانی لے آیا، میں نے دائیں ہاتھ سے گلاس پکڑ کر تین گھونٹ بھرے اور میز کے فلاں کونے پر گلاس رکھ دیا، گلاس کے فلاں حصے تک پانی باقی رہ گیا تھا، فلاں شخص نے فلاں کتاب نکال کر فلاں صفحہ پیش کیا، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی باریک باریک تفصیلات آپ اس واقعے کے برسوں بعد بھی من وعن بیان کرتے تھے۔

اور میں سن کر حیران ہوتا تھا کہ گویا آپ کے سامنے سکرین پر وہی منظر چل رہا ہے۔ جناب محمد اسحاق بھٹی صاحب کے بے پناہ حافظے کا سن رکھا ہے مگر حاجی صاحب کا حافظہ اس سے بہت بلند تھا، آپ کچی روایتیں بالکل بیان نہیں کرتے تھے ہر بات جچی تلی ہوتی تھی۔ آپ بہترین حاضر جواب تھے انتہائی جفاکش اور ورزشی جسم رکھتے تھے کامرہ سے حضرو سائیکل پر آتے، اور سائیکل پر ہی واپس جاتے تھے، ایک طرف کی مسافت دس (۱۰) کلومیٹر سے زیادہ ہوتی تھی۔ آپ کی نظر اور دانت وفات تک صحیح رہے، سر کے بال بھرے ہوئے اور سیاہ وسفید تھے، آپ مہندی نہیں لگاتے تھے۔

تہجد کے لئے آپ (بغیر الارم) کے روزانہ اٹھتے تھے، قرآن پاک آپ کو ایسے یاد تھا کہ جو آیت بھی پوچھو آپ قرآن سے نکال کر دیتے تھے، میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا، حاجی صاحب نے ہر مرتبہ مطلوبہ آیت نکال کر دکھا دی، ایسا حافظہ حفاظ کرام کا بھی نہیں ہوتا، آپ حوالہ دیتے وقت کتاب کا نام جلد اور صفحہ بھی بتا دیتے تھے۔

طبیعت

حاجی صاحب طبیعت کے لحاظ سے نہایت سادہ اور سادگی کو بہت پسند کرتے تھے،

انکساری وملنساری ان کی طبیعت کا حصہ تھی، کبھی کسی کا برا سوچتے نہ کسی کو برا کہتے تھے، نمود ونمائش کو پسند نہیں کرتے تھے، جو بھی کھانا آپ کے سامنے آجاتا بخوشی کھا لیتے اور کھانے میں کبھی نقص نہیں نکالتے تھے، مجھے شیر باز صاحب خطیب مسجد اہل حدیث اٹک نے ایک خبر دی، کہا: مجھے میری بیوی نے بتایا، کہا: مجھے حاجی اللہ دتہ صاحب کی بیوی نے بتایا کہ: حاجی صاحب نے ساری زندگی کھانے میں نقص نہیں نکالا اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ خاموشی کے ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبدالقدیر نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے گویا آپ "**ماعاب طعاماً قط**" کا بہترین نمونہ تھے۔

ایک غریب شخص نے ایک مولوی صاحب کی دعوت کی اور چاول پکائے، دعوت والے مولوی صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ "اس بھلے شخص نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں، جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا: نہیں میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھاویں؟ اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی، کہیں سے روٹی لاؤ"

(ملفوظات حکیم الامت ج ۲ ص ۲۳، ۲۴ ملفوظ نمبر ۲)

مولوی صاحب کے ساتھی نے کہا کہ "اس کی دل شکنی ہوگی" تو مولوی صاحب نے کہا: "ہماری جو شکم شکنی ہوگی" (ایضاً ص ۲۴)

حاجی صاحب شکم نواز نہیں تھے بلکہ ایسی باتوں سے انتہائی بے نیاز تھے۔ اٹک شہر میں مسجد اہل حدیث کی بنیاد آپ ہی نے رکھی تھی۔

عقیدہ وایمان

حاجی صاحب عقیدے اور ایمان میں کٹر سلفی اہل حدیث تھے، اللہ تعالیٰ کو سات آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی مانتے تھے۔ کما یلیق بجلالہ، اللہ تعالیٰ کی صفات واسماء الرجال پر بلا کیف ایمان رکھتے تھے، ان کی تاویل یا انکار کے سخت مخالف تھے، تکفیریوں اور خوارج کا شدید رد کرتے تھے، تقلید کی ہر قسم سے بیزار تھے جیسا کہ اگلے صفحے پر آرہا ہے، تمام اہل بدعت

مثلاً مسعود الدین عثمانی، مسعود احمد بی ایس سی، پرویز وغیرہم کے سخت مخالف تھے۔

حاجی صاحب اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے قائل نہیں تھے، یہی تحقیق ہمارے استاذ محترم سید بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کی تھی، راقم الحروف نے اس مسئلے پر ایک کتاب لکھی ہے جو ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کے نام سے مطبوع ہے۔

فقہی مسائل

حاجی صاحب کے چند مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

۱: آپ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے اور اسی کے قائل تھے، اس مسئلے میں آپ کا اور شیخنا ابو القاسم محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا ایک ہی موقف تھا۔

۲: آپ مرد کے لئے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کے قائل تھے لیکن خود ہمیشہ سر پر رومال یا ٹوپی رکھ کر ہی نماز پڑھتے تھے۔

۳: حاجی صاحب ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرتے تھے۔

۴: حاجی اللہ دتہ صاحب حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے زبردست محب تھے مگر بعض مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے مثلاً ناخن پالش کو آپ ناجائز سمجھتے تھے جبکہ حافظ صاحب جواز کے قائل تھے۔

۵: حاجی صاحب شیخ البانی رحمہ اللہ کی بعض تصحیحات سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور انھیں شیخ رحمہ اللہ کے بعض تفردات پر بھی اعتراض تھا، حاجی صاحب کے استاذ محترم ابو السلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ بھی شیخ البانی رحمہ اللہ کے تفردات پر تنقید کرتے تھے۔

گھریلو زندگی

کپڑوں کے دو تین جوڑوں سے زیادہ آپ کے پاس کوئی جوڑا (سوٹ) نہیں ہوتا تھا، گھر میں آپ نے پردے کا سختی سے اہتمام کروا رکھا تھا۔ ایک بیٹے کی بیوی دوسرے بیٹے کے سامنے کبھی نہیں آتی تھی، آپ کہا کرتے تھے کہ ''دیور چلتی پھرتی موت ہے، ان سے

پردہ کیا کرو' حدیث ((الحمو موت.)) دیور موت ہے۔(صحیح البخاری:۵۲۳۲ وصحیح مسلم:۲۱۷۲) کی طرف اشارہ ہے۔گھر میں آپ اپنی بہوؤں اور گھر والوں کو باقاعدگی سے قرآن وحدیث پڑھایا کرتے تھے،اپنے گھر والوں اور بچوں کو آپ نماز کی پابندی کرواتے تھے۔آپ کے دس بیٹے ہیں:

① عبدالقدیر ② عبدالعلیم ③ محمد سلیم ④ محمد نعیم ⑤ عبدالسمیع

⑥ محمد عابد شوکانی ⑦ محمد عامر ⑧ محمد صہیب ⑨ محمد بلال ⑩ محمد فہد

آخری بیٹے کے لحاظ سے آپ اپنی کنیت ابو فہد اختیار کرتے تھے،اصولِ حدیث کا ایک مسئلہ ہے کہ جس کے دس بیٹے ہوں اسے ابوالرجال کہتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ " وأبو الرجال لقب لقب به ، لأنه كان له عشرة أولاد كلهم رجال " (علوم الحدیث مقدمۃ ابن الصلاح ص ۴۳۷ نوع:۵۰۰،معرفۃ الاسماء والکنیٰ)

اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابوالرجال تھی۔

لاہور منتقلی

۱۹۹۶ء میں،ساٹھ سال کی عمر میں حاجی صاحب مستقل طور پر باغبان پورہ لاہور میں منتقل ہو گئے تھے کیونکہ وہاں انھوں نے گھر بنا لیا تھا۔آپ مہینے میں دو دفعہ جمعہ پڑھانے کے لئے اپنے خرچے پر لاہور سے اٹک آتے تھے،آپ کی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں، کہیں جمعہ پڑھانے جا رہے ہیں تو کہیں قرآن وحدیث کے درس کا اہتمام ہے،جہاں بھی گئے اپنے ہی خرچے پر گئے،اٹک والوں نے کہا کہ حاجی صاحب لاہور سے اٹک کوچ چلتی ہے آپ اس میں آیا کریں ٹکٹ ہمارے ذمے ہوگا لیکن آپ نے انکار کر دیا اور کہا:اللہ تعالیٰ نے میری دو پنشنیں لگائی ہوئی ہیں ایک پنشن میں نے اپنے دینی پروگراموں کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔

لاہور میں آپ نے "تنظیم المساجد کویت" کے تعاون سے ایک مسجد بنائی آپ جماعت اہل حدیث چوک دالگراں لاہور کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے،خط کتابت کے ذریعے

سے لوگوں کے سوالوں کے جوابات دیا کرتے تھے، آپ حافظ عبدالقادر روپڑی جو ایک عظیم مناظر تھے، کی صحبت سے بھی مستفید ہوتے رہے، آپ نے مناظرے کے رموزان سے بھی سیکھے تھے۔ کامرہ میراج فیکٹری میں حاجی صاحب کے بارے میں مشہور تھا کہ ان سے بحث کرو اور نہ ان کے پاس جاؤ، ورنہ اہل الحدیث ہو جاؤ گے، بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ الیکٹریکل فٹر نہیں بلکہ اہل حدیث فٹر ہیں، کیونکہ جو شخص ان سے مسئلے پوچھتا ہے وہ بالآخر اہل حدیث ہو جاتا ہے۔

آپ کی کوشش سے سینکڑوں لوگ اہل حدیث ہوئے ہیں۔ حاجی صاحب تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے، آپ قرآن و حدیث کی اطاعت کے ہی عامل و داعی تھے، تقلید کی ہر قسم کو ناجائز سمجھتے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جاہل کے لئے تقلید جائز ہے، مگر شیخ مقبل بن ہادی الیمنی رحمہ اللہ وغیرہ سلفی علماء کی طرح آپ بھی جاہل کے لئے تقلید جائز نہیں سمجھتے تھے، آپ کے نزدیک ہر جاہل پر لازم ہے کہ قرآن و حدیث کے بارے میں سوال کر کے اس پر عمل کرے اور یہ تقلید نہیں بلکہ اقتدا ہے۔

بہترین استاذ

حاجی صاحب کتابیں نہیں لکھتے تھے مگر ایسے شاگرد تیار کرتے کہ جن کا اوڑھنا بچھونا ہی تصنیف و تالیف ہے، حاجی صاحب بہترین مدرس اور جلیل القدر استاد تھے، جو شخص آپ سے کچھ پڑھ لیتا ایسا ماہر ہو جاتا کہ بڑے سے بڑا شیخ الحدیث بھی آپ کے شاگرد سے ڈرتا تھا، آپ کے شاگردوں میں طاہر صاحب اٹک والے بہترین مبلغ ہیں، وہ حاجی صاحب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں دورانِ گفتگو میں اُن کے اندازِ تکلم اور ہاتھوں کے اشارے کا وہی انداز ہے جو حاجی صاحب کا انداز تھا، من و عن حاجی صاحب کی تصویر ہیں۔

وفات

آپ کی صحت قابلِ رشک تھی، ۱۲ اگست کو اٹک شہر میں نماز جمعہ پڑھا کر سوہدرہ چلے گئے، وہاں درس قرآن دیا، بدھ کو واپس لاہور اپنے گھر آئے، جمعرات کی رات کو مطالعہ

کرتے رہے اور سوالوں کے جوابات بھی لکھتے رہے، آخری بات اپنے بیٹے سے یہی کہی:
صبح جلدی اٹھا کر وا اور نماز وقت پر پڑھو" ٹھیک ٹھاک سوئے، صبح ۱۰، اگست ۲۰۰۱ء کو (جمعہ کی) نمازِ فجر کے لئے نہیں اٹھے، عجیب وغریب بات ہوگئی تھی، آج ساری زندگی میں پہلی دفعہ حاجی اللہ دتہ صاحب کی صبح کی نماز فوت ہوگئی تھی۔ بیٹا یہ معلوم کرنے حاجی صاحب کے کمرے میں داخل ہوا کہ کیا وجہ ہے آج اباجی نے نماز نہیں پڑھی، پتا چلا کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے پاس جاچکے تھے۔ إنا للّٰه وإنا إليه راجعون

عبدالقدیر صاحب کہتے ہیں: "مجھے یاد نہیں کہ کبھی ان کی تہجد کی نماز ان سے رہ گئی ہو، وہ ہمیشہ تہجد گزار تھے۔" یعنی آپ پکے تہجد گزار تھے۔

فوت ہونے کے بعد ان کا چہرہ انتہائی پرسکون اور نورانی تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سوئے ہوئے ہیں ابھی اٹھ کر قرآن وحدیث کی دعوت والا سلسلہ شروع کر دیں گے۔

آپ کا جنازہ بہت بڑا اور عظیم الشان تھا، ہر آنکھ پرنم تھی اٹک سے بہت سے ساتھی پہنچ گئے تھے، میں ان دنوں مکتبہ دارالسلام لاہور میں موجود تھا۔

آپ کی نماز جنازہ میں نے جہراً پڑھائی اور عصر ومغرب کے درمیان آپ کو چوک شوالہ قبرستان، باغبان پورہ لاہور میں، ۱۰۔ اگست ۲۰۰۱ء کو اشک بار آنکھوں سے دفن کر دیا گیا، آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ اللهم اغفرله وارحمه
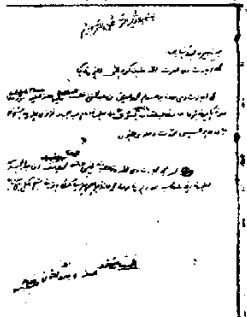
راقم الحروف کے لئے حاجی اللہ دتہ صاحب کا اجازت نامۂ حدیث مع دستخط

تذکرۃ الراوی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ...﴾

وہ گواہ جن کی گواہی تمھارے درمیان مقبول ہو۔ (البقرہ:۲۸۲)

اور فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾

(اہلِ ایمان) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (الفرقان:۷۲)

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾

اس چیز کے پیچھے مت پڑو، جس کا تمھیں علم نہ ہو۔ (بنی اسرائیل:۳۶)

عیسیٰ بن جاریہ الانصاری رحمہ اللہ

تابعینِ کرام میں سے عیسیٰ بن جاریہ الانصاری المدنی رحمہ اللہ کے مختصر و جامع حالات درج ذیل ہیں:

اساتذہ: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ، سعید بن المسیّب رحمہ اللہ، سیدنا شریک صحابی رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ۔

تلامذہ: ابوصخر حمید بن زیاد المدنی، زید بن ابی انیسہ، سعید بن محمد الانصاری، عنبسہ بن سعید الرازی اور یعقوب بن عبداللہ الاشعری القمی رحمہم اللہ۔

اسماء الرجال کی نظر میں: محدثینِ کرام کا عیسیٰ بن جاریہ کی جرح و تعدیل کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**مختلف فيه**'' (الکاشف ۲/۳۱۴ ت ۴۴۳۷)

اب اس جرح و تعدیل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

جرح: جارحین اور ان کی جرح کا باحوالہ ذکر درج ذیل ہے:

۱۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا:

''**روى عنه يعقوب القمي؛ لا نعلم أحدًا روى عنه غيره . وحديثه ليس بذاك**'' اس سے یعقوب القمی نے روایت بیان کی ہے، ہم نہیں جانتے کہ کسی دوسرے نے اس سے روایت بیان کی ہے اور اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ عباس الدوری: ۴۸۱۰)

اور کہا: ''**عنده أحاديث مناكير ، يحدّث عنه يعقوب القمي و عنبسة قاضي الري**'' اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں، اس سے یعقوب القمی اور رَے

کے قاضی عنبسہ روایت بیان کرتے ہیں۔ (روایۃ الدوری:۴۸۲۵)

عیسیٰ بن جاریہ کا شاگرد ایک ہے یا دو ہیں؟ اس بیان میں یہاں تعارض ہے۔

۲۔ ابن عدی نے کہا: ''وکلها غير محفوظة'' اور (عیسیٰ بن جاریہ کی) تمام حدیثیں (بشمول آٹھ رکعات تراویح والی حدیث) غیر محفوظ (شاذ) ہیں۔ (الکامل ۱۸۸۹/۵، دوسرا نسخہ ۴۳۸/۶)

حدیث شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہا جاتا ہے لہذا غیر محفوظ کا مطلب شاذ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جو ثقہ راوی ثقہ لوگوں کے خلاف بیان کرے۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۹، وسندہ صحیح، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹ ح ۲۹۰ وسندہ حسن، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۸۱/۱، ۸۲ وسندہ حسن، مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۱۰۱)

۳۔ نسائی نے فرمایا:

''يروي عنه يعقوب القمي منكر'' اس سے یعقوب القمی روایت کرتا ہے، منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء:۴۲۳)

امام نسائی سے صحیح سند کے ساتھ منکر الحدیث یا متروک کی جرح ثابت نہیں ہے۔

۴۔ العقیلی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(۳۸۳/۳، دوسرا نسخہ ۱۰۸۳/۳)

۵۔ ابن الجوزی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(۲۳۸/۲ ت ۲۶۳۷)

☆ ابوداود: کہا جاتا ہے کہ ابو عبید الآجری (؟) نے ابوداود سے نقل کیا ہے:

''منكر الحديث'' (دیکھئے تہذیب الکمال للمزی نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۴۲ ت ۵۲۰۸)

یہ جرح دو وجہ سے ثابت نہیں ہے: (۱) آجری تک صحیح سند نامعلوم ہے۔ (۲) آجری مذکور کا بذاتِ خود ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

☆ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''فيه لين'' اس میں کمزوری ہے۔

(تقریب التہذیب:۵۲۸۸)

دوسری طرف عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک منفرد روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''رجاله ثقات'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (الاصابہ ۲/۱۵۲ ت ۳۹۰۹)

حافظ ابن حجر نے مزید کہا:

'' كما أخرجه أبو يعلى بإسناد حسن من رواية عيسى بن جارية وهو بالجيم عن جابر قال : كان أبي بن كعب يصلّي.... ''

(فتح الباری ۲/۱۹۸ ح ۷۰۲)

لہٰذا حافظ ابن حجر کی جرح اُن کی تعدیل سے متعارض ہے۔ اگر ایک ہی عالم کی جرح وتعدیل باہم متعارض ہوں اور تطبیق و نسخ نہ ہو سکے تو اس کی جرح وتعدیل دونوں ساقط ہو جاتی ہیں۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۵۵۲ ت ۴۸۲۹ عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

خلاصۃ الجرح: کل پانچ محدثین سے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح ثابت ہے۔

تعدیل: اب معدلین اور ان کی تعدیل کا باحوالہ ثبوت درج ذیل ہے:

① ابوزرعۃ الرازی نے فرمایا: ''لا بأس به'' ان کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل ۶/۲۷۳ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''إذا قلت لك : ليس به بأس فهو ثقة'' جب میں تمھارے سامنے کہوں کہ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں تو وہ ثقہ ہے۔

(الکفایہ للخطیب ص ۲۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ ''لا بــأس بــه'' کلماتِ توثیق میں سے ہے۔ اسی لئے حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے: ''ووثقه أبو زرعة'' اور ابوزرعہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۷۲)

② ابن حبان: ذکرہ فی کتاب الثقات (۵/۲۱۴) وروی لہ فی صحیحہ (۲۴۰۱/ ۲۴۰۹، ۲۴۰۶/ ۲۴۱۵)

③ ابن خزیمہ: ''روى له في صحيحه ولم يتكلم فيه'' (صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰)

امام ابن خزیمہ نیشاپوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی سے روایت بیان کریں اور جرح نہ کریں تو وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے اور وہ روایت بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ نیز دیکھئے البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر لابن الملقن (۱/ ۵۵۴، ۶۱۹)

امام ابن خزیمہ نے ایک حدیث ((هو الطهور ماؤه ، الحلال ميتته .)) بیان کی لیکن اس کے ساتھ "سنده صحيح" نہیں فرمایا۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۵۹ ح ۱۱۱)

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب بلوغ المرام کے شروع میں فرماتے ہیں:
"و صححه ابن خزيمة" اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (ح ۱)

امام ابن خزیمہ نے سیدنا ابوالسمح رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی لیکن اسے صراحتاً صحیح نہیں کہا۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۱۴۳ ح ۲۸۳) اس حدیث کے بارے میں نیموی تقلیدی لکھتے ہیں: "و صححه ابن خزيمة" اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (آثار السنن حدیث نمبر: ۴۸)

معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کا اپنی صحیح میں مجرد روایت بیان کر دینا (بشرطیکہ وہ جرح نہ کریں) اس روایت کی ان کے نزدیک تصحیح ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: "صحح ابن خزيمة حديثه ومقتضاه أن يكون عنده من (الثقات)" ابن خزیمہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ ہے۔ (تعجیل المنفعہ ص ۲۴۸ ت ۶۱۸، عبدالرحمٰن بن خالد بن جبل العدوانی) نیز دیکھئے الاصابہ (۱/ ۴۰۳ ت ۲۱۵۲)

امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب کا نام درج ذیل رکھا ہے:

"مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ بنقل العدل عن العدل موصولاً إليه ﷺ من غير قطع في أثناء الإسناد ولا جرح في ناقلي الأخبار التي نذكرها بمشيئة الله تعالىٰ ."

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳ قبل ح ۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابن خزیمہ کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ عادل وغیر مجروح (ثقہ وصدوق) ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ بلیغ: امام ابن خزیمہ کے نزدیک کسی راوی کا ثقہ وصدوق ہونا یا کسی حدیث کا صحیح ہونا صرف اسی حالت میں قابلِ قبول ہے جب جمہور محدثین کے خلاف نہ ہو لہٰذا بعض الناس کا جمہور کے خلاف صحیح ابن خزیمہ کی بعض روایتوں یا بعض راویوں پر جرح کرنا ہمیں چنداں مضر نہیں ہے۔

④ ہیثمی نے کہا: ''ورجال أبي یعلٰی ثقات'' اور ابو یعلیٰ کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ۲/ ۱۸۵، باب الانصات والإمام یخطب)

مسند ابی یعلیٰ (۳/ ۳۳۵ ح ۱۷۹۹) والی اس روایت میں عیسیٰ بن جاریہ کا نام صاف طور پر موجود ہے لہٰذا وہ ہیثمی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

⑤ ذہبی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

''إسناده وسط'' اس کی سند درمیانی ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۳۱۱)

⑥ منذری: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں ''بإسناد جید'' اچھی سند کے ساتھ، فرمایا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۱/ ۵۰۷ ح ۱۰۶۹)

⑦ بوصیری: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

''ھذا إسناد حسن، یعقوب مختلف فیه والباقي ثقات'' (زوائد ابن ماجہ: ۴۲۴۱)

معلوم ہوا کہ بوصیری کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ ثقہ ہیں۔

⑧ ابو یعلیٰ الخلیلی نے کہا: ''وروی عنه العلماء، محله الصدق'' ان سے علماء نے روایت کی اور وہ سچائی کے مقام پر (یعنی سچے) ہیں۔ (الارشاد ۲/ ۸۶۷ ت ۶۷۵)

تنبیہ: الارشاد کے مطبوعہ نسخے میں کچھ گڑ بڑ بھی ہے۔ کسی دوسرے راوی کے بارے میں لکھے ہوئے الفاظ اس تذکرے میں بھی آگئے ہیں جن کی محشی نے صراحت کردی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ ثقہ وصدوق ہیں

لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ پانچ کے مقابلے میں سات یا آٹھ جمہور ہی ہوتے ہیں۔

انور شاہ کاشمیری نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں کہا: ''وضعفه أكثر المحدثين''

اور اسے اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ (العرف الشذی ج۱ ص۱۳۲ تحت ح ۵۸۳)

یہ قول درج بالا تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ امام بخاری نے عیسیٰ بن جاریہ کا التاریخ الکبیر (۳۸۵/۶) میں ذکر کیا اور اس پر کوئی طعن نہیں کیا۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

''وكذا كلّ من ذكره البخاري في تواريخه ولم يطعن فيه فهو ثقة ...''

اور اسی طرح بخاری نے اپنی تاریخوں میں جس کسی کو بھی ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا تو وہ ثقہ ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳ و اعلاء السنن ۲۲۳/۱۹)

☆ حافظ ابن ابی حاتم الرازی نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الجرح والتعدیل (۲۷۳/۶) میں ذکر کیا اور ابو حاتم الرازی سے ان پر کوئی جرح نقل نہیں کی۔ ظفر احمد تھانوی صاحب نے ایک اصول بنایا ہے کہ ابو زرعہ یا ابو حاتم کا جرح سے سکوت کرنا راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲۴۸) اعلاء السنن (۴۰۳/۱۹)

یہ دونوں اقوال بطورِ الزام پیش کئے گئے ہیں۔

☆ نیموی تقلیدی نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک روایت ذکر کر کے کہا:

''وإسناده صحيح'' (آثار السنن: ۹۶۱ دوسرا نسخہ: ۹۶۰، مسند ابی یعلیٰ ۳۳۵/۳ ح ۱۷۹۹)

خلاصۃ التعدیل: عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ رحمہ اللہ

شعبدہ بازیاں: بعض تقلیدی حضرات طرح طرح کی شعبدہ بازیوں کے ذریعے سے جمہور محدثین کے برعکس ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اور عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی وغیرہما کا دفاع اور عیسیٰ بن جاریہ اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہما پر جرح میں مصروف رہتے ہیں

حالانکہ جمہور محدثین کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح وتعدیل مرجوح ومردود ہوتی ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی تقلیدی نے اعلان کر رکھا ہے کہ ''ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور آئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ

ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔'' (احسن الکلام طبع دوم ج ا ص ۴۰)

حالانکہ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان، عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی، یزید بن ابی زیاد، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، محمد بن اسحاق بن یسار، عبدالحمید بن جعفر، مکحول اور عیسیٰ بن جاریہ وغیرہم کے بارے میں ان لوگوں نے جمہور کا دامن چھوڑ کر اقلیت کے جھنڈے تلے پناہ لے رکھی ہے۔ لینے دینے کے پیمانے ایک جیسے ہونے چاہئیں ورنہ پھر ایک دن عدالتِ انصاف میں جواب دینا ہی پڑے گا۔

ایک شبہ: بعض تقلیدی حضرات جب دیکھتے ہیں کہ فریقِ مخالف کی حدیث میں جو راوی ہے اسے ابوزرعہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، ذہبی اور ہیثمی وغیرہم ثقہ وصدوق سمجھتے ہیں تو وہ ان ائمہ کے بعض دیگر اقوال وتحقیقات پیش کر کے یہ راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں کہ (۱) لاباُس بہ... کچھ مفید نہیں ہے۔ (۲) ابن حبان... غیر معتبر ہے۔ (۳) ابن خزیمہ نے حدیث ابن جاریہ کی تصحیح نہیں فرمائی (۴) علامہ ہیثمی کی تصحیح وتحسین بھی غیر مقلدین کے ہاں معتبر نہیں... وغیرہ، جیسا کہ حافظ ظہور احمد حسینی دیوبندی تقلیدی نے اپنی کتاب ''رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' میں لکھ رکھا ہے۔ (ص ۲۱۷ تا ۲۲۹)

عرض ہے کہ ہمارا طرزِ عمل اور منہج واضح ہے، جس کا ہم بار بار اعلان کر چکے ہیں کہ تعارض واختلاف کی صورت میں جمہور محدثین کو ہی ترجیح ہوگی اور اس پر ہمارا ہمیشہ عمل رہا ہے۔ کوئی شخص اس منہج کے خلاف ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا۔ باقی جو کچھ ہے وہ آلِ تقلید کی شعبدہ بازیاں ہیں اور بس!

آخری بات: عیسیٰ بن جاریہ الانصاری نے سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ

رکعتیں اور وتر پڑھے ....الخ

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان، الاحسان ۴/۶۲ ح ۲۴۰۱، ۴/۶۴ ح ۲۴۰۶)

یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔ اسے ابن خزیمہ وابن حبان وغیرہما نے صحیح وغیرہ قرار دیا ہے لہٰذا حافظ ابن عدی اکیلے کی اس پر جرح صحیح نہیں ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ کی اس روایت کے بارے میں عرض ہے کہ عینی حنفی اور زیلعی حنفی نے اسے ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ۷/۱۷۷ ح ۱۱۲۹، نصب الرایہ ۲/۱۵۲)

ملا علی قاری (حنفی) فرماتے ہیں:

''فإنه صح عنه أنه صلّى بهم ثماني ركعات والوتر''

بے شک آپ ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے لوگوں کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر پڑھایا۔ (مرقاۃ شرح المشکوۃ ۳/۳۸۹ تحت ح ۱۳۰۲)

انور شاہ کشمیری دیو بندی تقلیدی نے کہا: صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات پڑھائی تھیں۔ الخ دیکھئے العرف الشذی (ص ۱۶۶)

طحطاوی حنفی نے کہا: کیونکہ بے شک نبی علیہ السلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۹۵، الحدیث: ۲۹ ص ۴۸)

یہی بات کنز الدقائق کے حاشیے میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ (ص ۳۶ حاشیہ نمبر: ۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیو بندی لکھتے ہیں:

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے'' (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

عبد الشکور لکھنوی تقلیدی لکھتے ہیں:

''اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور....'' (علم الفقہ ص ۱۹۸ حاشیہ)

نیز دیکھئے میری کتاب تعدادِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (ص ۱۰۷ تا ۱۱۱)

وما علینا إلا البلاغ (۱۸/ رمضان ۱۴۲۷ھ)

قاضی ابو یوسف: جرح وتعدیل کی میزان میں

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علی رسوله الأمين ، أما بعد:

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن حبیش ، صاحب الامام ابی حنیفہ، ان کے بارے میں جرح وتعدیل کے اماموں کا اختلاف ہے۔

معدلین: تعدیل کرنے والے اوران کی تعدیل درج ذیل ہے:

(۱) الامام ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ = أبو يوسف القاضي: ثقة

(الطبقات آخر کتاب الضعفاء ص ۳۱۰، الطبعة الهندیة)

(۲) ابن حبان البستی = وكان شيخًا متقنًا . إلخ (کتاب الثقات ۷/ ۶۴۵)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لسنا ممن يوهم الرعاع ما لا يستحله ولا ممن يحيف بالقدح في إنسان وإن كان لنا مخالفًا، بل نعطي كل شيخ حظه مما كان فيه ، ونقول في كل إنسان ما كان يستحقه من العدالة والجرح ، أدخلنا زفرًا وأبا يوسف بين الثقات لما تبين عندنا من عدالتهما في الأخبار ، وأدخلنا من لا يشبههما في الضعفاء مما صح عندنا مما لا يجوز الإحتجاج به "

ہم (محدثین) ایسے نہیں ہیں جیسا کہ گھٹیا لوگ (ہمارے بارے میں) شبہ ڈالتے رہتے ہیں ، جسے وہ (اپنے لئے بھی) حلال نہیں سمجھتے ۔ اگر چہ کوئی انسان ہمارا مخالف بھی ہو، ہم اس کے بارے میں ظالمانہ جرح کے قائل نہیں ہیں، ہم ہر انسان کے بارے میں جرح وتعدیل کے لحاظ سے وہی بات کہتے ہیں جس کا وہ مستحق ہوتا

ہے۔ہم نے زفر (بن الہذیل) اورابو یوسف کو ثقہ راویوں میں اس لئے داخل کیا ہے کہ روایات میں ان کی عدالت (سچائی) ہمارے نزدیک ثابت ہے اور جولوگ (عدالت میں) ان کے مشابہ نہیں ہیں ہم نے انھیں اُن ضعیف راویوں میں شامل کیا ہے جن سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (کتاب الثقات ج ۷ ص ۶۴۶)

معلوم ہوا کہ امام ابن حبان اور محدثین کرام بحیثیت مجموعی میزانِ عدل اور انصاف پر گامزن تھے۔بعض مستثنیات اور اخطاء کی وجہ سے محدثین کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دینا بقول ابن حبان رحمہ اللہ گھٹیا لوگوں کا کام ہے۔

زکریا کاندھلوی دیوبندی تبلیغی لکھتے ہیں: ''ان محدثین کا ظلم سنو!'' (تقریر بخاری ج ۳ ص ۱۰۴)!

تنبیہ: حافظ ابن حبان کی توثیق تین حالتوں میں رد ہو جاتی ہے:

اول: جمہور کے خلاف ہو۔

دوم: مجہول اور مستور راویوں کی توثیق میں تفرد ہو۔

سوم: جرح وتعدیل باہم متعارض ہو۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ۲/۵۵۲ ت ۴۸۲۹)

(۳) محمد بن الصباح الجرجرائی= فكان أبو يوسف رجلاً صالحًا وكان يسرد الصوم ابو یوسف نیک آدمی تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔

(کتاب الثقات لابن حبان ۷/۶۴۶، ۶۴۷ وسندہ حسن)

اس روایت میں ابن حبان کے استاذ عبداللہ بن محمد بن قحطبہ بن مرزوق ہیں جن سے حافظ ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں تقریباً ساٹھ روایتیں بیان کی ہیں۔ابو الشیخ الاصبہانی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ (کتاب الامثال: ۲۹۸)

یہ راوی ابن حبان کے استادوں میں سے ہیں، ابن قحطبہ کی توثیق ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں ان سے روایتیں لے کر کر دی ہے اور یہ توثیق کا درجہ ثانیہ ہے۔

دیکھئے التنکیل للیمانی رحمہ اللہ (ج ۱ ص ۴۳۷ ترجمۃ محمد بن حبان)

لہٰذا یہ راوی حسن الحدیث علی الاقل ہیں۔

(۴)عمرو بن محمد بن بکیر الناقد= ”لاأرى أن أروي عن أحد من أصحاب الرأي إلا أبو يوسف فإنه كان صاحب سنة. “

(الکامل لابن عدی، طبع جدیدة ۸/۴۶۶ واللفظ لہ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۳ ت ۷۵۵۸ وسندہ صحیح)

(۵)یحییٰ بن معین=” أبو يوسف القاضي لم يكن يعرف الحديث وهو ثقة. “

(تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹ وسندہ صحیح)

لم يكن يعرف بالحديث (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹ وسندہ حسن، الضعفاء للعقیلی ۴/۴۳۸، ۴۳۹ وسندہ حسن)

أنبل من أن يكذب (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹ وسندہ صحیح) كتبت عن أبي يوسف وأنا أحدث عنه (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹ وسندہ صحیح)

ليس في أصحاب الرأي أحد أكثر حديثاً ولا أثبت من أبي يوسف

(الکامل ۸/۴۶۶ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے جارحین اوران کی جرح: ۱)

(۶)ابن عدی الجرجانی=”وإذا روى عنه ثقة ويروي هو عن ثقة فلا بأس به وبرواياته. “ (الکامل ۸/۴۶۸)

○ احمد بن کامل القاضی=” ولم يختلف يحيى بن معين وأحمد بن حنبل وعلي بن المديني في ثقته في النقل . “

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ لحسین بن علی الصیمری ص ۹۰ وتاریخ بغداد ۱۴/۲۴۲)

احمد بن کامل القاضی بذاتِ خود ضعیف ہے، کسی قابلِ اعتماد محدث سے اس کی معتبر توثیق ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲ ص ۲۵ وسوالات السہمی (۱۷۶)

○ طلحہ بن محمد بن جعفر=وأبو يوسف مشهور الأمر ظاهر الفضل وهو صاحب أبي حنيفة وأفقه أهل عصره، ولم يتقدمه أحد في زمانه وكان النهاية في العلم والحكم والرياسة والقدر وأول من وضع الكتب في أصول الفقه على مذهب أبي حنيفة وأملى المسائل ونشرها وبث علم أبي حنيفة في أقطار الأرض (تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۵، ۲۴۶)

طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد بذاتِ خود جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، ازہری نے کہا:
''ضعیف في روایته و في مذھبه'' دیکھئے تاریخ بغداد (۳۵۱/۹ ت ۴۹۰۸)
یہ شخص پکا معتزلی بلکہ اعتزال کی طرف دعوت دینے والا تھا دیکھئے لسان المیزان (۲۱۲/۳)
ومیزان الاعتدال (۳۴۲/۲)

لہٰذا ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا ''صحیح السماع'' ہونا چنداں مفید نہیں ہے بلکہ یہ شخص قولِ راجح میں مردود الروایہ ہے۔ محمد بن ابی الفوارس، حسن بن محمد الخلال اور الازہری کی جرح کے بعد حافظ ذہبی کی تعدیل خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

○ ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو بن مسلم المزنی = ''عن جعفر بن یٰس قال: کنت عند المزني، فوقف علیه رجل فسأله عن أھل العراق فقال له: ما تقول في أبي حنیفة؟ فقال: سیدھم، قال: فأبو یوسف؟ قال: أتبعھم للحدیث، قال: فمحمد بن الحسن؟ قال: أکثرھم تفریعًا، قال: فزفر؟ قال: أحدھم قیاسًا.'' (تاریخ بغداد ۲۴۶/۱۴، وسندہ ضعیف)

اس روایت کے راوی جعفر بن یاسین کے حالات نامعلوم ہیں۔ اس کا شاگرد محمد بن ابراہیم بن حبیش البغوی غیر موثق ہے، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''لم یکن بالقوي'' (المؤتلف والمختلف ۶۸۹/۲)

یہی جرح امیر ابو نصر بن ماکولا نے اس راوی پر کی ہے۔ (الاکمال ۳۴۴/۲)
یعنی یہ قول امام مزنی صاحب الشافعی سے ثابت ہی نہیں ہے۔

○ علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی = ''قدم أبو یوسف ...... وکان صدوقًا.'' إلخ
(تاریخ بغداد ۲۵۵/۱۴ وسندہ ضعیف)

اس کا راوی عبداللہ بن علی بن عبداللہ المدینی غیر موثق و مجہول الحال ہے، اس کا ذکر تاریخ بغداد (۹/۱۰، ۱۰ ت ۵۱۱۹) وسوالات حمزۃ السہمی (۳۲۳) میں بغیر کسی جرح و توثیق کے موجود ہے۔ امام دارقطنی کا ایک قول اس راوی کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتا

ہے۔(دیکھئے سوالات حمزہ السہمی: ۳۸۷ونصب العماد فی تحقیق: الحسن بن زیاد ص ۳)

○ وکیع بن الجراح = ''کیف یقدر أبو حنیفة یخطئ ومعه مثل أبي یوسف وزفر في قیاسهما ومثال یحیی بن أبي زائدة وحفص بن غیاث و حبان و مندل في حفظهم الحدیث والقاسم بن معن في معرفته باللغة والعربیة وداود الطائي وفضیل بن عیاض في زهدهما وورعهما؟ من کان هؤلاء جلساء ہ لم یکد یخطئ لأنه إن أخطأ ردوہ'' (تاریخ بغداد ۲۴۷/۱۴ وسندہ ضعیف)

اس کا راوی نجیح بن ابراہیم ہے غالباً یہ وہی راوی ہے جسے ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھا: ''یغرب'' وہ غریب روایتیں بیان کرتا ہے۔(۲۲۰/۹ ولسان المیزان ۱۴۹/۶)

صحیح ابن حبان میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے۔ مسلمہ بن قاسم (ضعیف مشبہہ) نے کہا: ''وهو ضعیف'' (لسان ۱۴۹/۶ ونسخہ محققہ ۱۷۱/۷)

خلاصہ یہ کہ یہ راوی (نجیح بن ابرہیم) مجہول الحال ہے۔ ابن کرامہ سے مراد اگر محمد بن عثمان بن کرامہ نہیں تو معلوم نہیں یہ کون ہے؟

تنبیہ بلیغ: اگر یہ قول امام وکیع رحمہ اللہ سے ثابت تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی ان کے دوسرے اقوال کی وجہ سے یہ منسوخ ہے۔ امام وکیع نے فرمایا: ''نا أبو حنیفة أنه سمع عطاء ، إن کان سمعه'' ہمیں ابوحنیفہ نے بتایا کہ اس نے عطاء سے سنا ہے، اگر اس نے سنا ہے تو! (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴۴۹/۸ وسندہ صحیح، العلل الکبیر للترمذی ۹۶۶/۲ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحہ فی اخبار الامام ابی حنیفہ ص ۲۹۳)

امام وکیع نے فرمایا:''ولقد اجترأ أبو حنیفة حین قال :الإیمان قول بلا عمل'' اور یقیناً ابوحنیفہ نے بڑی جرأت کی جب یہ کہا کہ ایمان قول ہے عمل نہیں ہے۔

(الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۳۸ وسندہ صحیح)

امام وکیع نے فرمایا: ''وجدنا أبا حنیفة خالف مائتي حدیث'' ہم نے ابوحنیفہ کو دوسو حدیثوں کا مخالف پایا ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۰ و سندہ صحیح، ومن طریقہ رواہ ابن الجوزی فی المنتظم ۸/۳۷ مختصراً، ورواہ الساجی فی العلل کما فی الانتقاء ص ۱۵۱، نیز دیکھئے اقوال جرح ۹)

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ یحییٰ بن ابراہیم کا بیان کردہ قول۔ اگر صحیح ثابت ہو جائے تو منسوخ ہے۔

○ شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن الدمشقی = ''أبي يوسف أن يأخذ على الأئمة وليس على الأئمة أن يأخذوا على أبي يوسف لعلمه بالآثار''

(الکامل لابن عدی ۸/۴۶۶ و سندہ ضعیف)

اس سند کے ایک راوی ہشام بن عمار ثقہ اور صحیح بخاری کے راوی ہیں لیکن یہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، ابو حاتم الرازی نے کہا: ''لما كبر تغير و كلما دفع إليه قرأه وكلما لقن تلقن وكان قديمًا أصح ، كان يقرأ من كتابه''

(الجرح والتعدیل ۹/۶۶، ۶۷)

صحیح بخاری میں اور اختلاط سے پہلے اس کی ساری روایتیں صحیح ہیں لیکن جعفر بن احمد بن عاصم (اس روایت کے راوی) کے بارے میں کوئی حوالہ ایسا نہیں ملا کہ اس کا سماع ہشام بن عمار سے قبل از اختلاط ہے لہٰذا یہ سند ہشام بن عمار کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۷) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی = وأبو يوسف ثقة إذا كان يروي عن ثقة

(السنن الکبریٰ ۱/۳۴۷ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۳۸۱)

(۸) ابو عبداللہ الحاکم = وثقہ فی المستدرک (۱/۳۷۷ ح ۱۳۹۵)

(۹) الذہبی = حسن الحديث (تلخیص المستدرک ۱/۳۷۷)

(۱۰) محمد بن جریر الطبری = '' كان أبو يوسف ...... فقيهًا عالمًا حافظًا ''

(الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۷۲، اس میں ابن عبدالبر کا استاد احمد بن محمد بن احمد؟ غیر متعین ہے واللہ اعلم)

تنبیہ: امام دارقطنی کے قول کا ذکر آگے اقوالِ جرح میں آ رہا ہے، ان شاء اللہ العزیز۔

ان اقوالِ تعدیل کے علاوہ کوئی صحیح السند یا حسن قول میرے علم میں نہیں ہے جس سے قاضی

ابو یوسف کی تعدیل وتعریف ثابت ہوئی ہو۔ واللہ اعلم

یہاں بطورِ احتیاط چند سطریں خالی چھوڑ رہا ہوں تا کہ اگر کسی شخص کو محدثین کرام سے باسند صحیح وحسن قاضی ابو یوسف کی تعدیل وتوثیق مل جائے تو وہ یہاں اضافہ کرلے۔

....

....

....

جارحین اوران کی جرح

☆ اب جارحین اوران کی جرح درج ذیل ہے:

(۱) یحییٰ بن معین = لا یکتب حدیثه ، اس (ابو یوسف) کی حدیث نہ لکھی جائے۔

(الکامل لابن عدی ۲۶۶/۸ وسندہ صحیح وتاریخ بغداد ۲۵۸/۱۴ علان ھو علی بن احمد بن سلیمان، ترجمۃ فی سیر اعلام النبلاء ۴۹۶/۱۴ وقول ابن یونس: "وفی خلقه زعارة" لا علاقة له بالحدیث فهو مردود)

اس قول سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن معین سے توثیق والی روایات منسوخ ہیں۔ واللہ اعلم

(۲) عبداللہ بن المبارک المروزی = قال: " إني لأكره أن أجلس في مجلس يذكر فيه يعقوب " کہا: میں ایسی مجلس میں بیٹھنا مکروہ سمجھتا ہوں جس مجلس میں یعقوب (ابو یوسف) کا (اچھا) ذکر کیا جائے۔

(کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی ج ۲ ص ۷۸۹ وسندہ صحیح)

ایک آدمی نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اسے مسئلہ بتایا، وہ آدمی بولا: ابو یوسف اس مسئلے میں آپ کے مخالف ہیں تو ابن المبارک نے فرمایا: " إن كنت صليت خلف أبي يوسف فانظر صلاتك " اگر تم نے ابو یوسف کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اپنی نماز دیکھو، یعنی اس کا اعادہ کرلو۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۴۴۱/۴ وسندہ صحیح ، الھیثم بن خلف ثقۃ وجرح الاسماعیلی فیہ مردود)

عبدہ بن سلیمان المروزی کہتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ابن المبارک جب ابو یوسف

کا ذکر کرتے تو اس کی دھجیاں اڑا دیتے (یعنی شدید جرح کرتے) اور ایک دن آپ نے اس (ابو یوسف) کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں میں سے کسی نے اپنے باپ کی جماع شدہ لونڈی (یعنی سوتیلی ماں) سے عشق کیا پھر اس نے ابو یوسف سے مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا: اس لونڈی کو سچا نہ سمجھو (یعنی اس سے نکاح کرلو) پس وہ آدمی ابو یوسف کے لئے حصے مقرر کرنے لگا یا ابن المبارک اس (ابو یوسف) پر شدید جرح کرنے لگے۔

(الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۴ وسندہ حسن)

(۳) عبداللہ بن ادریس الکوفی = "کان ......وأبو یوسف فاسقًا من الفاسقین "
اور ابو یوسف فاسقوں میں سے ایک فاسق تھا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۰ وسندہ صحیح)

عبداللہ بن ادریس فرماتے ہیں:

" رأیت أبا یوسف والذي ذهب بنفسه بعد موته في المنام یصلي علی غیر القبلة وسمعت وکیعًا وسأله رجل عن مسألة فقال الرجل: إن أبا یوسف یقول: کذا وکذا، فحرك رأسه وقال: أما تتقی الله، بأبي یوسف تحتج عندالله "

میں نے ابو یوسف کو اس کے مرنے کے بعد، خواب میں دیکھا وہ قبلہ کے بغیر دوسری طرف نماز پڑھ رہا تھا، اور (یحییٰ بن محمد بن سابق نے کہا) میں نے ایک آدمی کو وکیع سے مسئلہ پوچھتے ہوئے سنا تو اس آدمی نے کہا: ابو یوسف تو یہ یہ بات کہتے ہیں! وکیع نے (غصے سے) سر ہلاتے ہوئے کہا: کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو اللہ کے سامنے ابو یوسف سے حجت پکڑے گا؟

(الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۲ وسندہ صحیح، یحییٰ بن محمد بن سابق روی عنہ جماعۃ وقال الذهبي في الکاشف: ثقۃ)

(۴) یزید بن ہارون = " لا یحل الروایة عنه، إنه کان یعطي أموال الیتامی مضاربة ویجعل الربح لنفسه " اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے، یہ (ابو یوسف) یتیموں کے مال بطورِ مضاربت (تجارت میں) لگاتا اور اس کا نفع خود کھا جاتا تھا۔

(الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۰ وسندہ صحیح ،تاریخ بغداد ۱۴/ ۲۵۸ وسندہ صحیح)

(۵) مالک بن انس المدنی =ایک دفعہ مالک بن انس مدینہ میں امیر المؤمنین ہارون (الرشید) کے پاس گئے ، وہاں ابو یوسف بھی تھے ۔اس (خلیفہ) نے دو دفعہ کہا: اے ابوعبداللہ (مالک بن انس)! یہ قاضی ابو یوسف ہیں ۔(امام مالک نے فرمایا) میں نے کہا: جی ہاں اے امیر المؤمنین !اور میں نے (قاضی) ابو یوسف کی طرف دیکھا تک نہیں ۔اس نے دو یا تین دفعہ کہا۔ابو یوسف بولا: اے ابوعبداللہ! اس مسئلے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا: اے فلان! اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں باطل لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں تو وہاں آ کر مجھ سے (مسئلے) پوچھنا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۴۱ وسندہ صحیح ،عبداللہ بن احمد بن شبویہ، مستقیم الحدیث/الثقات لابن حبان ۸/ ۳۶۶ ولہ ترجمۃ فی تاریخ بغداد ۹/ ۳۷۱ وغیرہ)

معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک قاضی ابو یوسف اہلِ باطل میں سے تھے۔واللہ اعلم

(۶) سفیان الثوری الکوفی =عبیداللہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کے سامنے ابو یوسف اور (......) کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: " ومن ھؤلاء ثم وماھؤلاء " اور یہ لوگ کون ہیں؟ اور یہ لوگ کیا ہیں؟ (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۷۹۱ وسندہ صحیح)

(۷) سفیان بن عیینہ المکی =سفیان بن عیینہ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابو یوسف ایک مدت تک مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن میں اسے اس کا اہل نہیں سمجھتا تھا کہ اسے حدیث سنائی جائے ۔ایک دن ہم (امیر المؤمنین) ہارون (الرشید) کے پاس تھے ، ابو یوسف نے اس سے کہا: اس کے پاس ایک اچھی (حسن) حدیث ہے، آپ اس سے پوچھیں ۔پس خلیفہ نے پوچھا تو میں نے اسے حدیث سنا دی، پس اس حدیث کو ابو یوسف نے چُرا لیا۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/ ۴۴۳ وسندہ صحیح)

(۸) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری =ترکوہ یعنی محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے۔

(التاریخ الکبیر ۸/ ۳۹۷)

ترکہ یحیی و عبدالرحمٰن و وکیع وغیرھم (الضعفاء الصغیر: ۴۲۵ وتحفۃ الأقویاء ص ۱۲۲)

(۹) وکیع بن الجراح = دیکھئے جرح عبداللہ بن ادریس (۳)

(۱۰) ابوزرعۃ الرازی = ذکرہ فی کتابہ (کتاب الضعفاء: ۳۷۶ ص ۶۷۲ ج ۲)

وقال: ''یعقوب بن إبراهیم أبو یوسف الذي کان علی القضاء یعنی صاحب أبي حنیفة''

تنبیہ: ابوزرعہ نے کہا: وکان أبو یوسف جهمیاً بین التجهم .

(النصف الآخر من کتاب الضعفاء والکذابین والمتروکین من رواۃ الحدیث ۵۷۰/۲)

جبکہ تاریخ بغداد میں ہے کہ ابوزرعہ نے کہا: ''وکان أبو یوسف سلیماً من التجهم''

(۲۷۹/۱۴ ت ۵۹۳ وسندہ صحیح)

یہ دونوں اقوال باہم متعارض ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۱) ابوحاتم الرازی = یکتب حدیثه وهو أحب إلي من الحسن اللؤلؤي .

(الجرح والتعدیل ۲۰۲/۹)

ابن ابی حاتم کے نزدیک جو شخص صرف ''یکتب من حدیثه'' ہو وہ ''لا یحتج بحدیثه فی الحلال والحرام'' ہوتا ہے دیکھئے تقدمۃ الجرح والتعدیل (۷/۱) یعنی اس کی حدیث حجت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

''وقال أبو حاتم :یکتب حدیثه مع أن قول أبي حاتم هذا لیس بصیغة توثیق ولا هو بصیغة اهدار'' ابوحاتم نے کہا: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، ابوحاتم کا یہ قول نہ تو صیغۂ توثیق ہے اور نہ صیغۂ ابطال (یعنی شدید جرح) دیکھئے میزان الاعتدال (۳۴۵/۴ ترجمۃ الولید بن کثیر المزنی)

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: ''وقول یحیی بن معین :یکتب حدیثه ، معناہ أنه فی جملة الضعفاء الذین یکتب حدیثهم'' اور یحییٰ بن معین کے قول: یکتب حدیثه کا مطلب یہ ہے کہ یہ راوی ان ضعیف راویوں میں شامل ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

(الکامل ۳۹۴/۱ ترجمۃ ابراہیم بن ہارون الصنعانی)

یعنی ضعیف تو ہے اور متروک نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اگر "یکتب حدیثہ" سے پہلے یا بعد توثیق لکھی ہوئی ہو تو وہ مستثنیٰ ہے یعنی وہاں توثیق سمجھی جائے گی۔

(۱۲) احمد بن حنبل = صدوق ولکن من أصحاب أبي حنیفة لاینبغي أن یروی عنه شيٌ (الجرح والتعدیل ۹/۲۰۱ وسندہ صحیح)

وأنا لاأحدث عنه (تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۹ وسندہ صحیح)

تنبیہ: امام احمد کا ایک قول ہے: "وکان منصفًا في الحدیث"

اور وہ (ابو یوسف) حدیث میں منصف (درمیانہ) تھا۔ (تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰ وسندہ صحیح)

یعنی وہ روایت حدیث میں آدھے راستے پر تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ "وکان یعقوب أبو یوسف متصفًا في الحدیث" (تاریخ بغداد ۲/۱۷۹ وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر نے اسے "کان أبو یوسف مضعفًا في الحدیث" کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔ (لسان المیزان ۵/۱۲۲ والحدیث حضرو: شمارہ ۷ ص ۱۵)

یہ متعارض ومختلف اقوال "لا أحدث عنه" اور "لاینبغي أن یروی عنه شيٌ" کی رو سے منسوخ وساقط الاحتجاج ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۳) شریک بن عبداللہ القاضی = یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ ابو یوسف نے شریک کے سامنے گواہی دی تو انھوں نے اسے مردود قرار دیا۔ میں نے کہا: آپ نے ابو یوسف کی گواہی کو رد کر دیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: جو شخص نماز کو ایمان میں سے نہ سمجھے کیا میں اس کی گواہی رد نہ کروں؟ (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۱ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ قاضی شریک الکوفی کے نزدیک قاضی ابو یوسف مردود الشہادت یعنی ساقط العدالت تھے۔ علی بن حجر کہتے ہیں کہ ایک دن ہم شریک کے پاس تھے تو انھوں نے فرمایا:

"من ذکر ھاھنا من أصحاب یعقوب فأخرجوہ" (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۴۲ وسندہ صحیح)

یعنی اگر قاضی ابو یوسف کے ساتھیوں میں سے کوئی یہاں موجود ہے تو اسے باہر نکال دو۔

قاضی شریک مختلف فیہ راوی ہیں جمہور نے ان کی توثیق کی ہے اگر وہ سماع کی تصریح کریں

اور اختلاط سے پہلے والی روایت ہو تو حسن الحدیث ہیں، دیکھئے میری کتاب ''الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین'' (۲/۵۶، وھو من المرتبۃ الثالثۃ فی القول الراجح)

(۱۴) ابوحفص عمرو بن علی الفلاس = أبو يوسف صدوق كثير الغلط

(تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰ وسندہ صحیح)

(۱۵) ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی = آپ نے قاضی ابو یوسف کے بارے میں فرمایا:

''أعور بين عميان ''اندھوں میں کانا۔ (تاریخ بغداد ۱۴/۲۶۰ وسندہ صحیح)

هو أقوى من محمد بن الحسن (سوالات البرقانی: ۵۶۷)

یعنی محمد بن الحسن کی بہ نسبت قاضی ابو یوسف زیادہ قوی ہے۔

تنبیہ: دارقطنی کے قول ''اندھوں میں کانا'' سے معلوم ہوا کہ محمد بن الحسن الشیبانی ان کے نزدیک اندھا تھا، نیز دیکھئے الحدیث: شمارہ ۷ ص ۱۹، ۱۶

(۱۶) ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی = أسد بن عمرو و أبو يوسف و محمد بن الحسن واللؤلؤي قد فرغ الله منهم (احوال الرجال ص ۷۶، ۷۷ ت ۹۶ تا ۹۹)

(۱۷) سعید بن منصور = سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابو یوسف سے کہا: ایک آدمی نے مسجد عرفہ (عرنہ والے حصے) میں امام کے ساتھ نماز پڑھی، پھر امام کے (مزدلفہ کی طرف) واپس ہونے تک وہیں رکا رہا، اس کا کیا مسئلہ ہے؟ ابو یوسف نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے۔ تو اس آدمی نے (تعجب سے) کہا: سبحان اللہ! ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص عرنہ سے واپس لوٹ آئے تو اس کا حج نہیں ہوتا، مسجد عرفہ تو وادی عرنہ کے درمیان ہے (اب جدید توسیع کے بعد عرفات کا کچھ حصہ بھی اس مسجد میں شامل کر دیا گیا ہے) ابو یوسف نے کہا: علامتیں (احکام) آپ جانتے ہیں اور فقہ ہم جانتے ہیں۔ وہ آدمی بولا: جب آپ اصل ہی نہیں جانتے تو فقیہ کس طرح ہو سکتے ہیں؟

(کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۷۹۰ وسندہ صحیح، وتاریخ بغداد ۱۴/۲۵۶ وسندہ صحیح)

(۱۸) ابوجعفر العقیلی = آپ نے قاضی ابو یوسف کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے جروح نقل

کی ہیں۔ دیکھئے ج ۴ص ۴۳۸ تا ۴۴۴

(۱۸) محمد بن سعد = " وكان يعرف بالحفظ للحديث..... ثم لزم أبا حنيفة النعمان بن ثابت فتفقه و غلب عليه الرأي و جفا الحديث " وہ حفظ حدیث کے ساتھ معروف تھا...... پھر اس نے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کی شاگردی کی تو فقہ سیکھی اور اس پر رائے غالب آ گئی اور اس نے حدیث کے ساتھ ظلم کیا۔ (طبقات ابن سعد ۳۳۰/۷)

(۲۰) الذہبی (!) = ذكره في ديوان الضعفاء والمتروكين (۴۶۶/۲ ت ۴۷۶۶)

تنبیہ: ذہبی نے دیوان الضعفاء میں ابو یوسف کا کوئی دفاع نہیں کیا۔ جبکہ تلخیص المستدرک میں اسے "حسن الحدیث" کہا ہے۔ یہ دونوں تحقیقات باہم متعارض ہو کر ساقط ہو گئیں۔

قاضی ابو یوسف پر امام ابوحنیفہ کی جرح

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ نے قاضی ابو یوسف سے کہا: " إنكم تكتبون في كتابنا ما لا نقوله " تم ہماری کتاب میں وہ باتیں لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے۔

(الجرح والتعدیل ۲۰۱/۹ وسندہ صحیح)

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: " ألا تعجبون من يعقوب ، يقول عليّ ما لا أقول " کیا تم یعقوب (ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے؟! وہ میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (التاریخ الصغیر/ الاوسط للبخاری ۲۰۹/۲، ۲۱۰ وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے شاگرد قاضی ابو یوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔

امام مسلم بن الحجاج النیسابوری، صاحب الصحیح فرماتے ہیں: "أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم من أهل الرأي ، القاضي سمع الشيباني " (کتاب الکنیٰ والاسماء قلمی ص ۱۲۲)

خلاصۃ التحقیق: اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی ابو یوسف روایتِ حدیث میں ضعیف ہے کیونکہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔

قاضی ابو یوسف کی طرف منسوب کتابیں

قاضی ابو یوسف سے درج ذیل کتابیں منسوب ہیں:

(۱) کتاب الآثار مطبوع دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان

(بتعلیق ابی الوفاء الافغانی - احد الضعفاء والمتروکین فی القرن الرابع عشر الہجری)

یہ کتاب " يوسف بن أبي يوسف عن أبيه "کی سند سے مطبوع ہے۔ دیکھئے (ص ۱)

یوسف بن ابی یوسف الفقیہ کا ذکر بغیر کسی جرح وتعدیل کے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

تاریخ بغداد (۱۴/۲۹۶ ت ۷۶۰۷) طبقات ابن سعد (۷/۳۳۷) الجرح والتعدیل (۹/۲۳۴)

تاریخ الاسلام للذہبی (۱۳/۴۸۸) اور الجواہر المضیئہ لعبد القادر القرشی (۲/۲۳۴، ۲۳۵)

لہٰذا یہ شخص مجہول الحال ہے۔ قاضی محمد بن خلف بن حیان سے منسوب کتاب ''اخبار القضاۃ'' میں لکھا ہوا ہے:

" أخبرني إبراهيم بن عثمان قال: حدثني عبدالله بن عبدالكريم أبو عبدالله الحواري قال: كان يوسف بن أبي يوسف عفيفًا مأمونًا صدوقًا......" إلخ

ابراہیم بن (ابی) عثمان اور عبداللہ بن عبدالکریم دونوں بلحاظ جرح وتعدیل نامعلوم ہیں۔ لہٰذا یہ توثیق مردود ہے۔ کتاب الآثار کے مطبوعہ نسخے میں یوسف بن ابی یوسف سے نیچے سند غائب ہے۔ (ج ۳ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

نتیجہ: قاضی ابو یوسف سے کتاب الآثار باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ قاضی ابو یوسف سے ایک اور غیر ثابت سند منسوب ہے جس کے لئے خوارزمی (غیر موثق) نے ایک سند فٹ کر رکھی ہے۔ دیکھئے جامع المسانید (۱/۷۵) اس میں ابو عروبہ کی طرف منسوب دادا عمرو بن ابی عمرو نامعلوم ہے، اور باقی سند میں بھی نظر ہے۔

(۲) کتاب الرد علی سیر الاوزاعی

(مطبوع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی لأصحابها الدیوبندیین المتروکین، وبتعلیق ابی الوفاء!!)

اس کتاب کی کوئی سند مذکور نہیں ہے۔ ہندوستان سے اس کا ایک بے سند مجہول نسخہ لے کر شائع کر دیا گیا ہے۔

(دیکھئے الرد علی سیر الاوزاعی ص ۴ قال: نادر جدًا لا یوجد له فیما نعلم إلا نسخة واحدة في الهند)

نتیجہ: یہ کتاب قاضی ابو یوسف سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) کتاب الخراج (مطبوع المطبعة السلفیة و مکتبتها، القاهرہ، مصر طبع پنجم، ۱۳۹۶ھ)

اس کتاب کی بھی کوئی سند مذکور نہیں ہے۔ تاہم یہ قاضی ابو یوسف سے منسوب مشہور کتاب ہے۔ واللہ اعلم

قاضی ابو یوسف کے بعض اقوال

اب آخر میں قاضی ابو یوسف کے بعض اقوال پیشِ خدمت ہیں۔

۱: قاضی ابو یوسف نے کہا: ''أول من قال: القرآن مخلوق أبو حنيفة – يريد بالكوفة'' کوفہ میں، سب سے پہلے ابو حنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا۔

(المجروحین لابن حبان ۶۴/۳، ۶۵ وسندہ حسن، السنة لعبداللہ بن أحمد: ۲۳۶، وتاریخ بغداد ۳۸۵/۱۳)

۲: قاضی ابو یوسف نے کہا: ''كان أبو حنيفة يرى السيف'' ابو حنیفہ (مسلمانوں میں ایک دوسرے کو مارنے کے لئے) تلوار چلانے کے قائل تھے۔ (یعنی حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کو جائز سمجھتے تھے) حسن بن موسیٰ الاشیب نے کہا کہ میں نے ابو یوسف سے پوچھا: کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ انھوں نے کہا: معاذ اللہ۔

(کتاب السنة لعبداللہ بن احمد: ۲۴۴ وسندہ صحیح)

۳: قاضی ابو یوسف نے کہا: ''بخراسان صنفان ما على ظهر الأرض أشر منهما: الجهمية والمقاتلية'' خراسان میں دو گروہ ایسے ہیں جن سے زیادہ شریر گروہ روئے زمین پر کوئی نہیں ہے: جہمیہ (جہم بن صفوان کے پیروکار) اور مقاتلیہ (مقاتل بن سلیمان کذاب کے پیروکار)

(کتاب السنة لعبداللہ بن احمد: ۱۴ وسندہ صحیح، أخبار القضاۃ المنسوب إلی محمد بن خلف بن حیان ۲۵۸/۳ وسندہ صحیح)

۴: قاضی ابو یوسف نے کہا:

" من طلب العلم بالكلام تزندق و من طلب المال بالكيمياء افتقر ومن طلب الحديث بالغرائب كذب " جو شخص علم کلام کے ذریعے سے (دین کا) علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ زندیق (کافر) ہو جاتا ہے اور جو شخص علمِ کیمیا (سونا بنانے کے علم) کے ذریعے سے مال کمانا چاہتا ہے وہ فقیر ہو جاتا ہے اور جو شخص غریب احادیث (جمع کرنے) کی طلب رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔

(اخبار القضاۃ ج ۳ ص ۲۵۸ وسندہ صحیح)

۵: قاضی ابو یوسف نے کہا:

" يا قوم أريدوا بفعلكم الله ، فإني لم أجلس مجلسًا قط أنوي فيه أن أتواضع إلا لم أقم حتى أعلوهم ولم أجلس مجلسًا قط أنوي فيه أن أعلوهم إلا لم أقم حتى افتضح " اے قوم! اپنے افعال سے اللہ کی رضا مندی طلب کرو، پس بے شک میں جس مجلس میں تواضع (عاجزی) کی نیت سے بیٹھا ہوں تو میں سب پر غالب آیا ہوں اور میں جس مجلس میں بلند ہونے کی نیت کے ساتھ بیٹھا ہوں تو مجھے ذلیل ہونا پڑا ہے۔ (اخبار القضاۃ ۳/۲۵۸ وسندہ صحیح)

آخر میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ عدل وانصاف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، غیر جانب دار تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی ابو یوسف روایتِ حدیث میں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لہٰذا ان کی روایت و گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جن حنفی و دیوبندی و بریلوی حضرات کو اس تحقیق سے اختلاف ہے وہ "الحدیث حضرو" کے منہجِ تحقیق کو مدِ نظر رکھ کر اس کا جواب لکھ سکتے ہیں۔ "الحدیث" کے صفحات جوابی تحقیق کے لئے حاضر ہیں بشرطیکہ ہر دلیل باحوالہ اور باسند صحیح و حسن لذاتہ ہو۔ یاد رہے کہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (الحدیث: ۷ ص ۱۱ تا ۲۰) والی تحقیق کا ابھی تک کسی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۸ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ)

باطل مذاہب ومسالک اور ان کا رد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾

اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ اور (اس حال میں کہ) تم جانتے ہو۔ (البقرہ:۴۲)

اور فرمایا:

﴿ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ یقیناً گمان حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔ (یونس:۳۶)

نیز فرمایا:

﴿ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴾

تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔ (انفال:۸)

مسیحی مذہب میں خدا کا تصور

مسیحی (حضرات) کا یہ دعویٰ ہے کہ ''بائبل: کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا ''عہد نامہ'' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں تمام مندرجہ کتابیں آسمانی وحی کے ذریعے سے لکھی گئی ہیں۔ عہد نامہ قدیم ہو یا جدید، بائبل کی ہر بات حق، سچ اور صحیح ہے۔'' مسیحی ''علماء'' اور عوام اس بائبل میں کسی قسم کی تحریف، تبدیلی، غلطی یا تضادات تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ہمیشہ اسی میں کوشاں ہیں کہ تمام لوگ اس بائبل کو خدا (اللہ تعالیٰ) کا کلام تسلیم کر کے پولس کے دین مسیحیت میں داخل ہو جائیں۔

راقم الحروف کا پولس کو ماننے والے مسیحیوں کے اپنے مذہبی سکول: زیڈ بی آئی اٹک (پاکستان) میں ایک مناظرہ ہوا تھا جس میں اُن کے مناظر برکت مسیح نے دلائل سے مجبور ہو کر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ بائبل میں تناقض وتعارض موجود ہے۔ اس کے بعد برکت مسیح صاحب نے مناظرے سے انکار کر دیا اور اپنے مذہبی سکول میں ہمیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے پیروکاروں کے ساتھ راہِ فرار اختیار کی۔ والحمد للہ

یاد رہے کہ قرآن مجید جس تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے، اس سے مراد مروجہ مسیحی بائبل نہیں بلکہ وہ تورات اور انجیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔ بائبل میں موجود تورات وانجیل اور دوسری کتابیں محرف شدہ اور تبدیل شدہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهِ﴾

کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے موقع ومحل سے بدل دیتے ہیں۔

(سورۃ المائدۃ: ۱۳، تیسیر القرآن ج ۱ ص ۴۹۴ مترجم مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ)

یعنی یہودی احبار ورہبان کتاب اللہ میں تحریف کرتے ہیں۔

اہل اسلام کے مشہور ثقہ وجلیل القدر مفسرِ قرآن امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: "فیبدلونه ویکتبون بأیدیهم غیر الذي أنزله الله" پس وہ اسے بدل دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے (اس میں) وہ لکھتے ہیں جسے اللہ نے نازل نہیں فرمایا۔ (تفسیر طبری، جامع البیان ج۶ ص۱۰۰)

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور جلیل القدر مفسرِ قرآن صحابی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"وقد حدثکم أن أهل الکتاب بدلوا کتاب الله وغیروه وکتبوا بأیدیهم الکتاب وقالوا: هو من عند الله" إلخ

اور یقیناً تمھیں بتایا گیا ہے کہ بے شک اہلِ کتاب نے کتاب اللہ کو بدل دیا، اس میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہا: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

(صحیح البخاری ۲/۱۰۹۴ ح ۷۳۶۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں۔ (آل عمران: ۷۸)

اس تمہید کے بعد پولسی مسیحیوں (عرفِ عوام میں: عیسائیوں) سے ان کے اپنے خدا کے بارے میں عقائد ونظریات پیشِ خدمت ہیں:

(۱) خدا نے کھانا کھایا

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

"خداوند ممرے کے بلوطوں میں اُسے نظر آیا اور وہ دن کو گرمی کے وقت اپنے خیمہ کے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ اور اُس نے اپنی آنکھیں اُٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد

اُسکے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ اُن کو دیکھ کر خیمہ کے دروازہ سے اُن سے ملنے کو دوڑا اور زمین تک جُھکا۔ اور کہنے لگا کہ اَے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادِم کے پاس سے چلے نہ جائیں۔ بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھو کر اُس درخت کے نیچے آرام کریں۔ میں کچھ روٹی لاتا ہوں۔ آپ تازہ دم ہو جائیں۔ تب آگے بڑھیں کیونکہ آپ اِسی لئے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا جیسا تُو نے کہا ہے وَیسا ہی کر۔ اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دَوڑا گیا اور کہا کہ تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے اور اُسے گوندھ کر پُھلکے بنا۔ اور ابرہام گلّہ کی طرف دَوڑا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لا کر ایک جوان کو دِیا اور اُس نے جلدی جلدی اُسے تیار کیا۔ پھر اُس نے مکھن اور دُودھ اور اُس بچھڑے کو جو اُس نے پکوایا تھا لیکر اُن کے سامنے رکھا اور آپ اُن کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا اور اُنہوں نے کھایا۔ پھر اُنہوں نے اُس سے پوچھا کہ تیری بیوی سارہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا وہ ڈیرے میں ہے۔ تب اُس نے کہا میں پھر موسم بہار میں تیرے پاس آؤنگا اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا۔ اُسکے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا۔ سارہ وہاں سے سُن رہی تھی۔ اور ابرہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عُمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے۔ تب سارہ نے اپنے دِل میں ہنس کر کہا کیا اِس قدر عُمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لِئے شادمانی ہو سکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے؟۔ پھر خُداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہکر ہنسی کہ کیا میرے جو اَیسی بُڑھیا ہوگئی ہُوں واقعی بیٹا ہوگا؟ کیا خُداوند کے نزدیک کوئی بات مُشکل ہے؟ موسمِ بہار میں مُعیّن وقت پر مَیں تیرے پاس پھر آؤنگا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ تب سارہ اِنکار کر گئی کہ مَیں نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی۔ پر اُس نے کہا نہیں تُو ضرور ہنسی تھی۔

تب وہ مرد وہاں سے اُٹھے اور اُنہوں نے سدوم کا رُخ کِیا اور ابرہام اُنکو رُخصت کرنے کو اُنکے ساتھ ہو لِیا۔ اور خُداوند نے کہا کہ جو کُچھ مَیں کرنے کو ہُوں کیا اُسے ابرہام سے پوشیدہ رکھوں؟۔ ابرہام سے تو یقیناً ایک بڑی اور زبردست قوم پَیدا ہوگی اور زمین کی

سب قومیں اُسکے وسیلہ سے برکت پائینگی۔ کیونکہ مَیں جانتا ہُوں کہ وہ اپنے بیٹوں اور گھرانے کو جو اُسکے پیچھے رہ جائینگے وصیت کریگا کہ وہ خداوند کی راہ میں قائم رہ کر عدل اور اِنصاف کریں تاکہ جو کچھ خُداوند نے ابرہام کے حق میں فرمایا ہے اُسے پورا کرے۔ پھر خُداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور اُنکا جُرم نہایت سنگین ہو گیا ہے۔ اسلئے مَیں اب جا کر دیکھونگا کہ کیا اُنہوں نے سراسر وَیسا ہی کیا ہے جَیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کِیا تو مَیں معلوم کر لُونگا۔ سو وہ مرد وہاں سے مُڑے اور سدوم کی طرف چلے پر ابرہام خُداوند کے حضور کھڑا ہی رہا۔ تب ابرہام نے نزدیک جا کر کہا کیا تُو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کریگا؟۔ شاید اُس شہر میں پچاس راستباز ہوں۔ کیا تُو اُسے ہلاک کریگا اور اُن پچاس راستبازوں کی خاطر جو اُس میں ہوں اُس مقام کو نہ چھوڑیگا؟۔ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جائیں۔ یہ تجھ سے بعید ہے۔ کیا تمام دُنیا کا اِنصاف کرنے والا اِنصاف نہ کریگا؟۔ اور خداوند نے فرمایا کہ اگر مُجھے سدوم میں شہر کے اندر پچاس راستباز مِلیں تو مَیں اُنکی خاطر اُس مقام کو چھوڑ دُونگا۔'' (مسیحی: کتاب مقدس، بائبل یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ ص ۱۷ پیدائش باب ۱۸ فقرہ: ۱ تا ۲۶، شائع کردہ: بائبل سوسائٹی، انارکلی لاہور)

اس عبارت سے (دو باتیں) معلوم ہوئیں:

۱: خدا اور فرشتوں نے کھانا کھایا۔

۲: خدا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سدوم اور عمورہ والے (قوم لوط) سنگین جرم کرتے تھے لہٰذا خدا اصل بات معلوم کرنے (یعنی تحقیق) کے لئے وہاں خود جا رہا تھا۔

(۲) یعقوب علیہ السلام اور خدا سے کُشتی

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

''اور اُسی رات اُٹھا اور اپنی دونوں بیویوں دونوں لونڈیوں اور گیارہ بیٹوں کو لیکر اُن کو یبوق کے گھاٹ سے پار اُتارا۔ اور اُن کو لیکر ندی پار کرایا اور اپنا سب کُچھ پار بھیج

دیا۔ اور یعقوبؑ اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اُس سے کشتی لڑتا رہا۔ جب اُس نے دیکھا کہ وہ اُس پر غالب نہیں ہوتا تو اُسکی ران کو اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوبؑ کی ران کی نس اُسکے ساتھ کُشتی کرنے میں چڑھ گئی۔

اور اُس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی۔ یعقوبؑ نے کہا کہ جب تک تُو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دُونگا۔ تب اُس سے پُوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا یعقوبؑ۔ اُس نے کہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوبؑ نہیں بلکہ اِسرائیل ہوگا کیونکہ تُو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ تب یعقوبؑ نے اُس سے کہا کہ مَیں تیری منت کرتا ہوں تو مجھے اپنا نام بتادے۔

اُس نے کہا کہ تو میرا نام کیوں پُوچھتا ہے؟ اور اُس نے اُسے وہاں برکت دی۔ اور یعقوبؑ نے اُس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو رُوبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی۔ اور جب وہ فنی ایل سے گذر رہا تھا تو آفتاب طلوع ہوا اور وہ اپنی ران سے لنگڑاتا تھا۔ اِسی سبب سے بنی اِسرائیل اُس نس کو جو ران میں اندر کی طرف ہے آج تک نہیں کھاتے کیونکہ اُس شخص نے یعقوبؑ کی ران کی نس کو جو اندر کی طرف سے چڑھ گئی چھو دِیا تھا۔''

(بائبل ص ۳۴ پیدائش باب ۳۲ فقرہ: ۲۲ تا ۳۲)

عہد نامہ قدیم میں یعقوب علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

''اُس نے رحم میں اپنے بھائی کی ایڑی پکڑی اور وہ اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کُشتی لڑا، ہاں وہ فرشتہ سے کشتی لڑا اور غالب آیا۔ اُس نے رو کر مناجات کی''

(بائبل ص ۸۵۴ ہوسیع باب ۱۲ فقرہ: ۳، ۴)

ان دونوں حوالوں سے پانچ باتیں ظاہر ہیں:

۱: یعقوب علیہ السلام نے (معاذ اللہ) خدا سے کُشتی کی۔

۲: خدا اُس پر غالب آیا۔

۳: یعقوب علیہ السلام نے ایک فرشتے سے بھی کُشتی کی۔

۴: یعقوب علیہ السلام فرشتے پر غالب آئے۔

۵: مسیحیوں کا خدا علمِ غیب نہیں جانتا۔

(۳) مسیحیوں کے نزدیک خدا کی بے وقوفی

(۱) مسیحیوں کے پیشوا پولس نے لکھا ہے:

"کیونکہ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے"

(عہد نامہ جدید ص ۱۵۴ کرنتھیوں کے نام پولس کا پہلا خط باب ۱، فقرہ: ۲۵)

یونانی انجیل میں لکھا ہوا ہے:

25 ὅτι τὸ μωρὸν τοῦ θεοῦ σοφώτερον τῶν ἀνθρώπων ἐστίν, καὶ τὸ ἀσθενὲς τοῦ θεοῦ ἰσχυρότερον τῶν ἀνθρώπων.

μωρὸν کا معنی اسی یونانی انجیل کے آخر میں foolish لکھا ہوا ہے (ص ۱۱۹) θεοῦ کا ترجمہ God ہے۔ (ص ۸۳)

تنبیہ: مسیحیوں کے کیتھولک فرقے کی بائبل "کلام مقدس کا عہد عتیق و جدید" میں مذکور فقرے کا غلط ترجمہ کر کے نیچے حاشیے میں تحریف کر دی گئی ہے۔

(دیکھئے جدید ص ۲۱۷ قُرنتیوں کے نام: ۱ باب ۱، فقرہ: ۲۵)

تبصرہ: مذکورہ بالا حوالے میں پولس نے اپنے خدا سے بے وقوفی کو منسوب کیا ہے، جو کہ ہر لحاظ سے باطل بلکہ کائنات کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

(۴) مسیحیوں کا خدا اور شیطان

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

"اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا اور اس نے داود کے دل کو ان کے

خلاف یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہوداہ کو گن"

(بائبل ص ۳۲۲، سموئیل: ۲ باب ۲۴ فقرہ: ۱)

جب کہ دوسری جگہ لکھا ہوا ہے:

"اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اُٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کا شمار کرے"

(بائبل ص ۳۱۳، تواریخ: ۱، باب ۲۰ فقرہ: ۱)

(۵) خدا کی شکست

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

"اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا۔ سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا کیونکہ اُن کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔"

(ص ۲۲۹، قضاۃ باب ۱ فقرہ: ۱۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا لوہے کے رتھوں والے، وادی کے باشندوں کو شکست نہ دے سکا۔

ایک دوسرا عجیب و غریب حوالہ پڑھ لیں، بائبل "فرماتی" ہے:

"کیونکہ رب الافواج اِسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ دُختر بابل کھلیہان کی مانند ہے جب اُسے روندنے کا وقت آئے۔ تھوڑی دیر ہے کہ اسکی کٹائی کا وقت آ پہنچیگا۔ شاہِ بابل نبوکدرضر نے مجھے کھا لیا۔ اس نے مجھے شکست دی ہے۔ اس نے مجھے خالی برتن کی مانند کر دیا۔ اژدھا کی مانند وہ مجھے نگل گیا۔ اُس نے اپنے پیٹ کو میری نعمتوں سے بھر لیا۔ اس نے مجھے نکال دیا" (بائبل ص ۷۶۹ یرمیاہ باب ۵۱ فقرہ: ۳۳، ۳۴)

(۶) خدا کا آرام کرنا

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

"میرے اور بنی اسرائیل کے درمیان یہ ہمیشہ کے لئے ایک نشان رہیگا اسلئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ

دم ہوا“ (ص۸۴خروج باب۳۱فقرہ:۱۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا تھک گیا تھا۔

(۷) خدا کا افسوس

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

”تب خداوند کا کلام سموئیل کو پہنچا کہ: مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لے مقرر کیا کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اس نے میرے حکم نہیں مانے“ (ص۲۷۳،۲۷۴، ۱سموئیل باب۱۵فقرہ:۱۰،۱۱)

(۸) خدا کا ننگا ہونا اور گیدڑوں کی طرح چلانا

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

”سامریہ اور یروشلیم کی بابت خداوند کا کلام جو شاہانِ یہوداہ یوتام وآخز وحزقیاہ کے ایام میں میکاہ مورشتی پر رویا میں نازِل ہوا۔ اَے سب لوگو سنو! اے زمین اور اُس کی معموری کان لگاؤ! اور خداوند خدا ہاں خداوند اپنے مقدس مسکن سے تم پر گواہی دے۔ کیونکہ دیکھ خداوند اپنے مسکن سے باہر آتا ہے اور نازل ہو کر زمین کے اُونچے مقاموں کو پایمال کریگا۔ اور پہاڑ اسکے نیچے پگھل جائینگے اور وادیاں پھٹ جائینگی جیسے موسم آگ سے پگھل جاتا اور پانی کراڑے پر سے بہہ جاتا ہے۔ یہ سب یعقوب کی خطا اور اسرائیل کے گھرانے کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ یعقوب کی خطا کیا ہے؟ کیا سامریہ نہیں؟ اور یہوداہ کے اونچے مقام کیا ہیں؟ کیا یروشلیم نہیں؟ اسلئے میں سامریہ کو کھیت کے تودے کی مانند اور تاکستان لگانے کی جگہ کی مانند بناؤنگا اور میں اُسکے پتھروں کو وادی میں ڈھلکاؤنگا اور اُسکی بُنیاد اکھاڑ دُونگا۔ اور اسکی سب کھودی ہوئی مورتیں چور چور کی جائینگی اور جو کچھ اُس نے اُجرت میں پایا آگ سے جلایا جائیگا اور میں اسکے سب بتوں کو توڑ ڈالونگا کیونکہ اس نے یہ سب کچھ کسبی کی اُجرت سے پیدا کیا ہے اور وہ پھر کسبی کی اجرت ہو جائیگا۔ اسلئے میں

ماتم ونوحہ کرونگا۔ میں ننگا اور برہنہ ہو کر پھرُونگا۔ میں گیدڑوں کی طرح چلاؤنگا اور شُتر مرغوں کی مانند غم کرُونگا۔ کیونکہ اُسکا زخم لا علاج ہے۔ وہ یہوداہ تک بھی آیا۔ وہ میرے لوگوں کے پھاٹک تک بلکہ یروشلیم تک پہنچا۔"

(ص ۸۶۸، ۸۶۹ میکاہ باب ۱ فقرہ: ۸،۹)

معلوم ہوا کہ مسیحیوں کا خدا ننگا اور برہنہ ہو کر پھرتا، گیدڑوں کی طرح چلاتا اور شتر مرغوں کی مانند غم کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(۹) خدا کا غم

بائبل میں لکھا ہوا ہے:

"خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔ اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا رُوئے زمین پر سے مٹا ڈالونگا۔ انسان سے لے کر حیوان اور رینگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے ملول ہوں مگر نوح خداوند کی نظر میں مقبول ہوا"

(ص ۹ پیدائش باب ۶ فقرہ: ۶،۸)

ملول کا مطلب ہے "اداس، رنجیدہ، غمگین" (فیروز اللغات اردو جامع ص ۱۲۸۵)

معلوم ہوا کہ مسیحیوں کا خدا اداس، رنجیدہ اور غمگین ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(۱۰) مسیحی خدا کے نتھنوں سے دھواں؟

بائبل میں مسیحی خدا کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

"اس کے منہ سے جلتی مشعلیں نکلتی ہیں، اور آگ کی چنگاریاں اڑاتی ہیں۔ اُسکے نتھنوں سے دھواں نکلتا ہے گویا کھولتی دیگ اور سلگتے سرکنڈے سے۔ اس کا سانس کوئلوں کو دہکا دیتا ہے اور اس کے منہ سے شعلے نکلتے ہیں"

(ص ۵۲۷، ۵۲۸ ایوب باب ۴۱ فقرہ: ۱۹ تا ۲۱)

ان دس حوالوں سے معلوم ہوا کہ مسیحی (عیسائی) حضرات کی تصنیف کردہ بائبل، جسے

وہ خدا کا کلام اور آسمانی کتاب سمجھتے ہیں، خدا (اللہ تعالیٰ) کی گستاخیوں سے بھری ہوئی ہے۔

لہٰذا مروجہ بائبل نہ تو آسمانی والہامی کتاب ہے اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ کے کلام تورات اور انجیل کو ان لوگوں کے اسلاف نے تحریف کرکے بدل دیا ہے، ایک انجیل کی چار انجیلیں بنادی ہیں۔ تورات جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اُس میں ان لوگوں نے تحریف کرکے یہ لکھ دیا ہے:

''پس خداوند کے بندہ موسی نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اُسکی قبر معلوم نہیں اور موسی اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اُسکی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اُسکی طبعی قوت کم ہوئی''

(بائبل ص ۲۰۲، استثناء باب ۳۴ فقرہ: ۵ تا ۷)

یہ کیسی تورات ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے وفات پا جانے کا قصہ لکھا ہوا ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''آج تک کسی آدمی کو اُس کی قبر معلوم نہیں'' کیا یہ بائبل اللہ کا کلام ہے جو اُس نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی محرف شدہ تورات وانجیل اور بائبل ہے جسے یہ لوگ آسمانی والہامی کتاب منوانے کے لئے پوری طاقت اور تندہی سے دن رات کوشاں ہیں۔

آلِ تقلید کی تحریفات اور اکاذیب

[ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کی کتاب ''تحریف النصوص'' کا مقدمہ]

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الأمین، أما بعد:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾
صرف وہی لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (النحل:١٠٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ))

اور تم سب جھوٹ سے بچو۔ (صحیح مسلم:١٠٥/٢٦٠٧)

ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کی باچھیں چیری جارہی ہیں۔ یہ عذاب اس لیے ہورہا تھا کہ وہ شخص جھوٹ بولتا تھا۔

(دیکھئے صحیح البخاری:١٣٨٦)

ان واضح دلائل کے باوجود بہت سے لوگ دن رات مسلسل جھوٹ بولتے، اکاذیب وافتراءات گھڑتے، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں حالانکہ جھوٹ بولنا یا بہتان گھڑنا انتہائی بُرا کام اور مذموم حرکت ہے۔

یاد رہے کہ حافظِ قرآن کا تلاوت میں بھول جانا، نادانستہ زبان وقلم سے کسی خلافِ واقعہ یا غلط بات کا وقوع، بھول چوک، کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیاں جھوٹ کے زُمرے میں نہیں آتیں بلکہ جھوٹ اُسے کہتے ہیں جو جان بوجھ کر، کسی خاص مقصد کے لیے خلافِ واقعہ وخلافِ حقیقت بولا یا لکھا جائے۔

آلِ تقلید کے جھوٹ کی پہلی مثال

ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی نے لکھا ہے:

''نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۲) یاایّھا الذِیْن امنوا قیل لھُم کفُّوا اَیدیکم و اقیموا الصَّلٰوۃ

اے ایمان والوا اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو جب تم نماز پڑھو ''

(تحقیق مسئلہ رفع یدین، شائع کردہ ابوحنیفہ اکیڈمی فقیر والی ضلع بہاولنگر ص ۶)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ کوئی آیت قرآنِ مجید میں موجود نہیں ہے۔ اس خودساختہ آیت کا اوکاڑوی ترجمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے۔

تنبیہ: ''تحقیق مسئلہ رفع یدین'' کے بعد والے مطبوعہ نسخوں سے یہ من گھڑت آیت اور اس کا ترجمہ اُڑا دیا گیا ہے مگر ہمارے علم کے مطابق اوکاڑوی صاحب کا اس صریح جھوٹ سے توبہ نامہ کہیں شائع نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

آلِ تقلید کے جھوٹ کی دوسری مثال

ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی حیاتی نے لکھا ہے:

''نبی کریم علیہ السلام تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ (مشکوۃ)''

(تحفۂ اہلحدیث حصہ اول ص ۱۳)

حالانکہ ان الفاظ یا مفہوم کے ساتھ کوئی ایک حدیث بھی مشکوٰۃ یا حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

آلِ تقلید کے جھوٹ کی تیسری مثال

عبدالقدوس قارن دیوبندی نے امام ابوحنیفہ کے جنازے کے بارے میں لکھا ہے:

''اور دوسری بات کرنے میں تو اثری صاحب نے بے تکی کی حد ہی کر دی جب وہ ذرا ہوش میں آئیں تو ان سے کوئی پوچھے کہ کیا امام صاحبؒ کے جنازہ میں صرف احناف شریک تھے؟

دیگر مذاہب (مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ) کے لوگ شریک نہ تھے۔ جب وہ لوگ شریک تھے اور ان کے نزدیک قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور انھوں نے اپنے مذہب کے مطابق عمل کیا تو اس پر اعتراض کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟'' (مجذوبانہ واویلا طبع اول جون ۱۹۹۵ء ص ۲۸۹)

عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ ایک سو پچاس ہجری (۱۵۰ھ) میں فوت ہوئے اور امام احمد بن حنبل ایک سو چونسٹھ ہجری (۱۶۴ھ) میں پیدا ہوئے۔ امام احمد کی پیدائش سے پہلے وہ کون سے حنبلی حضرات تھے جو قارن دیوبندی صاحب کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا جنازہ پڑھ رہے تھے؟

آلِ تقلید کے جھوٹ کی چوتھی مثال

''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے مصنف انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے:

''نیز غیر مقلدین کو چاہئے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنہ ملاتے ہیں نہ ٹخنے سے ٹخنہ ملاتے ہیں اور نہ گردن سے گردن، صرف قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں........''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۵۱۹)

حالانکہ کسی حدیث میں بھی صف بندی کے دوران میں مقتدیوں کا ایک دوسرے کی گردن سے گردن ملانے کا تذکرہ نہیں آیا لہٰذا انوار خورشید صاحب نے یہ بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کی کچھ تفصیل میری کتاب ''اکاذیبِ آلِ دیوبند'' میں درج ہے۔

حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب ''تنبیہ الغافلین''

حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی نے ''تنبیہ الغافلین علیٰ تحریف الغالین'' نامی کتاب لکھی ہے جس میں انھوں نے بقلم خود ''غیر مقلدین کے تحریفی کارنامے'' جمع کیے ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے اپنے خیال میں اہلِ حدیث کی ''تحریفات'' پیش کی ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیوں کو بھی ''تحریف'' بنا کر پیش کر دیا ہے۔

مثال نمبر (۱): جزء رفع الیدین للبخاری کے بعض مطبوعہ نسخوں میں "حدثنا عبید بن یعیش :ثنا یونس بن بکیر :أنا أبو إسحاق" لکھا ہوا ہے لیکن مخطوطۂ ظاہریہ میں صاف طور پر "حدثنا عبیدبن یعیش :ثنا یونس بن بکیر :أنا ابن إسحاق" لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۳، اور جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۶

اس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"بلکہ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری غیر مقلد نے متن کو تبدیل کر دیا ہے مطبوعہ نسخہ میں ابن اسحاق کے بجائے ابواسحاق تھا تو ابواسحاق کو تبدیل کر کے ابن اسحاق بنا دیا۔"

(تنبیہ الغافلین علیٰ تحریف الغالین ص ۷۱ تحریف نمبر: ۱۰)

مثال نمبر (۲): جزء رفع الیدین کے قلمی نسخے (مخطوطۂ ظاہریہ) میں ایک راوی کا نام "عمرو بن المہاجر" لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۴، اور جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۱۷

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"جزء رفع الیدین ص ۵۷ میں عمر بن المہاجر تھا اس کو فیض الرحمٰن الثوری غیر مقلد نے تحریف وخیانت کرتے ہوئے عمرو بن المہاجر بنا دیا اور تعلیق میں لکھا۔"

(تنبیہ الغافلین ص ۷۱، تحریف نمبر: ۱۱) سبحان اللہ!

مثال نمبر (۳): جزء رفع الیدین کے مخطوطے میں ایک راوی کا نام "ابوشہاب عبدربہ" لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے ص ۴، وجزء رفع الیدین بتحقیقی: ۱۹

اس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"جزء رفع الیدین کے ص ۶۲ میں ابوشہاب بن عبدربہ تھا اس کو ارشاد الحق غیر مقلد نے ابوشہاب عبدربہ بنا کر متن کو بدل ڈالا۔" (تنبیہ الغافلین ص ۷۲، تحریف نمبر: ۱۲) سبحان اللہ!

مثال نمبر (۴): جزء رفع الیدین کے بعض نسخوں میں ایک راوی کا نام "قیس بن سعید" اور قلمی نسخے مین واضح طور پر "قیس بن سعد" لکھا ہوا ہے۔

دیکھئے مخطوطہ ص ۵، اور جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۲۲

اس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''جزء رفع الیدین ص ۶۴ میں قیس بن سعید تھا مگر مولانا سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی غیر مقلد نے تحریف کرتے ہوئے متن تبدیل کر کے قیس بن سعد بنا دیا....''

(تنبیہ الغافلین ص ۷۲، تحریف نمبر: ۱۳)

اس طرح کی اور بہت سی مثالیں ڈیروی صاحب کی اس کتاب میں موجود ہیں۔

ڈیروی صاحب نے کتابت کی غلطیوں اور ان کی اصلاح کو بھی تحریفات بنا ڈالا ہے! اور اس سے ڈیروی صاحب نے اپنے مبلغِ علم کا بھی ثبوت دیا ہے کہ کنویں کے مینڈک کی طرح انھیں کنویں سے باہر کچھ نظر نہیں آتا، اس لئے وہ اس طرح کے پروپیگنڈے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔

ڈیروی صاحب کا کتابت اور کمپوزنگ کی غلطیوں کو ''تحریفات'' میں شامل کرنے کی چند اور مثالیں درج ذیل ہیں:

مثال اول (۱): یمن کے مشہور عالم قاضی محمد بن علی الشوکانی صاحبِ نیل الاوطار کی کتاب ''القول المفید في أدلة الإجتهاد و التقلید'' میں لکھا ہوا ہے:

''واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' (ص ۱۱)

یہاں ''اطیعوا اللّٰہ'' سے پہلے ''و'' کتابت یا کمپوزنگ کی غلطی ہے جس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت قاضی صاحب نے یہ اس آیت میں تحریف کر دی ہے واؤ کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ اصل آیت یوں تھی یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ مگر قاضی صاحب محرف قرآن مجید ہیں، ہم غیر مقلدین کے حفاظ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ کوئی ایسی آیت ڈھونڈیں جس میں اس آیت کے اندر و اطیعوا اللہ ہو۔ تحریف کرنا یہودیوں کا کام ہے۔''

(تنبیہ الغافلین ص ۷۹ تحریف نمبر: ۵۹)

کتابت کی غلطی پر اتنا بڑا فتویٰ لگانے والا حبیب اللہ ڈیروی اپنے پسندیدہ ''مولوی''

محمود حسن دیوبندی کی کتاب ایضاح الادلہ میں ایک جعلی ''آیت'' کے بارے میں لکھتا ہے:

''اب غیر مقلدین حضرات نے ایک آیت جو کاتب کی غلطی سے لکھی گئی تھی اس کو اچھالا....''

(تنبیہ الغافلین ص ۵۵)

اپنے پسندیدہ مولوی کا غلط حوالہ تو '' کاتب کی غلطی'' ہے جبکہ غیر دیوبندی عالم کی کتاب میں کاتب کی غلطی بھی ڈیروی کے نزدیک ''تحریف'' اور ''یہودیوں کا کام'' ہے، حالانکہ قاضی شوکانی کی اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

'' یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم...''

(القول المفید فی ادلۃ الاجتہاد والتقلید ص ۳۶)

معلوم ہوا کہ خود قاضی صاحب کے نزدیک اس آیت میں واو موجود نہیں ہے۔

مثال دوم (۲): حنفیوں و دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک انتہائی معتبر کتاب الہدایہ میں ملا مرغینانی صاحب نے رکوع وسجود کی فرضیت پر ''ارشادِ'' باری تعالیٰ ''وارکعوا واسجدوا'' سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے الہدایہ ج ا ص ۹۸ باب صفۃ الصلوٰۃ

حالانکہ قرآنِ مجید میں واوَ یہاں موجود نہیں ہے۔

صاحبِ ہدایہ کے اس استدلال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ کے بارے میں لکھا ہے:

'' اس آیت سے علمائے احناف نماز میں مطلق قراءت کی فرضیت پر بالکل اسی طرح استدلال کرتے ہیں جیسے ''وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا'' الآیۃ سے رکوع اور سجدہ...''

(توضیح الکلام ج ا ص ۱۰۴ طبع اول مارچ ۱۹۸۷ء)

اس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اس میں ارشاد الحق صاحب نے وارکعو میں واوَ زائد کر دی ہے اور یوں قرآنِ مجید کی اصلاح کی ہے۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں   کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق ''

(تنبیہ الغافلین ص ۱۰۹ تحریف نمبر: ۱۰۸)

عرض ہے کہ واؤ کی یہ غلطی آپ کی کتاب ''ہدایہ شریف'' میں موجود ہے جسے اثری صاحب نے ''علمائے احناف'' کہہ کر بطورِ اشارہ ذکر کر دیا ہے۔ اس قسم کی کتابت یا کمپوزنگ والی غلطیوں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ فلاں نے ''قرآن مجید کی اصلاح کی ہے'' انتہائی غلط ہے۔

تنبیہ: اثری صاحب نے توضیح الکلام کے طبعۂ جدیدہ میں ﴿ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ لکھ کر صاحبِ ہدایہ کی غلطی کی اصلاح کر دی ہے۔ (دیکھئے ج ۱ ص ۱۱۶)

ایک لطیفہ:

حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے ''وارکعو میں واؤ زائد کر دی ہے'' لکھ کر ارکعوا کا الف اُڑا دیا ہے یا اُن کے کمپوزر سے یہ الف رہ گیا ہے۔ یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ بشری سہو و خطا اور کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیوں کو تحریف یا جھوٹ کہنا غلط حرکت ہے جس کا جواب ڈیروی صاحب اور اُن جیسوں کو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

اس طرح کی بہت سی مثالیں حبیب اللہ ڈیروی، ماسٹر امین اوکاڑوی اور آلِ تقلید کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیوں کی بنیاد پر اہلِ حق کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔

عبدالحئی لکھنوی حنفی نے التعلیق الممجد (ص ۲۸۷) میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر مولانا عبدالحئی لکھنوی نے آخر میں جرح کے الفاظ کاٹ دیئے ہیں اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ اور مولانا لکھنوی نے وہ جرم کیا ہے جو شوافع وغیر مقلدین بھی نہیں کر سکے۔''

(تنبیہ الغافلین ص ۹۴ تحریف نمبر: ۵۴)

اس تحریر میں ڈیروی صاحب نے اپنے مولوی عبدالحئی لکھنوی حنفی کی غلطی کو اہلِ حدیث کی ''تحریفات'' میں شامل کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

قاری محمد طیب دیوبندی کا غلط حوالہ

قاری محمد طیب دیوبندی کہتے ہیں:

''اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہو گی کہ: هذا خليفة الله المهدى ' فاسمعو له واطيعوه۔

''یہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہیں ان کی سمع وطاعت کرو۔۔۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۳۲)

یہ روایت صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں بلکہ اسے ابن ماجہ (۴۰۸۴) اور حاکم (۴۶۳/۴، ۴۶۴، ۵۰۲) وغیرہما نے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہی روایت (صحیح) بخاری سے منسوب کی ہے۔

(دیکھئے شہادت القرآن ص ۲۹، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۷)

مرزا قادیانی کے اس حوالے کے بارے میں اوکاڑوی صاحب کا بیان سن لیں:

''یہ بخاری شریف پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مرزا قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدى'' (تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

برادرم ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ نے اس کتاب ''قرآن وحدیث میں تحریف'' میں اہلِ تقلید کے وہ جھوٹ اور افتراءات جمع کر کے قارئین کی عدالت میں پیش کر دیئے ہیں جو تقلیدی حضرات نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے جان بوجھ کر گھڑے ہیں بلکہ کافی محنت کر کے اصل کتابوں سے فوٹوسٹیٹس (Photostats) پیش کر دی ہیں تاکہ ان لوگوں پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ آخر میں مختصراً عرض ہے کہ ''تحریف النصوص'' میں آلِ تقلید کی دانستہ تحریفات ہی کو درج کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو متلاشیانِ حق کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

وما علینا إلا البلاغ (۲۱ رجب ۱۴۲۷ھ)

حبیب اللہ ڈیروی صاحب اور ان کا طریقۂ استدلال

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ،أما بعد:

اس مضمون میں حافظ حبیب اللہ ڈیروی حیاتی دیوبندی صاحب کی بعض مطبوعہ کتابوں سے بعض موضوع ومردود روایات باحوالہ پیشِ خدمت ہیں جن سے انھوں نے استدلال کیا ہے یا بطور حجت پیش کیا ہے۔اس کے بعد ڈیروی صاحب کے اکاذیب اور اخلاقی کردار کے دس دس نمونے درج کئے گئے ہیں تاکہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب اور ان کا طریقۂ استدلال عام لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے۔

① ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اور حضرت امام شافعیؒ جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لئے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

استحياءً من صاحب هٰذا القبر ۔ اس قبر والے سے حیاء آتی ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ تکمیل الاذھان ص ۱۵۷ میں اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں مُشْعِرٌ لعدم التاكيد کہ یہ واقعہ اس بات کا مشعر ہے کہ رفع الیدین عندالرکوع وغیرہ امام شافعی کے ہاں مؤکد نہ تھا۔''

(نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح طبع دوم ۱۴۰۶ھ ص ۲۹، ۳۰)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم الحروف نے لکھا تھا:

''یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ڈیروی صاحب کی ذمہ داری

ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تاکہ راویوں کا صدق وکذب معلوم ہوجائے۔اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر حیثیت نہیں ہے۔''

(نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین، طبع اول ۱۴۱۳ھ ص ۲۱)

ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس موضوع ومردود قصے کی کوئی سند پیش نہیں کی ہے۔ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس من گھڑت قصے کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔

② ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت امام ابوحنیفہؒ ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے اور اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دیتے تھے اور رفع الیدین کرنے والے کو منع فرماتے تھے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:

قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل سے کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع یدین کرتا رہا جب امام ابوحنیفہ نے سلام پھیرا تو کہا اے ابومقاتل شاید کہ تُو بھی پنکھوں والوں سے ہے۔'' (نور الصباح ص ۳۱)

ابومقاتل حفص بن سلم السمرقندی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ابن عدی، ابن حبان اور جوزجانی وغیرہم نے اس پر جرح کی۔(دیکھئے الکامل ۲/ ۸۰۱، المجروحین ۱/ ۲۵۶، احوال الرجال: ۳۷۴)

ابونعیم الاصبہانی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (۵۲م)

حاکم نیشاپوری نے کہا:

'حدث عن عبید اللّٰہ بن عمر وأیوب السختیاني ومسعر وغیرہ بأحادیث موضوعۃ..''اس (ابومقاتل) نے عبیداللہ بن عمر، ایوب السختیانی اور مسعر وغیرہم سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۳۰، ۱۳۱، رقم: ۴۲)

حافظ ذہبی نے کہا: ''واہٍ'' وہ (سخت) کمزور (راوی) ہے۔ (دیوان الضعفاء: ۱۰۵۰)

جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں محدث خلیلی کی توثیق مردود ہے۔

صالح بن عبداللہ (الترمذی) فرماتے ہیں کہ ہم ابو مقاتل السمرقندی کے پاس تھے تو وہ وصیتِ لقمان، قتلِ سعید بن جبیر اور اس جیسی لمبی حدیثیں عون بن ابی شداد سے بیان کرنے لگا۔ ابو مقاتل کے بھتیجے نے اُس سے کہا: اے چچا! آپ یہ نہ کہیں کہ ہمیں عون نے حدیث بیان کی ہے کیونکہ آپ نے یہ چیزیں نہیں سنیں۔ اس نے کہا: اے بیٹے! یہ اچھا کلام ہے۔ (کتاب العلل للترمذی مع السنن ص ۸۹۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ بزعمِ خود اچھے کلام کے لئے ابو مقاتل سندیں گھڑنے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔ ایسے کذاب کی روایت ڈیروی صاحب بطورِ استدلال پیش کر رہے ہیں۔

④ ڈیروی صاحب بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۶۰) لکھتے ہیں:

''عن جابر عن الأسود وعلقمة أنهما کان یرفعان أیدیهما إذا افتتحا ثم لا یعودان'' حضرت اسودؒ اور حضرت علقمہؒ افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع الیدین کے لئے نہ لوٹتے تھے۔''

(نور الصباح ص ۴۷)

اس کا راوی جابر الجعفی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

''ضعیف رافضي'' وہ ضعیف رافضی ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۷۸)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

''ما رأیت أحدًا أکذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح'' میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (العلل للترمذی ص ۸۹۱ وسندہ حسن)

بذاتِ خود حبیب اللہ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''جابر بن یزید جعفی بہت جھوٹا اور شیعہ خبیث ہے۔ مگر انصاری صاحب نے اس بہت بڑے جھوٹے سے بھی رفع یدین کی روایت الرسائل ص ۶۲، ۶۴، ۳۶۴ وغیرہ میں درج

کردی ہے کیونکہ مسلمانوں کو دھوکا دینا مقصود ہے۔“

(مقدمہ نور الصباح بترقیمی ص ۱۹، یہ عبارت مقدمۃ الکتاب سے پہلے ہے)

معلوم ہوا کہ بقلم خود جھوٹے کی روایت پیش کر کے ڈیروی صاحب نے عام مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے۔

④ ڈیروی صاحب اپنے ممدوح انور شاہ کشمیری دیوبندی (العرف الشذی ص ۴۸۷) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے تھے کہ جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ متفق ہو جائیں تو اس کے خلاف کوئی بات نہ سنی جائے کیونکہ امام ابوحنیفہ ؒ قیاس کے زیادہ ماہر ہیں...“ (نور الصباح ص ۳۲)

کاشمیری صاحب اور ڈیروی صاحب کی پیش کردہ یہ روایت محض بے سند، بے اصل اور من گھڑت ہے۔

اس کے مقابلے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حديث أبي حنيفة ضعيف ورأيه ضعيف“ ابوحنیفہ کی حدیث ضعیف ہے اور اس کی رائے (بھی) ضعیف ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۲۸۵/۴ وسندہ صحیح)

امام احمد اپنی مشہور کتاب المسند میں امام ابوحنیفہ کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

دیکھئے مسند احمد (۳۵۷/۵ ح ۲۳۴۱۵)

امام احمد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق و تعریف قطعاً ثابت نہیں بلکہ جرح ہی جرح ثابت ہے جس کی تفصیل میری کتاب ”الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة“ میں درج ہے۔

قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں:

”وأنا لا أحدث عنه“ اور میں اس سے حدیث بیان نہیں کرتا۔

(تاریخ بغداد ۲۵۹/۱۴ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ماہنامہ ”الحدیث“ شمارہ: ۱۹ ص: ۵۱)

محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں:

''لاأروي عنه شيئاً'' میں اس سے کوئی چیز (بھی) روایت نہیں کرتا۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۲/۲۵۸ ت ۱۸۶۲، دوسرا نسخہ: ۵۳۲۹)

امام احمد سے کسی نے پوچھا کہ ایک علاقے میں دو قسم کے لوگ ہیں:

ایک اصحاب الحدیث جو روایتیں بیان کرتے ہیں مگر صحیح ضعیف کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ دوسرے اصحاب الرائے ہیں جن کی معرفتِ حدیث (بہت) تھوڑی ہے۔ کس سے مسئلہ پوچھنا چاہیے؟

امام احمد نے جواب دیا:

''يسأل أصحاب الحديث ولا يسأل أصحاب الرأي، ضعيف الحديث خير من رأي أبي حنيفة''

اصحاب الحدیث سے مسئلہ پوچھنا چاہیے اور اصحاب الرائے سے نہیں پوچھنا چاہیے۔ ابوحنیفہ کی رائے سے ضعیف الحدیث (راوی) بہتر ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/۴۴۹ وسندہ صحیح، المحلیٰ لابن حزم ۱/۶۸، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۲۲۹)

ڈیروی صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ کاشمیری صاحب کی بیان کردہ اس روایت کی صحیح و متصل سند پیش کریں۔

⑤ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام بخاریؒ کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ اپنے مصنف ج ۱ ص ۱۵۹ میں لکھتے ہیں:

عن أشعث عن الشعبي أنه كان يرفع يديه في أول التكبيرة ثم لا يرفعهما

حضرت امام شعبیؒ پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر اس کے بعد نہ کرتے تھے۔''

(نور الصباح ص ۴۵)

اس اثر کا راوی اشعث بن سوار جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

ڈیروی صاحب ایک روایت کے بارے میں بقلمِ خود لکھتے ہیں:

''پھر اس کی سند میں اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے جو عند الجمہور ضعیف ہے۔

[تہذیب التہذیب ص۳۵۲ ج۱ تا ص۳۵۴]''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص۲۷۴، ۲۷۵)

⑥ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

'' ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔

[تذکرۃ الحفاظ للذہبی وغیرہ)'' (نور الصباح ص۱۸ مقدمہ بترقیمی)

ابن جریج سے باسند صحیح نوے عورتوں (یا صرف ایک عورت سے بھی) متعہ کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۶۴) کے سارے حوالے بے سند و مردود ہیں۔ زنا کا لفظ ڈیروی صاحب نے خود گھڑ لیا ہے جب کہ اس کے برخلاف تذکرۃ الحفاظ کی بے سند و مردود روایت میں ''تزوّج'' کا لفظ ہے۔ (ص۱۷۰)

ڈیروی صاحب نے بقلمِ خود ''متعہ و زنا'' کرنے والے ابن جریج کو ''ثقہ'' لکھا ہے۔

(نور الصباح ص۲۲۲)

انھوں نے اسی کتاب میں ابن جریج کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

(دیکھئے نور الصباح ص۲۲)

⑦ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''چنانچہ امام بخاریؒ کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ مصنف ج۱ ص۱۶۰ میں لکھتے ہیں:

عن سفیان بن مسلم الجهني قال كان ابن أبي ليلى يرفع يديه أول شيْ إذا كبر

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ صرف ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کرتے تھے۔''

(نور الصباح ص۴۳)

عرض ہے کہ سفیان بن مسلم الجہنی بالکل نامعلوم ومجہول راوی ہے، اس کی توثیق کہیں نہیں ملی۔ عین ممکن ہے کہ یہ کتابت یا طباعت کی غلطی ہو اور صحیح لفظ ''**سفیان عن مسلم الجهني**'' ہو۔ واللہ اعلم

مسلم بن سالم ابو فروۃ الجہنی صدوق راوی ہے لیکن سفیان (ثوری) مشہور مدلس ہیں لہٰذا اس صورت میں بھی سفیان کی تدلیس کی وجہ سے یہ سند ضعیف ومردود ہے۔

⑧ مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۶۰ ہمارا نسخہ ۱/۲۳۶ ح ۲۴۴۷) کی ایک روایت ''**عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة**'' نقل کرنے سے پہلے ڈیروی صاحب جلی خط سے لکھتے ہیں:

''حضرت خیثمہؒ التابعی بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے'' (نور الصباح ص ۴۸)

عرض ہے کہ اس سند میں حجاج غیر متعین ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ اگر اس سے مراد ابوبکر (بن عیاش) کا استاد حجاج بن ارطاۃ لیا جائے تو اس کے بارے میں ڈیروی صاحب خود لکھتے ہیں: ''کیونکہ حجاج بن ارطاۃ ضعیف اور مدلس اور کثیر الخطاء اور متروک الحدیث ہے''

(نور الصباح ص ۲۲۴)

اس بقلم خود ''ضعیف'' اور ''متروک الحدیث'' کی روایت کو ڈیروی صاحب نے بحوالہ مسند احمد ج ۴ ص ۳ بطورِ دلیل نمبر ۱۹ پیش کر کے استدلال کیا ہے۔ (نور الصباح ص ۱۶۷، ۱۶۸)

اس طرح کی بے شمار مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جو روایت ڈیروی صاحب کی من پسند ہو تو وہ اس سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت اُن کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر جرح کر دیتے ہیں۔

⑨ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اور جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود کی تعلیم اور متعلمین کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھے: **أصحاب عبدالله سُرج هذه القرية** حضرت عبداللہ کے شاگرد تو اس بستی کے چراغ ہیں۔ [طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۴]'' (نور الصباح ص ۵۰، ۵۱)

یہ روایت طبقات ابن سعد (ہمارا نسخہ ج ۶ ص ۱۰) اور حلیۃ الاولیاء (۴/ ۱۷۰) میں مالک بن مِغْوَل عن القاسم (بن عبدالرحمٰن) عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے۔

قاسم غیر متعین ہے۔ اگر اس سے قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود المسعودی یا قاسم بن عبدالرحمٰن الدمشقی مراد لیا جائے تو یہ روایت منقطع ہے لہٰذا مردود ہے۔

⑩ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک تفسیر منسوب ہے۔ یہ ساری کی ساری تفسیر موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں محمد بن مروان السدی اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب راوی ہیں۔ (دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ: ۲۴ ص ۵۰ تا ۵۴)

اس موضوع تفسیر سے ڈیروی صاحب نقل کرتے ہیں:

" مخبتون متواضعون لا یلتفتون یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون ایدیھم فی الصلٰوۃ "

عاجزی وانکساری کرنے والے جو دائیں اور بائیں نہیں دیکھتے اور نہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔

قارئین کرام حضرت ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ ان کی مرفوع روایت کے عین موافق ہے جس میں رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے۔'' (نور الصباح ص ۷۲)

یہ عبارت ہمارے نسخہ میں صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

اس تفسیر کے راوی سُدی کے بارے میں ڈیروی صاحب کے ممدوح سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''سدی کذاب اور وضاع ہے۔'' (احسن البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

''آپ لوگ سُدی کی ''دم'' تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔'' (احسن البرہان ص ۴۵۷)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب سُدی کی یہ تفسیر پیش کر کے ڈیروی صاحب نے سُدی کذاب کی ''دم'' تھام لی ہے۔!

[تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے

اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن)

لہٰذا یہ موضوع تفسیری روایت صحابی کے عمل کے مقابلے میں بھی مردود ہے۔]

یہ دس روایات بطورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں تا کہ عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے موضوع و مردود روایات سے استدلال کیا ہے اور من گھڑت روایات کو بطورِ حجت پیش کیا ہے۔

ڈیروی صاحب کے دس جھوٹ

اب آخر میں حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے دس صریح جھوٹ پیشِ خدمت ہیں:

① محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''تاہم پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔'' (نور الصباح ص ۱۶۴)

ڈیروی صاحب کا یہ بیان سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس کے برعکس بوصیری فرماتے ہیں:

''ضعفه الجمهور''

(زوائد سنن ابن ماجہ: ۸۵۴) طحاوی فرماتے ہیں: ''مضطرب الحفظ جدًا'' اس کے حافظے میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ (مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۶)

بلکہ ڈیروی صاحب کے اکابر علماء میں سے انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

'' فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور ''

(وہ [ابن ابی لیلیٰ] میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) دیکھئے فیض الباری (ج ۳ ص ۱۶۸)

② امام یحییٰ بن معین امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

'' لايكتب حديثه '' ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۳ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۸ ص ۲۳۶)

یہ قول مولانا ارشاد الحق اثری نے تاریخ بغداد (۴۵۰/۱۳) سے نقل کرنے کے بعد الکامل

لابن عدی (۷/۳/۷/۲۴۷۳) کا حوالہ دیا ہے۔ (توضیح الکلام ۶۳۳/۲، وطبعۃ جدیدۃ ص ۹۳۹)

اس کا جواب دیتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''الکامل لابن عدی میں امام ابن معینؒ کی یہ جرح منقول ہی نہیں بلکہ امام اعظمؒ کا ترجمہ ص ۲۴۷۴ ج ۷ سے شروع ہوتا ہے یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ و بے ایمانی ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۹)

حالانکہ امام ابوحنیفہ کا ترجمہ کامل ابن عدی میں صفحہ ۲۴۷۲ (ج ۷) سے شروع ہوتا ہے جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہو تو وہ ہمارے ہاں آ کر اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

کامل ابن عدی کے محولہ صفحے پر امام ابوحنیفہ پر امام ابن معین کی جرح بعینہٖ منقول ہے لہٰذا ڈیروی صاحب بذاتِ خود جھوٹ اور......کے مرتکب ہیں۔

③ ضعیف و مردود سند کے ساتھ کامل ابن عدی میں امام نضر بن شمیل سے مروی ہے:

"كان أبو حنيفة متروك الحديث ليس بثقة"

ابوحنیفہ متروک الحدیث تھے، ثقہ نہیں تھے۔ (ج ۷ ص ۲۴۷۴ نسخۂ جدیدہ ج ۸ ص ۲۳۸)

یہ ضعیف و مردود قول مولانا اثری صاحب نے بحوالہ کامل ابن عدی نقل کیا ہے۔

(توضیح الکلام ۶۲۸/۲، طبعۂ جدیدہ ص ۹۳۷)

اور اس کے راوی احمد بن حفص پر جرح کی ہے۔ (توضیح الکلام طبع اول ج ۲ ص ۶۲۸)

اس حوالے کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام نضر کا یہ قول الکامل ابن عدی میں نہیں ہے۔ یہ مولانا اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر، طبع اول ۱۴۲۳ھ ص ۳۱۰)

حالانکہ یہ قول الکامل لابن عدی کے دونوں نسخوں میں موجود ہے اور اس کا راوی احمد بن حفص مجروح ہے۔

④ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے صرف تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ ہی رفع یدین کیا۔ اس حدیث کے بارے میں ڈیروی

صاحب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"قوله ثم لم يعد قد تكلم ناس في ثبوت هذا الحديث والقوي أنه ثابت من رواية عبدالله بن مسعود ......"

ثم لم یعد جملہ کے ثبوت کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور قوی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بے شک صحیح اور ثابت ہے عبداللہؓ بن مسعود کے طریق سے....."

(نور الصباح ص ۲۷ بحوالہ التعلیقات السلفیہ ج ۱ ص ۱۲۳)

یہ روایت التعلیقات السلفیہ (ج ۱ ص ۱۲۳ حاشیہ: ۴) میں بحوالہ "س" یعنی حاشیۃ السندھی علیٰ سنن النسائی منقول ہے اور یہی عبارت حاشیۃ السندھی میں اسی طرح لکھی ہوئی ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۸)

ڈیروی صاحب نے سندھی کا قول بھوجیانی رحمہ اللہ کے ذمے لگا دیا ہے جو کہ صریح جھوٹ اور خیانت ہے۔

⑤ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"چنانچہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی ہے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۳۹، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۶ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۹"

(نور الصباح ص ۲۰۹)

عرض ہے کہ اس روایت کے راوی موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ امام بیہقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وهو غلط" اور یہ غلط ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۳۶)

غلط روایت کو صحیح سند کہہ کر پیش کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

⑥ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"چنانچہ امام ابو حاتمؒ۔ امام بخاریؒ کو متروک الحدیث قرار دیتے ہیں (مقدمہ نصب الرایہ

ص ۵۸)'' (نورالصباح ص ۱۵۷)

مقدمہ نصب الرایہ ہو یا کتاب الجرح والتعدیل، کسی کتاب میں بھی امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے امام بخاری کو ''متروك الحديث'' نہیں کہا۔ ''ثم تركا حديثه'' کو ''متروك الحديث'' بنا دینا ڈیروی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے۔

تنبیہ: چونکہ ابو حاتم الرازی اور ابو زرعہ الرازی دونوں نے امام بخاری سے روایت لی ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۸۶/۱۶، ۸۷) لہٰذا ''ثم تركا حديثه'' والی بات منسوخ ہے۔

⑦ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''دونوں سندوں میں الاوزاعی بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۱۴)

عرض ہے کہ کسی ایک محدث سے بھی صراحتاً امام اوزاعی کو مدلس کہنا ثابت نہیں ہے۔

⑧ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن اس کی سند میں ابو عمرو الحرشی مجہول ہے اور'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۷۳)

عرض ہے کہ ابو عمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص بن مسلم النیسابوری الحمیری الحرشی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''الحافظ الإمام الرحال'' اور الذہلی سے نقل کیا کہ ''أبو عمرو حجة'' ابو عمرو حجت ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۷۹۸/۳، ۷۹۹ ت ۷۸۸)

ایسے مشہور امام کو زمانۂ تدوین حدیث کے بعد ڈیروی صاحب کا مجہول کہنا باطل اور مردود ہے۔

⑨ سعید بن ایاس الجریری ایک راوی ہیں جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے شاگردوں میں ایک امام اسماعیل بن علیہ بھی ہیں جن کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''جبکہ اس کا شاگرد یہاں ابن علیہ ہے اور وہ قدیم السماع نہیں۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۶۲)

عرض ہے کہ (ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب) الابناسی (متوفی ۸۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"وممن سمع منه قبل التغير شعبة وسفيان الثوري والحماد ان وإسماعيل بن علية..."

اوراس (الجریری) کے اختلاط سے پہلے، شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، حماد بن سلمہ اور اسماعیل بن علیہ...... نے سُنا ہے۔

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات ص ۳۶، نسخہ محققہ ص ۱۸۳)

نیز دیکھئے حاشیہ نہایۃ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط (ص ۱۲۹، ۱۳۰)

لہٰذا ڈیروی صاحب کا بیان جھوٹ پر مبنی ہے۔

⑩ سجدوں میں رفع یدین کی ایک ضعیف روایت سعید (بن ابی عروبہ) سے مروی ہے جو کہ ناسخ یا کاتب کی غلطی سے السنن الصغریٰ للنسائی کے نسخوں میں شعبہ بن گیا ہے۔

اس کے بارے میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

شعبہ کا نسائی کے اندر موجود ہونا غلط ہے جیسا کہ فتح الباری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے.."

(نور الصباح ص ۲۳۰)

اس کے بعد جواب دیتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"مگر علامہ کشمیریؒ کا حافظ ابن حجرؒ کے بارے میں یہ حسن ظن صحیح نہیں ہے کیونکہ جس طرح شعبہؒ نسائی میں موجود ہیں اس طرح صحیح ابوعوانہ میں بھی موجود ہیں معلوم ہوا کہ شعبہؒ کا ذکر نہ تو نسائی میں غلط اور نہ صحیح ابوعوانہ میں بلکہ یہ حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے اور علامہ سید کشمیریؒ کا بُرا حسن ظن ہے.." (نور الصباح ص ۲۳۰)

عرض ہے کہ "[شعبة] عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث" (النسائی: ۱۰۸۶) والی روایت، جس میں سجدوں میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے، مسند ابی عوانہ میں اس متن کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ (مثلاً دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۲ ص ۹۴، ۹۵)

لہٰذا اس بیان میں ڈیروی صاحب نے مسند ابی عوانہ پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

ڈیروی صاحب کے بہت سے اکاذیب وافتراءات میں سے یہ دس جھوٹ بطورِ نمونہ پیش

کیے گئے ہیں۔

ڈیروی صاحب کی چند بداخلاقیاں!

اب ڈیروی صاحب کے اخلاقی کردار کے چند حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے ان کی باطنی شخصیت عیاں ہو جاتی ہے۔

① جمہور محدثین کے نزدیک صدوق وحسن الحدیث راوی اور امام ابوحنیفہ کے استاد تابعی صغیر محمد بن اسحاق بن یسار المدنی کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سند میں عن ابی اسحاق دراصل محمد بن اسحاق ہے جو کہ مشہور دلا ہے''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۱۷)

ہر کوئی جانتا ہے کہ پنجابی، پشتو اور اردو زبان میں ''دلا'' بہت بڑی گالی ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے لغات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ایسے گندے اور بازاری الفاظ کی تشریح کے لئے ماہنامہ ''الحدیث'' کے اوراق اجازت نہیں دیتے۔

② ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ترمذیؒ نے ائمہ کرامؒ کے مسلک کو خلط ملط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے علامہ عینیؒ جیسا شخص بھی پٹڑی سے اتر گیا ہے۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۳)

③ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب موٹے قلم سے لکھتے ہیں:

''حضرت امام بخاریؒ کی بے چینی'' (نور الصباح ص ۱۵۴)

④ امام ابوبکر الخطیب البغدادی کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''خطیب بغدادی عجیب آدمی ہے۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۵۳)

⑤ مشہور ثقہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیہقی نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا ہے...''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۳۶)

⑥ مشہور ثقہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''جس سے دارقطنی'' کی عصبیت وناانصافی ظاہر ہوتی ہے۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۶)

⑦ مشہور امام مہذب اور ''الحافظ الإمام العلامة الثبت''

حافظ ابو علی النیسابوری رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

'' ابو علی الحافظ ظالم ہے'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۴)

⑧ عبدالحیٔ لکھنوی (حنفی) کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

'' مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا عبارات میں تحریف کرنا اور احناف کو نقصان پہنچانا عام عادۃ شریفہ ہے.....'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۴۶)

⑨ حبیب الرحمٰن اعظمی (دیوبندی) کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی'' تو عجیب خبط میں پڑے کہ...'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۴۷)

⑩ مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب اپنی مخصوص زبان میں لکھتے ہیں:

''جس سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب جاننے کے باوجود گندگی کو چاٹنے کے عادی ہیں۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۰۵)

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اثری صاحب معترض کی دشمنی میں (اتنا) اندھا ہو گیا ہے۔ کہ ہوش وحواس کھو بیٹھا ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۲۱)

اثری صاحب کے بارے میں ایک جگہ ڈیروی صاحب اپنی ''شرافت'' کا ان الفاظ میں مظاہرہ کرتے ہیں: ''کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۰۳)

آپ نے ڈیروی صاحب کی کذب نوازی، اکاذیب اور ''شریفانہ'' تحریر دیکھ لی ہے جس سے دیوبندی حافظ حبیب اللہ ڈیروی حیاتی کا مقام ومرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔

وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

انور اوکاڑوی صاحب کے جواب میں

راقم الحروف نے امین اوکاڑوی کی زندگی میں ایک رسالہ ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' لکھا تھا جس میں اوکاڑوی صاحب کے تنقیدی مضمون کو مکمل بحروفہٖ نقل کر کے اس کا دنداں شکن جواب دیا تھا۔ اوکاڑوی صاحب اس رسالے کو مکمل نقل کر کے اس کا جواب دینے سے عاجز رہے۔
ماہنامہ الخیر میں انھوں نے جو غلط سلط جواب دے کر اپنے عوام کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی اس میں بھی وہ ناکام رہے اب ان کے بھائی انور اوکاڑوی صاحب یہ کوشش کر رہے ہیں کہ دیوبندی عوام کو کس طرح چپ کرایا جائے۔ اس مضمون میں ان کے جواب الجواب کا جواب حاضر ہے۔ والحمد للہ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد :

ہمیں آلِ دیوبند سے یہ شکایت ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بانیٔ مدرسہ دیوبند محمد قاسم نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''لہٰذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا'' (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۰ حکایت نمبر: ۳۹۱ و معارف الاکابر ص ۳۶۰، امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۱۶)

تنبیہ: خط کشیدہ الفاظ ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' سے کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے سہواً رہ گئے ہیں۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے فرمایا: ''جھوٹا ہوں''

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶، امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۱۶)

ان دیوبندی اعترافات کے بعد امین اوکاڑوی صاحب کے بھائی: محمد انور اوکاڑوی کے دو صریح جھوٹ پیشِ خدمت ہیں:

اوکاڑوی جھوٹ نمبر ①:

شیخ محمد فاخر الٰہ آبادی رحمہ اللہ ۱۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

(دیکھئے نزہۃ الخواطر، عربی ج ٦ ص ۳۵۰، ۳۵۱)

آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں آمین بالجہر کہی۔ (دیکھئے تراجم علمائے حدیث ہند، از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ص ۳۳۹ ونقوش ابوالوفاص ۳۴، ۳۵ وماہنامہ الخیر ملتان، دسمبر ۲۰۰۵ء ص ۳۹)

"الشیخ العالم الکبیر المحدث محمد فاخر بن محمد یحییٰ بن محمد امین العباسی السلفی" رحمہ اللہ کے بارے میں انور اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! اس آمین بالجہر کہنے والے کا تعارف بھی بقول مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد سن لیں۔ مولانا فرماتے ہیں، آج کل اس (تقویۃ الایمان بحث) کو اٹھانے والے حضرت فاخر صاحب الٰہ آبادی ہیں جن کا ذکر خیر اہلحدیث مورخہ ۵/ستمبر میں ہو چکا ہے۔ ان ہی صاحب نے اخبار شوکت بمبئی مورخہ ۳۱/اگست میں مولانا شہیدؒ اور مولانا کے ہم صحبت حضرت مولانا عبدالحی مرحوم کو دو کتے کہہ کر دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں..." (ماہنامہ الخیر ج ۲۳ شمارہ نمبر ۱۱ ص ۳۹ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۱۰۲ جلد ۱)

انور صاحب مزید مناظر اسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت کرتا ہوں........."

(الخیر ۲۳/۱۱ ص ۳۹ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ ۱/۱۰۳ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مؤدبانہ عرض ہے کہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

(دیکھئے بزم ارجمنداں از محمد اسحاق بھٹی ص ۱۴۳)

یا ۱۲۸۷ھ کو آپ پیدا ہوئے۔

(دیکھئے تفسیر ثنائی کا آخری حصہ ص ۸۳۳ مطبوعہ: بلال گروپ آف انڈسٹریز کراچی لاہور)

انگریزی حساب سے آپ ۱۸٦۸ عیسوی کو پیدا ہوئے، دیکھئے کتاب "حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری" از فضل الرحمٰن بن میاں محمد (ص ۲۸) و تفسیر ثنائی کا آخری حصہ (ص ۸۳۳)

وبزم ارجمنداں (ص ۱۴۳)

عبدالقدوس ہاشمی صاحب کی ''تقویم تاریخی'' (ص ۳۲۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۵ھ کی تاریخ ہی راجح ہے۔ معلوم ہوا کہ محدث فاخر الٰہ آبادی رحمہ اللہ کی وفات کے (ایک صدی سے زیادہ عرصے کے) بعد ثناء اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے تھے لہٰذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فاخر الٰہ آبادی سے ان کی کبھی ملاقات ہوئی ہو یا وہ ان کے دوست رہے ہوں۔

تقویۃ الایمان والے شاہ اسماعیل بن عبدالغنی الدہلوی ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

(دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۶۶ وحیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی ص ۲۵)

لہٰذا اس بات کا تصور بھی ممکن نہیں ہے کہ محدث فاخر الٰہ آبادی رحمہ اللہ نے اسماعیل دہلوی کی پیدائش سے پہلے ان کی کتاب تقویۃ الایمان پر رد کیا ہو۔!

کیا دیوبندی حلقے میں ایسا کوئی شخص موجود نہیں جو انوار اوکاڑوی صاحب کو سمجھائے کہ محدث فاخر الٰہ آبادی جنھوں نے جامع مسجد دہلی میں آمین بالجہر کہی تھی علیحدہ شخص تھے اور ثناء اللہ امرتسری کے دوست فاخر الٰہ آبادی علیحدہ شخص تھے۔۔!؟

تنبیہ (۱): جامع مسجد دہلی میں کسی خاص دور میں آمین بالجہر کا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ پورے ہندوستان میں کہیں بھی آمین بالجہر نہیں ہوتی تھی اور نہ اس بات کی دلیل ہے کہ محدث فاخر الٰہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) کی پیدائش سے صدیوں پہلے ہندوستان میں آمین نہیں کہی جاتی تھی۔

تنبیہ (۲): محدث فاخر رحمہ اللہ کے بارے میں ابوالحسن ندوی کے والد عبدالحیٔ الحسنی فرماتے ہیں: ''وكان فريد زمانه في الاقبال على الله والاشتغال بالعبادة والمعاملة الربانية قدغشيه نور الإيمان وسيماء الصالحين ، انتهى اليه الورع وحسن السمت والتواضع والاشتغال بخاصة النفس، واتفق الناس على الثناء عليه والمدح لشمائله وصار مشاراً إليه في هذا الباب ،وكان لا يتقيد بمذهب ولا يقلد في شيً من أمور دينية بل كان يعمل بنصوص

الکتاب والسنة ویجتهد برأیه وھو أھل لذلك '' (نزہۃ الخواطرج ۶ص ۳۵۱)

عبارت کا مفہوم یہ ہے: وہ اللہ کی طرف رجوع، عبادت میں مشغولیت اور ربانی معاملے میں یکتائے روزگار تھے۔ صالحین کے نشان اور نورِ ایمان نے انھیں ڈھانپ رکھا تھا، پرہیز گاری، بہترین وقار، تواضع اور خاص اپنے معاملات سے مشغول ہونے کا ان پر خاتمہ ہے۔ آپ کی تعریف وثنا اور مدحِ سیرت پر (تمام) لوگوں کا اتفاق ہے۔ اس باب میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔ وہ کسی (فقہی) مذہب کی قید نہ اختیار کرتے اور امورِ دینیہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ نصوص کتاب وسنت پر عمل کرتے اور (مسائل غیر منصوصہ میں) اجتہاد کرتے اور وہ اس کے اہل تھے۔ [انتہی]

حکیم عبدالحیٔ الحسنی نے فاخر رحمہ اللہ کو ''الشیخ العالم الکبیر المحدث.... أحد العلماء المشھورین'' قرار دیا ہے۔ ایسے عالم کبیر اور محدث شہیر کے خلاف انور اوکاڑوی صاحب وغیرہ کی ہرزہ سرائی کیا معنی رکھتی ہے؟

اوکاڑوی جھوٹ نمبر ②:

انور اوکاڑوی صاحب کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بہر حال یہ رسالہ حقیقت میں جنوری ۲۰۰۰ء سے پہلے کا شائع ہو چکا ہے۔'' الخ

(ماہنامہ الخیر، نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۴)

عرض ہے کہ یہ (رسالہ یا) کتاب مئی ۲۰۰۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اس سے پہلے یہ شائع نہیں ہوئی بلکہ اس کتاب کے قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ امین اوکاڑوی صاحب کی ''خدمت'' میں بھیجی گئی تھی جس کا انھوں نے جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء کے ماہنامہ الخیر میں جواب دینے کی کوشش کی تھی۔

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے جس قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ اوکاڑوی صاحب کو بھیجی تھی اُس کی اصل میرے پاس محفوظ ہے۔ اس اصل کے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہوا ہے: ''۲۰۰۰-۱-۱۱''

یہ تاریخ کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے اس طرح چھپ گئی: ''۲۰۰۰-۱۰-۱۱''

(امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۱)

کافی عرصہ پہلے کمپوزنگ کی اس غلطی کا پتا چل گیا تھا اور ناشر کو تحریری اطلاع دے دی گئی تھی اب ایڈیشن ختم ہونے کی صورت میں یہ کتاب دوبارہ چھپے گی تو اس غلطی کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

جو شخص اصل مسودہ دیکھنا چاہے وہ ہمارے پاس تشریف لا کر دیکھ سکتا ہے۔ والحمدللہ

یاد رہے کہ کمپوزنگ کی غلطیاں، پوری کوشش اصلاح کے باوجود، بعض اوقات رہ جاتی ہیں۔

مثلاً آل دیوبند کی تحریروں میں کمپوزنگ کی چند غلطیاں درج ذیل ہیں:

- ''تقاقب'' (ماہنامہ الخیر، نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۸) [صحیح ''تعاقب'' ہے]
- ''وسلام علی عبداہ الذین اصطفیٰ'' (ایضاً ص ۱۳) [صحیح ''علی عبادہ الذین اصطفیٰ'' ہے]
- ''البتہ اثری صاحبؒ نے ترجمہ اردو صحیح کیا ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر، از حبیب اللہ ڈیروی ص ۶۱ مطبوعہ ستمبر ۲۰۰۲ء)

ارشاد الحق اثری صاحب کے ساتھ حبیب اللہ ڈیروی کا ''ؒ'' یعنی رضی اللہ عنہ لکھنا عجیب وغریب ہے۔!؟

دیوبندی حضرات سے گزارش ہے کہ کمپوزنگ اور سہو وخطا والی غلطیوں کا مذاق اُڑانے کے بجائے مدلل و باحوالہ بحث کریں تاکہ عام لوگوں کو فریقین کا موقف سمجھنے میں آسانی ہو۔

تنبیہ (۲): راقم الحروف اور عام اہل حدیث کو عام آل دیوبند اور اوکاڑوی گروپ سے شکایت ہے کہ وہ مخالف کے دلائل کا جواب دینے کے بجائے ادھر اُدھر کی باتیں لکھ کر اپنے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''ہم نے جواب دے دیا ہے۔''

اسی وجہ سے راقم الحروف نے امین اوکاڑوی صاحب کے مکمل مضمون کو متن میں رکھ کر مکمل و دندان شکن جواب دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ ''اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں، اگر وہ انھیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل و کالعدم سمجھا جائے گا۔'' (امین اوکاڑوی کا تعاقب، طبع ۲۰۰۵ء ص ۷۱ و مخطوطہ ص ۵۰)

اس مطالبے کا مذاق اُڑاتے ہوئے انوراوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے'' (ماہنامہ الخیر جلد ۲۳ شمارہ: ۱۰ ص ۲۳)

مؤدبانہ عرض ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی کتاب ''مطالعۂ بریلویت حصہ دوم'' کے شروع میں ''اعلان وانتباہ'' لکھا ہوا ہے کہ: ''دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب ''انوارِ ساطعہ'' عوام کے سامنے آئی تھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے ''انوارِ ساطعہ'' کو متن بنا کر ذیل میں ''براہین قاطعہ'' کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تا کہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہٰذا ہدیہ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہٰذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابل اعتناء سمجھا جائے گا۔ جب تک کوئی جواب کتاب ہٰذا کے پورے متن کا حاصل نہ ہوگا اسے کتاب ہٰذا کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہٰذا۔ حافظ محمد اسلم عفا اللہ عنہ، ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ: فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان: ۵/اکتوبر ۱۹۸۵ء'' (مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۶، اشاعت اول ۱۹۸۶ء)

کیا خیال ہے، انوراوکاڑوی صاحب اپنے حافظ محمد اسلم، ڈاکٹر خالد محمود، خلیل احمد سہارنپوری اور رشید احمد گنگوہی صاحب پر بھی ''یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے'' کا فتویٰ لگا دیں گے؟!

ایک ہی کام دیوبندیوں کے نزدیک ایک جگہ صحیح و جائز ہے اور یہی کام وہ وہاں ناجائز سمجھتے ہیں جہاں اُن کے مفادات پر زد پڑتی ہو۔ سبحان اللہ! کیا انصاف اسی کا نام ہے؟!

آخر میں عرض ہے کہ جس کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' کا جواب دینے کی انور اوکاڑوی صاحب کوشش کر رہے ہیں اس کے مقدمۃ الکتاب کا پہلا حوالہ درج ذیل ہے:

''اوکاڑوی صاحب دن رات، اہل حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر خوب مذاق اڑایا کرتے اور اہل حق: اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے تھے، جبکہ اس کے سراسر برعکس مفتی

کفایت اللہ الدہلوی: دیوبندی (متوفی ۱۹۵۲ء) فرماتے ہیں:

''جواب۔ ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے'' (کفایت المفتی: ۳۲۵/۱ جواب نمبر: ۳۷۰'')

(امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۵)

اس پہلے حوالے کا ہی انور اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی وجہ سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ میری پوری عبارتیں مکمل نقل کر کے ان کا جواب دیا جائے۔

انور اوکاڑوی صاحب! مفتی کفایت اللہ الدہلوی صاحب کا ترک تقلید والے اہل حدیث کو اہل سنت والجماعت میں داخل سمجھنا صحیح ہے یا غلط؟

اگر صحیح ہے تو پھر اوکاڑوی صاحب پر کیا فتویٰ لگے گا جو کہ اہل حدیث کو اہل سنت نہیں سمجھتے تھے؟! [۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ]

اہل الحدیث اور سلفی العقیدہ علماء و عوام کے خلاف اوکاڑوی پارٹی کا سارا پروپیگنڈا درج ذیل اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔ اختلافی مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ۔

۲۔ سوالات کرنا مثلاً کیا بھینس حلال ہے؟

۳۔ طعن و تشنیع، کذب و افترا اور بہتان طرازی، مثلاً ''غیر مقلد'' و ''لامذہب'' وغیرہ کہہ کر مذاق اڑانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔

۴۔ وحید الزمان وغیرہ متروکین کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا۔

اب ان اقسام کا مختصر تعارف مع تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

۱۔ اختلافی مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ۔

عرض ہے کہ اہلِ حدیث اور آلِ دیوبند کے درمیان اصل اختلاف یہ اختلافی مسائل نہیں ہیں بلکہ اختلاف کی بنیادی وجہ عقائد و اُصول ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ اسی مضمون میں

آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

ان فروعی اختلافی مسائل میں آلِ دیوبند کا اہلِ حدیث سے بحث و مناظرہ کرنا سرے سے مردود ہے۔

دلیل اول: اہلِ حدیث کے یہ تمام مسائل احادیثِ صحیحہ، آثارِ صحابہ، آثارِ تابعین اور ائمۂ کرام سے ثابت ہیں مثلاً فاتحہ خلف الامام صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے کتاب القراءت للبیہقی (ص ۶۴ ح ۱۲۱ وسندہ حسن، وقال البیہقی رحمہ اللہ: وھذا إسناد صحیح ورواتہ ثقات)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تُو بھی اسے پڑھ اور امام سے پہلے اسے ختم کر لے۔

(جز القراءۃ للبخاری: ۲۸۳ وسندہ صحیح وقال النیموی فی آثار السنن: ۳۵۸ ''وإسنادہ حسن'')

حسن بصری (تابعی) نے فرمایا: امام کے پیچھے ہر نماز میں سورۂ فاتحہ اپنے دل میں (سراً) پڑھ۔ (کتاب القراءۃ ص ۱۰۵ ح ۲۴۲ والسنن الکبریٰ ۱۷۱/۲ وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ (فقیہ مشہور اور امام اہل الشام) نے فرمایا: امام پر یہ (لازم و) حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بعد ایک سکتہ کرے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے اور جلدی پڑھ کر ختم کر لے پھر کان لگا کر سنے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۰۶ ح ۲۴۷ وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ (فقیہ مشہور وامام من الائمۃ الأربعۃ عندھم) فرماتے ہیں:

''کسی آدمی کی نماز جائز نہیں ہے جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے۔ چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری، مقتدی پر یہ لازم ہے کہ سری اور جہری (دونوں نمازوں) میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔'' (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۵۸ ح ۹۲۸ وسندہ صحیح)

اس قول کے راوی ربیع بن سلیمان المرادی نے کہا: ''یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا آخری قول ہے جو ان سے سنا گیا'' (معرفۃ السنن والآثار ۵۸/۲)

اس آخری قول کے مقابلے میں کتاب الام وغیرہ کے کسی مجمل ومبہم قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ اسے اس صریح نص کی وجہ سے منسوخ سمجھا جائے گا۔لہٰذا دیوبندیوں کا ان اختلافی مسائل میں اہلِ حدیث پر حملے کرنا اور طعن وتشنیع کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

دلیل دوم: دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) برحق ہیں۔جن اختلافی مسائل کی وجہ سے یہ لوگ اہلِ حدیث پر اعتراضات کرتے ہیں، یہ تمام مسائل شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں سے ثابت ہیں۔ والحمد للہ

مثلاً شافعیہ مسبوق کی تخصیص کے ساتھ فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے قائل ہیں۔

(دیکھئے کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ج۱ص۲۲۹)

شافعی حضرات رفع یدین کے قائل ہیں۔

(دیکھئے عبدالرحمٰن الجزیری کی الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ج۱ص۲۵۰)

شافعیہ وحنابلہ کا اتفاق ہے کہ سری نماز میں سری آمین اور جہری نماز میں جہری آمین کہنا چاہئے۔(دیکھئے الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ج۱ص۲۵۰)

یہی حال دوسرے مسائل کا ہے۔اس کے باوجود آلِ دیوبند اپنے عوام کو یہ کہہ کر دھوکا دیتے ہیں کہ ''یہ غیر مقلدین کا مسلک ہے اور یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے''

انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے ہیں اس پر بالکل اعتراض نہ کریں۔

۲: سوالات کرنا مثلاً کیا بھینس حلال ہے؟ مثلاً دیکھئے امین اوکاڑوی کا رسالہ ''غیر مقلدین سے دوسو سوالات'' (۱۶۳ص۴۷) اور مجموعہ رسائل (ج۱ص۵۰۴ طبع اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اس قسم کے سوالات سے اوکاڑوی پارٹی کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث غیر مکمل ہے(!) اور اسے دیوبندی علماء نے آکر مکمل کیا ہے۔ **(نعوذ باللہ من ذالک)**

اس پر (تمام مسلمانوں کا) اجماع ہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔(الاجماع لابن المنذر:۹۱)

امت کے اس اجماع کے خلاف اوکاڑوی اعتراضات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

اوکاڑوی پارٹی والے مختلف باطل شرطوں کے ساتھ سوالات گھڑ کر اہلِ حدیث سے جوابات

پوچھتے رہتے ہیں۔امین اوکاڑوی صاحب بذاتِ خود فرماتے ہیں: ''مدعی سے خاص دلیل کا مطالبہ کرنا کہ یہ خاص قرآن سے دکھاؤ یا خاص ابوبکرؓ وعمر فاروقؓ کی حدیث دکھاؤ یا خاص فلاں فلاں کتاب سے دکھاؤ یہ محض دھوکا اور فریب ہے''

(مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۹۷ تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)

اوکاڑوی صاحب اپنے ایک ''حضرت'' سے نقل کرتے ہیں کہ: ''فرمایا مدعی سے بھی دلیل کا مطالبہ تو کیا جا سکتا ہے مگر دلیل خاص کا مطالبہ جائز نہیں ہوتا۔یہ تو کافروں کا طریقہ تھا.....''

(مجموعہ رسائل ج ۴ ص ۱۲۰ مطبوعہ نومبر 1995ء مضمون: میں حنفی کیسے بنا؟)

اوکاڑوی صاحب کی ان عبارتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اب دل تھام کر ان کا اہلِ حدیث سے پہلا سوال سنیں۔

''کیا قرآن پاک میں نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ بالترتیب وبالتفصیل موجود ہے؟''

(مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۳۷۳، غیر مقلدین سے دوسو سوالات ص ۵، سوال نمبر ۱)

اب اگر کوئی اہلِ حدیث قرآن مجید سے نماز کا مکمل طریقہ بالترتیب وبالتفصیل ثابت نہیں کر سکے گا تو دیوبندیوں کی فتح ہو جائے گی، پھر نعرے بلند ہوں گے کہ نعرۂ تکبیر، اوکاڑوی صاحب زندہ باد !! حالانکہ اوکاڑوی صاحب بذاتِ خود اس قسم کے سوالات کو'' کافروں کا طریقہ'' قرار دے چکے ہیں۔

۳: طعن وتشنیع، کذب وافترا اور بہتان طرازی، مثلاً ''غیر مقلد'' و ''لامذہب'' وغیرہ کہہ کر مذاق اُڑانا اور یہ دعویٰ کرنا کہ اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔

طعن وتشنیع، کذب وافترا اور بہتان طرازی کا تو دیوبندیوں کو، مرنے کے بعد حساب دینا پڑے گا۔ان شاء اللہ

دیوبندیوں کے ''حکیم الامت'' اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' (مجالس حکیم الامت ص ۳۴۵)

ائمۂ اربعہ کے بارے میں طحطاوی حنفی فرماتے ہیں:

"وهم غیر مقلدین" اور وہ غیر مقلدین تھے۔ (حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۱)

معلوم ہوا کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو "غیر مقلد" کہہ کر مذاق اُڑانے والے دراصل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر حملہ کرتے ہیں کیونکہ امام صاحب ان کے نزدیک بھی غیر مقلد تھے۔

محمد امین ابن عابدین شامی نے لکھا ہے:

"قالوا: العامي لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتيه..." انھوں نے کہا کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس کا وہی مذہب ہوتا ہے جو اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے۔

(رد المختار علی الدر المختار ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ: المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ بلوچستان)

ابن عابدین کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام دیوبندی مقلدین لا مذہب ہیں۔

یہ کہنا کہ "اہلِ حدیث کا وجود انگریزوں کے دور سے ہے۔" بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس کی تردید کے لئے یہی کافی ہے کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتیب فکر قائم ہو گئے ہیں یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اسی زمانے سے لے کر آج تک انھی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا"

(احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۶)

اس دیوبندی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کا وجودِ مسعود ۱۰۱ھ یا ۲۰۱ھ سے روئے زمین پر ہے۔ والحمدللہ

مفتی کفایت اللہ دیوبندی لکھتے ہیں:

"جواب۔ ہاں اہلِ حدیث مسلمان ہیں اور اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترکِ تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہلِ سنت والجماعت سے تارکِ تقلید باہر ہوتا ہے۔" (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر: ۳۷۰)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ اہلِ سنت کا وجود مسعود، انگریزوں کے دور سے بہت پہلے کا ہے۔

دوسری طرف خود دیوبندیوں کا وجود نا مسعود ۱۸۶۷ عیسوی، انگریزی دور میں مدرسہ دیوبند کے آغاز سے ہے جس کی بنیاد محمد قاسم نانوتوی صاحب نے مُنّے شاہ کے ذریعے رکھی تھی۔ جو لوگ بذاتِ خود انگریزی دور کی پیداوار ہیں وہ اب اہلِ حدیث کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔

اب چند حوالے پیش خدمت ہیں جن سے آلِ دیوبند کا انگریز نواز ہونا ثابت ہوتا ہے اور پورا فرقۂ آلِ دیوبند اپنے ہی ان حوالوں کے جواب سے ''صمٌ بکمٌ'' ہو کر عاجز ہے۔

حوالہ نمبر۱: انگریز سرکار کے ساتھ محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے تعلقات کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں: ''جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ص ۷۹)

سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ''مہربان سرکار'' سے مراد انگریز سرکار ہے۔

حوالہ نمبر۲: دیوبندیوں کے مولوی فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کہا: ''لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔''

(حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ص ۱۰۳، علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴ص ۲۸۰)

حوالہ نمبر۳: لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے مدرسہ دیوبند کے بارے میں کہا: ''یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے''

(محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۲۱۷، فخر العلماء ص ۶۰)

حوالہ نمبر۴: محمد احسن نانوتوی نے ۱۸۵۷ء کو تقریر کرتے ہوئے انگریزی حکومت کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا: ''حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے''

(محمد احسن نانوتوی ص ۵۰)

حوالہ نمبر۵: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے فرمایا:

''ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے میں نے کہا کہ محکوم بنا کر رکھیں کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر

رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت اور آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے......" (ملفوظات حکیم الامت ج ٦ ص ٥٥ ملفوظ: ١٠٧)

معلوم ہوا کہ انگریزوں نے دیوبندیوں کو (بہت) آرام پہنچایا ہے۔ یہ کیوں پہنچایا ہے؟ اس کا جواب شاید انور اوکاڑوی صاحب دے دیں۔!!

جو لوگ بذاتِ خود ملکہ وکٹوریہ کے ایجنٹ تھے ان کے پیروکار "چور مچائے شور: چور چور" کے اصول کے پیشِ نظر اہلِ حدیث کو انگریزی دور کی پیداوار کہہ رہے ہیں۔ کچھ تو شرم کریں۔!

۴: وحید الزمان وغیرہ متروکین کے حوالے اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا۔

میں نے "متروکین" اس وجہ سے لکھا ہے کہ امین اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

"کیونکہ نواب صدیق حسن خاں، میاں نذیر حسین، نواب وحید الزماں، میر نور الحسن، مولوی محمد حسین اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں، اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن و حدیث کے مسائل لکھے ہیں لیکن غیر مقلدین کے تمام فرقوں کے علماء اور عوام بالاتفاق ان کتابوں کو غلط قرار دے کر مسترد کر چکے ہیں بلکہ برملا تقریروں میں کہتے ہیں کہ ان کتابوں کو آگ لگا دو۔" (مجموعہ رسائل ج ١ ص ٢٢، تحقیق مسئلہ تقلید ص ٦)

اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میاں نذیر حسین وغیرہ میرے نزدیک متروک ہیں۔ اس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ اوکاڑوی کے نزدیک وحید الزمان اور صدیق حسن خان کے تمام حوالے اہلِ حدیث علماء اور اہلِ حدیث عوام کے نزدیک بالاتفاق غلط اور مسترد ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اوکاڑوی پارٹی والے ان حوالوں کو اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرتے ہیں۔!

قارئین کرام! مسلک اہلِ حدیث قرآن و حدیث پر سلف صالحین کے اتفاقی فہم کی روشنی میں عمل کرنے کا نام ہے۔ قرآن و حدیث سے اجماعِ امت کا حجت ہونا ثابت ہے لہٰذا اجماع شرعی حجت ہے۔ قرآن و حدیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے لہٰذا اجتہاد کرنا اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز ہے۔ اہلِ حدیث کے نزدیک کتاب و سنت اور اجماع کے صریح

مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔

اہلِ حدیث اپنے علمائے کرام کا احترام کرتے ہیں لیکن انھیں معصوم نہیں سمجھتے۔ایک مشہور اہلِ حدیث عالم علی محمد سعیدی صاحب نے لکھا ہے:

''اصول کی بنا پر اہلِ حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۶)

اس سنہری اصول سے ثابت ہوا کہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ کے فتاویٰ کو اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔اہلِ حدیث حق پرست تو ہیں لیکن اکابر پرست، قبر پرست اور خود پرست نہیں۔ اہلِ حدیث کے نزدیک علمائے کرام کا وہ مقام نہیں جو دیوبندیوں نے اپنے علماء واکابر کو دے رکھا ہے۔اب آلِ دیوبند کے چند حوالے سن لیں۔

۱: عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے لکھا ہے: ''واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے'' (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۳)

۲: دیوبندی تبلیغی جماعت کے ''شیخ الحدیث'' زکریا صاحب نے اپنے دو بزرگوں رائے پوری اور مدنی صاحب کے بارے میں کہا:

''میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر میں ڈالنا باعثِ نجات اور فخر اور موجبِ عزت سمجھتا ہوں۔'' (آپ بیتی ج ۱ ص ۴۵۹)

۳: دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی الیاس صاحب کی نانی کے بارے میں عزیز الرحمٰن دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ''جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں جن سے آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب وغریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی۔''

(تذکرہ مشائخ دیوبند، حاشیہ ص ۹۶)

محمد عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

''پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد وعورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۹۶، ۹۷)

مسلمانو دیکھو! دیوبندی مذہب والے لوگ کتنے بڑے اکابر پرست ہیں کہ اپنے ایک بزرگ کی نانی کے پاخانے ، ٹٹی کو سونگھتے ، سنگھاتے ہیں اور تبرک بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

انور اوکاڑوی صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے سوال ہے کہ کیا انھوں نے بھی یہ تبرک سونگھا یا سنگھایا ہے اور کیا اس تبرک میں سے انھیں بھی کچھ حصہ ملا ہے؟

اہلِ حدیث کے نزدیک سید نذیر حسین دہلوی ہوں یا ثناء اللہ امرتسری، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہوں یا حافظ ابن القیم، امام بخاری ہوں یا امام مسلم، ثقہ بالاتفاق امام زہری ہوں یا امتِ مسلمہ کا کوئی بڑے سے بڑا عالم ہو، ہم ان سے محبت کرتے ہیں، جائز عقیدت رکھتے ہیں لیکن ان کی تقلید نہیں کرتے ، اندھی عقیدت نہیں رکھتے ، ان کے نام پر فرقہ وارانہ مذاہب نہیں بناتے اور نہ شخصیت پرستی کرتے ہیں۔ ان کے اقوال وتحقیقات اگر کتاب وسنت واجماع کے مطابق ہوں تو سر آنکھوں پر، اور اگر خلاف ہوں تو ان اقوال وتحقیقات کو رد کر کے دیوار پر دے مارتے ہیں۔

ہمارا منہج ، مسلک ، مذہب، عقیدہ اور طرزِ عمل انتہائی آسان اور سیدھا سادہ ہے۔ قرآن ، حدیث اور اجماع پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل اور عندالضرورت اجتہاد جائز، لیکن اس اجتہاد کو دائمی اور قانونی شکل نہیں دی جائے گی۔

میں بذاتِ خود پٹھانوں کے ایک غیر اہلِ حدیث خاندان سے تعلق رکھتا ہوں، میں جب چھوٹا نابالغ بچہ تھا تو میرا ایک رشتہ دار، جو ہمارے گاؤں میں دیوبندیوں کا سردار، سخت انتہا پسند تبلیغی ہے، اُس نے امام بخاری رحمہ اللہ کو ماں، بہن کی گالیاں دی تھیں۔ صحیح بخاری کی محبت نے مجھے کھینچ لیا اور میں نے مسلک اہلِ حدیث قبول کرلیا، مجھ پر قاتلانہ حملے کرنے والو سُن لو! جب تک میری جان میں جان ہے، جسم میں روح ہے، ہاتھ، زبان، آنکھ، کان اور

دماغ کی طاقت ہے میں قرآن وحدیث اور اجماع کا دفاع کرتا رہوں گا، مسلکِ اہلِ حدیث کا دفاع کرتا رہوں گا۔ (إن شاء اللّٰہ)

اگر اللہ رحمٰن ورحیم نے میرے گناہ معاف فرما دیئے، مجھے جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا تو پھر میرے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اللّٰھم اغفر وارحم

ٹٹی اور پاخانے کو تبرک بنا کر رکھنے والے دیوبندیو! تم اہلِ حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

والحمد للّٰہ علی ذلك

تنبیہ بلیغ: میرے نزدیک اگر کوئی دیوبندی وغیرہ اہلِ حدیث ہو جائے تو صرف یہ ہو جانا مسلکِ اہلِ حدیث کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کوئی اہلِ حدیث بنے یا نہ بنے مسلک اہلِ حدیث حق ہے اور یہی طائفہ منصورہ ہے۔ لوگوں کا مذاہب ومسالک تبدیل کرنا کبھی کسی مسلک کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہوتا۔

آپ نے اہلِ حدیث کے خلاف دیوبندی پروپیگنڈے کی اقسام پر تبصرہ پڑھ لیا اب ''اہلِ حدیث اور دیوبندیوں کے درمیان اصل اختلاف کیا ہے'' پیشِ خدمت ہے:

لوگو! اہلِ حدیث کا دیوبندیوں کے ساتھ اصل اختلاف: فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنا اور قیام اللیل (تراویح) پر نہیں ہے اور قطعاً نہیں بلکہ صرف اور صرف اصل اختلاف عقائد واصول میں ہے۔ اس کی تفصیل تو میری کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' میں ہے تاہم فی الحال دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ دیوبندیوں کے پیر اور سید الطائفۃ الدیوبندیہ حاجی امداد اللہ صاحب اپنے اشعار میں نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''یا رسولِ کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے''

(کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱ نالۂ امداد غریب ص ۴، ۵)

یہ عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ حاجی صاحب ــــ نبی کریم ﷺ کو ''مشکل کشا'' کہتے اور سمجھتے ہیں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کو مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ عقیدہ ﴿وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴾ اور اے اللہ ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں (الفاتحہ: ۵) کے سراسر خلاف ہے پھر بھی اشرف علی تھانوی صاحب یہ فرماتے ہیں:

''حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہلِ حق کے ہیں'' (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۷۰)

رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''ہم تو حضرت حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی یوں کہے کہ حضرت حاجی صاحب کی پیدائش سے پہلے اور آسمان زمین تھے۔ خدا تعالیٰ نے حاجی صاحب کی خاطر سے نیا آسمان اور نئی زمین پیدا فرمادی تو ہم اس کا بھی یقین کرلیں۔ ہم تو حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں۔''

(حسن العزیز/ملفوظات اشرفیہ ج ۱ ص ۵۴۲)

قاری محمد طیب دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ، جو گویا پوری اس جماعت دیو بند کے شیخ طائفہ ہیں''

(خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۰۶)

بریلویوں پر مشرک کا فتویٰ لگانے والو! کیا کبھی اپنے گھر کی بھی خبر لی ہے؟

حاجی امداد اللہ صاحب بھی رسول اللہ ﷺ کو مشکل کشا کہہ کر مدد کے لئے پکارتے ہیں اور آلِ بریلی بھی اسی عقیدے پر گامزن ہیں۔

۲۔ حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں......''

(کلیات امدادیہ ص ۳۵، ۳۶ و ضیاء القلوب ص ۲۸، ۲۹)

اصل کتاب میں پورے سیاق وسباق کے ساتھ یہ عبارت پڑھ لیں۔ اس عبارت سے صاف

ثابت ہے کہ حاجی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ برزخ البرازخ کے مقام پر پہنچ کر ''باطن میں خدا ہو جاتا ہے''

بندے کا خدا ہو جانا قرآن کی کس آیت، نبی کریم ﷺ کی کس حدیث یا کس دلیل سے آلِ دیوبند نے بنایا ہے؟ جن لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو اللہ کا جزء بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ اللہ پاک اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ لوگ (اس کے بارے میں) کہتے ہیں۔ (بنی اسرآئیل:۴۳)

نیز دیکھئے سورۃ الاعراف (آیت نمبر: ۱۹۰)

۳۔ دیوبندی مذہب کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب، نبی کریم ﷺ کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں:

'' مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا   نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار''

'' جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا   بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار''

(قصائد قاسمی ص ۸)

'' رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ   جو تُو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار''

(قصائد قاسمی ص ۹)

ان اشعار میں نانوتوی صاحب یہ عقیدہ بتا رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی بھی نانوتوی صاحب کا حامی کار نہیں ہے لہٰذا وہ نبی ﷺ کو مافوق الاسباب پکار رہے ہیں کہ میری مدد کریں، میری کشتی کو کنارے لگا دیں۔

یہ نانوتوی صاحب وہی ہیں جو لکھتے ہیں:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' (تحذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی نمبر ۱)

اب اس کی تاویل میں نانوتوی وغیرہ کے جتنے بھی دوسرے اقوال پیش کریں یہ عبارت اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کی وفات کے بعد بالفرض

اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ ہے وہ طریقۂ استدلال جو مرزائی مذہب والے لوگ دن رات پیش کر رہے ہیں۔ عرض ہے کہ نبی پیدا ہونے والی بات کہاں سے آگئی؟ ''لا نبي بعدي'' وغیرہ نصوص شرعیہ کی رُو سے کسی نبی کا پیدا ہونا محال اور ناممکن ہے۔ اگر معاذ اللہ ان تمام نصوصِ شرعیہ کو رد کر کے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے یا کسی نبی کے پیدا ہونے کے باوجود بھی ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا تو عرض ہے کہ فرق بالکل آتا ہے، اس قول سے تو ختمِ نبوت والا عقیدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ''اگر بالفرض اللہ کا کوئی شریک پیدا ہو جائے تو توحید میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔'' تو ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص بالکل جھوٹا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ کہ ''اللہ کا شریک پیدا ہو جانے سے توحید میں کوئی فرق نہیں آئے گا'' بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ اس طرح تو توحید سرے سے ہی ختم ہو جائے گی اور ساری کائنات فساد و تباہی کا شکار ہو جائے گی۔

جس طرح اللہ کا کوئی شریک نہیں، شریک کا پیدا ہونا محال، ناممکن اور باطل ہے اسی طرح نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ نبی کا پیدا ہونا محال، ناممکن اور باطل ہے۔

۴۔ دیوبندی مذہب کے تیسرے بڑے ''امام'' رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

''یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ......''

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۸/۹۸ او اللفظ لہ، مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰)

اس عبارت میں گنگوہی صاحب نے صاف صاف یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ: ''یا اللہ....اور وہ جو میں (یعنی گنگوہی) ہوں وہ تُو (یعنی اللہ) ہے اور میں اور تُو (کہنا) خود شرک در شرک ہے۔'' معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب اپنے آپ کو خُدا سمجھتے تھے۔ وہ گنگوہی اور خُدا میں فرق کرنا شرک سمجھتے تھے۔ ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

۵۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی اپنے ''امام ربانی'' رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے

میں لکھتے ہیں:

''جس زمانہ میں مسئلہ امکان کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے۔ سائیں توکل شاہ صاحب نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر مُنہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے لوگو تم کیا سمجھتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا دیکھ رہا ہوں۔'' (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۳۲۲)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب امکان کذبِ باری تعالیٰ (یعنی دیوبندیوں کے نزدیک: اللہ جھوٹ بول سکتا ہے) کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امکان کا مطلب ہے ہوسکنا، اور کذب کا معنی جھوٹ ہے، باری تعالیٰ، اللہ کو کہتے ہیں۔ یہاں خلف وعید کا مسئلہ نہیں بلکہ امکانِ کذب کا مسئلہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ اور اللہ سے کس کا قول سچا ہے۔ (النسآء: ۱۲۲)

ان لوگوں کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا باطل اور گستاخانہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۶۔ دیوبندی مذہب کے ایک بڑے بزرگ ''حکیم الامت'' اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۴)

درج ذیل اشعار میں تھانوی صاحب اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی کو ان الفاظ میں پکارتے ہیں:

'' آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمدؒ وقت ہے امداد کا ''

(امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ: ۲۸۸ نیز دیکھئے شمائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴)

معلوم ہوا کہ دیوبندی اکابر کے نزدیک دنیا میں آسرا صرف نور محمد جھنجھانوی ہے۔ وہ دنیا میں اور قیامت کے دن بھی امداد کے لئے صرف اسے ہی پکاریں گے۔!

۷۔ اشرفعلی تھانوی صاحب اپنی ایک مشہور کتاب میں لکھتے ہیں:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔'' (حفظ الایمان ص ۱۳)

اس انتہائی دل آزار عبارت میں ''ایسا علم غیب'' کے لفظ سے کیا مراد ہے، اس کی تشریح میں حسین احمد ٹانڈوی مدنی صاحب فرماتے ہیں: ''لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے'' (الشہاب الثاقب ص ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب نے نبی ﷺ کے علم کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ (معاذاللہ ثم معاذ اللہ)

یاد رہے کہ اس صریح گستاخی سے تھانوی صاحب کا توبہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

۸۔ دیوبندیوں کا مشہور مناظر محمد امین اوکاڑوی ایک حدیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے لکھتا ہے: ''لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۴۸۸ غیر مقلدین کی غیر مستند نماز: ۱۹۶)

اس عبارت میں نبی کریم ﷺ کی سخت گستاخی کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ''تجلیات صفدر'' نامی کتاب اوکاڑوی صاحب کی اجازت اور دستخطوں کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ اس خبیث عبارت سے اوکاڑوی صاحب کا توبہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس عبارت کو کاتب کی غلطی قرار دینا بھی غلط اور باطل ہے۔

۹۔ نبی کریم ﷺ بعض اوقات سری نمازوں میں بھی ایک دو آیتیں جہر کے ساتھ پڑھ

لیتے تھے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اس کی تشریح میں اشرفعلی تھانوی صاحب کہتے ہیں: ’’ اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے۔‘‘ (تقریر ترمذی ص ۷۱ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یہ کہنا کہ نبی ﷺ کو خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور اس حالتِ ذوق وشوق میں آپ ایک دو آیتیں جہراً پڑھ لیتے تھے، آپ کی صریح گستاخی ہے۔

۱۰۔ سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ سے عراق تشریف لے گئے تو آپ کو کربلا میں انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ان لوگوں پر لعنت ہو جنھوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا شہید کرنے میں کسی قسم کی بھی مدد اور تعاون کیا۔

محمد حسین نیلوی دیوبندی لکھتا ہے:

’’ایسے تو پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں کرتا...‘‘ (مظلوم کربلا ص ۱۰۰)

یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا تھا، مسلمانوں کے محبوب امام اور نواسۂ رسول کی صریح گستاخی ہے۔

میں نے یہ جتنے حوالے پیش کئے ہیں دیوبندیوں کی اصل کتابوں سے خود نقل کر کے پیش کئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار حوالے ہیں جن میں سے بعض کے لئے میری کتاب ’’اکاذیب آلِ دیوبند‘‘ کا مطالعہ مفید ہے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ دیوبندیوں کے عقائد سراسر کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور باطل ہیں۔

دیوبندی حضرات فروعی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کا بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ محمود حسن دیوبندی ایک شخص کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

’’آپ ہم سے وجوب تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ، و وجوب اتباع قرآنی کی سند کے طالب ہیں۔ (ادلۂ کاملہ ص ۷۸)

یہی محمود حسن صاحب مزید لکھتے ہیں:
''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔''

(ایضاح الادلہ ص ۲۷۶)

ایسے ہی مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی لکھتے ہیں:
''معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا۔اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)
معلوم ہوا کہ دیوبندی مقلدین کے نزدیک ادلۂ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) حجت نہیں ہے اور نہ ان سے استدلال جائز ہے۔
ہم پوچھتے ہیں کہ فروعی اور فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کا دعویٰ کرنے والو! کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ کیا تمھارے عقائد ونظریات بھی امام صاحب کے مطابق ہیں یا نہیں؟ کیا امکانِ نظیر مصطفیٰ ﷺ اور امکانِ کذب باری تعالیٰ کے گندے عقیدے امام صاحب سے بھی ثابت کر سکتے ہو؟ کچھ تو غور کرو!
آخر میں اہلِ حدیث بھائیوں کی خدمت میں عرض ہے کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہمارا اصل اور بنیادی اختلاف نماز روزے کے مسائل میں بالکل نہیں بلکہ اصل اختلاف عقیدے، ایمان اور اصول میں ہے لہٰذا ان لوگوں سے آپ صرف درج ذیل موضوع پر ہی بات کیا کریں۔

☆ عقائد علمائے دیوبند

آپ دیکھیں گے کہ دیوبندی حضرات کس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اپنے عقائد قرآن وحدیث واجماع بلکہ اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ **ولو کان بعضهم لبعض ظهیرًا**
اگر یہ لوگ آپ سے سوال کریں تو صاف کہہ دیں کہ ایک سوال تم کرو اور ایک سوال ہم کریں گے۔تم جواب دو اور ہم بھی جواب دیں گے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۹ محرم ۱۴۲۷ھ)

''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' کا ''امام''
اسماء الرجال کی روشنی میں

(فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے نمازِ نبوی کے مقدمہ میں نماز کے متعلق لکھی گئی بعض ایسی کتابوں کی نشاندہی فرمائی جن میں ضعیف و موضوع روایات موجود ہیں ان ہی میں سے ایک کتاب جناب مسعود احمد بی ایس سی کی ''صلوۃ المسلمین'' ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ مقلدینِ مسعود ان ضعیف و موضوع روایات سے رجوع کر لیتے لیکن اس کے برعکس انھوں نے اپنے رسالے مجلۃ المسلمین میں '' صلوۃ المسلمین کی مدلل احادیث پر اٹھائے جانےِ والے اعتراضات کا جواب'' نامی مضمون شائع کر کے محققین نماز نبوی کو بے جا تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہ مضمون بذریعہ جناب محمد رضوان صاحب/ لاہور، ہم تک پہنچا اور وضاحت طلب کی گئی۔ درج ذیل مضمون میں استاذِ محترم نے نہ صرف فرقۂ مسعودیہ (نمبر:۲) کے اعتراضات کے مدلل و مکمل جوابات دیئے ہیں بلکہ انتہائی اختصار کے ساتھ مسعود احمد صاحب کے تناقضات بھی بیان کر دیئے ہیں۔ واضح رہے کہ ماہنامہ ''الحدیث'' کی اصطلاح میں فرقۂ مسعودیہ (نمبر:۱) سے مسعود الدین عثمانی اور فرقۂ مسعودیہ (نمبر:۲) سے مسعود احمد بی ایس سی کا گروپ مراد ہے۔[حافظ ندیم ظہیر])

جناب محمد رضوان صاحب (لاہوری) کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد:

۱: مسعود احمد بی ایس سی ایک تکفیری خارجی شخص تھا، جس کے مقلدین اُس کی اطاعت کو فرض اور ایمان کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ فرقۂ مسعودیہ کے سرکاری مبلغ عبداللطیف تکفیری نے اُس

شخص کو ''غیر مسلم'' قرار دیا جو مسعود صاحب کی بیعت نہیں کرتا تھا۔

۲: مسعود صاحب کے مقابلے میں کوئی بھی ایسا اہلِ حدیث عالم نہیں ہے جس کی اطاعت فرض اور ایمان کا مسئلہ ہو۔

۳: راقم الحروف نے مسعود صاحب کی کتاب ''صلوۃ المسلمین'' کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ اس میں موضوع روایات کو ''سندہ صحیح'' قرار دیا گیا ہے، دیکھئے مقدمۃ التحقیق/نماز نبوی (ص ۲۱)

تنبیہ: مقدمۃ التحقیق (ص ۱۸) پر ''امام احمد کی کتاب الصلوۃ'' والا حوالہ میرا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ دارالسلام کے کسی شخص کا اضافہ ہے جس پر مدیر مکتبہ دارالسلام لاہور نے تحریراً راقم الحروف سے معذرت کی ہے اور یہ معذرت نامہ میرے پاس محفوظ ہے۔

۴: عمرو بن عبید (کذاب) کے بارے میں ''سید سلیمان مسعودی'' صاحب نے لکھا ہے کہ ''اس لیے کہ عمر بن عبید بھی رجال بخاری میں سے ہے'' (مجلۃ المسلمین، اپریل ۲۰۰۳ء ص ۳۰)

عرض ہے کہ ہمیں عمرو بن عبید کی ایک روایت بھی صحیح بخاری میں نہیں ملی۔ کتاب الفتن، باب إذا التقى المسلمان بسيفيهما (ح ۷۰۸۳) میں ایک ''رجل'' کا ذکر آیا ہے

''عن رجل لم يسمه''

یہ ''رجل'' کون ہے کسی صحیح سند میں اس کا ذکر نہیں۔

حافظ المزی نے بغیر کسی جزم کے ''فقیل'' کے صیغہ تمریض سے لکھا ہے کہ یہ ''عمرو بن عبید'' ہے جبکہ مغلطائی کا خیال ہے کہ یہ ہشام بن حسان ہے۔ اسماعیلی نے (المستخرج الصحیح میں لکھا ہے کہ: ''حدثنا الحسن: حدثنا محمد بن عبيد: حدثنا حماد بن زيد: حدثنا هشام عن الحسن فذكره'' (دیکھئے عمدۃ القاری للعینی ج ۲۴ ص ۱۹۲) لہٰذا یہی قول راجح ہے اور حافظ ابن حجر کا ''فيه بعد'' کہنا صحیح نہیں جس کی مفصل تردید عینی نے کر دی ہے۔ سنن النسائی کی روایت (۷/۱۲۵ ح ۴۱۲۵) بھی اسی کی مؤید ہے۔ والحمدللہ

لہٰذا عمرو بن عبید کو رجال بخاری میں سے قرار دینا غلط ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر

(التقریب:۵۰۷۱)وغیرہ نے اسے رجال بخاری میں ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ،عمرو بن عبید کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے فرماتے ہیں: "ترکه يحيي القطان" (ص۸۸ت ۲۶۹)اور مطر الوراق سے نقل کرتے ہیں کہ "فاعلم أنه كاذب" پس جان لو کہ وہ (عمرو بن عبید) جھوٹا ہے۔ (ص۸۹وسندہ صحیح)

تنبیہ: یہ عمرو بن عبید وہی کذاب ہے جس سے مروی ہے کہ حسن بصری نے فرمایا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور سلام صرف آخری رکعت میں ہی پھیرا جاتا ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲۹۴/۲ ح ۶۸۳۳) وسندہ موضوع، اس روایت کے بارے میں مسعودیوں کا کیا خیال ہے؟

۵: "سید سلیمان" صاحب نے عمرو بن عبید کی تائید میں جو روایات پیش کی ہیں ان کا جائزہ درج ذیل ہے۔

الف:عن معمر عن علي بن زيد عن أبي رافع (مصنف عبدالرزاق ۱۱۰/۳ ح ۴۹۶۸)

تبصرہ: علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔(دیکھئے سنن النسائی ۲۹/۷ ح ۳۸۸۱)

اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

[نیز مسعود احمد صاحب نے خود کہا: علی بن زید ضعیف ہے/ تاریخ مطول ص ۴۹، ۵۷ مسعود احمد نے مزید کہا: علی بن زید منکر الحدیث ہے/ تاریخ مطول ص ۲۲۰]

دوسرے یہ کہ اس روایت میں صرف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل مذکور ہے، تمام صحابہ کا عمل نہیں ہے۔ جبکہ مسعود صاحب اس سابق روایت کی مدد سے دعویٰ کرتے ہیں کہ "تمام صحابہ کرام اس دعا کو پڑھتے تھے۔" (صلوٰۃ المسلمین ص ۳۰۵ طبع پنجم)

ب:ابن جريج أخبرني عطاء أنه سمع عبيد بن عمير يأثر عن عمر . إلخ

(مصنف عبدالرزاق:۴۹۶۹)

اس روایت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے اور عمل بھی صرف (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کا ہے تمام صحابہ کا عمل مذکور نہیں ہے۔

ج:الثوري عن جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران عن أبي بن كعب. إلخ
میمون بن مہران ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب الکمال ۱۸/۵۵۵)
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۳۲ھ یا اس سے پہلے فوت ہوئے۔ (تہذیب الکمال ۱/۱۷۶،۴۷۲)
میمون کی سیدنا ابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔
سفیان ثوری کے بارے میں اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''وكان يدلس'' اور آپ تدلیس کرتے تھے۔ (الجرح والتعدیل ۴/۲۲۵ وسندہ صحیح)

یہ روایت معنعن ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا متن انتہائی مختصر ہے تیسرے یہ کہ یہ صرف سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے ''تمام صحابہ'' کی طرف نہیں۔
معلوم ہوا کہ ان شواہد کا عمرو بن عبید کی روایت سے تعلق نہیں ہے۔

۶: چونکہ مسعود احمد ایک تکفیری، خارجی، بدعتی اور گمراہ شخص تھا جس نے ایک فرقے کی بنیاد رکھی، محدثین کے اجماعی مسئلۂ تدلیس کا انکار کیا اور اس کے مقلدین اسے مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے لہٰذا راقم الحروف نے علمِ حدیث میں اس کی جہالت واضح کرنے کے لئے اس کی تاریخ الاسلام کا حوالہ دیا کہ جس میں اس نے صحیح مسلم کے راوی اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کو ''کذاب'' لکھا ہے۔

سید سلیمان صاحب اس راوی کا کذاب ہونا تو ثابت نہ کر سکے بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ایک راوی اسماعیل بن ابی اویس کے بارے میں لکھ دیا: ''کذاب اور وضاع یعنی جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا ہے۔'' (مجلۃ المسلمین ص ۲۶ مارچ ۲۰۰۳ء)
حالانکہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''صدوق، أخطأ في أحاديث من حفظه'' یہ سچا تھا۔ اس نے حافظے سے (بعض) حدیثیں بیان کی ہیں جس میں اسے خطا لگ گئی۔ (التقریب: ۴۶۰)
صحیح بخاری کے راوی کو جھوٹا قرار دینا ''سید سلیمان'' جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔
تنبیہ: اسماعیل بن ابی اویس نے اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک

روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یا أیها الناس إني قد ترکت فیکم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدًا، کتاب الله و سنة نبیه)) (المستدرک ۹۳/۱ ح ۳۱۸)

اس حدیث کے بارے میں مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

''وسندہ صحیح'' (حدیث بھی کتاب اللہ ہے [ص ۲۰] نیز دیکھئے برھان المسلمین [ص ۲۰۴])

معلوم ہوا کہ مسعودیوں کے نزدیک اپنے تسلیم شدہ کذاب راوی کی روایت ''سندہ صحیح'' ہوتی ہے۔

سید سلیمان صاحب مسعود صاحب کا تو دفاع نہ کر سکے مگر خود دلدل میں پھنس گئے۔

تنبیہ: مسعود صاحب کے یہ دو نمونے بوجہ اختصار و بطور تنبیہ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ یہ داستان بڑی طویل ہے۔

☆یزید بن ابان الرقاشی عن انس بن مالک کی سند سے ایک روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''یزید بن ابان بے شک ضعیف ہے لیکن حضرت انسؓ سے اس کی روایتیں ٹھیک ہیں.... یعنی متروک نہیں ہے۔'' (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۸۰)

اسی یزید کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ ''یزید الرقاشی اور صالح المری دونوں جھوٹے ہیں۔'' (تاریخ الاسلام والمسلمین مطول ص ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۱)

یاد رہے کہ یزید بن ابان والی یہ روایت انس بن مالک سے ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر (۶۰۷/۳، ۶۰۸ ح ۳۸۸۷ب) وقال: "یزید الرقاشي و صالح المري ضعیفان جدًا"

☆لیث (بن ابی سلیم) کے بارے میں مسعودی ارشاد ہے:

''سند میں لیث ہے جو ضعیف ہے۔'' (تاریخ مطول ص ۴۴ حاشیہ)

جبکہ اسی لیث کی رفع الیدین فی القنوت والی روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''سندہ صحیح'' (صلوٰۃ المسلمین ص ۲۷۵ بعد حاشیہ: ۳)

تنبیہ: بعض اہلِ حدیث علماء سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں مگر کسی نے اپنی اطاعت کو فرض اور

ایمان کا مسئلہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ ہر ذی شعور مسلمان کا حق ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے اگر موافق ہوں تو سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کردے۔ (دیکھئے فتاوی علمائے حدیث ج ا ص ۶)

نمازِ نبوی پر اعتراضات کے جوابات

ا۔ ابن ماجہ (ح ۱۷۷) والی روایت انقطاع اور ضعفِ لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس کے دوسرے شواہد ہیں مثلاً دیکھئے عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی (۸۷) لہٰذا اسے حسن لغیرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نماز نبوی میں بھی حسن کے بعد (لغیرہ) کا لفظ اسی طرف اشارہ ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن ماجہ والی روایت کو (شواہد کی وجہ سے) صحیح کہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۴۶ طبع مکتبۃ المعارف)

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے اس روایت کو سنن ترمذی (۳۱۴) وسنن ابن ماجہ کی تحقیق میں "إسناده ضعيف" لکھا ہے نیز دیکھئے میری کتاب "أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة" (ص ۲۸۳)

تنبیہ (۲): قولِ راجح میں حسن لغیرہ روایت ضعیف ہی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ امام ترمذی (۵۱۴ [نماز نبوی میں غلطی سے [۵۱۳] چھپ گیا ہے {ص ۲۵۲} اصلاح کرلیں]) نے ایک روایت بیان کی ہے جس میں دوران خطبہ میں گوٹ مار کر (دونوں گھٹنوں کا سہارا لے کر) بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسے ابن خزیمہ (۱۸۱۵) حاکم (۲۸۹/۱) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ بغوی اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔

اس روایت کے دو راویوں سہل بن معاذ اور ابو مرحوم عبد الرحیم بن میمون پر "سید سلیمان" صاحب نے جرح کی ہے۔

سہل بن معاذ کے بارے میں تقریب التہذیب میں ہے: "لا بأس به إلا في روايات زبان عنه" (۲۶۶۷)

عبدالرحیم بن میمون کے بارے میں ہے: "صدوق زاهد" (۴۰۵۹)

تنبیہ: ابومرحوم عن سہل بن معاذ کی سند سے ایک روایت میں آیا ہے کہ "الحمد لله الذي أطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولاقوة"

(الترمذی: ۳۴۵۸ وقال "حسن غریب وابومرحوم اسمہ عبدالرحیم بن میمون")

یہ دعا مسعود احمد صاحب نے اپنی دو کتابوں میں بطور حجت و استدلال لکھی ہے۔

(منہاج المسلمین ص ۴۲۵ اشاعت نمبر ا، دعوات المسلمین ص ۷۵)

مسعود صاحب کی "جماعت المسلمین" والے فیصلہ کریں کہ ان دوراویوں کی روایت سے استدلال کرنے میں مسعود صاحب حق بجانب ہیں یا "سید سلمان" صاحب کی "تحقیق" ہی راجح ہے؟

۳۔ عید اور جمعہ اگر اکٹھے ہو جائیں تو عید پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز میں اختیار ہے۔ جو چاہے پڑھے اور جو چاہے نہ پڑھے۔ جس کا ثبوت، ابوداود (۱۰۷۰) ابن ماجہ (۱۳۱۰) وغیرہما کی روایت سے ملتا ہے اور نماز نبوی کے حاشیے میں ذکر کر دیا گیا ہے (ص ۲۵۹:۴) اب جمعہ نہ پڑھنے والا ظہر پڑھے گا یا اُس سے ظہر ساقط ہو جائے گی اس بارے میں اختلاف ہے۔

جمہور علماء کا یہی موقف ہے کہ نماز ظہر پڑھی جائے گی دیکھئے الجوہر النقی (ج ۳ ص ۳۱۸) محمد بن اسماعیل الصنعانی نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (عون المعبود ۴۱۷/۱) حافظ عبداللہ روپڑی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۷۰، ۷۱)

ان کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فأخبرهم أن الله قد فرض عليهم خمس صلوات في يومهم وليلتهم)) پس انھیں بتادو کہ بے شک اللہ نے دن رات میں (ان پر) پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ (البخاری: ۷۳۷۲)

ان پانچ نمازوں میں ظہر کی نماز (وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ / الروم: ۱۸) بھی ہے جس کی فرضیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

عیدین کے دن جمعہ کی رخصت والی حدیث سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ نمازِ ظہر کی بھی رخصت ہے۔کسی روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ظہر کی نماز اُس دن نہیں پڑھی تھی جس دن عیدین اور جمعہ اکٹھے تھے۔اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مؤلف نماز نبوی نے مسئلے میں ''یا ظہر'' لکھ دیا ہے۔اور یہ صراحت بالکل نہیں ہے کہ اصل حدیث میں ''یا ظہر'' کے الفاظ ہیں۔لہٰذا یہ کہنا ''احادیث میں زیادتی'' کی گئی ہے غلط ہے۔

تنبیہ: نماز نبوی کے دوسرے ایڈیشن (توزیع مکتبہ بیت السلام) میں یہ عبارت نہیں ملی۔

حدیث: جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اس پر جمعہ فرض ہے (الخ) بلاشبہ بلحاظ سند ضعیف ہے۔

۱۔ ابن لہیعہ حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ابن لہیعہ کی ایک روایت کے بارے میں (فرقۂ مسعودیہ کے امام دوم) محمد اشتیاق صاحب فرماتے ہیں کہ: ''مندرجہ بالا حدیث صحیح ہے۔'' (تحقیق مزید میں تحقیق کا فقدان ص ۲۷)

اور لکھتے ہیں کہ ''جناب مسعود احمد صاحب ابن لہیعہ کو اس وقت ضعیف تسلیم کرتے ہیں جب اس راوی کا روایت کردہ متن صحیح حدیث کے متن کے خلاف ہو'' (ایضاً ص ۲۸)

۲۔ معاذ بن محمد مجہول الحال راوی ہے اس کی توثیق سوائے ابن حبان کے کسی نے نہیں کی ہے۔دیکھئے میزان الاعتدال (۱۳۲/۴)

یہ سند بلاشبہ ضعیف ہے لیکن اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ دیکھئے ارواء الغلیل (ج ۳ ص ۵۷، ۵۸)

لہٰذا یہ روایت شواہد کے ساتھ حسن لغیرہ (یعنی ضعیف ہی) ہے۔اس مسئلے پر اجماع ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

تنبیہ: نماز نبوی میں ابوداود کے حوالے کے ساتھ ارواء الغلیل (۵۶/۳ ح ۵۹۲ واللفظ مرکب) لکھنا چاہیے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۶۔اپریل ۲۰۰۴ء)

بحرِ تناقضات میں سے مسعود صاحب کے دس تناقضات

فرقۂ مسعودیہ کے امام اول: مسعود احمد بی ایس سی (B.Sc) فرماتے ہیں:

''اول تو البانی صاحب کا مشکل ہی سے اعتبار کیا جاسکتا ہے وہ تناقضات کا شکار ہیں اس سلسلہ میں ایک کتاب دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔''

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۱۷)

اس مسعودی قاعدے اور اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسعود احمد کے بے شمار تناقضات میں سے دس (۱۰) تناقضات بطورِ نمونہ پیشِ خدمت ہیں:

تناقض نمبر ۱: مسعود صاحب لکھتے ہیں:

''(طبری ۴۵۸/۱۔ یہ شہر بن حوشب کا قول ہے۔ سند میں ایک راوی ابو ہلال محمد بن سلیم ضعیف ہے)'' (تاریخ الاسلام والمسلمین، مطول ج ۱ ص ۲۰۹ حاشیہ: ۳، مطبوعہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''حضرت حمید بن ہلالؒ کہتے ہیں: كان اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلّوا كان ايديهم حيال أذانهم كانها المراوح، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب صلوٰۃ ادا کرتے تو اُن کے ہاتھ کانوں کے برابر ایسا معلوم ہوتے تھے گویا کہ وہ پنکھے ہیں۔ {جزء رفع الیدین للامام البخاری ۱۳ وسندہ حسن}''

(صلوۃ المسلمین ص ۲۵۵، ۲۵۶ مطبوعہ ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء)

جزء رفع الیدین میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''حدثنا موسى بن إسماعيل: ثنا أبو هلال عن حميد بن هلال'' إلخ

(ح: ۳۰، ص ۵۵ بتحقیقی)

ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی البصری: حمید بن ہلال کا شاگرد اور موسیٰ بن اسماعیل کا استاذ ہے۔ (تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، ۳۱۹)

معلوم ہوا کہ مسعود کے نزدیک باعتراف خود ضعیف راوی کی روایت، عدمِ متابعت وعدمِ شواہد کی صورت میں ''سندہ حسن'' یعنی قابلِ حجت ہوتی ہے۔!

تنبیہ: میرے نزدیک ابو ہلال محمد بن سلیم ضعیف ہے، دیکھئے تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء (ص ۹۸) تاہم صحیح بخاری وسنن اربعہ میں ابو ہلال کی جتنی مرفوع متصل روایات ہیں وہ شواہد ومتابعات کی وجہ سے صحیح وحسن ہیں۔ جزء رفع الیدین تحقیقی (ح ۳۰) میں غلطی کی وجہ سے یہ چھپ گیا ہے کہ ابو ہلال: حسن الحدیث ہے (ص ۵۵) اس کی اصلاح کر لیں، تاہم جزء رفع الیدین والی روایت سابقہ شاہد کی وجہ سے حسن ہے۔ والحمدللہ

تناقض نمبر ۲: حجرِ اسود کے بارے میں ایک روایت ذکر کر کے مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''مسند امام احمد عن ابن عباسؓ۔ ۲۸۴/۴۔ سندہ صحیح'' (تاریخ مطول ص ۸۸ حاشیہ: ۲)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے: ''**حدثنا یونس: حدثنا حماد عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس**''

(مسند الامام احمد ۱/ ۳۰۷ ح ۲۷۹۶ ونسخہ احمد شاکر ۴/ ۲۸۴ ح ۲۷۹۶)

حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے دیکھئے مسند احمد (۱/ ۳۰۶ ح ۲۷۹۴) وکتب اسماء الرجال

مسعود صاحب فرماتے ہیں:

''طبری ۲۳۸/۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حماد راوی نے اپنے استاد عطاء سے اس کا حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا تھا (تہذیب التہذیب)'' (تاریخ مطول ص ۱۱۸ حاشیہ: ۲)

☆ دوسری طرف مسعود صاحب ''ارشاد فرماتے'' ہیں کہ

'' (تفسیر ابن کثیر ۱۵/۴ ومسند احمد۔ بلوغ ۱۶۸/۱۲۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے عطاء بن السائب جس کا حافظہ آخر عمر میں خراب ہوگیا تھا لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے)''

(تاریخ مطول ص ۸۹ حاشیہ: ۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

''**حدثنا یونس: أخبرنا حماد عن عطاء بن السائب عن سعید بن**

جبیر عن ابن عباس "

(مسند احمد ۱/۳۰۶ ح ۲۷۹۵ و بلوغ الامانی ۱۲/ ۱۶۸ و تفسیر ابن کثیر مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور ۴/ ۱۵ و بتحقیق عبدالرزاق المھدی ج ۵ ص ۳۵۲)

یعنی ایک ہی سند (حماد بن سلمہ عن عطاء بن السائب) ایک جگہ "سندہ صحیح" ہے اور دوسری جگہ "ضعیف ہے" سبحان اللہ! کیا مسعودی انصاف ہے!!

تناقض نمبر ۳: مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مسند احمد۔ سندہ جید قوی۔ بلوغ جزء ۲۰ ص ۱۱۹ و البدایہ جزء ۲ ص ۱۷"

(تاریخ مطول ص ۱۹۷ حاشیہ: ۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

"حدثنا قتيبة: حدثنا يعقوب بن عبدالرحمن بن محمد يعني القاري عن عمر بن أبي عمرو عن المطلب عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال.."

(مسند احمد ۲/ ۳۱۹ ح ۹۴۲۲ و بلوغ الامانی ۲۰/ ۱۱۹ والبداية والنهاية مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲/ ۱۶ [وسندہ ضعیف])

☆ دوسری طرف، اسی صفحہ پر ایک دوسری روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"(تفسیر ابن کثیر میں سند ہے لیکن مطلب کا حضرت ابو هریرة سے سننا ثابت نہیں ۳/ ۳۵۸ لہٰذا سند منقطع ہے)" (تاریخ مطول ص ۱۹۷ حاشیہ: ۱) !!

"مطلب عن ابی ہریرۃ" والی پہلی روایت تو مسعود صاحب کے نزدیک "جید قوی" یعنی قابلِ حجت ہے، جبکہ "مطلب عن ابی ہریرۃ" والی دوسری روایت "منقطع ہے" سبحان اللہ!

تناقض نمبر ۴: علی بن محمد المدائنی کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"علی بن محمد ثقہ تھے (میزان)" (تاریخ مطول ص ۹)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب بذاتِ خود لکھتے ہیں کہ

''اس واقعہ کا راوی علی بن محمد المدائنی اخباری ہے۔حدیث کی روایت میں قوی نہیں (میزان الاعتدال جزء۳ص۱۵۳)'' (واقعۂ حرہ اور افسانۂ حرہ ص۴ حاشیہ، آخری دوسطریں)

تناقض نمبر ۵ : ''صالح المري عن يزيد الرقاشي عن أنس بن مالك''
والی ایک سند کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں: ''تفسیر ابن کثیر۲/۴۹۳ یزید الرقاشی اور صالح المری دونوں جھوٹے ہیں'' الخ (تاریخ مطول ص۱۲۷ حاشیہ:۱)
''راوی یزید الرقاشی متروک ہے لہذا یہ روایت بھی جھوٹی ہے۔'' (تاریخ مطول ص۱۹۳ حاشیہ:۱)

☆ دوسری طرف مسعود صاحب شرح السنۃ للبغوی سے بحوالہ فتح الباری (۱۲/۳۸۹) ایک روایت بطورِ حجت پیش کرتے ہیں: ''كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكثر القناع ''[یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اپنا سر ڈھانپے رکھتے تھے]
(منہاج المسلمین مطبوعہ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء ص۴۷۹ حاشیہ:۱)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

'' الربيع بن صبيح عن يزيد بن أبان عن أنس بن مالك ''
(شرح السنۃ للبغوی ۱۲/۸۲ ح۳۱۶۴ وشمائل الترمذی بتحقیقی: ۱۲۵، ۳۳)

اسی روایت کا دفاع کرتے ہوئے مسعود صاحب مزید لکھتے ہیں کہ
''یزید بن ابان بے شک ضعیف ہے لیکن حضرت انسؓ سے اس کی روایتیں ٹھیک ہیں اور یہ روایت حضرت انسؓ سے ہی ہے ...یعنی متروک نہیں ہے (تہذیب)..... الغرض یہ حدیث حسن سے کم نہیں'' (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۸۰)

تناقض نمبر ٦: مسعود صاحب لکھتے ہیں:
''(۱) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اے سعدؓ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر کے والی ہیں۔حضرت سعدؓ نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ہم وزراء ہیں اور آپ امراء (البدایہ والنہایہ عربی جلد نمبر۵ ص۲۴۷ بحوالہ مسند احمد)
(۲) حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں: عمرؓ نے انصار کو یاد دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے امام بنایا تھا (یہ سنتے ہی تمام) انصار نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

(البدایہ والنہایہ عربی جلد۵ ص۲۴۷ بحوالہ مسند امام احمد)

ان دونوں روایتوں کی سندیں صحیح ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بیعت کرلی تھی" (الجماعۃ ص۲۳، ۲۴ مطبوعہ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء)

پہلی روایت کی سند درج ذیل ہے۔

"حدثنا عفان قال: حدثنا أبو عوانة عن داود بن عبدالله الأودي عن حميد بن عبدالرحمن قال ..."إلخ

(مسند احمد ۵/۱ ح۱۸ ونسخہ احمد شاکر ۱/۱۶۴ والبدایہ والنہایہ ۵/۲۱۷)

☆اسی روایت کے بارے میں دوسری جگہ مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"ہم وزراء ہوں گے اور آپ امراء (مسند احمد جلد اول ص۱۶۴) اس کی سند منقطع ہے"

(واقعہ سقیفہ اور افسانہ سقیفہ ص۹ حاشیہ)

دوسری روایت کی سند درج ذیل ہے۔

"محمد بن إسحاق عن عبدالله بن أبي بكر عن الزهري عن عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس عن عمر"

(البدایہ والنہایہ ۵/۲۱۷ قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ)

تناقض نمبر ۷: سابقہ تناقض (نمبر ۶) کی دوسری روایت کے بارے میں مسعود صاحب لکھتے ہیں: "اس روایت میں عبداللہ بن ابی بکر ضعیف ہے۔"

(واقعہ سقیفہ اور افسانہ سقیفہ ص۹ حاشیہ)

تناقض نمبر ۸: مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

"عن زيدؓ عن النبی ﷺ اخذ غرفة من الماء فنضح بها فرجه (رواه احمد' بلوغ ۲/۵۳ وسنده صحيح۔" (منہاج المسلمین مطبوعہ ۱۹۹۵ء ص۱۱۴ حاشیہ: ۳)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" حدثنا حسن: حدثنا ابن لهيعة عن عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن عروة عن أسامة بن زيد عن أبيه زيد بن حارثة"

(مسند احمد ۴/۱۶۱ ح۱۷۵۶۹ وبلوغ الأمانی ۲/۳۰۸)

یعنی اس سند میں ابن لہیعہ راوی ہے اور مسعود صاحب نے اسے "سندہ صحیح" لکھا ہے۔

☆ دوسری طرف مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں" (تاریخ مطول ص۱۴۶ حاشیہ:۲)

"لیکن اس کی سند میں ابن صخر ہے جس کا حال نہیں ملتا۔ دوسرا راوی ابن لہیعہ ضعیف ہے۔ الغرض یہ روایت بھی باطل ہے۔" (تاریخ مطول ص۱۹۴ حاشیہ)

تناقض نمبر ۹: مسعود صاحب فرماتے ہیں:

"اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہیں۔ وہ ضعیف بھی ہے اور مدلس بھی۔ انہوں نے اس حدیث کو عن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لہذا یہ سند منقطع ہے"

(سجدوں میں رفع یدین ثابت نہیں اشاعت دوم ص۱۰)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب بذاتِ خود لکھتے ہیں:

"حجاج بن ارطاۃ صدوق تھے کذاب نہیں تھے۔ مزید براں مسند احمد میں ان کی تحدیث موجود ہے۔ لہذا اعتراض لایعنی ہے ...... الغرض یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۶۲، ۶۳)

تناقض نمبر ۱۰: مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں جو مدلس ہیں۔ ان کی تدلیس قبیح ہوتی ہے۔ امام زہری سے روایت کرنے والے میں یہ کچھ نہیں"

(سجدوں میں رفع یدین ثابت نہیں ص۱۳)

☆ دوسری جگہ مسعود صاحب "ارشاد فرماتے" ہیں:

"مدلس کذاب ہوتا ہے امام ابن جریج کذاب کیسے ہو سکتے ہیں..... لہذا حدیث بالکل صحیح

ہے اس میں کوئی غلطی نہیں۔" (جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص ۶۵)

ان دس مثالوں سے معلوم ہُوا کہ مسعود صاحب بذاتِ خود بے شمار تناقضات و تعارضات کا شکار ہیں لہٰذا وہ بقولِ خود بے اعتبار ہیں۔

تنبیہ: اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ السدی الکبیر صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی ہیں اور جمہور محدثین نے اُن کی توثیق کر رکھی ہے۔ اسماعیل السدی کی صحیح مسلم میں چھ روایات ہیں:

۱،۲: صلوٰة المسافرين باب جواز الانصراف من الصلوٰة عن اليمين والشمال ح۷۰۸، دار السلام: ۱۶۴۰، ۱۶۴۱

۳: الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها ح۱۴۸۰/۵۱ ودار السلام: ۳۷۱۶

۴: الحدود، باب تأخير الحد عن النفساء ح۱۷۰۵ و دار السلام: ۴۴۵۰

۵: الأشربة باب تحريم تخليل الخمر ح۱۹۸۳ ودار السلام: ۵۱۴۰

۶: فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم ح۲۵۳۶ دار السلام: ۶۴۷۸

صحیح مسلم کے اس بنیادی اور اصول کے راوی کو بار بار کذاب کہنا مسعود احمد بی ایس سی جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

غیر مسلم کی وراثت اور فرقہ مسعودیہ

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے:

((لا یرث المسلمُ الکافر و لا الکافر المسلم))

مسلم، کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر، مسلم کا (وارث ہوتا ہے۔)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۱ ح ۶۷۶۴، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳ ح ۱۶۱۴)

اس حدیث کی تشریح میں علامہ نووی (متوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

" وأما المسلم فلا یرث الکافر أیضًا عند جماهیر العلماء من الصحابة و التابعین و من بعدهم" جمہور صحابہ، تابعین، اور ان کے بعد والوں کے نزدیک مسلم، کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۲/۳۳)

صحیح بخاری میں ہے:

" وکان عقیل ورث أبا طالب هو وطالب ولم یرثه جعفر ولا علي شیئًا لأنهما کانا مسلمین وکان عقیل وطالب کافرین فکان عمر ابن الخطاب یقول: لا یرث المؤمن الکافر"

اور ابو طالب (جو کہ غیر مسلم فوت ہوا تھا) کے وارث عقیل اور طالب بنے کیونکہ اُس وقت وہ دونوں کافر تھے۔ اور علی اور جعفر (رضی اللہ عنہما) وارث نہیں بنے کیونکہ وہ اس وقت مسلمان تھے۔ عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے: کافر کا مومن وارث نہیں بن سکتا۔ (ج ۱ ص ۲۱۶ ح ۱۵۸۸)

امام عبدالرزاق الصنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) نے صحیح سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: "لا یرث المسلمُ الیهوديَّ ولا النصرانيَّ" .... إلخ

مسلم، یہودی یا نصرانی کا وارث نہیں ہوتا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۸ ح ۹۸۶۵)

سنن ابی داود وغیرہ میں حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يتوارث أهل ملتين شتّٰى)) دو مختلف ملتوں والے آپس میں (کسی چیز میں بھی) وارث نہیں ہیں۔ (کتاب الفرائض باب حل یرث المسلم الکافر، ح ۲۹۱۱)

اسے ابن الجارود (۹۶۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔ (نیز دیکھئے البدر المنیر لابن الملقن ۲۲۱/۷)

شارحینِ حدیث اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں:

"والحديث دليل علٰى أنه لا توارث بين أهل ملتين مختلفتين بالكفر أو بالإسلام والكفر وذهب الجمهور إلٰى أن المراد بالملتين الكفر والإسلام فيكون كحديث: لا يرث المسلم الكافر" إلخ

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ دو مختلف ملتوں والے باہم وارث نہیں بن سکتے چاہے وہ دونوں کافر یا ایک مسلم اور دوسرا کافر ہو۔ اور جمہور اس طرف گئے ہیں کہ دو ملتوں سے مراد کفر اور اسلام ہے۔ پس یہ اس حدیث کی طرح ہے جس میں ہے کہ مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

جماعت التکفیر (فرقۂ مسعودیہ:۲) کے امیر دوم محمد اشتیاق صاحب یہ روایت پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلم کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

اس کے بعد وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں:

''ہم (یعنی مسلمان) اُن (یعنی کفار) کے وارث ہوں گے۔'' الخ

(تحقیقِ مزید میں تحقیق کا فقدان ص ۱۵) سبحان اللہ!

کیا ''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' والوں کے نزدیک مرفوع حدیث اور جمہور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں صرف ایک صحابی کا قول حجت بنا لینا جائز ہے؟

اس کے بعد اشتیاق صاحب نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ایک فتویٰ بحوالہ ابن ابی شیبہ (ج ۱۱ ص ۳۷۴) نقل کر کے لکھا ہے کہ ''وسنده قوي''

اسے کہتے ہیں کان کو الٹی طرف سے پکڑنا۔ جب یہ اثر سنن ابی داود (ح ۲۹۱۲، ۲۹۱۳) وغیرہ

میں موجود ہے تو ابن ابی شیبہ کا حوالہ کیا معنی رکھتا ہے؟

کان کو اُلٹی طرف سے ہاتھ لمبا کر کے پکڑنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابو داود وغیرہ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اثر ابوالاسود نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے نہیں سُنا بلکہ ''رجل'' ایک (آدمی) سے سنا ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں:

''هذا رجل مجهول فهو منقطع'' یہ آدمی مجہول ہے۔ پس یہ روایت منقطع ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۲۰۵، ۲۵۴، ۲۵۵)

حافظ ابن حزم الظاہری فرماتے ہیں:

''معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ)، معاویہ (رضی اللہ عنہ)، یحییٰ بن یعمر، ابراہیم اور مسروق سے مروی ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔'' (المحلی ج ۹ ص ۳۰۴)

اشتیاق صاحب یہ عبارت سمجھ نہیں سکے اور لکھ دیا:

''حضرت معاذؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت یحییٰ بن یعمرؒ و ابراہیم و مسروقؒ نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے۔ (المحلی ابن حزم ۹/۳۰۴)''

اس ''علم'' کی بنیاد پر اُمتِ مسلمہ کو کافر اور فرقہ پرست قرار دیا جا رہا ہے۔!

اس کے بعد موصوف نے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۶ ص ۲۵۴) سے علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اثر نقل کیا ہے جس کی سند میں سلیمان الاعمش ہیں جو کہ مشہور مدلس ہیں۔ (دیکھئے کتاب المدلسین للعراقی ص ۵۵ و عام کتب المدلسین)

اعمش یہ روایت ''عن'' کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ موصوف نے متعدد روایات پر تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے۔ (دیکھئے ''تحقیقِ صلاۃ بجواب نمازِ مدلل'' ص ۷۲، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۰۸)

اس مضمون کے شروع میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر بحوالہ صحیح بخاری (۱۵۸۸) گزر چکا ہے کہ وہ اپنے غیر مسلم باپ کے وارث نہیں بنے۔

اشتیاق صاحب نے شرح السنۃ (ج ۵ ص ۳۶۵) سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار نقل کئے ہیں جو کتابِ مذکور میں بلا سند ہیں۔ علمی میدان میں بلا سند حوالوں کا

کوئی وزن نہیں ہوتا۔

اس کے بعد ''امیر دوم'' مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱۱ص ۳۷۱) سے ایک اثر نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ (مسلم) کی پھوپھی مرگئی اور وہ یہودیہ (کافرہ) تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اشعث رضی اللہ عنہ کو وارث قرار نہیں دیا'' بلکہ عورت کے خاندان کو وارث قرار دیا ''

عورت کے خاندان سے مراد اس کے کافر ورثاء ہیں۔ مصنف کے مذکورہ بالا صفحہ پر عمر رضی اللہ عنہ کا قول درج ہے: '' یرثها أهل دینها ''

اس عورت کے وارث اس کے ہم مذہب (یہودی ہی) ہیں۔

ان آثار کے غلط مفہوم وغلط استدلال کی بدولت اشتیاق صاحب مرفوع صحیح حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے مسلم کو غیر مسلم کا وارث قرار دینا چاہتے ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

آخر میں اشتیاق صاحب یہ متکبرانہ اعلان کرتے ہیں:

''اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ جماعت المسلمین کا مسئلہ ہے اور جماعت المسلمین اس مسئلہ سے نمٹنا اچھی طرح جانتی ہے۔ لہٰذا وقار صاحب آپ پریشان نہ ہوں۔''

(تحقیق کا فقدان ص ۴۶)

اچھی طرح جاننے سے مراد صحیح مرفوع حدیث کو غیر ثابت آثار واقوال سے رد کرنا ہے۔

اشتیاق صاحب کے مستدلات کا مردود ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔ لہٰذا یہ اعتراض اُن پر اور اُن کی جماعت پر قائم ودائم ہے کہ جب آپ غیر مسعودیوں کی تکفیر کر کے انھیں جماعت المسلمین سے خارج قرار دیتے ہیں اور عملاً انھیں غیر مسلمین ہی سمجھتے ہیں تو اُن کی وراثت کا حصول کیا معنی رکھتا ہے؟

یہ کون سا منزل من اللہ اسلام ہے؟ وما علینا إلا البلاغ (۱۹۹۷-۱۰-۳۱)

متفرق مضامین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ:۲۰۸)

نیز فرمایا:

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾

کیا تم بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟

(البقرہ:۸۵)

گانے بجانے اور فحاشی کی حرمت

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو لھو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو جہالت کے ساتھ اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں اور (دین اسلام سے) استہزاء کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔ (لقمان:٦)

اس آیت مبارکہ میں لھو الحدیث کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"الغناء و الذي لا إله إلا هو!" اس ذات کی قسم! جس کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں ہے، اس آیت (میں لھو الحدیث) سے مراد غناء (گانا بجانا) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ٦/٣٠٩ ح ٢١١٢٣ وسندہ حسن)

اس اثر کو حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ (المستدرک ٢/٤١١ ح ٣٥٤٢)

عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں: "هو الغناء" یہ غنا (گانا) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ٦/٣١٠ ح ٢١١٢٧ وسندہ حسن)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے جو دین حق کے مخالف ہیں فرماتا ہے: ﴿ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴾ اور تم غفلت میں پڑے ہو۔ (النجم:٦١)

اس آیت کی تشریح میں مفسر قرآن حبر الامت امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"هو الغناء بالحميرية، اسمدي لنا: تغني لنا" سامدون سے مراد حمیری زبان میں گانا بجانا ہے۔ اسمدی لنا کا مطلب ہے: ہمارے لئے گاؤ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۲۲۳ وسندہ قوی صحیح، رواہ یحییٰ القطان عن سفیان الثوری بہ)

سیدنا ابو عامر یا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لیكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف ولينزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم لحاجةٍ فيقولون: ارجع إلينا غدًا فيبيتهم الله ويضع العلم ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلىٰ يوم القيامة))

میری امت میں ایسی قومیں ضرور پیدا ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں (آلاتِ موسیقی) کو حلال سمجھیں گی اور بعض قومیں پہاڑ کے پاس رہتی ہوں گی اور جب شام کو اپنا ریوڑ لے کر واپس ہوں گی۔ اس وقت ان کے پاس کوئی ضرورت مند (فقیر) آئے گا تو کہیں گے: کل صبح ہمارے پاس آؤ۔ اللہ تعالیٰ انھیں رات کو ہی ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو گرا دے گا اور باقیوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دے گا اور قیامت تک اسی حال میں رہیں گے۔

(صحیح بخاری ۲/ ۸۳۷ ح ۵۵۹۰، صحیح ابن حبان: ۶۷۱۹)

اس حدیث کے بارے میں شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

" والحديث صحيح معروف الاتصال بشرط الصحيح " یہ حدیث صحیح کی شرط کے ساتھ صحیح متصل مشہور ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۰ مع شرح العراقی)

اس حدیث پر حافظ ابن حزم وغیرہ کی جرح مردود ہے۔

صحیحین (صحیح بخاری، وصحیح مسلم) کی تمام مرفوع باسند متصل روایات یقیناً صحیح اور قطعی الثبوت ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ: ((إن الله حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة.... كل مسكر حرام)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ

نے تم پر شراب، جوا اور کوبہ حرام کیا ہے اور فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔

(مسند احمد ۱/ ۲۸۹، ۳۵۰ ح ۳۲۷۴ و إسنادہ صحیح وسنن ابی داود: ۳۶۹۶)

اس کے ایک راوی علی بن بذیمہ فرماتے ہیں کہ الکوبۃ سے مراد " الطبل " یعنی ڈھول ہے۔

(سنن ابی داود ۲/ ۱۶۴ ح ۳۶۹۶ و إسنادہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إن اللّٰہ عزوجل حرم الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء وکل مسکر حرام)) بے شک اللہ عزوجل نے خمر (شراب) جوا، ڈھولکی بجانا اور مکئی کی شراب کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔

(مسند احمد ۲/ ۱۷۱ ح ۶۵۹۱م، وسندہ حسن)

اس روایت کے راوی عمرو بن الولید بن عبدہ جمہور کے نزدیک ثقہ وموثق ہیں لہٰذا اُن کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔

محمود بن خالد الدمشقی نے صحیح سند کے ساتھ امام نافع سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور فرمایا: نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (سنن ابی داود ۲/ ۳۲۶ ح ۴۹۲۴ و إسنادہ حسن، المعجم الکبیر للطبرانی ۱/ ۱۳ او تحریم النرد والشطرنج والملاھی للآجری ح ۶۵، مسند احمد ۲/ ۳۸ ح ۴۹۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۲۲۲)

اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن الوزیر الیمانی نے "توضیح الافکار" (ج ۱ ص ۱۵۰) میں لکھا ہے کہ " صحیح علی الأصح " سب سے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صوتان معلونان فی الدنیا والآخرۃ ، مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ)) دو آوازوں پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ خوشی کے وقت باجے کی آواز اور غم کے وقت شور مچانا اور پیٹنا۔ (کشف الاستار عن زوائد ۱/ ۳۷۷)

اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حافظ منذری فرماتے ہیں:

"ورواته ثقات" اور اس کے راوی ثقہ اور (قابل اعتماد) ہیں۔

(الترغیب والترہیب ۳۵۰/۴)

حافظ ہیثمی نے فرمایا: "ورجاله ثقات" یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱۳/۴)

ان آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں محقق علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ گانے بجانے کے آلات اور ان کا استعمال بالقصد (جان بوجھ کر سننا) حرام ہے۔

پبلک گاڑیوں میں ٹیپ ریکارڈوں کا شور

ایک مسلمان جسے معلوم ہے کہ گانا بجانا حرام ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر ممکنہ طریقے سے اس حرام فعل سے بچاتا ہے، اب اگر وہ کہیں سفر کے لئے پبلک گاڑی میں سوار ہوتا ہے تو ڈرائیور حضرات اینڈ کمپنی اسے اپنے اپنے پسندیدہ گانے سنانے پر ہٹ دھرمی سے ڈٹے رہتے ہیں! وہ کیا کرے؟ گاڑی سے اتر جائے یا پھر طاقت کا استعمال کر کے یہ حرام کام روک دے؟

تو عرض ہے کہ ان فاسق و فاجر ڈرائیوروں اور ان کے حامیوں کو اس بات کا پابند کرنا چاہئے کہ عامۃ المسلمین کو تکلیف نہ دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده))

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(صحیح بخاری: ۱۰، صحیح مسلم: ۴۰)

ایک روایت میں ہے:

"لايدخل الجنة من لا يامن جاره بوائقه" وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۶)

فحاشی اور اس کا سدِ باب

کفار اور منافقین کی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی بھی مسلسل پھیل رہی ہے۔گندے اور فحش گانوں کی لعنت کیا کم تھی کہ اب ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، کیبل، انٹرنیٹ کیفے، موبائل کی شیطانی گھنٹیاں اور ننگی و گندی تصاویر کی بہتات ہو رہی ہے۔

ساری کائنات کا رب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (النور:۱۹)

یہ آیت مبارکہ اپنے شانِ نزول کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ العبرۃ بعموم اللفظ کے اصول سے فحاشی پھیلانے والی ہر چیز پر اس کا حکم یکساں ہے۔بدکاری کے اڈے، سینما ہال، گندی فلمیں، کلب، گندے ہوٹل، رقص گاہیں، گندے قصے کہانیاں اور جنسی فحش اشعار، غرضیکہ بداخلاقی پھیلانے والی تمام اشیاء اس آیت کے عموم میں شامل ہیں لہٰذا یہ سب چیزیں حرام اور قابلِ سزا ہیں۔اگر زمامِ کار نیک اور سچے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو تو ان پر یہ لازم ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اڈے اور ذرائع پوری قوت سے بند کر دیں۔اور ان افعالِ فاحشہ کے مرتکب کو شدید سزا دی جائے تاکہ آئندہ کسی دوسرے کو اس کی ہمت نہ ہو۔

مشہور تابعی محمد بن المنکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یقال یوم القیامة أین الذین کانوا ینزھون أنفسھم وأسماعھم عن اللھو ومزامیر الشیطان ؟ اجعلوھم في ریاض المسك ، ثم یقال للملائکة :أسمعوھم حمدي والثناء علي وأخبروھم أن لا خوف

علیھم ولا ھم یحزنون "

قیامت کے دن کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو اور اپنے کاموں کو لہو ولعب اور شیطانی باجوں سے بچاتے تھے؟ انھیں خوشبودار باغیچوں میں لے جاؤ، پھر فرشتوں سے کہا جائے گا: انھیں میری حمد وثنا سناؤ اور خوشخبری دے دو کہ انھیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہوگا۔

(کتاب تحریم النرد والشطرنج والملاھی للامام ابی بکر محمد بن الحسین الآجری: ٦٦ وسندہ صحیح)

بعینہ یہی قول دوسری سند کے ساتھ مفسر قرآن مجاہد (تابعی) رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(ایضاً: ٦٨ وسندہ قوی، روایۃ سفیان الثوری عن منصور محمولۃ علی السماع)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمان گانے بجانے موسیقی، ٹی وی، وی سی آر اور سینما گھروں کو چھوڑ کر قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں، توحید وسنت کا بول بالا کرنے کی کوشش کریں اور شرک وکفر اور بدعات کو ختم کرنے میں سچے دل اور صحیح ایمان کے ساتھ مصروف رہیں تاکہ دنیا میں خلافت اور اس کی برکات ایک بار پھر قائم ہو جائیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان ناسمجھ لوگوں کو بھی ہدایت دے جو انکارِ حدیث کے راستے پر گامزن ہو کر گانے بجانے کے آلات اور موسیقی کو "حلال" ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اپنے موبائل کی گھنٹیوں کے ذریعے سے نمازیوں کو تکلیف دیتے ہیں اللہ انھیں بھی ہدایت دے۔ (آمین)

الإسلام يَعْلُو وَلَا يُعْلٰى

اسلام مغلوب نہیں بلکہ غالب ہوگا

اللہ پر یقین کی حقیقت کمزوری اور مصیبتوں کے دور میں ظاہر ہوتی ہے۔صاحبِ یقین وہ شخص نہیں ہے جو اسلام کی قوت، مسلمانوں کے غلبے اور فتح کی خوش خبریوں پر بہت زیادہ خوش ہو جائے، خوشی سے اُس کا چہرہ چمکنے لگے اور دل کشادہ ہو جائے لیکن مسلمانوں کی کمزوری اور مصیبتوں کے وقت سخت پریشان ہو کر مایوس اور نا اُمید ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ پر سچا یقین رکھنے والے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب مصیبتوں اور غم کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جائیں، اسلام دُشمن قومیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں، شدید تنگی اور مصائب چاروں طرف سے گھیر لیں تو اس کا اللہ پر یقین و ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے۔وہ ذرا بھی نہیں گھبراتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آخری فتح مسلمانوں کی ہے اور دینِ اسلام نے غالب ہو کر رہنا ہے۔مجاہد کی ہر وقت یہی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا دین غالب ہو جائے لہٰذا اس عظیم مقصد کے لئے وہ ہمیشہ صبر و یقین پر کاربند رہتا ہے۔حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ ''میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: صبر اور یقین کے ساتھ دین کی امامت حاصل ہوتی ہے۔پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾ اور ہم نے انھیں اپنے دین کی طرف رہنمائی کرنے والے امام بنایا کیونکہ وہ صبر کرتے تھے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ (السجدۃ:۲۴) ''

(مدارج السالکین لابن القیم ۲/۱۵۴ منزلۃ الصبر)

انسان کو سب سے اہم چیز جو عطا کی گئی ہے وہ یقین ہے۔نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ

((وسلو اللّٰه اليقين و المعافاة، فإنه لم يؤت أحد بعد اليقين خيرًا من المعافاة))
اللہ سے یقین اور عافیت (صحت و خیریت) کی دعا مانگو کیونکہ کسی کو بھی یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔

(ابن ماجہ: ۳۸۴۹ و سندہ صحیح، وصححہ ابن حبان، الاحسان: ۹۴۸ والحاکم ۱/ ۵۲۹ ووافقہ الذہبی)

یہ امت صرف اس وقت تباہ و برباد ہوگی جب مسلمان دینِ اسلام کے لئے اپنی کوششیں ترک کر کے عمل کے بغیر ہی شیخ چلی جیسی اُمیدیں باندھ کر بیٹھ جائیں گے۔

اللہ ہی عالم الغیب ہے۔ ہمیں کیا پتا کہ کب مدد آئے گی اور کب خیر کا دور دورہ ہوگا؟ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہماری اُمت اللہ کے اذن سے اُمتِ خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد ضرور فرمائے گا اگرچہ اس میں کچھ دیر لگ جائے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ کون سی نسل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مصیبتوں کی گھنگھور گھٹائیں دُور فرما کر اس اُمت کو سر بلند کر دے گا لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔

پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((لا يزال اللّٰه يغرس في هٰذا الدين غرسًا يستعملهم فيه بطاعته إلٰى يوم القيامة۔)) اللہ تعالیٰ قیامت تک دینِ اسلام میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا جو اس کی اطاعت کرتے رہیں گے۔

(ابن ماجہ: ۸ و سندہ حسن وصححہ ابن حبان، الموارد: ۸۸)

احادیثِ نبویہ میں بہت سی خوش خبریاں دی گئی ہیں جن سے یقین اور خوش اُمیدی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی میں سے اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی حکومت مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔ دنیا میں ایسے بہت سے علاقے ہیں جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح نہیں ہوئے اور ایک دن ایسا آنے والا ہے جب یہ علاقے بھی فتح ہو کر مُلکِ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((إن اللّٰه زوى لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها وإن أمتي سيبلغ ملكها ما زُوِيَ لي منها۔))

اللہ نے (ساری) زمین اکٹھی کر کے مجھے دکھائی، میں نے تمام مشرقی اور مغربی علاقے دیکھ لئے۔ بے شک میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچ جائے گی جو مجھے دکھایا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۸۸۹)

جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ اسلام نے دنیا میں غالب ہو کر رہنا ہے تو ہم کسی خاص دور میں مسلمانوں کی کمزوری پر کیوں نا اُمید ہوں؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**الإسلام یعلو ولا یعلیٰ**''

اسلام غالب ہوگا اور مغلوب نہیں ہوگا۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی ۳/ ۲۵۷ و اسنادہ حسن، نیز دیکھئے صحیح بخاری ۲/ ۲۱۸ قبل ح ۱۳۵۴)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زبان سے خوش خبری دی ہے کہ

((ولا یزال اللّٰہ یزید - أو قال: یعز الإسلام وأھلہ، وینقص الشرك وأھلہ حتٰی یسیر الراکب بین کذا یعنی البحرین - لا یخشی إلا جورًا ولیبلغن ھٰذا الأمر مبلغ اللیل))

اللہ تعالیٰ اسلام کو زیادہ ہی کرتا رہے گا اور مشرکین اور ان کے شرک میں کمی آتی رہے گی حتیٰ کہ سوار سفر کرے گا تو اُسے ظلم کے سوا کچھ ڈر نہیں ہوگا۔ اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک دن ایسا آئے گا جب یہ دین وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں یہ ستارہ نظر آتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۶/ ۱۰۷، ۱۰۸ وسندہ صحیح، عمرو بن عبداللہ الحضرمی ثقہ وثقہ العجلی المعتدل وغیرہ)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی حکومت پھیلتی رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خوش خبریاں دی ہیں جن سے ہر نا اُمیدی ختم ہو جاتی ہے اور مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہر مسلمان ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ خوشی اور راحت سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

((بشر ھٰذہ الأمۃ بالسناء والنصر والتمکین ..)) اس امت کو سر بلندی، فتح اور (زمین پر) قبضے کی خوش خبری دے دو۔

(مسند احمد ۵/ ۱۳۴ ح ۲۱۲۲۳ وسندہ حسن، ربیع بن انس حسن الحدیث)

جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور ایک گروہ قیامت تک ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ اسے مجموعی حیثیت سے نقصان پہنچانے والے ناکام رہیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لن يبرح هٰذا الدين قائمًا، يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتىٰ تقوم الساعة.)) یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک دین اسلام کے دفاع کے لئے لڑتی رہے گی۔ (صحیح مسلم: ۱۹۲۲)

اللہ کے نزدیک انسانوں والا پیمانہ اور ترازو نہیں ہے، اللہ کا پیمانہ اور ترازو تو مکمل انصاف اور عدل و حکمت والا ہے۔ بے شک بندوں کی کمزوری کے بعد اللہ انھیں قوت بخشتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ((هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم)) تمھاری مدد اور تمھیں رزق تمھارے کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۶)

مسلمان کو ہتھکڑیاں پہنا کر گھسیٹا جا رہا ہے، وہ زرد وغیرہ رنگوں کے قیدی لباس میں ملبوس ہے، دنیا کے کونے کونے میں پیچھا کر کے اُسے پکڑا جا رہا ہے، اس کے پاس (جدید) اسلحہ نہیں، وہ فقیر و بے بس ہے۔ اس کی دعا، نماز اور اخلاص کے ذریعے سے اللہ اس امت کی مدد فرمائے گا چاہے مسلمان جتنے بھی کمزور ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((رُبّ أشعث مدفوع بالأبواب لو أقسم على اللّٰه لأبرّه.)) بعض اوقات وہ آدمی جس کے بال پراگندہ اور لباس میلا ہے، دروازوں سے دھکے دے کر دور ہٹایا جاتا ہے اگر یہ شخص اللہ کی قسم کھا لے تو اللہ اسے پورا فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲۲)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور غلبہ مسلمانوں کے دشمنوں کے پاس ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ ہی متصرف اور مختارِ کل ہے، وہ اپنے مومن بندوں سے غافل نہیں ہے۔ وہ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ مسلمان ہمیشہ مجبور و مقہور اور ذلیل رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الميزان بيد الرحمٰن، يرفع أقوامًا ويخفض آخرين إلىٰ يوم القيامة)) میزان رحمٰن کے ہاتھ میں ہے، وہ قیامت تک بعض قوموں کو اُٹھاتا ہے اور دوسروں کو گرا دیتا

ہے۔ (ابن ماجہ:۱۹۹والنسائی فی الکبریٰ:۷۷۳۸وسندہ صحیح وصححہ ابن حبان:۲۴۱۹والحاکم ۱/۵۲۵ووافقہ الذہبی)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے گر جانے کے بعد ضرور اٹھائے گا بشرطیکہ مسلمان اسے راضی کرنے کے لئے سچے دل سے کوششیں کریں۔

ہر صدی میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان قائم کر دیتا ہے جو خیر میں مسابقت کرتے ہیں اور مصیبتوں کی پروا نہیں کرتے۔ لوگ ان کی اقتدا کر کے اللہ کے دربار میں جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگ پیدا کرے گا جو غلطیوں کی اصلاح کر کے لوگوں کو سیدھے راستے پر چلا دیں گے۔ یہ لوگ ہدایت کی طرف راہنمائی کریں گے اور کتاب وسنت کی دعوت پھیلا کر دین کی تجدید کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن اللّٰه یبعث لھٰذہ الأمة علٰی رأس کل مائة سنة من یجدّد لھا دینھا.)) بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایسا انسان پیدا کرے گا جو (قرآن وحدیث کے مطابق) اس امت کی تجدید (واصلاح) کرے گا۔

(سنن ابی داود:۴۲۹۱وسندہ حسن)

تکلیف، ذلت اور مغلوبیت ایک دن ضرور دور ہوگی ان شاء اللہ، چاہے خیر میں مسابقت کرنے والوں کے ہاتھوں ہو یا مجددین کے ذریعے سے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ یہ مصیبتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی۔

اسلام کے سارے دشمنوں سے اللہ کا اعلان جنگ ہے اور جس سے اللہ کا اعلانِ جنگ ہو تو اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا میں ان دشمنانِ اسلام کی حکومت ایک دن ختم ہو جائے گی۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

((من عادی لي ولیًا فقد آذنته بالحرب)) جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے، میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری:۶۵۰۲)

آیئے! ہم ایک دوسرے کو مصیبتوں پر صبر کی تلقین کریں اور تقدیر کے فیصلے پر رضامندی سے ثابت قدم رہیں۔ ہمیں نا اُمیدی پھیلانے کے بجائے فتح اور غلبۂ اسلام کی

خوش خبریاں پھیلانی چاہئیں۔

جولوگ طویل انتظار کی وجہ سے نحوستوں اور نا اُمیدی کا شکار ہیں، ان کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصیبتوں اور سختیوں کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((واللہ! لیتمن ھذا الأمر ... ولکنکم تستعجلون)) اللہ کی قسم! یہ کام (غلبۂ دین) پورا ہو کر رہے گا... مگر تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۹۴۳)

اللہ اپنے بندوں سے اس اعتماد و یقین کا مطالبہ کرتا ہے جس کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے عملی مظاہرہ کیا۔ اللہ نے انھیں حکم دیا کہ ﴿فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي﴾ پھر اگر تجھے اس (موسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں ڈر لگے تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر۔ (القصص: ۷)

انھوں نے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو (صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دیا اور وہ نہ ڈریں اور نہ غم کیا حالانکہ دریا تو چھوٹے سے دودھ پیتے بچے کے لئے انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا۔ یہ دودھ پیتا بچہ آخر کار اس دور کے سب سے بڑے طاغوت فرعون کے پاس پہنچ گیا جس نے اسے پالا اور پھر یہی بچہ اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔ اللہ کی قدرت کے عجائب اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کے ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں کوئی خیر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ((ثلاثة لا تسأل عنھم .. ورجل شك في أمر اللہ والقنوط من رحمة اللہ)) تین قسم کے لوگوں کے بارے میں نہ پوچھو... ایک آدمی جو اللہ کے فیصلے میں شک کرے اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

(البخاری فی الادب المفرد: ۵۹۰ واحمد ۶/ ۱۹ ح ۲۳۹۴۳ وسندہ حسن وصححہ ابن حبان، الاحسان: ۴۵۴۱)

اسی لئے جب لوگوں کو شک اور نا اُمیدی کی بیماری لگ جائے تو وہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اس سے توبہ کر کے اللہ پر اعتماد اور اس کی مدد و نصرت کا یقین

نہ کرلیں۔ تقدیر پر ایمان وہ بہترین عقیدہ ہے جس سے یہ اعتماد ہوتا ہے کہ آخری فتح متقین کی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((لکل شيء حقیقة و ما بلغ عبد حقیقة الإیمان حتٰی یعلم أن ما أصابه لم یکن لیخطئه و ما أخطأه لم یکن لیصیبه))

ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور بندہ اس وقت تک حقیقتِ ایمان تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اسے یقین کامل نہ ہو جائے کہ اسے جو مصیبت پہنچی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو ٹل گئی ہے وہ کبھی پہنچ نہیں سکتی تھی۔ (احمد ۶/۴۴۱، ۴۴۲ ح ۲۷۴۹۰ وسندہ حسن وأخطأ من ضعفه)

مسئلہ توقیتِ مقدور (تقدیر کا ایک خاص وقت مقرر ہے) اور اجل محدود (مقررہ وقت) کا مسئلہ ہے جو نہ تو کسی جلدی کرنے کی وجہ سے مقدم ہوتا ہے اور نہ کسی سستی کرنے والے کی وجہ سے مؤخر ہوتا ہے۔ ایسے مضبوط عقیدے پر بے صبری کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ آخری انجام و فتح متقین کے لئے ہے۔

اگرچہ اُمت مسلمہ کمزوری کے دور سے گزر رہی ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ اللہ کی تقدیر سے ہے۔ اللہ اس پر قادر ہے کہ گم شدہ عزت اور کھوئی ہوئی سرداری دوبارہ لے آئے۔ انسانوں کی یہی شان ہے کہ کبھی بلندی اور کبھی پستی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((مثل المؤمن کالخامة من الزرع تضیئها الریح مرة وتعدلها مرة))

مومن کی مثال کھیتی کے پودے کی تازہ نکلی ہوئی ہری شاخ کی طرح ہے جسے ہوا کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۶۴۳ و صحیح مسلم: ۲۸۱۰)

اہم ترین بات یہ ہے کہ ایک دن مومن ضرور کھڑا (اور غالب) ہوگا اور یہی اللہ کی سنتِ کونیہ (اور فیصلہ) ہے۔ جب اسبابِ تقدیر پورے ہو جائیں گے تو ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔ ان شاء اللہ

اُممِ سابقہ کے بارے میں اللہ کا یہی طریقہ اور قانون جاری رہا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عُرضت علي الأمم فرأیت النبي ومعه الرهیط، والنبي ومعه الرجل والرجلان والنبي لیس معه أحد...)) مجھے اُمتیں دکھائی

گئیں ۔ میں نے دیکھا کہ ایک نبی کے ساتھ کچھ لوگ ہیں ۔ ایک نبی ہے اور اس کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں اور ایک نبی ہے جس کے ساتھ کوئی (اُمتی) بھی نہیں ... (صحیح مسلم: ۲۲۰)

اس کے باوجود دعوت جاری رہی اور ہر زمانے میں جاری رہے گی چاہے جتنی بھی کمزوری ہو جائے ۔ کسی نبی پر یہ اعتراض قطعاً نہیں ہو سکتا کہ اُن کے ذریعے سے کوئی ہدایت یافتہ کیوں نہیں ہوا؟ حالانکہ انھوں نے دعوت میں اپنی پوری کوشش کی تھی ۔ ہدایت دینا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ۔ اسی طرح کسی مجاہد پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اسے فتح حاصل کیوں نہیں ہو رہی ؟ حالانکہ وہ اپنی استطاعت اور پوری کوشش سے جہاد میں مصروف رہا ہے ۔

اعتراض صرف یہ ہے کہ ہم نے اسباب کے استعمال میں کمی کی اور کوشش میں کچھ نہ کچھ بخل اور کوتاہی سے کام لیا ۔ باقی اللہ کی مرضی ہے وہ جب چاہے جو چاہے کرتا ہے ۔

جب شہیدوں کو یہ خوف ہوا کہ زندہ رہ جانے والے لوگ کمزوری کی وجہ سے کہیں جہاد سے پیچھے نہ رہ جائیں تو انھوں نے اپنے رب سے سوال کیا: ہمارے پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کو یہ کون بتائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے؟ تا کہ لوگ جہاد سے پیچھے نہ رہیں اور میدانِ جنگ سے نہ بھاگیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((أنا أبلّغهم عنكم)) میں انھیں تمھاری یہ بات پہنچاؤں گا ۔

(سنن ابی داود: ۲۵۲۰ وھو حدیث حسن، احمد ۲۶۶/۱ والحاکم ۸۸/۲، ۲۹۸ وانظر اثبات عذاب القبر للبیہقی بتحقیقی: ۲۱۲، ابن اسحاق صرح بالسماع)

رات نے آخر ختم ہو جانا ہے اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیل جائے گی ۔ خس و خاشاک بہہ جائے گا اور زمین میں وہ چیزیں رہ جائیں گی جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہیں ۔

اللہ کی تقدیر کا یہ فیصلہ ایک دن برحق ثابت ہوگا کہ آخری فتح متقین ہی کی ہے ۔

والحمد للہ رب العالمین

[ماخوذ مع اضافات وتحقیق از کتاب ''هٰذه أخلاقنا''] (۵ جولائی ۲۰۰۶ء)

معلّمِ انسانیت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إنّ اللّٰہ تعالٰی لم یبعثني معنّتاً ولا متعنتاً و لکن بعثني معلّمًا میسّرًا .))

اللہ تعالیٰ نے یقیناً مجھے تکلیف دینے والا اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کرنے والا (بہترین) معلّم (استاد) بنا کر بھیجا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۷۸، دارالسلام: ۳۶۹۰)

سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ نماز پڑھنے کے دوران میں (لاعلمی کی وجہ سے) دنیاوی باتیں کر دی تھیں، پھر کیا ہوا؟ وہ اپنی زبانِ مبارک سے بیان فرماتے ہیں:

فبأبي هو و أمي ما رأیت معلّمًا قبله ولا بعده أحسن تعلیمًا منه ، فواللّٰہ! ما کهرني ولا ضربني ولا شتمني، قال: ((إن هٰذه الصلٰوة لا یصلح فیها شيءٌ من کلام الناس ، إنما هو التسبیح والتکبیر وقراءة القرآن .))

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ جیسا بہترین تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ بُرا بھلا کہا، فرمایا: یہ نماز ہے اس میں انسانی کلام میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷، دارالسلام: ۱۱۹۹)

ایک دفعہ ایک اعرابی (دیہاتی، بدو) نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارنا پیٹنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((دعوه و هریقوا علٰی بوله سجلاً من ماء، أو ذنوبًا من ماء ، فإنما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین .)) اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ تمھیں آسانی کرنے والا بنایا گیا ہے نہ کہ تنگی پیدا کرنے والا۔ (صحیح بخاری: ۲۲۰، نیز دیکھئے صحیح مسلم: ۲۸۴)

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں (زیرِ تربیت) چھوٹا بچہ تھا اور (کھانے کے دوران میں) میرا ہاتھ برتن میں دائیں بائیں گھومتا تھا (یعنی میں چاروں طرف سے ہاتھ ڈال کر کھاتا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

((یا غلام! سمّ اللّٰہ و کل بیمینك و کل مما یلیك))

اے بچے! اللہ کا نام لے (یعنی بسم اللہ پڑھ) اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا اور اپنے سامنے قریب سے کھا۔ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اسی طرح کھانا کھاتا تھا۔ (صحیح بخاری:۵۳۷۶، صحیح مسلم:۲۰۲۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر (بڑا) احسان فرمایا کہ ان کی طرف انھی میں سے رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے اور کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتا ہے۔ (آل عمران:۱۶۴)

اس کے پسِ منظر میں وہ دعا ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی تھی: اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے رسول بھیجنا جو ان کے سامنے تیری آیتیں پڑھے گا اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے گا اور ان کا تزکیہ کرے گا۔ (البقرہ:۱۲۹)

یہ دعا مِن وعَن پوری ہوئی جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے: ((.. دعوۃ أبي إبراھیم و بشارۃ عیسی بي و رؤیا أمي التي رأت.)) إلخ میں اپنے ابا (دادا) ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور (بھائی) عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت (خوش خبری) ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جسے انھوں نے دیکھا تھا۔ (مسند احمد ۱۲۷/۴ ح ۱۷۱۵۰، وسندہ حسن لذاتہ)

عیسائیوں کی محرف انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئیگا تو تمکو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اِسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمھیں آیندہ کی خبریں دے گا۔'' (یوحنا کی انجیل ص ۱۰۱، ب ۱۵، فقرہ ۱۳)

پاک ہے وہ ذات جس نے ختمِ نبوت کا تاج پہنا کر معلّمِ انسانیت بھیجا، ایسا معلّم جس کی ساری زندگی کا ہر ہر لمحہ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم

رفع الیدین پر علمی و تحقیقی کتاب
نور العینین
فی مسئلة
رفع الیدین
عند الرکوع وبعدہ فی الصلوٰۃ
تألیف
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ